وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ

اور بلانے والے (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اللہ کی طرف

سورہ الاحزاب آیت ۴۶

سیرت سید کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

(حصہ اول)

سید محمد حمید الدین شرفی

سجادہ نشین حضرت تاج العرفاءؒ، ڈائرکٹر آئی ہرک

آئی ہرک پبلکیشنز ۔ حمیدیہ، حیدرآباد

جملہ حقوق بحق آئی ہرک محفوظ ہیں

کتاب کا نام	:	وَدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ
مصنف	:	ڈاکٹر سید محمد حمید الدین شرفی
اشاعت	:	ربیع الاول شریف ۱۴۳۷ھ م جنوری ۲۰۱۶ء
تعداد	:	۱۰۰۰
ناشر	:	اسلامک ہسٹری ریسرچ کونسل انڈیا (آئی ہرک)

ملنے کے پتے

"ایوان تاج العرفاء" حمید آباد
شرفی چمن، سبزی منڈی قدیم
حیدرآباد۔ ۵۰۰۲۶۷

"میلاد محل"، علیون باغ
ازرا چٹم پلی، نزد مومن پیٹھ
سداسیوپیٹ، ضلع رنگا ریڈی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

محبوب کردگار وجہ تخلیق کائنات رحمۃ للعلمین خاتم النبیین
حضور پاک محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
کی خدمت اقدس میں نذر عاجزانہ

فہرست مضامین

سلسلہ نشان	عنوان	صفحہ
i	متن مبارک۔ بیک نظر	۱
۱	خاندان اقدس	۱۹
۲	ظہور اقدسؐ سے پہلے	۲۱
۳	ظہور قدسی اور عہد طفلی	۲۴
۴	عہد شباب مبارک	۲۸
۵	حضرت سیدہ بی بی خدیجہ بنت خویلد سے حضور اقدسؐ کا نکاح	۳۴
۶	خانہ کعبہ کی تعمیر نو	۳۶
۷	بعثت شریف اور اس سے پہلے	۳۸
۸	بعثت شریف کے بعد	۴۱
۹	دعوت و تبلیغ کے مراحل	۴۴
۱۰	حفاظت خداوندی	۴۸
۱۱	حبشہ کی طرف ہجرت اور قریش کی ناکام کوشش	۵۱
۱۲	علمائے یہود سے قریش کا مشورہ	۵۳
۱۳	حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ	۵۴
۱۴	حضرت بلالؓ	۵۶
۱۵	قریش کی طرف سے ایذا رسانی کا سلسلہ	۵۷
۱۶	معجزے کا مطالبہ اور ظہور	۵۹
۱۷	بنی ہاشم کا مقاطعہ	۶۰
۱۸	عام الحزن۔ سانحات و واقعات	۶۲
۱۹	حضرت طفیلؓ دوسی کا قبول اسلام	۶۴
۲۰	حضورؐ کے رعب سے ابو جہل کا کانپ اٹھنا	۶۶
۲۱	رکانہ بن عبد یزید کا واقعہ	۶۷

۲۲	حبشہ کے نصرانیوں کا قبول اسلام	٦٨
۲۳	سفر طائف	٦٩
۲۴	واقعہ معراج ۔ فرضیت نماز پنجگانہ	۷۱
۲۵	سلسلہ دعوت و تبلیغ	۷۵
۲٦	عقبہ کی پہلی اور دوسری بیعت	۷٦
۲۷	اذن ہجرت	۷۸
۲۸	ہجرت ۔ قریش کی پریشانی اور خفیہ مشاورت	۸۰
۲۹	ہجرت نبویؐ	۸۲
۳۰	احوال سفر ہجرت	۸۵
۳۱	قبا میں تشریف آوری	۸۹
۳۲	حضرت ابوایوب انصاریؓ کو شرف میزبانی	۹۱
۳۳	مسجد نبوی شریف کی تعمیر	۹۳
۳۴	مساکن و بیوت ازواج مطہرات	۹۵
۳۵	تشریفات مدینہ منورہ	۹۷
۳٦	واقعہ مواخاۃ	۹۹
۳۷	پہلا تحریری دستور	۱۰۱
۳۸	اذان ۔ اسلام کا شعار عظیم	۱۰۳
۳۹	منافقین کا فتنہ	۱۰۵
۴۰	حضرت سلمان فارسیؓ کا اسلام اور آزادی	۱۰۸
۴۱	سلسلہ واقعات	۱۱۱
۴۲	تحویل قبلہ	۱۱۲
۴۳	نزول احکام	۱۱۴
۴۴	اذن جہاد	۱۱٦

۴۵	حقائق جہاد	۱۱۸
۴۶	غزوہ اور سریہ میں فرق	۱۲۰
۴۷	سریہ حضرت حمزہؓ	۱۲۱
۴۸	سریہ عبیدۃ الحارثؓ	۱۲۲
۵۰	غزوات و سرایا ما قبل بدر	۱۲۴
	غزوہ بدر سے پہلے	۱۲۸
۵۱	سلسلہ واقعات نخلہ	۱۲۸
۵۲	قریش کا تجارتی قافلہ	۱۳۰
۵۳	قریش کی سرگرمیاں	۱۳۱
۵۴	مسلمانوں کا جذبہ فدائیت	۱۳۳
۵۵	ابوسفیان کی تدبیر	۱۳۶
۵۶	طرفین کی تیاریاں	۱۳۸
۵۷	معرکہ آرائی سے کچھ پہلے	۱۴۰
	غزوہ بدر	۱۴۲
۵۸	آغاز معرکہ	۱۴۲
۵۹	شدت رزم	۱۴۴
۶۰	کیفیت رزم	۱۴۷
۶۱	مراحل فتح	۱۵۰
۶۲	فتح و کامرانی	۱۵۲
۶۳	بدر سے مدینہ منورہ مراجعت	۱۵۵
۶۴	جب مکہ میں قریش کی شکست کی خبر پہنچی	۱۵۸
۶۵	اسیران بدر کے متعلق فیصلہ	۱۶۱
۶۶	ایک اہم اسیر بدر	۱۶۳

۶۷	حضرت عباسؓ ۔اسیری اور فدیہ	۱۶۶
۶۸	حضرت عمیرؓ بن وہب کا قبول اسلام	۱۶۸
۶۹	حضرات بدریین (مہاجرین)	۱۷۱
۷۰	حضرات بدریین (انصار)	۱۷۴
۷۱	بدریین (ملائکہ)	۱۸۲
۷۲	شہدائے بدر	۱۸۳
۷۳	بدر میں قریش کے مقتول	۱۸۵
۷۴	بدر میں قریش کے اسیر (بنی ہاشم)	۱۸۹
۷۵	اسیران بدر (دیگر قبائل)	۱۹۱
۷۶	غازیان بدر	۱۹۴
۷۷	اثرات فتح بدر	۱۹۵
۷۸	واقعات مابعد بدر	۱۹۷
۷۹	یہود کی شرارتیں اور عہد شکنی	۱۹۹
۸۰	بنوقینقاع کی شرانگیزیاں	۲۰۲
۸۱	تادیب بنوقینقاع	۲۰۴
۸۲	غزوہ سویق	۲۰۵
۸۳	پہلی بقرعید	۲۰۷
۸۴	شہزادی کونینؓ کی شادی	۲۰۸
۸۵	سلسلہ غزوات (غزوہ غطفان اور غزوہ بحران)	۲۱۰
۸۶	گستاخ رسولؐ اللہ کا انجام	۲۱۳
۸۷	سریہ زیدؓ بن حارثہ	۲۱۸
	غزوہ احد سے پہلے	۲۲۱
۸۸	قریش کی تیاریاں	۲۲۱

۸۹	حضور انورؐ کو قریشی لشکر کی اطلاع اور صحابہ سے مشاورت	۲۲۴
۹۰	احد کی طرف روانگی	۲۲۶
	غزوہ احد	۲۲۹
۹۱	جنگ کے لئے صف بندی	۲۲۹
۹۲	قریش کی پہل	۲۳۱
۹۳	مشرکین کے نقصانات	۲۳۴
۹۴	حضرت ابودجانہؓ کی بہادری	۲۳۷
۹۵	حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کی شہادت عظمیٰ	۲۳۸
۹۶	مسلمانوں کا پلہ بھاری	۲۴۰
۹۷	صورتحال کی تبدیلی	۲۴۲
۹۸	صحابہ کی جاں نثاری	۲۴۵
۹۹	غزوہ احد میں حضرت علیؓ	۲۴۸
۱۰۰	صحابہ کرام کی شجاعت	۲۴۹
۱۰۱	شجاعان احد اوران کے حوصلے	۲۵۱
۱۰۲	دختر اسلام (حضرت نسیبہؓ) کی بہادری	۲۵۴
۱۰۳	حساس لمحات	۲۵۷
۱۰۴	آخری مناظر	۲۵۸
۱۰۵	دختر حضرت حمزہؓ کا اضطراب	۲۶۳
۱۰۶	غزوہ احد کے دوسرے دن	۲۶۶
۱۰۷	غزوہ احد اور آیات ربانی	۲۶۸
۱۰۸	اسماء شہدائے احد	۲۹۵
۱۰۹	غزوہ احد میں مقتول قریش	۲۹۷
۱۱۰	غزوہ احد سے متعلق شعری معرکہ	۲۹۸

۱۱۱	حضرت سیدنا امام حسنؓ اور حضرت سیدنا امام حسینؓ	۳۰۲
۱۱۲	سرایا مابعد غزوہ احد	۳۰۳
۱۱۳	الرجیع کا دردناک سانحہ	۳۰۶
۱۱۴	بئر معونہ کا سانحہ عظمیٰ	۳۰۸
۱۱۵	رجیع اور بئر معونہ کے بعد	۳۱۱
۱۱۶	بنی نضیر کی شرانگیزیاں	۳۱۴
۱۱۷	غزوہ بنی نضیر	۳۱۶
۱۱۸	غزوہ بنی نضیر اور آیات ربانی	۳۱۹
۱۱۹	غزوہ ذات الرقاع	۳۲۷
۱۲۰	غزوہ ذات الرقاع سے واپسی	۳۲۹
۱۲۱	بدر ثانیہ ودومۃ الجندل	۳۳۴
۱۲۲	غزوہ المریسیع	۳۳۸
۱۲۳	مسلمانوں کے خلاف یہود، قریش اور دیگر قبائل کی پہل	۳۴۱
۱۲۴	خندق کی تیاری	۳۴۲
۱۲۵	غزوہ خندق سے پہلے	۳۴۶
۱۲۶	غزوہ خندق	۳۴۸
۱۲۷	دشمنان اسلام میں انتشار	۳۵۳
۱۲۸	غزوہ بنوقریظہ	۳۵۶
۱۲۹	غزوات خندق وبنوقریظہ اور آیات ربانی	۳۶۲
۱۳۰	غزوات خندق اور بنوقریظہ سے متعلق اشعار	۳۷۱
۱۳۱	حضرت ثمامہ بن آثال کا اسلام	۳۷۷
۱۳۲	غزوہ بنی لحیان	۳۸۰

۱۳۳	غزوہ ذی قرد	۳۸۱
۱۳۴	سنہ ٦ ھ کے سرایا	۳۸۲
۱۳۵	سریہ عمروؓ بن امیہ الضمری	۳۹۷
	صلحہ حدیبیہ	۳۹۹
۱۳٦	عمرہ کے لئے روانگی اور ابتدائی مراحل	۳۹۹
۱۳۷	قریش کی طرف مسلمانوں کے سفراء کی روانگی	۴۰۲
۱۳۸	بیعت الرضوان	۴۰۴
۱۳۹	قریش کے سفراء کی آمد اور صلح نامہ	۴۰۵
۱۴۰	واقعاتی تسلسل اور فتح عظیم کی نوید	۴۰۸
۱۴۱	مدینہ میں تشریف آوری اور ایفاے عہد	۴۱۰
	غزوہ خیبر	۴۱۲
۱۴۲	خیبر کے طرف روانگی	۴۱۲
۱۴۳	معرکہ آرائی	۴۱۴
۱۴۴	فتوحات خیبر	۴۱٦
۱۴۵	حضرت علیؓ اور مرحب میں مقابلہ	۴۱۷
۱۴٦	قلعہ صعب بن معاذ اور قلہ	۴۱۹
۱۴۷	صلح کی بات چیت اور یہود کی عہد شکنی	۴۲۰
۱۴۸	تقسیم غنائم	۴۲۲
۱۴۹	فتح خیبر کے بعد	۴۲۵
۱۵۰	عمرۃ قضاء	۴۲۸
۱۵۱	دعوت اسلام کے فرامین مبارک	۴۳۱
۱۵۲	مکتوب اقدس بنام ہرقل	۴۳۴
۱۵۳	کسریٰ اور نجاشی کے نام مکتوبات اقدس	۴۳۷

۱۵۴	مقوقس شاہ مصر واسکندریہ کے نام والا نامہ	۴۴۲
۱۵۵	حاکم بحرین اور شاہ عمان کے نام مکتوبات اقدس	۴۴۸
۱۵۶	مکتوبات اقدس بجانب یمامہ و دمشق	۴۵۴
۱۵۷	مختلف روساء امراء اور سرداروں کے نام فرامین اقدس	۴۵۸
۱۵۸	عمرہ قضاء کے بعد	۴۸۶
۱۵۹	امراء قریش کا قبول اسلام	۴۹۱
۱۶۰	غزوہ موتہ	۴۹۵
۱۶۱	سریہ موتہ کے بعد	۵۰۱
۱۶۲	سریہ بجانب ذات السلاسل	۵۰۲
۱۶۳	سریہ خبط یا سیف البحر	۵۰۴
	فتح عظیم سے پہلے	۵۰۷
۱۶۴	سریہ بجانب خضرہ واضم	۵۰۷
۱۶۵	قریش کی عہد شکنی	۵۰۸
۱۶۶	ابوسفیان کی ناکام کوشش	۵۱۱
۱۶۷	مدینہ میں سرگرمیاں	۵۱۳
	غزوہ فتح عظیم مکہ مکرمہ	۵۱۶
۱۶۸	مدینہ سے روانگی	۵۱۶
۱۶۹	آخری ہجرت	۵۱۹
۱۷۰	حضرت عباس رضی کی سفارش	۵۱۹
۱۷۱	مکہ میں داخلہ	۵۲۵
۱۷۲	فتح عظیم مکہ معظّمہ	۵۳۰
۱۷۳	انصار کے اندیشے	۵۳۷
۱۷۴	فتح عظیم کے بعد عفو کرم	۵۳۸

ظہورِ قدسی سے وصالِ رفیقِ اعلیٰ تک

نسب عالیہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نسب نامہ عالیہ نابت بن اسماعیل علیہ السلام تک ابن ہشام نے اس طرح بیان کیا ہے۔ ''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب (اصلی نام شیبہ) بن ہاشم (عمرو) بن عبدمناف (مغیرہ) بن قُصَّی (زید) بن کلاب، بن مرہ، بن کعب، بن لُوئ، بن غالب، بن فہر، بن مالک، بن نضر، بن کنانہ، بن خزیمہ، بن مدرکہ، بن الیاس، بن مضر، بن نزار، بن معد، بن عدنان، بن اود، بن مقوم، بن ناحور، بن تیرح، بن یعرب، بن یشجب، بن نابت، بن اسماعیل علیہ السلام۔ حضرت ابن عباس رضؓ سے منقول ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب اپنا نسب شریف بیان فرماتے تو معد بن عدنان سے تجاوز نہیں کرتے، اس جگہ ٹھہر جاتے اور فرماتے ''نسب میں لوگوں نے جھوٹ ملا رکھا ہے'' کیونکہ عدنان سے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت آدم علیہ السلام تک بہت اختلاف ہے۔ (ابن سعد)

ظہور انور میلاد مبارک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اصلاب فاخرہ وارحام طاہرہ سے ہیں۔ اللہ تعالی نے جب نور محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو پشت حضرت عبداللہ سے حضرت بی بی آمنہ کے شکم اطہر میں منتقل فرمایا تو وہ

دوشنبہ کا دن تھا۔ظہور قدسی کا دن بھی دوشنبہ کا ہے۔آ قاے دوجہاںؐ کی ولادت حضرت بی بی آمنہ کے بطن مبارک سے ہوئی۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا کہنا ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت ابرہہ کے مکہ پر حملہ کے دن ہوئی یا ۵۵ دن بعد۔اس بارے میں مختلف اقوال ملتے ہیں۔ماہ ولادت کے بارے میں بھی کئی خیالات ہیں،لیکن ربیع الاول شریف ہی صحیح ہے۔تاریخ ولادت کے بارے میں الگ الگ ادعاء ہیں۔۹/ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل ۲۲/اپریل سنہ ۵۷۱ء (رحمۃ للعالمین) محمود پاشا فلکی نے ۹/ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل کی مطابقت ۲۰/اپریل سنہ ۵۷۱ء سے کی ہے (سیرت النبی) اپریل کی تاریخ کا اختلاف عیسوی تقویم کے اختلاف کا نتیجہ ہے (الرحیق المختوم) جب کہ ابوالفدا نے ۱۰/ربیع الاول اور طبری وابن خلدون نے ۱۲/ربیع الاول کو میلاد شریف کی تاریخ بتائی ہے (بحوالہ رحمۃ للعالمین) اسلامیان عالم کی اکثریت ۱۲/ربیع الاول ہی کو عید میلاد النبی مناتی ہے۔

ولادت شریفہ کی خوش خبری پا کر حضرت عبدالمطلب دیکھنے آئے اور بے پناہ مسرت کا اظہار کیا۔ چوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جلوہ گری سے قبل ہی حضورؐ کے والد بزرگوار حضرت عبداللہؓ کی وفات ہو چکی تھی،لہٰذا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دادا کی توجہات کا مرکز تھے۔حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پورا بدن پاکیزہ اور حضورؐ مختون وناف بریدہ تولد ہوئے۔حضرت عبدالمطلب نے بیت اللہ شریف میں لے جا کر حضور اکرمؐ کے لئے صدق دل سے دعاء مانگی۔اسم مبارک ''محمد'' (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رکھا۔ابولھب نے آقاے دوجہاںؐ کی ولادت کی خوشی میں اپنی باندی ثویبہ کو آزاد کردیا۔ساتویں دن دادا محترم نے اونٹ ذبح کرکے عقیقہ کیا۔ابتداء میں بی بی ثویبہ پھر بی بی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو رضاعت کی عزت ملی۔سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانچ سال حضرت بی بی حلیمہ سعدیہؓ کے پاس صحرائی ماحول میں رہے۔اسی دوران شق صدر کا واقعہ ہوا۔رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ''میں نے خالص عرب،

قریشی اور بنی سعد کے قبیلہ میں پرورش پائی ہے‘‘۔

حضرت عبدالمطلب نے اپنے چہیتے پوتے کی دیکھ بھال میں کوئی کمی نہ کی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے والدہ کے ساتھ بچپن میں یثرب کا سفر کیا اور والد محترم کے مزار پر گئے۔ واپسی میں بمقام ابواء حضرت بی بی آمنہؓ رحلت فرما گئیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام ایمن کے ساتھ مکہ مکرمہ واپس تشریف لائے، یہاں دو سال بعد شفیق دادا نے بھی داغ جدائی دیا۔ چچا سردار ابو طالب نے نہایت شفقت و محبت کے ساتھ کفالت کی، وہ حضور اقدسؐ کو اپنی اولاد سے زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ یہی حال ان کے خاندان کا تھا۔

قریش کا ذریعہ معاش تجارت تھا، سردار ابو طالب بھی تجارت کرتے تھے۔ بارہ سال کی عمر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی بار اپنے چچا کے ساتھ شام کا سفر کیا۔ نصرانی راہب بحیرا کا حضور انورؐ کو پہچان کر علامت نبوت کی تحقیق اور تشفی کر کے حضورؐ کی تعظیم کرنے کا واقعہ اسی سفر میں پیش آیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوازن اور بنی کنانہ میں حرب فجار ثانی میں بہ عمر چودہ سال شریک رہے، بعد میں معاہدہ عدم جنگ یعنی ’’حلف الفضول‘‘ میں شرکت کی۔ آقائے دو جہاںؐ نے اس کو بے حد پسند فرمایا، کیونکہ اس میں یہ عہد ہوا تھا کہ ’’ہم ہر مظلوم کی اس وقت تک مدد کریں گے، جب تک کہ اسے اپنا حق نہیں مل جاتا‘‘۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا اور ان کے متعلقین کی معاشی اعانت کی غرض سے تجارت کو فروغ دینا چاہا۔ حضرت بی بی خدیجہ بنت خویلدؓ جو شرف و تمول میں ممتاز تھیں، انھوں نے جب حضور اکرمؐ کی خدا داد صلاحیتوں کا شہرہ سنا تو حضورؐ کو تجارتی شراکت کی دعوت دی۔ اس بار شام کے تجارتی سفر میں بی بی خدیجہ علیہا السلام کے غلام میسرہ ساتھ تھے۔ حسن معاملت، تجارتی کامیابی، حضورؐ کے

اعلیٰ اخلاق اور پاکیزہ کردار سے متاثر ہو کر حضرت سیدہ بی بی خدیجہؓ نے اپنی جانب سے پیغام عقد دیا، جسے حضور اقدسؐ نے قبول فرمالیا۔ پانچ سو طلائی درہم مہر پر سردار ابو طالب نے نکاح پڑھایا۔ اس وقت حضور اکرمؐ ۲۵ سال اور حضرت بی بی خدیجہؓ ۴۰ سال کی تھیں۔ حضرت ابراہیمؓ کے سواء حضور انورؐ کی تمام اولاد حضرت سیدہ خدیجہؓ کے بطن مبارک سے ہوئی۔

بعثت شریف سے قبل کعبۃ اللہ شریف کے انہدام اور تعمیر جدید کا اہم واقعہ ہوا، جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ صرف شرکت کی، بلکہ تنصیب حجر اسود کا اعزاز بھی آقائے دو جہاںؐ کے خصائص میں شامل ہے۔

بعثت شریف

حضور اقدسؐ کی عمر شریف جب چالیس سال ہوگئی تو غار حرا میں حضور انورؐ پر پہلی وحی نازل ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ''جبرئیل (علیہ السلام) پیغام حق تعالیٰ لے کر میرے پاس آئے پھر کہا ''اقراء'' (پڑھئے) میں نے کہا کیا پڑھوں؟۔ تب فرشتے نے کہا'' اقرأ باسم ربك الذى خلق ٥ خلق الانسان من علق ٥اقرأ وربك الاكرم ٥ الذى علم بالقلم ٥ علم الانسان مالم يعلم ''٥

یعنی ''پڑھئے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے، پڑھئے آپ کا پروردگار بڑی شان اور کرم والا ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم عطاء کیا انسان کو وہ سب سکھایا (اور) وہ علم دیا جسے وہ پہلے سے نہیں جانتا تھا''۔ (ق/۹۶۔۱ تا ۵) پھر میں نے پڑھا اور جب قراءت ختم ہوگئی تو وہ میرے پاس سے چلے گئے۔

نزول وحی کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم گھر تشریف لائے اور حضرت بی بی خدیجہؓ سے تمام حال بیان فرمایا تو انھوں نے کہا ”بے شک آپ اس امت کے نبی ہوں گے“ جب نصرانی راہب ورقہ بن نوفل کے سامنے یہ بات کہی گئی تو انھوں نے کہا ”یہی فرشتہ وہ ناموس اکبر ہے جو موسیٰ (علیہ السلام) پر نازل ہوا تھا، آپ اس امت کے نبی ہیں“۔ کچھ دن بعد پھر وحی کا نزول ہوا اور منشائے الٰہی کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے دعوت ایمان کا آغاز فرمایا۔ سب سے پہلے زوجہ محترمہ حضرت سیدہ بی بی خدیجہؓ ایمان لائیں، پھر حضرت علی کرم اللہ وجہ ایمان لائے اس وقت ان کی عمر شریف ۹ سال تھی، عاقل و بالغ آزاد مردوں میں پہلے سعادت ایمان حضرت عبداللہ بن ابی قحافہ یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ملی جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قریبی رفیق اور دوست تھے۔ پھر حضرت زید بن حارثہؓ نے ایمان قبول کیا۔

حضرت ابوبکرؓ نے اپنے وسیع حلقہ اثر میں تبلیغ کی اور ان کی کوششوں سے کئی اکابر ایمان لے آئے۔ رفتہ رفتہ اسلام کی حقانیت نے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرنا شروع کیا اور تھوڑے عرصہ میں کئی مرد و مستورات دولت ایمان سے مالا مال ہو گئے۔ اسلام کی اشاعت و توسیع کا کام مخفی طریقہ سے جاری تھا، جب نماز کا وقت آتا تو کسی پہاڑ کی گھاٹی میں نماز ادا کی جاتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بالعموم چاشت کی نماز حرم میں پڑھا کرتے تھے۔ ایک بار سردار ابوطالب نے رسول اللہؐ کو محو نماز دیکھا تو دریافت کیا ”یہ کیا دین ہے؟“ حضور انورؐ نے ارشاد فرمایا ”ہمارے دادا ابراہیم (علیہ السلام) کا یہی دین تھا“۔ تب سردار ابوطالب نے کہا ”آپ اس طریقہ عبادت کو جاری رکھئے کوئی آپ کے کام میں مزاحم نہ ہو سکے گا“۔

تبلیغ اسلام

دعوت وتبلیغ کے ضمن میں سب سے بڑا اثر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حسن اخلاق اور پاکیزہ کردار کا تھا۔ تین برس کا صبر آزما دور مسلمانوں نے بڑی ثابت قدمی اور کامل استقلال سے گذارا۔ دوسری طرف مکہ کے ہر گھر میں رسول اللہؐ اور دین حق اسلام کا چرچا تھا۔ آخر دعوت اسلام صلائے عام پر آ گئی، کیونکہ فرمان الٰہی ہو چکا تھا کہ

''اے محبوب! اپنی دعوت کو آشکارا کر دیجئے اور مشرکین سے روگردانی کر لیجیے''۔ (ق ر ۱۵۔ ۹۴)

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پورے اہتمام کے ساتھ اعلائے کلمۃ الحق فرمایا۔ سب سے پہلے اپنے قرابت داروں کو اپنے ہاں اکٹھا کر کے دعوت توحید و رسالت دی ۔ اس موقع پر پورے خاندان والوں نے شدید مخالفت کی، صرف کمسن حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے نصرت و یاوری کے عزم کا اظہار کیا۔ جس پر لوگوں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا مضحکہ اڑایا تاہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پورے عزم کے ساتھ سارے قریش کو علانیہ حق کی طرف بلایا، انہیں ہر طرح عذاب آخرت سے خوف دلایا اور بت پرستی چھوڑ دینے کی ممکنہ ترغیب دی، لیکن قریش نے نہ صرف انکار کیا بل کہ حضور انورؐ کی شان میں گستاخانہ کلمات بکنے شروع کر دیئے۔ تاہم چند سعادت مندوں نے نہ صرف دین قبول کیا بل کہ اشاعت دین کے سلسلے میں رسول اللہؐ کے حامی و مددگار بن گئے ۔ آہستہ آہستہ لوگوں کو اسلام کی طرف مائل دیکھ کر قریش پوری شدت کے ساتھ حضور انور ؐ کی مخالفت پر کمربستہ ہو گئے اور سردار ابوطالب پر دباؤ ڈالنے لگے کہ وہ کسی طرح حضور اقدسؐ کو تبلیغ اسلام اور دعوت حق سے روکیں ۔ ایک ایسا مرحلہ بھی آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عزم و استقامت کو دیکھ کر خود ابوطالب حضور انورؐ کے اس اہم اور نیک کام میں بھرپور معاون بن گئے ۔ اس حمایت کے باعث قریش علانیہ حضور اقدسؐ کا کچھ

بگاڑ نہ سکے، البتہ قتل کی دھمکیاں ملنے پر سردار ابو طالب نے اپنے قبیلے کے تمام نوجوانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت اور بچاؤ کے لئے کھڑا کر دیا۔ ابوجہل کے بشمول تمام کفار قریش ہر طرح مسلمانوں کو ستانے لگے۔ جن لوگوں کی فلاح و بہبود کے لئے حضور انورؐ کوشاں تھے انہیں کے ہاتھوں تکالیف اٹھاتے رہے۔ قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قطع رحمی کا عہد کرلیا۔ نبوت کے پانچویں سال اہل مکہ کی زیادتیاں اتنی بڑھ گئیں کہ مسلمانوں کی ایک جماعت کو حبشہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی۔ یہ پہلی ہجرت تھی جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مسلمانوں نے کی تھی۔

انتالیس افراد کے قبول اسلام کے بعد حضرت عمرؓ ایمان لائے۔ ان کے اسلام لانے سے مسلمانوں کو بڑا حوصلہ ملا۔ اس سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے، ان دو بہادروں کے باعث مسلمانوں کو بڑی ڈھارس تھی۔ چنانچہ اب علانیہ حرم میں باجماعت نماز پڑھی جانے لگی اور تیزی کے ساتھ اسلام پھیلنے لگا، لوگ جوق در جوق اسلام قبول کرنے لگے۔ یہ صورتحال مشرکین قریش کے لئے ناقابل برداشت تھی۔ وہ نئے سرے سے مسلمانوں کے درپے آزار ہو گئے۔ چنانچہ مجبوراً مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد کو دوسری بار حبشہ کی طرف ہجرت کرنی پڑی۔ اس دفعہ ۸۶ مرد اور ۱۷ عورتوں نے ہجرت کی۔ کفار مکہ ادھر چپ نہ رہے بلکہ ان کا ایک وفد حبشہ پہنچ کر شاہ حبش نجاشی کو بھڑکانا چاہا کہ وہ مسلمانوں کو نکال دیں، لیکن قریشیوں کو ناکامی ہوئی اور مسلمان اطمینان و فراغت کے ساتھ وہاں رہنے لگے۔

قریش نے بنی ہاشم کا مقاطعہ کرنا طے کیا۔ اس عہد مقاطعہ میں ان دفعات پر عمل آوری طے ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضورؐ کے خاندان والوں سے مناکحت یعنی شادی بیاہ سے گریز، تجارتی معاملت پر امتناع، میل جول پر پابندی وغیرہ۔ حضور اقدسؐ، سردار ابو طالب اور تمام ہاشمی و مطلبی

افراد خاندان شعب ابی طالب میں قیام پذیر ہو گئے۔ شعب ابی طالب میں حضور پاکؐ کے ساتھ حضورؐ کے خاندان والوں نے طرح طرح کی تکالیف اور مصیبتیں برداشت کیں۔ اس کا آغاز محرم الحرام ۶ نبوی سے ہوا اور تین سال جاری رہا۔ شعب سے نکلنے کے بعد سردار ابو طالب نے وفات پائی، اس کے چند دنوں بعد حضرت ام المومنین بی بی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی وفات پائی۔ اس طرح پے در پے صدمات کے باعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت رنجیدہ وملول ہو گئے۔ اسی لئے اس برس کو "عام الحزن" کہا جاتا ہے۔ تاہم قریش کی ایذا دہی کی مہم مزید تیز اور سخت ہوئی۔ اس صورت حال کے پیش نظر حضور اقدسؐ نے کسی سے بتائے بغیر طائف کا سفر کیا۔

طائف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوت ایمان کے عوض طائف والوں کے تکلیف دہ سلوک کو سہا، دس روزہ قیام طائف کے دوران حضور پاکؐ کو جسمانی اذیتوں اور ذہنی کوفت سے گذرنا پڑا۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ ساتھ تھے، وہ بھی زخمی کر دیئے گئے۔ چند دن نخلہ میں قیام فرمایا اور پھر واپس مکہ تشریف لے آئے۔ مطعم بن عدی نے اپنی ذمہ داری میں حرم پہنچایا اور وہاں سے حضور اکرمؐ دولت خانہ واپس ہوئے۔ شوال سنہ ۱۰ھ میں حضور اقدسؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہؓ سے نکاح فرمایا اور وہ ام المومنین بنیں۔

معراج شریف

نبوت کے بارہویں سال طائف سے واپسی کے بعد جب کہ حضورؐ کی عمر شریف ۵۲ برس تھی معراج شریف کا واقعہ ہوا۔ سورہ بنی اسرائیل کے پہلے رکوع کی اولین آیت میں واقعہ اسراء بیان ہوا ہے۔ معراج کا واقعہ ۴۵ صحابہ کرام سے منقول ہے، جن میں مہاجر و انصار دونوں شامل ہیں۔ معراج کے واقعہ

سے متعلق جمہور اہل سنت و جماعت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ معراج بحالت بیداری جسد عنصری کے ساتھ ہوئی۔ نماز پنجگانہ، سورۃ بقرہ کی آخری آیات اور امت کے لئے نوید مغفرت تحائف معراج النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں جو خالق کونین نے عطاء فرمائے۔

موسم حج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختلف قبائل کی فرودگاہوں پر تشریف لے جایا کرتے اور انہیں توحید و رسالت کی دعوت دیا کرتے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب لوگوں کو ترغیب حق دیا کرتے تو قریش کے لوگ تکذیب کے لئے پہنچ جاتے، تاہم سرکار دو عالمؐ کا سلسلہ تبلیغ جاری رہا۔

ایک سال مدینہ منورہ سے آئے ہوئے قبیلہ خزرج کے چند لوگوں نے دین اسلام قبول کرتے ہوئے یہ عہد کیا کہ مدینہ میں اس پیغام حق کو پہنچائیں گے۔ اگلے برس مزید چھ افراد داخل بیعت ہوئے، حضرت مصعب بن عمیرؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ ان لوگوں کے ساتھ بھیجا۔ حضرت مصعبؓ نے مدینہ میں اسلام کے احکام و فرائض کی تعلیم کے ساتھ دیگر لوگوں میں تبلیغ کا کام جاری رکھا۔ مدینہ کے دو اہم قبائل خزرج اور اوس کے اکابرین میں سے اکثر اسلام لائے۔ اگلے موسم حج میں مدینہ کے مسلمانوں کا ایک وفد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شرف ملاقات کے بعد حضورؐ کے دست اقدس پر نصرت دین اور حضورؐ کی مکمل حمایت و حفاظت کا عہد کیا۔ پہلے اور دوسرے یہ دونوں عہد تاریخ اسلام میں بیعت عقبہ اولی اور ثانیہ سے موسوم ہیں۔ دوسری بیعت میں ۷۳ مرد اور دو عورتیں شامل تھیں۔ تعداد میں اختلاف بھی ملتا ہے۔

سفر طائف کے واقعات اور مکہ مکرمہ میں حالات کی شدت کے باوجود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دعوت توحید و رسالت کا کام نہیں روکا۔ قریش کی مخالفت اور عداوت انتہاء کو پہنچ گئی۔ اہل مدینہ کے اسلام کے باعث یہ صورت پیدا ہوگئی کہ انصار مدینہ نے حضور انورؐ کو مدینہ منورہ تشریف لانے کی

دعوت دی، جسے حضورا کرمؐ نے شرف قبول عطا کرتے ہوئے فرمایا کہ ''مجھے ابھی مکہ سے نکلنے کا حکم نہیں ہوا ہے اور میری ہجرت کے لئے کوئی مقام متعین نہیں کیا گیا ہے، جس وقت بھی حکم ہوا اور جہاں کے لئے اشارہ ہوا ہجرت کروں گا''۔

ہجرت مقدسہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارگاہ صمدیت میں ہجرت اور اس کے مقام و وقت کے تعین کے بارے میں عرض کی۔ ہجرت کی ابتداء رویائے صالحہ سے ہوئی۔ خواب ہی میں حضورا کرمؐ کو ہجرت کی جگہ دکھائی گئی۔ تب حضورؐ نے صحابہ کرام کو جانب مدینہ ہجرت کا حکم دے دیا۔ اس حکم کے ساتھ ہی پوشیدہ طور پر رفتہ رفتہ صحابہ کرام یکے بعد دیگرے ہجرت کرنے لگے۔

اذن ہجرت کے سبب پیدا شدہ صورتحال پر غور وخوض کے لئے قریشی سرداروں نے مشاورت شروع کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کی سازش تیار کی گئی، اس کے لئے ہر قبیلہ سے ایک جوان کو مقرر کیا جانا طے ہوا، تاکہ کسی ایک پر ذمہ داری عائد نہ ہو۔ جس دن یہ طے پایا اسی دن، رات میں اس کام کی انجام دہی کی قرارداد ہوئی۔ یہاں یہ سازش ہو رہی تھی اور دوسری طرف خالق کونین نے بذریعہ وحی آگاہ کیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہجرت مدینہ کا حکم دیا۔ اگرچہ کہ قریش نے کاشانہ نبوت کو گھیر رکھا تھا، لیکن اللہ نے دشمنوں کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا اور حضور انورؐ ان کے حصار کے درمیان سے بہ سلامتی نکل آئے۔ جاتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہہ کو اپنے بستر پر سو جانے کی ہدایت فرمائی اور حکم دیا کہ صبح لوگوں کی امانتیں واپس کر کے وہ بھی مدینہ منورہ نکل آئیں۔ حضور اقدسؐ نے انھیں اپنی سبز چادر بھی اوڑھنے کے لئے مرحمت فرمائی۔ کاشانہ نبوت سے نکل کر

حضور اکرمؐ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے جہاں تین دن قیام کے بعد حضور انورؐ اپنے رفیق عتیق حضرت صدیق اکبرؓ کے ساتھ مدینہ منورہ روانہ ہوئے۔ اثناء راہ قبیلہ اسلم کے سردار بریدہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر اہل مدینہ کو پہنچ چکی تھی وہ انتہائی شوق ومحبت کے ساتھ حرہ کی پہاڑیوں پر کھڑے انتظار کرنے لگے۔ ایک دن ایک یہودی نے دیکھا کہ دور ایک قافلہ چلا آ رہا ہے، اس نے پکار کر اہل مدینہ کو اس کی خوش خبری دی۔ یہ سننا تھا کہ مسلمان فرط مسرت سے حرہ کی طرف دوڑ پڑے اور جمال اقدس کا مشاہدہ کر کے بیک زبان نعرہ تکبیر بلند کیا۔ بنونجار کی لڑکیاں دف بجا کر گاتی ہوئی نکل آئیں۔

ہجرت کے بعد پہلا اہم واقعہ مسجد قباء کی تاسیس وتعمیر کا ہے، جسے قرآن حکیم نے تقویٰ اساس مسجد قرار دیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ نفس نفیس اس کی تعمیر میں حصہ لیا اور اس مسجد میں حضور اکرمؐ نے اپنے صحابہ کرام کے ساتھ باجماعت نماز پڑھی۔ جمعہ کے دن قباء سے مدینہ کی طرف کوچ فرمایا۔ محلہ بنی سالم میں نماز جمعہ ادا کی اور خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ یہ اسلام کا پہلا جمعہ اور پہلا خطبہ تھا۔ انصار مدینہ کا انبوہ کثیر جلو میں چل رہا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونٹنی کی مہار اس کی گردن میں ڈال دی اور فرمایا یہ اللہ کی طرف سے مامور ہے، یہاں تک کہ اونٹنی اس جگہ آئی جہاں آج مسجد نبوی شریف ہے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ کو شرف میزبانی نصیب ہوئی، ان کے پاس رسول اللہؐ نے سات ماہ قیام فرمایا۔ اسی دوران مکہ مکرمہ سے خانوادہ نبوت کی بی بیاں مدینہ آ گئیں اور ادھر حضرت ابوبکر صدیقؓ کے اہل وعیال بھی آ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ آ جانا جسے ہجرت کہا جاتا ہے، تاریخ عالم کا

ایک اہم واقعہ ہے، جس نے قوموں کے مقدر پلٹ دیئے اور تاریخ کے دھاروں کے رخ بدل دیئے۔ پہلے اس دارالہجرت کا نام یثرب تھا لیکن بعد میں حضور اکرمؐ کی رونق افروزی کے باعث مدینہ منورہ ہوگیا۔ رسول اللہؐ نے اس شہر پاک کے متعلق دعا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ کے حکم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس جگہ جہاں حضورؐ کی اونٹنی رکی تھی ''مسجد'' کی بنیاد رکھی۔ یہ جگہ دو انصاری لڑکوں کی ملکیت تھی۔ حضور پاکؐ نے ان سے قیمتاً یہ زمین خریدی اور مسجد نبوی شریف کی تعمیر فرمائی۔ رسول اللہؐ نے مسجد نبوی شریف کے پہلو میں چند حجرے خشت خام سے بنوائے اور کھجور کی شاخوں سے چھت ڈالی گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ منورہ تشریف لانے کے وقت مدینہ میں یہودیوں اور مسلمانوں کی آبادیاں تھیں۔ ان میں مہاجرین کا اضافہ ہوا مسلمانوں میں مہاجر و انصار تھے۔ انصار دو قبائل سے تعلق رکھتے تھے اوس اور خزرج اور یہود چار حصوں میں منقسم تھے: بنی قنیقاع، بنو قریظہ، بنو نضیر اور دیگر قبائل یہود۔ مدینہ منورہ میں آقائے دو جہاںؐ نے مہاجر اور انصار مسلمانوں میں مواخاۃ (بھائی چارہ) کروائی۔ مدینہ کے یہود اور مسلمانوں میں بگاڑ کے لئے منافقین ہر دم کوشش میں لگے رہتے تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی ہر کوشش کے خاتمہ کے لئے یہود مدینہ سے باہمی بقا اور امن کی سلامتی کے لئے ایک معاہدہ فرمایا۔ اسے علم سیاسیات کے ماہرین دستور امن و اخوت قرار دیتے ہیں۔

مدینہ منورہ میں نماز پنجگانہ کی رکعتوں کا تعین اور اذان کا طریقہ رائج ہوا۔ اذان کی مشروعیت کا ذریعہ خواب تھا جو حضرت عبداللہ بن زیدؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ کو نظر آئے تھے۔ حضرت بلال حبشیؓ کو مؤذن مقرر کیا گیا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے بئر رومہ خریدنے کے لئے رقم فراہم کی جو ایک یہودی کی ملکیت تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کنویں کو جو پینے کے پانی کے حصول کا اہم ذریعہ تھا

خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔ اسی سال حضور اقدسؐ نے یومِ عاشورہ کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

مسلمان بیت المقدس کی جانب نماز پڑھتے تھے ۔ ہجرت کے بعد سترہ مہینے بیت المقدس ہی مسلمانوں کا قبلہ رہا، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دلی تمنا کے موافق اللہ تعالیٰ نے تبدیلی قبلہ کا حکم نازل فرمایا جب کہ وہ شعبان کا مہینہ تھا اور رسول اللہؐ بنی سلمہ کی مسجد میں نماز ظہر ادا فرما رہے تھے۔ حالت نماز ہی میں رسول اللہؐ نے بیت المقدس سے خانہ کعبہ کی طرف رخ پھیر دیا۔ پہلی نماز جو کعبہ کی طرف پڑھی گئی نماز عصر تھی ۔ اس واقعہ کو تحویل قبلہ سے جانا جاتا ہے ۔ تحویل قبلہ کے بعد مسجد نبوی شریف کی دوبارہ تعمیر ہوئی اور مسجد قباء کے رخ کو بدلا گیا۔ قبلہ کی تبدیلی یہودیوں کے لئے بڑی شاق تھی۔ تحویل قبلہ کے بعد ہی اواخر شعبان میں روزوں کی فرضیت کا حکم نازل ہوا جو ماہ رمضان کی حد تک تمام مسلمانوں پر فرض کئے گئے ۔ رمضان کے روزوں کی فرضیت کے ساتھ ہی عاشورہ کے روزہ کا وجوب ختم ہو گیا اور ماہ رمضان کی ستائیسویں کو صدقہ فطر اور نماز عید الفطر کے متعلق احکام اترے۔

اسی سال ماہ ذی الحجہ میں قربانی اور عید الاضحیٰ کی نماز کا حکم آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اسی برس قرآن حکیم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھنے کا فرمان جاری فرمایا۔ زکوٰۃ کی فرضیت بھی بعد ہجرت اسی سال کا واقعہ ہے۔ گویا اس سال اسلام کے فروغ، تحفظ اور تکمیل کے سلسلے میں بنیادی احکام نازل ہوئے، جس سے اقامت دین اور استحکام اسلام کی روشنی جہتیں نمودار ہوئیں۔

اذن جہاد

ہجرت سے قبل قتال سے روکا گیا تھا حالانکہ صحابہ کرام مضروب اور شدید مجروح بھی ہو جایا کرتے تھے ۔ ہجرت کے بعد پہلا غزوہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شرکت فرمائی ماہ صفر سنہ ۲

ہجری میں ہوا لیکن بغیر قتال مراجعت ہوئی۔ اسے غزوہ ابواء کہا جاتا ہے۔ دوسرا غزوہ عشیرہ ہے جو امیہ بن خلف کی مدافعت کے ضمن میں مشہور ہے، اس میں بھی قتال نہیں ہوا۔ غزوہ بدر عظمیٰ رمضان سنہ ۲ ہجری میں واقع ہوا۔ اس غزوہ نے صرف تاریخ اسلام ہی نہیں بلکہ تاریخ عالم پر گہرے نقش چھوڑے اسے یوم الفرقان سے موسوم کیا گیا، کیونکہ حق و باطل میں اسی دن فرق واضح کیا گیا۔ اس معرکہ حق میں رسول اللہؐ کے ساتھ ۳۱۳ پرستاران توحید وفدائیان رسالت تھے جن میں مہاجر وانصار سبھی شریک تھے۔ قریش مکہ کی طرف سے ایک ہزار کا لشکر جرار حملہ آور ہوا تھا۔ اس غزوہ میں قریش کے بڑے بڑے سرغنے مقتول ہوئے ان کی تعداد ستر تھی اور اتنی ہی تعداد اسیر ہوئی۔ چودہ مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ قریش شکست کھا کر فرار ہوگئے۔ جنگ بدر کے دوسرے سال احد کا معرکہ ہوا۔ اس معرکہ سے قبل منافقین کھل کر سامنے آ گئے۔ اس غزوہ میں مسلمانوں کو سخت آزمائش کا سامنا کرنا پڑا، یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو دندان پاک بھی شہید ہوئے اور حضور اکرمؐ کے عزیز ترین چچا حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ نے جام شہادت نوش کیا اور سید الشہداء کا خطاب پایا۔ مشہور غزوات میں جنگ خندق بھی شامل ہے۔ قریش کے اقدام اور اہل مدینہ کی مدافعت کے لئے حضرت سلمان فارسیؓ کی رائے کے موافق مدینہ منورہ کے اطراف خندق کھودی گئی تھی۔ یہ غزوہ شوال سنہ ۵ ہجری میں واقع ہوا۔ اسی سال بنو قریظہ نے اطاعت قبول کی۔ سنہ ۶ ہجری میں اہتمام حج اور سنہ ۹ ہجری میں فرضیت حج کے احکام آئے۔ سنہ ۶ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرہ کا ارادہ کیا اور ماہ ذیقعدہ کی پہلی تاریخ کو مدینہ منورہ سے قصد فرمایا۔ حضور انورؐ کے ساتھ پندرہ سو صحابہ کرام کی جماعت تھی۔ رسول اللہؐ حدیبیہ کے قریب خیمہ زن ہوئے۔ قریش نے جب اطمینان کرلیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ کے ارادے سے نہیں تشریف لائے ہیں تب انہوں نے صلح کی بات چیت کے لئے آدمی بھیجنے شروع کئے۔ جواباً مسلمان بھی

گئے بالخصوص حضرت عثمان غنیؓ تشریف لے گئے۔ قریش نے حضرت عثمان غنیؓ کو روک لیا، جس کی وجہ سے ان کی شہادت کی غیر صحیح تشہیر ہوئی۔ اسی موقع پر حضور اقدسؐ نے صحابہ کرام سے بیعت لی جو بیعت رضوان سے مشہور ہے۔ اس دوران قریش کے شب خون کو ناکام بنا دیا گیا تھا۔ جب حضرت عثمان غنیؓ صحیح سالم واپس ہوئے تو مصالحت کی گفتگو دوبارہ شروع ہوئی، یہاں تک کہ تین نکاتی معاہدہ ہوگیا جو صلح حدیبیہ سے مشہور ہوا جس کی رو سے اہل اسلام مدینہ واپس ہوئے اور مراجعت کے دوران سورہ فتح نازل ہوئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شاہان عالم کے نام مکتوبات گرامی ارسال کئے۔ فرامین نبویؐ مہر رسالت کے ساتھ نجاشی شاہ حبش، ہرقل شاہ روم، کسریٰ شاہ فارس، مقوقس حاکم اسکندریہ، حارث بن ثمر حاکم شام، ہوذہ بن علی والی یمامہ اور منذر بن ساویٰ حاکم بحرین کو بھیجے گئے۔

محرم سنہ ۷ ہجری میں حدیبیہ سے واپسی کے بعد تعمیل حکم میں بدعہد یہودیوں کے استیصال کے لئے چودہ سو پیادوں اور دو سو سواروں کے لشکر کے ساتھ خیبر کی طرف اقدام فرمایا۔ ناعم، قموص، صعب، حصن، وطیح اور سلالم کے قلعے زیر ہوئے۔ بعد ازاں فدک والوں نے امان طلب کی اور قلعہ حوالے کر دیا۔ فتح خیبر کے دن مہاجرین حبشہ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کے ساتھ واپس لوٹے۔ اسی سال عمرۃ القضاء کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ دو ہزار مسلمان تھے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ نے اسی سال اسلام قبول کیا۔ جمادی الاول سنہ ۸ ہجری میں غزوہ موتہ ہوا۔

قریش نے معاہدہ حدیبیہ کو اپنی طرف سے توڑ دیا۔ ابوسفیان نے قریش کی طرف سے تجدید معاہدہ کے لئے مدینہ منورہ کا سفر کیا لیکن نامراد واپس ہونا پڑا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ماہ رمضان میں دس ہزار کی جمعیت کے ساتھ مکہ مکرمہ کا قصد کیا۔ مقام کدید سے گذر کر مرالظہر ان پر پڑاؤ ہوا۔ یہاں

سردار قریش ابوسفیان نے بارگاہ رسالت میں رسائی پائی اور اسلام قبول کیا۔ ابوسفیانؓ نے یہاں اسلام کے لشکر عظیم کو دیکھ کر اعتراف کیا کہ اہل مکہ میں ان کے مقابلہ کی تاب نہیں۔ رسول اللہؐ نے حضرت ابوسفیانؓ کے گھر میں داخل ہونے والے اور جو اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے ان سبھوں کے لئے امان کا فرمان جاری کیا۔ ساتھ ہی بطور خاص حرم میں داخل ہونے والوں کے لئے بھی امان و پناہ کی نوید سنائی۔ حضرت ابوسفیانؓ مکہ واپس آ کر قریش سے اسلام لانے پر امان و جاں بخشی کی بات کہی۔ سارے اہل مکہ بخوشی اس پر راضی ہو گئے۔ رسول اللہؐ کداء کی جانب سے مکہ میں داخل ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے بغیر خون خرابے کے فتح عظیم سے ہمکنار کر دیا۔ آقائے دو جہاںؐ نہایت احترام اور تواضع سے مکہ میں داخل ہوئے اور اس دن کو مہربانی کے دن و نیز خانہ کعبہ کی عظمت کے دن سے تعبیر فرمایا۔ اس واقعہ کو تاج العرفاء حضرت سیفؒ نے اس طرح نظم کیا ہے۔

؎ فتح مکہ ہوئی اور مجرمان اہل مکہ پر　　　　کرم کے پھول برساتے ہوئے شاہ امم آئے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مسجد حرام میں داخل ہوئے اور خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ خانہ کعبہ کے اطراف ۳۶۰ بتوں کو چھڑی سے اشارہ کرتے جاتے تھے اور وہ گرتے جاتے تھے۔ حضرت عثمان بن طلحہؓ کو بلا کر خانہ کعبہ کی کنجی عطاء کی اور باب کعبہ کھلوایا۔ اسے آب زم زم سے دھویا گیا اور رسول اللہؐ نے بیت اللہ میں نماز ادا کی۔ اس کے بعد باب کعبہ پر تاریخی خطبہ فتح مکہ ارشاد فرمایا۔ اس میں حضور انورؐ نے اہم امور پر خطاب کیا۔ امن و سلامتی اور اسلامی مساوات کا اعلان فرمایا۔ بعد ازاں ضروری انتظامی احکام جاری فرما کر کوہ صفا تشریف لائے، دعاء کے بعد لوگوں نے دست اقدس پر بیعت کی۔

مکہ اور طائف کے درمیان حنین میں ہوازن و ثقیف رہتے تھے، انہوں نے مسلمانوں پر حملہ کی تیاریاں کر لیں۔ جب اس کی اطلاع پہنچی تو بعد تحقیق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہ ہزار کے لشکر

کے ساتھ حنین کا قصد فرمایا اور ایک سخت معرکہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے رسول اللہؐ کو دشمنوں پر غالب فرمایا۔ پھر دشمنوں کے طائف میں پناہ لینے کے باعث طائف کا محاصرہ ہوا اور اللہ نے قلعہ کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔

فتح مکہ کے بعد کثیر عرب قبائل مشرف بہ اسلام ہونے لگے اور تمام جزیرہ عرب اسلام کا زیر نگیں ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مختلف اصحاب کو الگ الگ جگہوں پر عامل مقرر فرمایا۔ رجب سنہ ۹ ھ میں تبوک کا غزوہ ہوا۔ شاہ روم نے لشکر عظیم کے ساتھ مسلمانوں پر حملہ کا ارادہ کیا۔ رسول اللہؐ نے بلا تاخیر سفر کی تیاری اور سامان جہاد کا حکم دیا اور مسلمانوں کا ایسا رعب چھایا کہ دشمن مقابلہ کی جراءت نہ کر سکا۔

سنہ ۹ ہجری میں حج کی امارت حضرت ابوبکرؓ کو دی گئی۔ اسی سال سود کی حرمت کا حکم آیا۔ دوسرے سال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرب کے مختلف وفود آئے جن کی تعداد ۳۵ تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو یمن روانہ فرمایا تا کہ دعوت اسلام کا فریضہ انجام دیں۔ سنہ ۱۰ ہجری میں رسول اللہؐ نے حج فرمایا جو حجۃ الوداع سے معروف ہے۔ اس موقع پر زائد از ایک لاکھ مسلمانوں نے رسول اللہؐ کے ساتھ فریضہ حج کی سعادت حاصل کی۔ یہیں پر تکمیل دین کی آیت کا نزول ہوا اور رسول اللہؐ نے عرفات میں اہم اور انسانی دستور پر مشتمل احکام دین کا خلاصہ یعنی خطبہ حجۃ الوداع ارشاد فرمایا۔ حج کی ادائیگی کے بعد مدینہ منورہ واپسی کے دوران غدیر خم پر تاریخی خطبہ ارشاد فرمایا۔ مدینہ منورہ پہنچنے کے بعد صفر کے مہینہ میں حضرت اسامہ بن زیدؓ کو ایک لشکر کے ساتھ روانہ فرمایا۔ ماہ صفر میں علالت کا سلسلہ شروع ہوا، جو روز بروز شدید ہوتا گیا اور دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ ھ کو رفیق اعلیٰ سے وصال فرمایا۔

اللھم صل علی سیدنا و مولانا محمد و علی آل سیدنا و مولانا محمد و بارك و سلم۔

رحلت کے وقت عمر شریف ۶۳ سال تھی۔ مسجد نبوی شریف میں حجرہ حضرت عائشہ صدیقہؓ آرامگاہ ہے،

جس پر مقدس قبہ مبارکہ ''گنبد خضراء'' صدیوں سے اہل ایمان و عاشقان حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قلب و نظر کو تسکین اور انوار حق سے نواز رہا ہے۔

اخذ و استفادہ : قرآن مجید، تفسیر ابن کثیر، جلالین، حقانی، موضح القرآن، صدرالافاضل، ترجمان، اشرف التفاسیر، ماجدی، ضیاء القرآن، کتب حدیث: بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ، مرآۃ المناجیح۔ کتب سیر و تاریخ: طبقات کبری، ابن ہشام، مدارج النبوۃ، الخصائص الکبری، اصح السیر، زادالمعاد، رحمۃ للعلمین، سیرت النبی، رسول رحمت، حیات محمد، الرحیق المختوم، سیر المصطفیٰ، خاندان رسالت، طبری، ابن خلدون، انوار احمدی، مقاصد الاسلام، بشری الکرام، عید میلاد النبی، سیرت النبی البم کے علاوہ موضوع شریف سے متعلق مقالے و مضامین اور راقم الحروف کی مطبوعہ تحریریں

خاندان اقدس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ فرزندان نوحؑ میں عربوں کے ابوالاباء سام ہیں۔ حبشیوں کے حام اور رومیوں کے یافث ہیں۔(ابن سعد) سام کی اولاد کا سلسلہ حام اور یافث کے مقابلہ میں زیادہ وسیع اور دراز ہے۔قوم عاد، ان کے جانشین ثمود کا تعلق بھی سام ابن نوح علیہ السلام سے تھا۔ عربوں کو جو تین گروہوں یعنی بائدہ، عاربہ اور مستعربہ میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ جدیس اور عمالقہ بائدہ سے، بنو قحطان عاربہ ہے۔اور بنی اسماعیل علیہ السلام و بنی عدنان مستعربہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ حجاز اور اطراف و اکناف و بود و باش رکھتے تھے۔سام، حام اور یافث کی اولاد میں ''زبان'' وجہ تقسیم و تفریق ہے۔سام کی اولاد عربی بولنے کے باعث تمام اقوام میں ممتاز تھی۔ سامی شاخوں میں بھی لسانی خصوصیات کی بناء پر الگ الگ پہچان تھی۔ بعد میں ان کی شناخت مورث اور سلطنت کے سبب ہونے لگی۔مستعربہ کے امتیاز اور عظمت کا باعث حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ان میں ولادت پانا ہے۔رسول اللہؐ کے جد اعلیٰ حضرت اسماعیلؑ تھے۔حضرت اسماعیلؑ کے بارہ فرزند تھے۔جن میں نابت بڑے تھے۔رسول اللہؐ کا نسب مبارکہ نابت تک اس طرح پہنچتا ہے ''محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بن عبداللہ بن عبدالمطلب (اصلی نام شیبہ) بن ہاشم (عمرو) بن عبدمناف (مغیرہ) بن قصی (زید) بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئ بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن سعد بن عدنان بن اود بن مقوم بن ناحور بن تیرح بن یعرب بن نشجب بن نابت بن اسماعیل علیہ السلام۔ (ابن ہشام)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اپنا نسب شریف بیان فرماتے تو سعد بن عدنان سے تجاوز نہیں

کرتے۔ اس جگہ ٹھہر جاتے تھے اور فرماتے ”نسب میں لوگوں نے جھوٹ ملا رکھا ہے کیونکہ عدنان سے (حضرت) اسماعیل (علیہ السلام) تک اور (حضرت) اسماعیل (علیہ السلام) سے (حضرت) آدم (علیہ السلام) تک بہت اختلاف ہے“۔ (بہ روایت حضرت ابن عباسؓ) (ابن سعد)

حضرت اسماعیل علیہ السلام کعبۃ اللہ کے متولی تھے۔ ان کے بعد نابت متولی ہوئے لیکن بعد میں نابت کی اولاد کے بجائے ان کے خسر مضاض بن عمرو جرہمی متولی بن گئے بعد میں یہ تولیت بنو بکر، پھر بنو خزاعہ میں منتقل ہوئی۔ عرصہ دراز کے بعد بنو اسماعیل علیہ السلام نے بنو خزاعہ سے تولیت کعبہ حاصل کرلی۔ اس خاندان میں قصی بن کلاب بہت نامور ہوئے۔ وہ نہ صرف کعبہ کے متولی ہوئے، بلکہ عربوں کو متحد بھی کیا۔ قصی کی اولاد امجاد میں امرائے مکہ حضرت عبد مناف، حضرت ہاشم اور حضرت عبدالمطلب تھے۔ موخر الذکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دادا تھے۔ (عامہ کتب)

حضرت عبدالمطلب کے بہ اختلاف روایت گیارہ یا تیرہ فرزند تھے۔ ان میں حضرت عبداللہ جو رسول اللہؐ کے والد ماجد تھے انہیں بہت عزیز تھے۔ حضرت عبدالمطلب کے بڑے فرزند حارث اور چھوٹے فرزند حضرت عباسؓ تھے۔ حضرت عبدالمطلب کی سات صاحبزادیاں تھیں۔ (ابن ہشام)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت بی بی سیدہ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب تھیں۔ حضرت وہب بنو زہرہ کے سردار تھے۔ ان کا سلسلہ نسب فہر الملقب قریش سے جا ملتا ہے۔ (رحمۃ للعالمین صفحہ ۴۰)

ظہورِ اقدس سے پہلے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ مجھے اصلاب فاخرہ اور ارحام طاہرہ کی طرف مصفیٰ کر کے منتقل کرتا رہا۔" (مدارج)

بعثت محمدیؐ کے بارے میں تعمیر کعبہ کے بعد سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دعاء کی تھی کہ

"اے رب! انھیں (اہل مکہ) میں سے ایک رسول مبعوث فرما..."۔ (ق۔ ۱۲۹/۲)

چنانچہ حضورؐ کا یہ ارشاد مبارک ملتا ہے کہ "میں اپنے جد (حضرت) ابراہیمؑ خلیل اللہ کی دعاء ہوں اور (حضرت) عیسیٰؑ کی بشارت ہوں اور اپنی ماں کا وہ خواب ہوں جو انھوں نے میری ولادت سے قبل دیکھا تھا"۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت مبارکہ اور بعثت شریفہ سے متعلق آپ کے اجداد گرامی نے بارہا خواب دیکھا اور اس کا اعلان کیا۔ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ سے روایت ہے کہ "(حضرت) کعب بن لوئی اپنی قوم کو جمعہ کے دن جمع کرتے اور بعد حمد و ثناء مختلف نصیحتیں کرتے۔ اسی دوران رسول اللہؐ کی رونق افروزی کی نوید سنایا کرتے"۔ حضرت عبدالمطلب نے ایک دن حطیم میں خواب دیکھا جس کی تعبیر "ظہورِ اقدس" سے دی گئی۔ خود والدہ ماجدہ حضرت بی بی سیدہ آمنہؑ کا خواب ولادت پاک سے متعلق مشہور ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عبدالمطلب نے خواب میں دیکھا کہ کوئی پکار کر کہہ رہا ہے کہ "چاہ زم زم کھودو" جگہ کی نشاندہی بھی کردی گئی۔ جب وہ کھودنے لگے تو قریش نے مخالفت کی۔ حضرت عبد المطلب کو اس وقت ایک ہی فرزند حارث تھے۔ تب انہوں نے نذر مانی کہ "اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے دس

بیٹے دیئے اور یہ میری اطاعت کرسکیں تو میں ایک فرزند کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں کعبہ معظّمہ کے پاس ذبح کردوں گا۔'' جب دس بیٹے ہوئے اور جوان ہو گئے تو حضرت عبدالمطلب نے انہیں اپنی نذر سے مطلع کیا سب نے آمادگی ظاہر کی۔ قرعہ اندازی میں حضرت عبداللہؓ کا نام نکلا۔ جب ارادہ ذبح کیا تو قریش نے تجویز رکھی کہ خوں بہا کے دس اونٹ اور حضرت عبداللہؓ کے درمیان قرعہ اندازی کرلو اگر قرعہ اونٹوں پر پڑے تو ٹھیک ہے ورنہ مزید دس اونٹوں کا اضافہ کرو یہاں تک کہ تعداد ایک سو اونٹوں تک جا پہنچی اور اونٹوں کے نام قرعہ نکلا۔ انھوں نے حضرت عبداللہ کے عوض ایک سو اونٹ قربان کئے اور اس کا بڑا شہرہ ہوا۔ (عامہ کتب)

اس ضمن میں حضورؐ کا ارشاد مبارک ہے کہ ''میں دو ذبیحوں کا حاصل ہوں۔ ایک جد کریم (حضرت اسماعیل (علیہ السلام) اور دوسرا میرے والد ماجد حضرت عبداللہؓ کا''۔ (مواہب بحوالہ مدارج)

حضرت عبداللہؓ قریش میں سب سے زیادہ حسین اور خوبصورت تھے اور حضورؐ کا نور ان کے چہرہ مبارک میں اس طرح چمکتا تھا جیسے روشن ستارہ ہوتا ہے۔ آپ طبعی اور نسبی طور پر انتہائی شریف اور پاکباز تھے۔ (سیرت حلبیہ)

حضرت عبدالمطلب اپنے چہیتے فرزند کے نکاح کے لئے بنوزہرہ کا انتخاب فرمانے کی وجہ یہ ملتی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبدالمطلب تجارتی غرض سے یمن گئے ہوے تھے۔ وہاں انہیں ایک یہودی عالم ملا جس نے حضرت عبدالمطلب میں کچھ نشانیاں دیکھی جو اس نے نبی آخرالزماںؐ کے متعلق پڑھ رکھی تھی۔ اس یہودی عالم نے حضرت عبدالمطلب سے نسب کے متعلق سوالات کئے اور پھر آپ کی اجازت سے آپ کے چہرہ مبارک کا معائنہ کیا اور کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کے ایک ہاتھ میں نبوت ہے اور دوسرے میں سلطنت۔ اور یہ دونوں چیزیں (نبوت اور سلطنت) ہمیں بنوزہرہ کے خاندان (کے

ساتھ آپ کے رشتہ داری پیدا کرنے) میں نظر آرہی ہے۔ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ اس عالم نے کہا کہ یہ دونوں چیزیں (نبوت اور سلطنت) مجھے دونوں منافوں (یعنی مناف نامی آدمیوں) کے خاندانوں میں نظر آرہی ہے۔یعنی عبد مناف بن قصیؑ جو حضرت عبد المطلب کا خاندان تھا اور عبد مناف بن زہرہ جو حضرت بی بی آمنہؑ کا گھرانہ تھا۔

حضرت عبد المطلب جب واپس مکہ آئے تو انھوں نے حضرت عبد اللہؑ کے لئے بنی زہرہ کے سردار حضرت وہب بن عبد مناف زہری کی صاحبزادی حضرت سیدہ بی بی آمنہؑ کا رشتہ مانگا جسے قبول کر لیا گیا۔حضرت وہب بن عبد مناف بنی زہرہ کے سردار تھے اور اپنے نسب اور شرف کی وجہ سے معزز تھے۔ اپنے وقت میں حضرت بی بی آمنہؑ قریشی عورتوں میں نسب، شرف اور مقام کے اعتبار سے سب سے زیادہ افضل خاتون تھیں۔ (سیرت حلبیہ)

حضرت عبد اللہؑ اور حضرت سیدہ بی بی آمنہؑ کا نکاح ہو گیا۔حضرت سیدہ بی بی آمنہؑ کا ارشاد ارباب سیر نے نقل کیا ہے فرماتی ہیں کہ ”ایک مرتبہ جب کہ میں نیم خوابی کے عالم میں تھی تو ایک نوید مجھے سنائی گئی کہ تم تمام انسانوں کے سردار اور ختم المرسلین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ماں ہو“۔ (طبقات ابن سعد)

یہ سعادت اور بزرگی جس کے لئے گذشتہ دور میں ہر قوم آرزومند رہی اللہ تعالیٰ نے اسے بنی ہاشم اور بنی زہرہ کے مقدر میں لکھی تھی۔

ظہورِقدسی اور عہدطفلی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت باسعادت یعنی ظہور قدسی سے متعلق مختلف روایات ہیں تاہم دوشنبہ(پیر) کا دن سبھی کے پاس مشترک ہے ۔ ماہ ولادت کے بارے میں صحیح قول ماہ ربیع الاول ہے اور تاریخ ولادت کے متعلق علماء اہل سنت کے نزدیک ماہ ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ پر اتفاق ہے ۔ وقت تولد دن یا رات کے بجائے صبح صادق مشہور اور معلوم ہے ۔ وہ موسم بہار کے دن تھے ۔ ماہ ولادت کی مطابقت اپریل ۵۷۱ء سے ہوتی ہے ۔

حضرت سیدہ بی بی آمنہؓ فرماتی ہیں کہ حضور انورؐ کی ولادت شریف کے وقت ان کے پاس کچھ ایسی دراز قد عورتیں آئی جیسے حضرت عبدالمطلب کی بیٹیاں ہوں ۔ ان عورتوں کے چہرے چمکدار اور روشن تھے اور انھیں حضرت سیدہ بی بی آمنہؓ نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھے تھے ۔ وہ سب آپ کی خدمت میں مصروف تھے ۔ ان عورتوں نے بتلایا کہ ان میں سے ایک فرعون کی بیوی آسیہ اور ایک حضرت عیسیٰؑ کی والدہ بی بی مریم بنت عمران ہے ۔ حضرت بی بی آمنہؓ فرماتی ہیں کہ حضورؐ اس دنیا میں اس طرح تشریف لائے کہ وہ سجدے کی حالت میں تھے ۔ پھر اپنا سر اقدس اٹھایا اور انگلیاں آسمان کی طرف اٹھائیں ۔

(سیرت حلبیہ)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت شریف حضرت سیدہ بی بی آمنہؓ کے بطن اطہر سے ہوئی اس پر سب متفق ہیں کیونکہ حضرت سیدنا عبداللہؓ نے حضرت سیدہ بی بی آمنہؓ کے علاوہ کسی اور سے نکاح نہیں کیا تھا ۔ تاجدار کائناتؐ کی ولادت سے قبل ہی والد گرامی کا سایہ اٹھ گیا تھا ۔ حضرت عبداللہؓ ایک

قریشی قافلہ کے ساتھ تجارت کے لئے گئے تھے لیکن راستہ میں بیمار ہونے کی وجہ سے یثرب (مدینہ) میں بنی نجار کے یہاں ٹھہرے جو آپ کا ننیہال تھا۔ وہیں پر آپ کا انتقال ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ نے ظہور قدسی کے سال میں بہت ساری برکتیں نازل فرمائی۔ قریش کے لئے خوشی اور مسرت کا سال تھا کیوں کہ اس سے پہلے قریش زبردست خشک سالی اور قحط کا شکار تھے۔ لیکن جس سال حضورؐ انور تشریف لائے زمین سبزہ زار بن گئی اور درخت ہرے بھرے ہو کر پھلوں کے بوجھ سے دب گئے۔ ہر طرف بجلی کی کڑک نظر آتی، گھٹائیں گھر گھر کر آتیں اور برس کر جل تھل کر جاتیں۔ اس سال کی یہ برکت بھی تھی کہ اس سال نر بچے ہی پیدا ہوئے۔ (سیرت حلبیہ)

ابن ہشام میں ہیں کہ ایک یہودی مدینہ کے ایک بلند ٹیلے پر چڑھا ہوا غل مچا رہا تھا اور اپنی قوم کو بلا رہا تھا۔ جب لوگ جمع ہو گئے اور اس کے چیخنے کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا کہ آج کی رات وہ ستارہ طلوع ہو گیا ہے جس کے طلوع کے ساتھ آخری پیغمبر (حضرت) احمدؐ کی ولادت واقع ہونے والی تھی۔ یہ روایت حضرت حسان بن ثابتؓ سے مروی ہے جو اس وقت سات یا آٹھ سال کے بچہ تھے۔ (ایضاً)

حضرت عبدالمطلب نے پیدائش کے ساتویں دن آپ کا عقیقہ کیا اور روساء قریش کی دعوت کی۔ اسم مبارک ''محمدؐ'' رکھا جو اپنی ندرت کے باعث ہر ایک کی توجہ سمیٹتا ہے۔

اشراف مکہ کے رواج کے مواقف حضرت سیدہ بی بی آمنہؑ نے حضور انورؐ کو پہلے بی بی ثویبہ کے حوالے کیا تا کہ وہ دودھ پلانے کا شرف حاصل کریں۔ آپ کے دودھ شریک حضرت مسروح تھے۔

(طبقات)

پھر بعد میں بنی سعد بن بکر کی حضرت بی بی سیدہ حلیمہ سعدیہؓ کو یہ عزت نصیب ہوئی، وہ حضورؐ کو اپنے ساتھ لے گئیں۔

حضرت بی بی حلیمہ فرماتی ہیں کہ جب وہ مکہ آئی تھی بہت پریشان حال تھی۔ان کی سواری کمزوری کی وجہ سے قافلہ کے پیچھے رہ جاتی تھی۔ان کا دودھ ان کے بچہ کو کافی نہیں ہوتا تھا جس کی وجہ سے وہ روتا تھا۔ان کے دودھ دینے والے جانوروں میں بھی دودھ نہیں رہا کرتا تھا۔حضرت بی بی حلیمہؓ کے ساتھ جتنی عورتیں تھیں ان سب کو بچے مل گئے۔سبھوں نے حضورؐ کو محض اس وجہ سے نہیں لیا کہ حضورؐ یتیم ہیں اور بچہ کے والد نہ ہونے کی وجہ سے انھیں معاوضہ میں کمی ہونے کا اندیشہ تھا۔بی بی حلیمہؓ بھی کچھ دیر اسی فکر میں تھیں کہ ان کے خاوند نے حضورؐ کو لینے پر اصرار کیا اور کہا کہ مجھے امید ہے کہ ضرور اس بچے کے قدوم سے ہمارے گھر میں روشنی اور برکت ہوگی۔بی بی حلیمہؓ کہتی ہیں کہ حضور انورؐ کو گود میں لیتے ہی ان کی چھاتی دودھ سے بھر گئی۔ان کے دودھ دینے والے جانور جن کا دودھ رک گیا تھا، دودھ دینے لگے، وہ اور ان کے خاوند پیٹ بھر کر پیا۔جب صبح قافلہ واپس لوٹنے لگا تو حضرت بی بی حلیمہؓ کی سواری سارے قافلہ سے آگے نکل جاتی۔جب گھر پہنچے تو باوجود خشک سالی کے،ان کی بکریاں جنگل سے پیٹ بھر کے آتی تھیں اور خوب دودھ دیتی تھیں۔گھر میں ہر طرف برکتوں کی بارش ہوتی رہتی۔اسی طرح جب دو سال گذر گئے،تو بی بی حلیمہؓ حضورؐ کو لے کر حضرت سیدہ بی بی آمنہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضورؐ کی موجودگی سے حاصل برکتوں کو دیکھ کر بی بی حلیمہؓ چاہتی تھیں کہ حضورؐ ان کے ساتھ کچھ اور سال رہے۔انھوں نے حضرت سیدہ بی بی آمنہؓ سے اس کی درخواست کی جسے انھوں نے قبول کیا اور حضورؐ کو واپس بی بی حلیمہؓ کے ساتھ بھیجا۔واپس آنے کے کچھ مہینوں بعد شق صدر کا واقعہ ہوا۔ایک دن حضورؐ کے رضاعی بھائی دوڑتے ہوئے آئے اور اپنی ماں سے کہا کہ میرے بھائیؓ (یعنی حضورؐ) کو سفید کپڑے والے دو آدمی لے گئے اور ان کو لٹا کر ان کا سینہ چاک کر دیا ہے۔حضرت بی بی حلیمہؓ کہتی ہیں کہ اس واقعہ کے بعد وہ بہت گھبرا گئی اور حضورؐ کو واپس مکہ لے آئی اور حضرت سیدہ بی بی آمنہؓ کے سپرد کر دیا۔ (ابن ہشام)

ابن اسحٰق روایت کرتے ہیں کہ چند صحابہ نے رسول اللہؐ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کچھ اپنا حال آپ ہم سے بیان فرمائیں۔ حضورؐ نے ان سے اپنی والدہ ماجدہ حضرت سیدہ بی بی آمنہؑ کا خواب بیان کیا اور پھر شق صدر کا واقعہ بیان کیا۔ شق صدر کے واقعہ میں مزید فرمایا کہ ان دو فرشتوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان کی اُمت کے دس آدمیوں کے ساتھ ان کو وزن کرو۔ چنانچہ جب دس آدمیوں کے ساتھ وزن کیا گیا تو حضورؐ ان پر غالب آئے۔ اسی طرح جب سو آدمیوں اور ہزار آدمیوں سے وزن کیا گیا تب بھی حضورؐ ان سب پر غالب آئے۔ تب اس فرشتہ نے کہا قسم ہے خدا کی، اگر ساری امت کے ساتھ ان کو وزن کرو گے تب بھی یہ ان پر غالب ہوں گے۔ (ایضاً)

حضورؐ کا یہ ارشاد مبارک ملتا ہے کہ ''میں تم سب میں خالص عرب ہوں۔ میں قریشی ہوں اور بنی سعد بن بکر میں پرورش پائی ہے''۔ بنی سعد کی زبان عرب کے فصیح لوگوں کی بولی مانی جاتی تھی جس میں آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پورا ملکہ حاصل تھا۔

حضرت سیدہ بی بی حلیمہ سعدیہؓ کے گھر پانچ برس رہنے کے بعد واپس آئے تو شفیق دادا ہر وقت اپنے ساتھ رکھتے اور صحن حرم میں اپنے پہلو میں بٹھاتے۔ بچپن میں والدہ محترمہ کے ساتھ مدینہ منورہ کا سفر کیا اور اس مکان کا معائنہ کیا جہاں پدر بزرگوار حضرت سیدنا عبداللہؓ کی وفات ہوئی تھی۔ بعد میں والدمحترم کے مزار پر بھی حاضری دی۔ واپسی کے سفر میں والدہ محترمہ حضرت سیدہ بی بی آمنہؓ نے وفات پائی۔ والدہ ماجدہ کا بچھڑنا سانحہ عظمیٰ تھا جن کی محبت وشفقت کے باعث والدمحترم کے سایہ سے محرومی کا کبھی احساس تک نہ ہوتا تھا۔ واپسی پر شفیق دادا کی توجہات بڑھ گئیں۔ جدمکرم حضرت عبدالمطلب کی محبت ہر کمی کو پورا کرنے لگی لیکن صرف آٹھ سال کی عمر میں دادا کی مفارقت کا صدمہ بھی برداشت فرمایا۔ دنیوی سرپرستوں کا اس قدر جلد جلد آٹھ جانا بجائے خود اس حکمت خداوندی کا آئینہ دار ہے کہ ماسواء اللہ کوئی حضورؐ کا نگران وسر

پرست نہ ہو۔

وفات کے وقت حضرت عبدالمطلب کی عمر ۹۵ سال یا بہ روایت دیگر ۹۲ یا ۱۲۰ سال تھی۔ حضرت عبد المطلب کو حجون کے مقام پر ان کے جد اعلیٰ حضرت قصیؑ کے پاس دفن کیا گیا۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''میرے دادا عبدالمطلب کو بادشاہوں اور معزز لوگوں کی پوشاک میں اٹھایا جائے گا''۔ جب حضرت عبد المطلب کو یقین ہو گیا کہ اب موت سر پر آچکی ہے تو انہوں نے اپنے تمام خاندان کو جمع کیا اور کہا کہ میں مرنے سے پہلے یہ جاننا چاہتا ہوں کہ تم میرے مرنے کے بعد مرثیئے میں کیا کہنے والے ہو۔ چنانچہ ان میں سے ہر ایک نے حضرت عبدالمطلب کی تعریف میں شعر پڑھے۔ حضرت امیمہ بنت عبدالمطلب نے جو اشعار کہے وہ کتب سیر میں محفوظ ہیں۔ اس کا ترجمہ یہ ہے ''میری آنکھ موتیوں کے جیسے آنسو برسا رہی ہیں ان پر جو بہترین صفات اور بلند مرتبہ والے تھے۔ اور جو ہمیشہ کامیاب و کامران رہے اور بڑے دانا و بینا انسان تھے۔ جو بڑے بامروت اور بہت اونچی صفات کے مالک تھے اور بے شمار قابل فخر خصوصیتوں کے انسان تھے۔ جو اپنی قوم میں بڑے زبردست مرتبے اور عزت والے تھے اور جن کی عظمت کا ستارہ چاندی کی طرح چمکتا تھا۔'' بعض مورخین کہتے ہیں کہ جیسا حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد ماتم کیا گیا ایسا پہلے کسی شخص کا ماتم نہیں کی گیا۔ ان کے انتقال پر مکہ میں کئی دن تک بازار بند رہے۔ (سیرت حلبیہ)

عہد شباب مبارک

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کے جد مکرم حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد حضورؐ کے عم گرامی حضرت ابو طالب نے آپ کو اپنی کفالت میں لے لیا۔ سیرت حلبیہ میں لکھا ہے کہ حضرت عبدالمطلب

نے اپنے اخیر وقت حضورؐ کی کفالت حضرت ابو طالب کے سپرد کیا۔ حضرت عبد المطلب کی طرح حضرت ابو طالب بھی ان لوگوں میں سے تھے جنھوں نے اپنے اوپر شراب کو حرام کرلیا تھا۔ چچا کی محبت اور بے مثال شفقت نے ڈھارس تو بندھائی لیکن آپ دادا کے غم میں بے قرار رہا کرتے تھے۔ حضرت ابو طالب نے بہت جلد یہ بات جان لی کہ نیکی، شرافت، حسن اخلاق، ذہانت اور دیگر خداداد صلاحیتوں کے سبب ان کا یہ بھتیجہ فخر خاندان ہی نہیں بلکہ قریش و عرب میں ممتاز ہوگا۔ اس احساس نے تعلق خاطر کو اور بڑھا دیا۔ وہ حضور اکرمؐ کو اپنی اولاد سے کہیں زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ یہی حال آپ کے تمام خاندان کا تھا۔ سب کے سب حضورؐ کی دلداری میں محو رہا کرتے۔

ابن اسحٰق نے ایک روایت بیان کی کہ مکہ میں ایک شخص آیا جو علم قیافہ جانتا تھا۔ قریش کے لوگ اپنے اپنے بچوں کو لے کر اس شخص کے پاس آئے تا کہ ان بچوں کے آئندہ حالات اس سے دریافت کریں۔ اس شخص کی نظر حضور انورؐ پر پڑی پھر وہ کچھ اور کام میں مصروف ہو گیا۔ کام کی فراغت کے بعد اس نے کہا کہ وہ لڑکا کہاں ہے جس کو میں نے ابھی دیکھا تھا؟ مجھ کو اس لڑکے سے ملاؤ۔ وہ لڑکا ہونہار معلوم ہوتا ہے اور ضرور اس کی شان ظاہر ہوگی۔ حضرت ابو طالب نے جب اس شخص کا اس قدر اشتیاق دیکھا تو اس کے ہر چند اصرار پر بھی حضورؐ کو اس کو نہ دکھلایا اور وہاں سے چلے گئے۔ (ابن ہشام)

سیرت حلبیہ میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ قریش خشک سالی اور قحط کا شکار تھے۔ کچھ لوگ یہ کہہ رہے تھے کہ لات، عزیٰ اور منات (قریش کے بتوں کے نام) پر بھروسہ کرو۔ لیکن ایک بوڑھے نے کہا کہ ”تم حق اور سچائی سے کس طرح بھاگ رہے ہو حالانکہ تم میں ابراہیمؑ کی نشانی اور اسماعیلؑ کی اولاد موجود ہے“۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ کیا تمہاری مراد ابو طالب ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ سارے لوگ حضرت ابو طالب کے گھر چلے۔ جب دروازہ پر دستک دی گئی تو ایک خوبصورت شخص باہر آیا۔ سب لوگ

اس شخص کی طرف بڑھے اور کہا کہ "اے ابو طالب! وادی میں قحط پڑ رہا ہے اور بچے بھوک سے مر رہے ہیں۔ اس لئے آؤ اور ہمارے لئے بارش کی دعا کرو"۔ حضرت ابو طالب ایک بچے (حضور انورؐ) کے ساتھ باہر آئے جو ایسا لگتا تھا کہ اچانک اندھیرے میں سورج نکل آیا ہوا۔ حضرت ابو طالب اسی بچے کا ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ پھر وہ کعبہ کے پاس تشریف لے گئے اور دعا کی اور اس بچے کی انگلی پکڑ کر طواف کرنے لگے۔ جہاں کچھ دیر پہلے بادل کا ایک ٹکڑا بھی نہیں تھا اچانک ہر طرف سے بادل گھر گھر کر آنے لگے اور اتنی زبردست بارش ہوئی کہ وادی پانی سے بھر گئی۔ حضرت ابو طالب کا ایک شعر اسی واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ "بادل ان ہی کے چہرہ سے پانی حاصل کرتے ہیں جو یتیموں کا ٹھکانہ اور غریبوں اور مسکینوں کا سہارا ہیں"۔ (سیرت حلبیہ)

ایک مرتبہ حضرت ابو طالب حضورؐ کے ساتھ ذی المجاز (عرفات سے کچھ دور کا مقام) کے میلے میں تشریف لے گئے۔ راستہ میں حضرت ابو طالب کو پیاس کی شدت ہوئی تو انھوں نے حضورؐ سے کہا کہ "بھتیجے مجھے بہت پیاس لگی ہے"۔ حضرت ابو طالب اپنی پیاس کی شدت کے سبب بے تابی کا اظہار کر رہے تھے۔ حضورؐ اپنی سواری سے اترے اور ایک پتھر پر اپنا پیر مبارک مارا اور کچھ کہا جس سے وہاں پر ایک عمدہ پانی کا چشمہ نکل آیا۔ حضرت ابو طالب خوب سیر ہو کر پانی پی لیا۔ اس کے بعد حضورؐ نے پھر سے اس جگہ ایڑھی مبارک ماری جس سے وہ چشمہ بند ہو گیا اور جگہ پھر سے خشک ہو گئی۔ (ایضاً)

ایک دفعہ حضور اکرمؐ اپنے چچا زبیر بن عبد المطلب کے ساتھ ایک قافلہ کے ساتھ تشریف لے گئے۔ راستہ میں ایک ایسی وادی سے گزر ہوا جس میں ایک سرکش نر اونٹ رہتا تھا اور مسافروں کو پریشان کرتا تھا۔ لیکن جب اس اونٹ نے حضورؐ کو دیکھا تو فوراً بیٹھ گیا اور زمین سے اپنی چھاتی رگڑنے لگا۔ جب یہ قافلہ سفر سے واپس ہوا تو ایک ایسی وادی سے اس کا گزر ہوا جو پانی سے بھری ہوئی تھی اور پانی

موجیں مار رہا تھا۔ یہ دیکھ کر حضورؐ نے قافلہ والوں سے فرمایا کہ ’’میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ‘‘۔ پھر حضورؐ اطمنان کے ساتھ وادی میں داخل ہو گئے اور باقی لوگ حضورؐ کے پیچھے پیچھے ہو گئے۔ پانی خشک ہو گیا اور حضورؐ پورے قافلہ کو لے کر وادی سے پار ہو گئے۔ (ایضاً)

قریش کا ذریعہ معاش تجارت تھا۔ حضرت ابو طالب بھی تجارت کیا کرتے تھے۔ بارہ سال کی عمر میں حضورؐ نے پہلی بار اپنے چچا حضرت ابو طالب کے ساتھ شام کا تجارتی سفر کیا۔ نصرانی راہب بحیرا کا حضورؐ کو پہچان کر آپ کی تعظیم اور علامات نبوت کی تحقیق و تشفی کر لینا اسی سفر کا واقعہ ہے۔

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب حضرت ابو طالب سفر شام کی تیاری کر رہے تھے تو حضورؐ نے ان کے ساتھ جانے کا اشتیاق ظاہر کیا جس پر حضرت ابو طالب آمادہ ہو گئے۔ جب ان کا قافلہ شہر بصریٰ پہنچا تو وہاں ایک راہب بحیرا جو علم نصرانیت کا پورا واقف تھا، اپنے صومعہ میں رہا کرتا تھا۔ جب یہ قافلہ اس صومعہ کے قریب اترا تو بحیرا نے دیکھا کہ ایک ابر کا ٹکڑا حضورؐ پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ پھر جب حضورؐ درخت کے نیچے جلوہ افروز ہوئے تو بحیرا نے دیکھا کہ وہ ابر حضورؐ کے سر مبارک پر مثل چھتری کے قائم ہو گیا اور درخت کی سب ٹہنیاں حضورؐ پر سایہ کرنے کے واسطے مائل ہو گئیں۔ بحیرا نے قریش کے تمام قافلہ کو دعوت کہلا بھیجا۔ جب حضورؐ دعوت میں تشریف لائے تو بحیرا حضورؐ کو بار بار دیکھتا تھا اور آپ کے اعضائے جسم کو بغور ملاحظہ کرتا تھا اور ان علامات کے مطابق پاتا تھا جو اس کے پاس لکھی ہوئی تھیں۔ جب لوگ کھانے پینے سے فارغ ہوئے اور چلنے لگے تو بحیرا نے حضورؐ سے عرض کیا کہ اے صاحب زادے! میں تم سے بواسطہ لات وعزیٰ (قریش کے بت) کے ایک بات دریافت کرنا چاہتا ہوں، تم مجھ کو اس کا جواب دو۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ مجھ کو لات اور عزی کا واسطہ نہ دو کیوں کہ اس سے زیادہ نفرت کی چیز میرے لئے کوئی نہیں۔ تب بحیرا نے اللہ کا واسطہ دیا اور سوالات کئے اور ایسے جواب پایا جیسے اس کے

پاس لکھے ہوئے تھے۔ پھر اس نے خاتم نبوت کی زیارت کی جو حضورؐ کے دونوں شانوں کے درمیان ہے۔ بحیرا نے حضرت ابو طالب کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ حضورؐ کو واپس گھر لے جاؤ اور یہودیوں سے ان کی حفاظت کرو۔ اس نے کہا کہ اگر یہودی بھی اسی طرح پہچان لیں جیسا کہ اس نے پہچانا ہے تو ان کی عداوت کی بناء پر وہ حضورؐ کو نقصان پہنچانے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ (ابن ہشام)

اپنے سفر کے دوران حضورؐ نے مسیحی راہبوں، زرتشتی علماء کے مناظروں کے علاوہ الگ الگ عقائد ونظریات سے متعلق مطالعہ فرمایا نیز رسوم ورواج اور عام معاشرتی حالات کا مشاہدہ فرمایا۔ شام سے مراجعت کے بعد حضور انورؐ نے عرصہ دراز تک پھر کہیں سفر نہیں کیا۔ البتہ حرمت والے مہینوں میں سالانہ بازاروں اور میلوں میں انسان اور زندگی کے مشاہدہ کے لئے تشریف لے جایا کرتے۔ عجائبات پر غائرانہ نظر اور معقول وسنجیدہ امور پر غور وتدبر فرمایا کرتے۔ حشو وزوائد سے عدم التفات فرماتے۔ ان بازاروں میں نسلی تفوق اور یہود ونصاریٰ کے طریقہ تبلیغ پر خصوصی توجہ دیا کرتے۔ البتہ حضورؐ کو بت پرستی سے دوری اور مشرکانہ رسوم سے بے تعلقی کا رویہ پسند خاطر ہوتا۔ حضورؐ نے کبھی مشرکانہ افعال میں مشغول لوگوں سے راہ ورسم نہیں رکھا۔

فجار ثانی جو ہوازن اور کنانہ کے درمیان ہوتی تھی اس میں حضور انورؐ نے شرکت کی تھی۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ اس وقت حضورؐ کی عمر شریف ۲۰ سال تھی۔ اس جنگ کے بعد فریقین کے درمیان معاہدہ عدم جنگ پر اتفاق ہوا جسے حلف الفضول کہا جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں شرکت کی تھی اور اسے بے حد پسند فرمایا تھا کیونکہ اس میں یہ عہد ہوا تھا کہ ''ہم ہر مظلوم کی اس وقت تک مدد کریں گے جب تک کہ اسے اپنا حق نہیں مل جاتا''۔ اس عہد کے لئے سب سے پہلے حضورؐ کے چچا زبیر بن عبد المطلب نے آواز اٹھائی تھی۔

حضورؐ اپنے چچا اور ان کے متعلقین کے لئے بے حد درد مند تھے۔ ان کی معاشی مدد کے لئے آپ نے تجارت کو فروغ دینا چاہا۔ حضرت سیدہ بی بی خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو شرافت اور تمول میں ممتاز تھیں اکثر اپنے مال تجارت کو بیرونی علاقوں میں بھیجا کرتی تھیں۔ چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صادق وامین سے پہچانے جاتے تھے اور حضورؐ کی خداداد تجارتی صلاحیتوں کا عام شہرہ تھا حضرت سیدہ بی بی خدیجہؓ نے حضورؐ کو شراکت کی اساس پر مال تجارت کے ساتھ شام جانے کی پیش کش کی جسے حضورؐ نے منظور فرمالیا۔ اس سفر میں حضرت سیدہ بی بی خدیجہؓ نے اپنے غلام میسرہ کو حضورؐ کے ہمراہ کیا۔

جب قافلہ سرحد شام میں داخل ہوا تو ایک روز حضورؐ ایک درخت کے سایہ میں جو ایک راہب کے صومعہ کے قریب تھا، جلوہ افروز ہوئے۔ راہب جس کا نام نسطور تھا، دوڑ کر آیا اور میسرہ سے پوچھا کہ یہ کون شخص ہے جو اس درخت کے نیچے تشریف رکھتے ہیں؟ میسرہ نے کہا یہ قبیلہ قریش کے ایک معزز شخص ہیں اور اہل حرم سے ہیں۔ راہب نے کہا کہ اس درخت کے نیچے پیغمبر کے سوا اور کوئی نہیں بیٹھتا۔ راہب نے یہ بھی دیکھا کہ حضورؐ پر ایک بدلی سایہ کئے ہوئے ہے۔ وہ حضورؐ کے پاس پہنچا اور حضورؐ کے قدم مبارک کو بوسہ دے کر کہنے لگا کہ ''میں آپ پر ایمان لایا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے تورات میں ذکر فرمایا ہے۔ کاش میں وہ زمانہ پا سکتا جب آپ کو ظہور کا حکم ملے گا''۔ راہب نے حضورؐ سے اجازت لے کر مہر نبوت کی زیارت کا شرف پایا اور مہر نبوت چومتے ہوئے کہا کہ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اُمّی ہیں جن کے متعلق حضرت عیسیٰؑ بن مریم نے خوش خبری دی تھی اور کہا تھا کہ میرے بعد اس درخت کے نیچے کوئی نہیں بیٹھے گا سوائے اس پیغمبر کے جو اُمّی، ہاشمی، عربی اور مکی ہوگا۔ (قیامت میں) حوض کوثر والا، شفاعت والا اور لوائے حمد (یعنی علمبردار) ہوگا''۔ (سیرت حلبیہ)

بصریٰ پہنچنے سے پہلے میسرہ نے دیکھا کہ ان کے دو اونٹ بہت زیادہ کمزوری کی وجہ سے قافلہ سے پیچھے رہ جاتے۔ انھوں نے حضورؐ سے اس کا ذکر کیا۔ حضورانورؐ ان اونٹوں کے پاس تشریف لائے اور ان پر ہاتھ رکھا۔ اونٹ اسی وقت بالکل ٹھیک ہو گئے اور اتنا تیز چلے کہ قافلہ کے اگلے حصہ میں پہنچ گئے اور (چلنے میں چستی اور جوش کا اظہار کرنے کے لئے) منہ سے آواز نکالتے جاتے تھے۔ (ایضاً)

حضورانورؐ کی موجودگی کی برکت کا اثر ایسا ہوا کہ اس قافلے نے اپنا مال فروخت کیا اور اتنا نفع کمایا کہ اس سے پہلے اتنا نفع کبھی نہیں کمایا تھا۔ چنانچہ میسرہ نے کہا کہ ''اے محمدؐ! ہم چالیس سال سے تجارت کر رہے ہیں لیکن اتنا نفع ہمیں کبھی حاصل نہیں ہوا جتنا آپؐ کے ذریعہ ہوا ہے''۔ (سیرت حلبیہ)

حضرت میسرہ نے یہ سب باتیں مکہ پہنچنے پر حضور سیدہ بی بی خدیجہؓ کو بتادی۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ حضرت سیدہ خدیجہؓ نے وہ تمام واقعات جو اپنے غلام میسرہ سے سنے تھے اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل سے بیان کئے۔ انہوں نے نصرانیت اختیار کی تھی اور آسمانی کتابوں کا بخوبی علم حاصل کیا تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ اگر یہ باتیں حق ہیں تو اے خدیجہؓ! محمدؐ ضرور اس امت کے نبی ہیں اور میں جانتا ہوں کہ ضرور اس امت میں نبی ہونے والا ہے اور یہی زمانہ اس کے ظہور کا ہے۔ میں اس نبی کا اشد انتظار رکھتا ہوں۔ اس شوق کی حالت میں ورقہ نے ایک قصیدہ بھی لکھا۔ (ابن ہشام)

حضرت سیدہ بی بی خدیجہ بنت خویلد سے حضور اقدسؐ کا نکاح

حضرت سیدہ بی بی خدیجہؓ کا سلسلہ نسب حضرت قصیٰ پر پہنچ کر حضورانورؐ کے شجرۂ نسب سے مل جاتا ہے۔ دیگر امہات المومنین میں نسب کے لحاظ سے حضورؐ سے اتنا قریب ہونے (یعنی حضرت قصیٰ کی

اولاد میں ہونے) کا شرف صرف ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کو حاصل ہے ۔ اپنے زمانہ میں حضرت سیدہ بی بی خدیجہؓ نسب کے لحاظ سے قریش میں سب سے زیادہ اعلیٰ اوسط، مرتبہ کے لحاظ سے سب سے اونچی، دولت کے لحاظ سے سب سے زیادہ امیر اور حسن و جمال کے لحاظ سے سب سے بلند تھیں۔ اپنی پاکدامنی اور پاکبازی کی وجہ سے قریش میں ان کو ''طاہرہ'' کہا جاتا تھا۔ ان کو ''سیدۂ قریش'' یعنی قریش کی سردار کہا جاتا تھا کیونکہ نسب کے معاملہ میں ''اوسط'' ہونا بہت زیادہ تعریف اور فضیلت کی بات سمجھی جاتی ہے۔ (سیرت حلبیہ)

حضرت سیدہ بی بی خدیجہؓ تجارتی کامیابی کے ساتھ حضورؐ کے عظیم اخلاق اور غیر معمولی حسن کردار سے اتنا متاثر ہوئیں کہ خود اپنی جانب سے حضورؐ کی خدمت میں پیغام عقد بھیجا جسے قبول فرمالیا گیا۔

حضرت ابو طالب نے بیس اونٹ یا بہ روایت دیگر بارہ اوقیہ اور ایک نش (پانچ سو درہم) مہر کے عوض حضورؐ کا نکاح حضرت سیدہ بی بی خدیجہؓ سے کیا اس وقت حضور پاکؐ کی عمر شریف ۲۵ سال تھی اور حضرت سیدہ بی بی خدیجہؓ عمر میں حضورؐ سے زیادہ تھیں۔

حضرت ابو طالب نے نکاح کا یہ خطبہ پڑھا ''تمام تعریفیں اس خدائے بزرگ و برتر کے لئے ہی سزاوار ہیں جس نے ہمیں حضرت ابراہیمؑ کی اولاد، حضرت اسماعیل کی کھیتی، حضرت معد کا خزانہ اور حضرت مضر کی اولاد کا اصل بنایا اور جس نے ہمیں اپنے مقدس گھر کا خادم اور پاسبان بنایا اور جس نے اپنے اس گھر کو ہمارے لئے حج کا مرکز بنایا، اس میں لوگوں کا حاکم بنایا۔ پھر یہ کہ میرے بھتیجے محمدؐ ابن عبداللہ ایسے ہیں کہ شرف و عزت، فضیلت و مرتبہ اور عقل و دانائی کے لحاظ سے دوسرا ہر شخص ان سے کمتر ہے .... ان کا مقام یہ ہے کہ بہت جلد آنے والے زمانے میں ایک عظیم خوش خبری اور زبردست خوش بختی ان کی راہ دیکھ رہی ہے۔ انہوں نے رضا و رغبت اور خوشی کے ساتھ آپ کی پاکباز خاتون (حضرت) خدیجہؓ سے

اپنا رشتہ دیا ہے .....''۔ ورقہ بن نوفل نے جواباً خطبہ میں کہا کہ ''تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کو ہی سزاوار ہیں جس نے ہمیں ایسا بنایا جیسا کہ آپ نے بیان کیا اور ہمیں وہ فضیلتیں دیں جو آپ نے گنائیں، چنانچہ ہم عرب کے سردار اور رہنما ہیں اور آپ ان فضیلتوں کے اہل اور لائق ہیں۔ عرب نہ آپ کی بڑائی سے انکار کر سکتے ہیں اور نہ آپ کی عزت وعظمت سے انکار کر سکتے ہیں''۔ حضرت سیدہ بی بی خدیجہؓ کے چچا عمرو بن اسد نے اعلان نکاح کیا کہ ''اے گروہ قریش! مجھ پر گواہ رہو کہ میں نے خدیجہ بنت خویلد کا نکاح محمدؐ ابن عبد اللہ سے کر دیا''۔ (سیرت حلبیہ)

ام المومنین حضرت سیدی خدیجہؓ کی زندگی میں حضور انورؐ نے دوسرا نکاح نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولادیں بجز حضرت سیدنا ابراہیمؓ کے حضرت سیدہ بی بی خدیجہؓ کے بطن اطہر سے ہوئیں۔ حضرت سیدنا ابراہیمؓ حضرت بی بی ماریہ قبطیہؓ کے بطن مبارک سے تولد ہوئے تھے۔

خانہ کعبہ کی تعمیر نو

جب حضور اقدسؐ کی عمر شریف ۳۵ سال کی ہوئی تب قریش نے خانہ کعبہ کی نئے سرے سے تعمیر کا ارادہ کیا اور یہ خیال کیا کہ خانہ کعبہ کی دیواریں اور بلند کر کے اس کو مسقّف کر دیں۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ کچھ لوگ خانہ کعبہ کا خزانہ جو اس کے اندر ایک تہہ خانہ میں رہتا تھا چرا کر لے گئے تھے اور اس کے چند چیزیں ایک شخص کے پاس پائی گئی تھی۔ (ابن ہشام)

تعمیر کا دوسرا سبب یہ تھا کہ مکہ میں ایک زبردست سیلاب آیا۔ قریش نے سیلاب روکنے کے لئے ایک بند بنا رکھا تھا مگر پانی کا اتنا زور ہوا کہ سیلاب اس بند کو توڑتا ہوا اس پر سے گذر کر کعبہ میں داخل ہو

گیا۔ پانی کے بہاؤ اور جمع ہوجانے کی وجہ سے کعبہ کی دیواروں میں شگاف پڑ گئے۔ (سیرت حلبیہ)

اسی دوران ایک رومی سوداگر کی کشتی جوڈوب گئی تھی ساحل جدہ سے برآمد ہوئی۔ اس کشتی کی لکڑیوں کو قریش نے خانہ کعبہ کی چھت پر تعمیر کے واسطے رکھ چھوڑا تھا اور ایک قبطی شخص بھی مکہ میں رہتا تھا جو بڑھئی کے کام سے خوب واقف تھا اور اس نے خانہ کعبہ کے چھت کی تیاری کے لئے تیار ہو گیا تھا۔

کعبہ کی دیوروں کو منہدم کرنے سے قریش خائف تھے اور کسی کو یہ جراءت نہ ہوتی تھی کہ اس کو گرانا شروع کرے۔ اسی دوران ایک عجیب واقعہ ہوا۔ خانہ کعبہ کے اس تہہ خانہ میں جو نذر ونیاز کے لئے بنایا گیا تھا، ایک سانپ رہتا تھا۔ اکثر وہ سانپ تہہ خانہ سے نکل کر کعبہ کی دیواروں پر پھرا کرتا تھا۔ ایک روز یہ سانپ نکلا اور حسب دستور دیواروں پر پھرنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک پرندے کو بھیجا اور وہ اس سانپ کو پکڑ کر اُڑ گیا۔ قریش یہ واقعہ دیکھ کر کہنے لگے کہ ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اس ارادہ سے راضی ہے۔ ابووہب جو قریش کے ایک معزز سردار تھے، کعبہ کو منہدم کرنے کے لئے کعبہ کی دیوار سے ایک پتھر نکالا۔ وہ پتھر ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر پھر اپنی جگہ پر جا لگا۔ یہ دیکھ کر انھوں نے قریش سے خطاب کر کے کہا کہ اے قریش! تعمیر کعبہ میں تم کو ان باتوں کا لحاظ ضروری ہے کہ تم اپنا حلال کا پیسہ اس میں خرچ کرو۔ کسی قسم کا مال حرام یا سود یا ظلم کا پیسہ نہ لگاؤ۔ قریش نے آپس میں کعبہ کے حصّے کر لئے تھے۔ دروازہ کی سمت بنی عبد مناف اور بنی زہرہ کے حصہ میں آئی تھی۔ (ابن ہشام)

ولید بن مغیرہ نے کعبہ کی دیواریں منہدم کرنے میں پیش دستی کی۔ اس دن سارے قریش بیٹھے اور دیکھتے رہے کہ ولید بن مغیرہ کا کیا حال ہوتا ہے۔ جب دوسرے دن صبح ولید بن مغیرہ کو بصحت وسلامت پایا تو سب سمجھ گئے کہ اللہ ہمارے فعل سے راضی ہے اور سب نے مل کر کعبہ کی دیواروں کو اساس ابراہیمؑ تک منہدم کیا۔ کعبہ کی دیواریں سے ایک قدیم کتاب ملی اور ایسے پتھر ملے جس پر ہدایات نقش تھے۔ (ایضاً)

خانہ کعبہ کی تعمیر نو جب حجر اسود تک پہنچی تو ہر قبیلہ نے چاہا کہ حجر اسود کے نصب کرنے کی عزت اس کو ملے۔ بات اتنی بڑھ گئی کہ لوگ قتل وقتال پر آمادہ ہو گئے۔ چار پانچ راتیں گذر گئی لیکن معاملہ سلجھنے کے آثار دکھائی نہ دئے۔ ابو امیہ بن مغیرہ جو قریش میں سب سے زیادہ عمر رسیدہ تھا، کہا کہ تم یہ کام کرو کہ جو شخص اس دروازہ سے مسجد میں آئے اس کو حکم بناؤ اور وہ جو فیصلہ کرے اس کو قبول کرلو۔ سب نے اس پر اتفاق کیا اور منتظر ہو کر بیٹھے کہ جو جو شخص آئے ہم اس کو حکم بنائیں۔ اس وقت حضور انورؐ اس دروزہ سے تشریف لائے۔ سب لوگ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے بے شک یہ شخص امین ہیں ان کا فیصلہ جو کچھ یہ کریں گے ہم بخوشی منظور کرتے ہیں۔ حضورؐ کی خدمت میں سارا ماجرا پیش کیا گیا۔ حضورؐ نے ایک چادر میں اپنے دست اقدس سے حجر اسود کو رکھا اور ارشاد فرمایا کہ ہر قبیلہ کا ایک فرد اس چادر کو پکڑ کر دیوار کعبہ تک اٹھا لائیں۔ جب ارشاد کی تعمیل ہو گئی تب حضورؐ نے اپنے دست مبارک سے حجر اسود کو اٹھایا اور اس کی جگہ نصب کر دیا۔ پھر اس کے اوپر سے تعمیر جاری ہو گئی۔

بعثت شریف اور اس سے پہلے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات مبارکہ اپنی انفرادی شان کے لحاظ سے گزشتہ چودہ صدیوں سے پوری انسانیت کی توجہات کو سمیٹنے کا باعث اور ارباب فکر ونظر کے مطالعہ کا مقدس موضوع ہے۔ حضورؐ کی حیات شریفہ بچپن سے ہی مسلسل واقعات سے عبارت رہی۔ ولادت با سعادت سے قبل والد بزرگوار کا سایہ اٹھ گیا۔ بچپن آغوش مادر مہربان سے دور بنو سعد بن بکر میں گزارا جو اشراف قریش کے رواج کا تقاضہ تھا۔ ابھی چھ برس ہی کے تھے کہ والدہ ماجدہ کی جدائی برداشت کی۔ ہمیشہ کے لئے ممتا

کے دلار اور ماں کی محبت سے دور ہونے پر صبر کیا۔ شفیق و مہربان دادا نے اپنی آغوش محبت و تربیت میں لے لیا لیکن یہ سلسلہ بھی دو سال سے زیادہ نہ رہا دادا نے بھی مفارقت کے ذریعہ آزردہ کیا۔ کثیر العیال چچا نے ممکنہ دلداری کی۔ لڑکپن اور شباب کا زمانہ سنجیدہ مسائل کے حل میں گزرا۔ حضرت سیدہ بی بی خدیجہؓ کی رفاقت نے بڑی تسکین دی تاہم صدمات کا سلسلہ منقطع نہ ہوا۔ فرزند اکبر حضرت سیدنا قاسمؓ کی وفات صاحبزادیوں بی بی زینب، حضرت بی بی رقیہ اور حضرت بی بی کلثوم رضی اللہ عنہا کی زندگیوں کے حادثات پھر ان تینوں کا حضورؐ کے سامنے وفات پاجانا، اولاد نرینہ حضرت سیدنا قاسمؓ کے بعد حضرت سیدنا عبداللہ اور حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہم کا گزر جانا وغیرہ ایسے صدمات تھے جنھیں حضور انورؐ نے نہایت صبر و استقلال کے ساتھ سہہ لیا۔ لیکن حضورؐ جس منصب جلیلہ پر فائز تھے یعنی رسول انسانیت اور رحمۃ للعالمین کی حیثیت سے حضورؐ کو تمام مخلوقات بالخصوص انسانی زندگی سے جو تعلق خاطر تھا اس کے زیر اثر حضورؐ انسانی گمراہی، اپنی قوم کی جاہلانہ بت پرستی، مشرکانہ مشغولیات، ظالمانہ رویوں، افکار و اعمال کی ظلمانی کیفیتوں، اخلاقی برائیوں، معاشرہ کے تباہ کن حالات اور حق و صداقت سے دوری پر بے حد رنجیدہ اور متفکر رہا کرتے۔ ساری قوم اور پوری انسانیت کو ان ظلمات اور فکر و عمل کی تباہی، شرک و گمراہی سے نجات دلانے کے لئے ہمیشہ غور و تدبیر میں منہمک رہا کرتے۔ حضورؐ آبادی سے دور غار حراء میں کئی کئی روز تک ریاضت تنہائی اور انسانی ہدایت کے لئے غور و فکر میں محو و مصروف رہا کرتے تھے۔ غار حرا میں حضورؐ نے حقائق کی جستجو اور اسرار و رموز کائنات پر تدبر فرمایا۔ زیادہ وقت عبادت الٰہی میں گزرتا حضورؐ کے طریقہ عبادت کے متعلق مختلف نظریات ہیں جنہیں علامہ ابن کثیر نے ''البدایہ والنہایہ'' میں تفصیل سے بیان کیا ہے جس کا اجمال یہ ہے کہ غار حراء میں حضور انورؐ حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰؑ یا حضرت عیسیٰؑ کے طریقہ ہائے عبادت کے موافق مشغول عبادت رہا کرتے تھے۔ اس موضوع پر بہت سی دلیلیں

دی گئی ہیں۔تاہم صحیح یہ ہے کہ حضورؐ نے خود اپنے مقرر کردہ طریقہ پر عبادت کی۔غار حراء میں حضورؐ نے کئی سال آمدورفت رکھی۔ چالیس سال تک قوم کے احوال واعمال کے مشاہدہ اور گہرے مطالعہ نے حضورؐ کے دردمند دل کو بے حد متاثر کردیا تھا۔حضورؐ لوگوں کو شرک وگمراہی، جاہلانہ رویوں، ظلم وتعدی، فخر وتکبر اور برائیوں کے دلدل سے نکال کر حق شناسی، حق پرستی اور شرافت وعظمت انسانی کے اعلی مقام تک پہچانا چاہتے تھے جو تمام انسانیت کے ساتھ حضورؐ کے دردمندانہ تعلق خاطر پر دال ہے۔

قبل بعثت شریف، حضور انورؐ کو سچے خواب دکھائی دیتے۔ جو خواب حضورؐ دیکھتے تھے وہ صبح کی سپیدی کی طرح ظاہر ہوتا تھا۔حضورؐ جب جنگل اور پہاڑ کی گھاٹیوں میں تشریف لے جاتے تو جس شجر وحجر کے پاس سے حضور گزرتے اس سے آواز آتی ''السلام علیک یارسول اللہ''۔ (ابن ہشام)

پھر وہ مقدس اور یادگار گھڑی آگئی جب خالق کونین نے حضورؐ کو پوری آدمیت کی ہدایت ورہنمائی کے لئے مامور فرمانے کا فرمان نازل کیا۔جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر شریف چالیس سال کی ہوگئی تو غار حراء میں ماہ رمضان المبارک کی ۱۷ تاریخ بروز دوشنبہ حضرت جبرئیل علیہ السلام وحی لے کر آئے ان کے ساتھ ایک ریشمی کپڑا تھا انھوں نے رسول اللہؐ تک یہ پہلا پیغام پہنچایا ''**اقرا باسم ربك الذی خلق**....''احادیث شریفہ سے بعثت کی تفصیلات معلوم ہوتی ہیں خالق اکبر نے قیامت تک انسانیت کو پیغام حق پہنچانے اوران کی ہدایت ورہبری کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خاتم النبیین رحمۃ للعالمین اور رسول اعظم بنایا ہے۔

بعثت شریف کے بعد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلی بار نزول وحی کے بعد جب غار حرا سے اپنے کاشانہ اقدس تشریف لائے تو حضرت ام المومنین سیدہ خدیجہؓ سے وہ سب بیان فرمایا جو گزرا تھا۔ تب ام المومنین حضرت سیدہ بی بی خدیجہؓ نے عرض کیا کہ ''اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں خدیجہ کی جان ہے بے شک! میں اس بات کی اُمید رکھتی ہوں کہ آپ اس امت کے نبی ہوں گے۔ (ابن ہشام جلد ۱)

حضور انورؐ نے کعبۃ اللہ کا طواف کیا۔ ورقہ بن نوفل (جو ایک بڑے نصرانی عالم تھے اور نبی آخر الزماں کے ظہور کے علامات سے بخوبی واقف تھے) کو جب یہ سارے واقعات کا علم ہوا تو وہ بے حد خوش ہوے اور حضورؐ کو ڈھونڈتے ہوے کعبۃ اللہ پہنچے اور حضورؐ سے عرض کیا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے! جو کچھ تم نے دیکھا اور سنا وہ مجھ سے بیان کرو۔ جب رسول اللہؐ نے واقعات بیان کیا تو ورقہ نے کہا کہ ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آپ اس امت کے نبی ہیں۔ بے شک آپ کے پاس وہ ناموس اکبر آ گیا جو موسیٰؑ کے پاس آتا تھا، اور اب آپ کو جھٹلایا جائے گا اور آپ کو تکلیف پہنچائی جائے گی اور آپ کو خارج البلد کیا جائے گا اور آپ سے جنگ کی جائے گی اور اگر مجھے وہ دن نصیب ہو تو میں ضرور آپ کی مدد کروں گا۔ (ابن ہشام)

رسول اللہؐ پر ایمان لانے والوں میں سرفہرست ام المومنین بی بی سیدہ خدیجہؓ، چچا زاد بھائی جو آپ کے زیر کفالت تھے یعنی حضرت علی بن ابی طالبؓ جن کی عمر آٹھ سال تھی، حضورؐ کے قریبی رفیق حضرت ابو بکرؓ اور حضورؐ کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن ثابت کلبیؓ تھے۔ (رحمۃ للعلمین جلد ۱)

ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ پہلے مرد جو حضورؐ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی اور آپ کے ساتھ نماز پڑھی وہ حضرت علی بن ابی طالبؓ تھے۔اس وقت حضرت علیؓ کی عمر شریف ۸ یا ۱۰ سال تھی۔حضرت علیؓ پر اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی یہ نعمت تھی کہ آپ نے ظہور اسلام سے پہلے خاص رسول کریمؐ کی گود میں پرورش پائی تھی۔اس کی وجہ یہ ہوئی کہ جب قریش سخت تنگی میں گرفتار ہوئے تو حضورؐ نے حضرت عباس سے فرمایا کہ حضرت ابو طالب کثیر العیال ہے اور تم اس تنگی کے وقت کو دیکھ رہے ہو۔چلو ہم تم چلیں اور ان کے عیال کا بار ان سے ہلکا کریں۔جب یہ بات حضرت ابو طالب کو بتائی گئی تو وہ راضی ہو گئے اور۔ حضور انورؐ نے حضرت علیؓ کو لے لیا اور حضرت عباسؓ نے حضرت جعفرؓ کو لے لیا۔اس روز سے حضرت علیؓ حضورؐ کے پاس رہتے تھے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے حضور انورؐ کو مبعوث کیا اور حضرت علیؓ حضورؐ پر ایمان لائے اور آپ کی تصدیق کی۔جب نماز کا وقت آتا رسول اللہؐ اور حضرت علیؓ نماز کے لئے مکہ کے پہاڑ کی کسی گھاٹی میں جا کر لوگوں سے پوشیدہ نماز پڑھتے اور ایک عرصہ تک اسی طرح کرتے رہے۔

(ابن ہشام)

ایک بار حضور انورؐ کسی درہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ حضرت ابو طالب کی نظر پڑ گئی انہوں نے پوچھا یہ کونسا دین ہے؟ تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ”یہ اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور ہمارے جد (حضرت) ابراہیم (علیہ السلام) کا دین ہے۔اللہ نے مجھے اس دین کا رسول بنا کر بھیجا ہے“۔ حضرت ابو طالب کا ایسا ہی اپنے فرزند حضرت علی کرم اللہ وجہ سے پوچھنا بھی ابن اسحاق نے بیان فرمایا ہے۔حضرت ابو طالب نے حضور انورؐ سے کہا تھا کہ ”اللہ کی قسم جب تک میں ہوں آپ پر کوئی بات نہ آئے گی“۔اور اپنے فرزند سے کہا تھا کہ ”جس بہتری کی طرف تمھیں دعوت دی گئی ہے اس پر جمے رہو“۔ (ابن ہشام)

کتاب اسد الغابہ میں ہے کہ ایک دن حضرت ابو طالب نے رسول اللہؐ اور حضرت علیؓ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔اس وقت حضرت علیؓ رسول اللہؐ کے دائیں جانب کھڑے ہوئے تھے۔حضرت ابوطالب نے یہ منظر دیکھ کرفوراًاپنے دوسرے بیٹے جعفرؓ سے کہا کہ ''اپنے چچازاد بھائی کے برابرکھڑے ہوکرتم بھی نماز پڑھو''۔ چنانچہ حضرت جعفرؓ رسول اللہؐ کے بائیں جانب کھڑے ہو گئے۔حضرت جعفرؓ حضرت علیؓ کے تھوڑے عرصہ بعد مسلمان ہوئے تھے۔رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''اس امت میں سے سب سے پہلے حوض کوثر پر پہنچنے والے شخص علی بن ابی طالب ہوں گے۔'' کتاب عرائس میں یہ حدیث شریف ملتی ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''امتوں میں تین آدمی ایسے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک لمحہ کے لئے بھی کفر نہیں کیا۔ایک تو آل فرعون کے مومن حزقیل، دوسرے قوم یسین کے حبیب نجار اور تیسرے علی بن ابوطالب اران میں سب سے افضل علی بن ابوطالب ہیں''۔(سیرت حلبیہ)

پھر حضورؐ کے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ بن حارثہ مشرف بہ اسلام ہوے۔حضرت زیدؓ، ام المومنین حضرت سیدہ بی بی خدیجہؓ کے غلام تھے۔جب حضورؐ سے آپ کی شادی ہوئی تو انھوں نے زید کو حضورؐ کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔حضور رحمۃ للعلمینؐ نے زیدؓ کو آزاد کر دیا۔ یہ واقعہ نزول وحی سے قبل کا ہے۔حضرت زید کے والد حارثہ اپنے گمشدہ بچے کو ڈھونڈتے ہوئے مکہ آئے اور جب زید کو دیکھا تو ان کی خوشی کی انتہا نہ رہی اور زید کو لے جانا چاہا۔حضور انورؐ نے زید سے فرمایا کہ تم چاہے تو میرے پاس رہو یا اپنے والد کے ساتھ چلے جاؤ۔زید نے کہا کہ میں حضورؐ کی خدمت میں رہوں گا۔حضورؐ کو چھوڑ کر میں گھر واپس نہیں جانا چاہتا۔جب حارثہ نے یہ سنا تو اطمنان کرلیا اور واپس چلے گئے۔ (ابن ہشام)

آزاد مردوں میں سبقت اسلام کا شرف رکھنے والے حضرت ابوبکر صدیقؓ تبلیغ اسلام کے کام میں پورے انہماک کے ساتھ مشغول ہو گئے۔ان کی کاوشوں سے اسلام قبول کرنے والے سعادت شعاروں

میں حضرت عثمان بن عفان، حضرت زبیر بن العوام، حضرت عبدالرحمان بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت طلحہ بن عبداللہ رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ ان کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور سب نے اسلام قبول کیا اور حضور اقدسؐ کے ساتھ نماز پڑھی۔ ان حضرات کے بعد اسلام لانے والے اصحاب میں حضرات ابوعبیدہ، ابوسلمہ بن عبدالاسد، ارقم بن الارقم، عثمان بن مظعون اور ان کے دونوں بھائی قدامہ اور عبداللہ، عبیدہ بن الحارث، عمار، صہیب رومی، سعید بن زید اور ان کی زوجہ فاطمہ بنت خطاب، اسماء بنت ابوبکر اور خباب بن الارت رضی اللہ عنہم اجمعین شامل ہیں۔ (رحمۃ للعلمین)

''رحمۃ اللعالمین'' میں خواتین میں اسماءؓ بنت عمیس اور ام الفضلؓ کے نام بھی ہیں۔ ان کے علاوہ عبداللہ بن مسعودؓ اور دیگر کئی لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ شروع شروع میں اسلام قبول کرنے والوں میں حضرت بلال حبشیؓ بھی شامل تھے۔ پہلے تین سال تک اسلام کی دعوت وتبلیغ کا کام خاموشی کے ساتھ ہوتا رہا۔ پہلے حضورؐ پر جو احکام نازل ہوتے رہے اس میں نماز کا حکم بھی تھا۔ مقاتل بن سلیمانؓ کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے ابتدائے اسلام میں دو رکعت صبح اور دو رکعت شام کی نماز فرض کی، جیسا کہ ارشاد ہے

''صبح وشام اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کرو''۔ (ق۔سورہ ۴۰، آیت ۵۵)

دعوت وتبلیغ کے مراحل

بعثت شریف سے تین سال تک متواتر دعوت ایمان وتبلیغ اسلام کا مخفی سلسلہ جاری رہا۔ (ابن ہشام)

اسی دوران حضرت ارقمؓ بن ارقم کے مکان کو کچھ عرصہ کے لئے دعوت وتبلیغ کا مرکز بنایا گیا جسے دار ارقم سے موسوم کیا جاتا ہے۔ (سیرت حلبیہ)

جب یہ حکم نازل ہوا کہ

- ''اور (اے محبوب) اپنے قریب تر رشتہ داروں کو ڈراؤ۔'' (ق ر سورہ ۲۶ آیت ۲۱۴)

تب رسول اللہؐ نے اپنے تمام خاندان والوں کو اپنے پاس دعوت دے کر بلایا اور ان سبھوں کے سامنے ایمان پیش کیا لیکن کسی نے بھی مثبت ردعمل ظاہر نہ کیا سب اٹھ کر چلے گئے سوائے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے جنھوں نے حضور انورؐ کی حمایت اور نصرت کا عہد کیا۔ (رحمۃ للعلمین ج ۱)

یہ دعوت حضرت ابو طالب کے مکان پر ہوئی۔ دعوت میں چالیس افراد خاندان موجود تھے۔ ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ رسول اللہؐ نے افراد خاندان سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ ''کون میری مدد کرتا ہے جو میرا بھائی، میرا وزیر اور میرا وارث بنے گا''۔ حضورؐ نے یہ ارشاد تین مرتبہ دہرایا اور ہر دفعہ حضرت علیؓ نے اٹھ کر جواب دیا کہ ''میں! یا رسول اللہ''۔ حضورؐ نے آخری دفعہ ارشاد فرمایا کہ ''تم بیٹھ جاؤ، کیوں کہ تم میرے بھائی، میرے وزیر اور میرے وارث ہو''۔ (سیرت حلبیہ)

اس موقع پر ابولہب کی گستاخی، انکار اور اس کی معاندانہ روش پر پُر غضب آیتیں نازل ہوئیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اللہ تعالی نے یہ حکم دیا کہ

- ''علانیہ کہہ دو جس بات کا تمھیں حکم ہے اور مشرکین سے منہ پھیر لو''۔ (ق ر سورہ ۱۵ آیت ۹۴)
- ''اور فرماؤ کہ میں ہی ہوں صاف ڈر سنانے والا (اس عذاب سے)'' (ق ر سورہ ۱۵ آیت ۸۹)

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس ارشاد کی تعمیل میں پورا اہتمام کیا دعوت حق کو آشکار کرنے کے لئے صفا پر چڑھ کر قبائل قریش کو نام بنام آواز دی جب سب جمع ہو گئے تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا ''اگر میں تم سے کہوں کہ پہاڑ کے عقب سے ایک لشکر آرہا ہے تو تم کو یقین آئے گا؟'' سب نے کہا کہ ہاں کیونکہ ہم نے آپ کو ہمیشہ سچ بولتے سنا ہے تب حضورؐ نے فرمایا کہ ''تو میں کہتا ہوں کہ اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو تم پر

شدید عذاب نازل ہوگا''۔ یہ سن کر سارے قریش کے لوگ سخت برہمی کے عالم میں واپس لوٹ گئے۔
(سیرۃ النبیؐ)

جب رسول اللہؐ حکم الٰہی لوگوں کو پہنچاتے تو بہت تکلیفوں کا سامنا کرنا پڑتا۔لیکن جب حضورؐ واپس گھر تشریف لے جاتے تو ام المومنین حضرت سیدہ بی بی خدیجہؓ آپ سے ایسی باتیں کرتی تھیں جن سے حضورؐ کے دل سے حزن وملال دفع ہوجاتا تھا۔حضرت جعفر بن ابی طالبؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ مجھ کو حکم دیا گیا ہے کہ میں خدیجہؓ کو جنت میں ایک موتی کے محل کی بشارت دوں جس میں کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی۔ایک مرتبہ حضرت جبرئیلؑ رسول اللہؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور فرمایا کہ خدیجہؓ کو ان کے پروردگار کی طرف سے سلام فرمائیے۔جب حضورؐ نے حضرت سیدہ بی بی خدیجہؓ کو اس کی خبر دی تو وہ بہت مسرور ہوئی اور فرمایا کہ اللہ سلام ہے اور اسی سے سلام ہے اور جبرئیل پر بھی سلام ہو۔ (ابن ہشام)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت حق کا اثر تدریجی طور پر بڑھنے لگا لوگ آہستہ آہستہ حلقہ بگوش اسلام ہونے لگے۔ پیغام توحید ورسالت کے اعلان واظہار کے ساتھ ساتھ شرک وبت پرستی کے خلاف حضورؐ کی پر اثر تعلیمات نے سعید مزاج لوگوں کے اذہان وافکار میں انقلاب بپا کرنا شروع کیا تو کفار قریش بھڑک اٹھے اور ان کے اکابرین کو اپنا تفوق، اقتدار، اثر و دبدبہ خطرے میں نظر آنے لگا۔ان کے سامنے دن بدن اسلام کا فروغ ہورہا تھا۔ یہ بات ان کے لئے ناقابل برداشت بن گئی آخر کار تمام قریشی سرداروں نے متفقہ طور پر اسلام دشمنی، مخالفت دین اور اسلام قبول کرنے پر دست ظلم دراز کرنا شروع کیا ادھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شرارتوں کی پرواہ کئے بغیر اپنا مقدس کام جاری رکھا۔ بتوں کی مذمت اور شرک کی تباہ کن خرابیوں کے اظہار و نیز فکری و عملی جاہلیت کی مسلسل نشاندہی

کرنے کے سبب قریش حضورؐ کے مقابل صف آراء ہو گئے۔ سردار ابو طالب کی حضورؐ کے ساتھ مہربانی و شفقت اوران کا حضورؐ کے لئے سینہ سپر ہونا قریشی امراء کو کھلتا تھا چنانچہ ایک دن سب مل کر حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور ان سے مطالبہ کیا کہ آپ اپنے بھتیجے کو بت پرستی کے خلاف حقانی مہم اور اشاعت اسلام سے روک دیں یا ہمیں ان سے سامنا کر لینے دیں اور آپ درمیان میں نہ آئیں۔حضرت ابوطالب نے انہیں سمجھا بجھا کر لوٹا دیا۔ (عامہ کتب)

حضور علیہ الصلوۃ والسلام اپنے منصب عالیہ کے فرائض انجام دیتے رہے۔قریش نے جب دیکھا کہ بت پرستی کی مذمت کا ایمانی مشن جاری ہے تو پھر ایک وفد جس میں عتبہ، شیبہ، ابوسفیان، عاص بن ہشام، ابوجہل، ولید بن مغیرہ اور عاص بن وائل وغیرہ شامل تھے دوبارہ سردار ابو طالب سے ملاقات کی اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی جانب سے معبودان باطل کی توہین سے متعلق اپنے شدید احساسات کا اظہار کیا اور مقابلہ کے لئے تحدی کی یا دوسری صورت یہ رکھی کہ حضورؐ کو ان کے حوالے کر دیں۔ نازک ترین حالات کے پیش نظر سردار ابو طالب نے حضورؐ سے گفتگو کی اور آخر کار اپنے اس عزم کو ظاہر کیا کہ وہ قریش سے بہرصورت نبٹیں گے اور انھوں نے حضورؐ کی کامل حمایت کا اظہار کرتے ہوئے حضورؐ سے کہہ دیا کہ جاؤ اور اپنا کام کئے جاؤ جو چاہو کہو اللہ کی قسم کسی معاوضہ پر بھی میں آپ کو ان کے (قریش کے) حوالے نہیں کر سکتا۔ (ابن ہشام و تاریخ بخاری)

سیرت حلبیہ میں لکھا ہے کہ حضرت ابو طالب حضورؐ کے متعلق بے حد فکر مند ہوئے اور حضورؐ سے فرمایا کہ ''اے بھتیجےؐ! قریش کے لوگ میرے پاس آئے تھے اور ایسا ایسا کہا۔اس لئے اپنے اور میرے اوپر رحم کرو اور مجھ پر ایسا بوجھ نہ ڈالو جس کو برداشت کرنے کی طاقت مجھ میں نہ ہو''۔حضورؐ نے یہ سن کر ارشاد فرمایا کہ ''چچا جان! اللہ کی قسم اگر یہ لوگ میرے دائیں ہاتھ میں سورج اور بائیں ہاتھ میں چاند رکھ کر مجھ

سے کہیں کہ میں یہ معاملہ کو چھوڑ دوں تب بھی میں ہر گز اس کام کو نہیں چھوڑ سکتا''۔ (سیرت حلبیہ)

قریش نے عمارہ بن ولید بن مغیرہ کو ساتھ لے کر حضرت ابو طالب کے پاس آئے اور حضرت ابو طالب سے کہا کہ ''ابو طالب! یہ عمارہ بن ولید بن مغیرہ ہے جو قریش کا سب سے زیادہ بہادر، طاقتور اور سب سے زیادہ حسین نوجوان ہے تم اس کو لے کر اپنا بیٹا بنا لو اور اس کے بدلہ میں اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دو جو ہمارے باپ دادا کے دین کے خلاف جا رہا ہے۔ ہم اس کو قتل کرنا چاہتے ہیں اور آپ کو انسان کے بدلہ میں انسان دے رہے ہیں''۔ یہ سن کر حضرت ابو طالب نے فرمایا کہ ''اللہ کی قسم! تم لوگ مجھ سے بہت برا سودا کرنے آئے ہو۔ تم یہ چاہتے ہو کہ اپنے لڑکے کو میرے سپرد کر دو تا کہ میں اسے کھلاؤں پلاؤں اور پرورش کروں اور اپنا لڑکا تمہارے حوالے کر دوں تا کہ تم اسے قتل کر دو؟ اللہ کی قسم یہ ہر گز نہیں ہو سکتا''۔ نیز حضرت ابو طالب نے پوچھا کہ ''کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ کوئی اونٹنی اپنے بچے کو چھوڑ کر کسی دوسرے بچے کی آرزو مند ہو سکتی ہے؟'' قریش کا وفد اس بار بھی ناکام لوٹا۔ (سیرت حلبیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سلسلہ میں خطرناک عزائم کے پیش نظر سردار ابو طالب نے بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب کے تمام لوگوں کو اکٹھا کر کے تمام حالات بیان کئے اور آخر میں فرمایا جس طرح بن سکے قریش کے مقابلہ میں (حضور اکرم) محمدؐ کی حمایت کی جائے۔ (حیات محمد مؤلفہ ہیکل)

حفاظت خداوندی

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں مسجد حرام میں تھا کہ ابو جہل وہاں آیا اور کہنے لگا کہ ''میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر میں محمدؐ کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھ لوں تو میں ان کو نہیں چھوڑوں گا''۔ حضورؐ اس

وقت سورہ علق (اقراء) کی تلاوت فرما رہے تھے اور جب سجدہ کی آیت تلاوت فرمائی تو سجدہ میں چلے گئے۔ ابو جہل حضورؐ کی طرف بڑھا اور حضورؐ کے پاس پہنچ کر اچانک واپس ہو گیا۔ جب اس سے وجہ پوچھی گئی تو اس نے کہا کہ ''کیا جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں وہ تمہیں نظر نہیں آ رہا ہے؟ میں نے اپنے اور ان کے درمیان آگ کی ایک خلیج دیکھی''۔ (سیرت حلبیہ)

اسی طرح ایک اور روایت ملتی ہے کہ ایک روز ابو جہل نے قریش کے سامنے عہد کیا کہ کل میں محمدؐ کے لئے ایک اتنا بڑا پتھر لے کر بیٹھوں گا جس کا بوجھ وہ برداشت نہیں کر سکتے اور جیسے ہی وہ سجدے میں جائیں گے وہ پتھر ان کے سر پر گرا دوں گا''۔ اگلے دن صبح کو ابو جہل نے اپنے کہنے کے مطابق ایک بہت بھاری پتھر اٹھایا اور اسے لے کر حضورؐ کے انتظار میں بیٹھ گیا۔ ادھر حضورؐ بھی عادت کے مطابق صبح کی نماز کے لئے تشریف لائے۔ حضورؐ نماز کے لئے رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان کھڑے ہوا کرتے تھے اور کعبہ کو اپنے اور بیت المقدس کے درمیان کر لیا کرتے تھے۔ حضورؐ نے نماز شروع کر دی۔ حضورؐ جب سجدہ میں گئے تو ابو جہل وہ پتھر اٹھایا اور حضورؐ کی طرف بڑھا جیسے ہی وہ حضورؐ کے قریب پہنچا تو ایک دم اس پر لرزہ طاری ہو کر اس کے چہرہ کا رنگ اڑ گیا اور وہ گھبرا کر وہاں سے پیچھے ہٹا۔ ادھر پتھر بھی اس کے ہاتھ میں ایسا جم گیا کہ وہ اپنے ہاتھ کو پتھر سے آزاد نہیں کر سکا۔ لوگوں نے بڑی مشکل سے اسے وہ پتھر سے آزاد کیا۔ قریش کے پوچھنے پر ابو جہل نے کہا کہ میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کرنے کے لئے میں محمدؐ کی طرف بڑھا۔ مگر جیسے ہی میں ان کے قریب پہنچا ایک جوان اونٹ میرے راستے میں آ گیا۔ میں نے اس جیسا زبردست اونٹ آج تک نہیں دیکھا وہ ایک دم میری طرف بڑھا جیسے مجھے کھا لے گا۔ جب یہ واقعہ حضورؐ سے ذکر کیا گیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''وہ جبرئیلؑ تھے۔ اگر وہ (ابو جہل) میرے قریب آتا تو وہ اس کو ضرور پکڑ لیتے''۔ (ایضاً)

مروان بن حکم کے بیٹے سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ اس کی بیٹی نے اس سے کہا کہ میں سمجھتی ہوں کہ بنی امیہ کے سوا کوئی قوم ایسی نہیں تھی جس نے رسول اللہؐ کے معاملہ میں تم سے زیادہ بدترین تجویزیں کی ہوں اور رسول اللہؐ کے معاملہ میں تم سے زیادہ کوئی بے بس رہا ہو!''۔ حکم نے جواب دیا کہ ''بیٹی! اس بارے میں ہمیں ملامت نہ کرو۔ اب تمہیں صاف صاف بتلاتا ہوں۔ ایک رات ہم نے فیصلہ کیا کہ بے خبری میں ہم رسول اللہؐ کو ختم کر دیں۔ چنانچہ جب ہم نے رات میں آپ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو ہم چپکے سے آپ کی پشت پر پہنچے۔ اسی وقت ہمیں ایک ایسی خوفناک آواز آئی کہ ہمیں خیال ہوا کہ شاید آج تہامہ یعنی مکہ کے سارے پہاڑ ٹوٹ کر ہم پر آپڑیں گے۔ جب تک ہماری یہ حالت ختم ہوئی رسول اللہؐ نماز سے فارغ ہو کر اپنے گھر تشریف لے جا چکے تھے۔ اب ہم نے اگلی رات کے لئے بھی یہی منصوبہ بنایا۔ اس رات جب رسول اللہؐ حرم میں آئے تو ہم پھر آپ کی طرف بڑھے۔ اسی وقت ہم نے دیکھا کہ صفا اور مروہ کی پہاڑیاں ایک دوسرے کے ساتھ مل گئیں اور ہمارے اور رسول اللہؐ کے درمیان حائل ہو گئیں''۔ (سیرت حلبیہ)

خاندان بنی مخزوم کی ایک جماعت نے جس میں ابوجہل اور ولید بن مغیرہ بھی شامل تھے، ایک مرتبہ رسول اللہؐ کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ چنانچہ ایک روز جب کہ رسول اللہؐ نماز میں مشغول ہو گئے ان لوگوں نے حضورؐ کے قرآن پاک پڑھنے کی آواز سنی۔ انہوں نے فوراً ولید بن مغیرہ کو بلوایا کہ وہ اس وقت آ کر حضورؐ پر حملہ کریں۔ چنانچہ ولید فوراً آیا اور اس مکان تک پہنچا جہاں رسول اللہؐ نماز پڑھ رہے تھے۔ مگر اب اس کو حضورؐ کے پڑھنے کی آواز تو سنائی دیتی رہی مگر حضورؐ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ آخر ولید وہاں سے واپس آ گیا اور اپنے ساتھیوں کو واقعہ بتلایا۔ اب وہ سب کے سب مل کر وہاں آئے۔ جب انہوں نے رسول اللہؐ کی آواز سنی تو آواز کی طرف بڑھے۔ مگر اس جگہ پہنچ کر انہوں نے محسوس کیا کہ آواز پیچھے سے آ رہی

ہے۔ وہ فوراً پلٹے اور اس طرف بڑھے مگر وہاں پہنچ کر دیکھا کہ آواز آگے سے آرہی ہے۔ غرض وہ اسی طرح وہاں چکراتے رہے یہاں تک کہ آخر وہاں سے ناکام ہو کر واپس ہو گئے۔ (ایضاً)

حبشہ کی طرف ہجرت اور قریش کی ناکام کوشش

جب کفار نے جور و ستم کی حد کر دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جان و ایمان کے تحفظ کے لئے صحابہ کرام کو حبشہ کی طرف ہجرت کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ابن ہشام میں ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''تم لوگ ملک حبش میں چلے جاؤ تو بہتر ہے کیوں کہ وہاں کا بادشاہ کسی پر ظلم نہیں کرتا اور وہ صدق و راستی کی سرزمین ہے یہاں تک کہ اللہ تمہارے واسطے کشادگی فرمائے اور جس سختی میں تم ہو اسے دور فرمائے''۔

اس اجازت کے بعد بارہ مرد اور چار عورتوں پر مشتمل ایک قافلہ حضرت عثمان بن عفانؓ کی سر کردگی میں بندرگاہ شعیبہ سے جہاز میں سوار ہو کر حبش کو روانہ ہو گیا۔ حضرت عثمان بن عفانؓ کے ساتھ آپ کی زوجہ محترمہ حضرت بی بی سیدہ رقیہؓ بنت رسول مقبولؐ بھی تھیں۔ ان کے بعد ۸۳ مردوں اور ۱۸ عورتوں کا ایک اور قافلہ جس میں حضرت جعفر بن ابو طالبؓ بھی تھے سمندری کشتیوں کے ذریعہ حبش کو روانہ ہو گیا مسلمانوں کے پیچھے کفار قریش شاہ حبش کے پاس تحائف کے ساتھ پہنچے تاکہ مسلمانوں کو حبش میں نہ رہنے دینے کے لئے اسے آمادہ کر لیں۔ حضورؐ کے ابو طالب کو جب قریش کی یہ کاروائی معلوم ہوئی تب آپ نے نجاشی کی تعریف میں چند اشعار کہے جن میں نجاشی کو اپنے نو مسلم مہمانوں کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور ان کے دشمنوں کے شر کو ان سے دفع کرنے پر ترغیب دی۔

جب دربار میں مسلمان طلب کئے گئے تو حضرت جعفرؓ نے اسلام پر ایک نہایت موثر تقریر فرمائی اور دین اسلام کی حقانیت کے تمام پہلوؤں کی وضاحت کی۔

ابن ہشام میں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی تقریر اس طرح ملتی ہے۔ حضرت جعفرؓ نے شاہ حبش کو مخاطب کرتے ہوے کہا کہ ''اے بادشاہ! قریش کے (اکثر) لوگ اہل جاہلیت تھے بتوں کی پرستش ان کا مذہب تھا۔ فواحش اور گناہ کا ارتکاب ان کا وطیرہ تھا۔ قطع رحم اور پڑوس کی حق تلفی اور ظلم وستم کو قریش نے جائز قرار دے رکھا تھا۔ جو زبردست ہوتا وہ کمزور کو کھا جاتا۔ قریش ایسی ہی ذلیل حالت میں تھے کہ اللہ نے ہم پر کرم کیا اور اپنا رسول ہم میں ارسال فرمایا جس کے نسب اور شرف اور صدق وامانت اور پاک دامنی سے ہم خوب واقف ہیں۔ اُس رسول نے ہم کو توحید الٰہی اور معرفت کی طرف بلایا اور بت پرستی سے ہم کو منع کیا اور سچی بات اور ادائی امانت اور صلہ رحم اور پڑوس کے حقوق اور گناہوں سے بچنے اور فواحش کے ترک کرنے کا حکم دیا اور یتیم کا حق تلف کرنے اور تہمت لگانے سے منع فرمایا اور اللہ وحدہٗ لاشریک کی عبادت اور نماز، روزہ اور زکوٰۃ کو ہم پر فرض کیا''۔ حضرت جعفرؓ نے تمام احکام اسلام نجاشی کو بتلائے اور کہا کہ ہم نے اس رسولؐ کی تصدیق کی اور اُن پر ایمان لائے اور ہم نے شرک وکفر کو چھوڑ دیا اور جس چیز کو رسول اللہؐ نے حلال بتایا ہم نے حلال سمجھا اور جس کو حرام بتایا ہم نے حرام سمجھا۔ ہماری قوم نے اس دین حق کے اختیار کرنے پر ہم کو تکلیفیں پہنچائیں اور ہم کو بہت ستایا تا کہ ہم اس دین کو ترک کر دیں اور بتوں کی پرستش اختیار کریں اور جس طرح کہ وہ برے کاموں کو حلال سمجھتے ہیں ہم بھی حلال سمجھیں۔ نجاشی نے حضرت جعفرؓ سے پوچھا کہ جو کچھ تمہارے رسولؐ پر نازل ہوا ہے اس میں سے کچھ پڑھو۔ چنانچہ حضرت جعفرؓ نے سورۂ مریم کی تلاوت شروع کی اور نجاشی نے اُس کو سن کر رونا شروع کیا۔ نجاشی کے دربار میں جس قدر علماء مذہب اس کے گرد بیٹھے تھے سب پر گریہ طاری ہوا اور اس قدر روئے کہ جو کتابیں

ان کے آگے گھولی ہوئی تھیں وہ سب تر ہوگئیں۔ جب حضرت جعفرؓ تلاوت ختم کی تو نجاشی نے کہا کہ بے شک یہ وہی کلام (جیسا) ہے جو عیسیٰؑ لائے تھے یہ اور وہ ایک ہی مرکز نور سے نکلے ہیں۔ پھر عمرو بن عاص سے کہا کہ تم دونوں چلے جاؤ۔ میں مسلمانوں کو تمہارے ساتھ روانہ نہ کروں گا۔ (ابن ہشام)

عمرو بن عاص نے دوسرے دن نجاشی سے کہا کہ مسلمان حضرت عیسیٰؑ بن مریم کی نسبت ایک سخت بات کہتے ہیں۔ نجاشی نے مسلمانوں کو پھر سے طلب کیا تا کہ ان سے دریافت کر لے۔ سب مہاجرین حبشہ فکرمند تھے کہ سچ بات کا نجاشی پر کیا اثر ہوگا اور وہ مسلمانوں سے کیا برتاؤ کرے گا۔ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے دوسرے دن نجاشی کے دربار میں کہا کہ ہمارے نبیؐ پر حضرت عیسیٰؑ کے متعلق یہی نازل ہوا ہے کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جو اس نے حضرت مریم کی طرف ڈالا جو کنواری اور بزرگ اور پارسا تھیں۔ یہ بات سن کر نجاشی نے زمین پر ہاتھ مارا اور ایک تنکا اٹھا کر کہا کہ واللہ! تم نے جو کچھ یہ بیان کیا ہے اس سے اس تنکے کے برابر بھی عیسیٰؑ زیادہ نہیں۔ علمائے نصاریٰ جو دربار نجاشی میں موجود تھے بہت ناراض ہوئے لیکن نجاشی نے کسی کی پرواہ نہ کی اور اپنے ملازموں سے کہا کہ جو کچھ تحائف ان قریشیوں نے لائے تھے ان کو واپس کر دو۔ اس طرح یہ دونوں قریشی نہایت ذلیل و خوار ہو کر نجاشی کے دربار سے نکالے گئے اور مسلمانوں نے پھر نہایت اطمنان سے زندگی بسر کی۔ (ایضاً)

علمائے یہود سے قریش کا مشورہ

ابن ہشام میں لکھا ہے کہ قریش نے اپنے کچھ لوگوں کو یہودِ مدینہ کے پاس بھیجا اور ان سے کہا کہ تم علماء یہود کے پاس (حضرت) محمدؐ کے صفات اور حالات بیان کرنا اور دریافت کرنا کہ کیا وہ اپنے دعوے

میں سچے ہیں۔قریش جانتے تھے کہ یہود اہل کتاب ہے اور ان کے پاس وہ علم ہے جو قریش کے پاس نہیں۔علماء یہود نے قریش سے جب رسول اللہؐ کے بارے میں سنا تو کہا کہ ہم تمھیں تین سوال بتاتے ہیں۔اگر وہ (حضورؐ) ان کا صحیح جواب دے سکے تو وہ یقیناً رسول اللہ ہے اور تم ان کی اتباع کرنا۔اگر وہ جواب نہ دے سکے تو سمجھ لو کہ وہ نبی نہیں ہے۔ (ابن ہشام)

قریش نے واپس مکہ آ کر حضورؐ کی خدمت اقدس میں وہ تین سوالات پیش کئے جو علماء یہود نے بتایا تھا۔رسول اللہؐ نے پندرہ دن وحی کا انتظار کیا پھر سورہ کہف نازل ہوئی جس میں یہ تین سوالات کے جواب تھے۔وہ تین سوالات یہ تھے جن کا جواب سورہ کہف میں دیا گیا (۱) ان جوانوں کا حال دریافت کرو جنھوں نے (دین کی حفاظت کی خاطر) سفر کیا اور ان کے سفر کا عجیب واقعہ ہوا (اصحاب کہف) (۲) اس شخص کا حال پوچھو جس نے زمین کے مشرقی اور مغربی حصوں کی سیر کی تھی (ذوالقرنین) اور (۳) روح (اس کے متعلق یہ ارشاد ربانی ہے کہ ''.... روح میرے رب کے حکم سے بنی ہے)۔(ایضاً)

حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قلبی محبت کے سلسلہ میں حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ جو حضورؐ کے عم محترم اور رضاعی برادر بھی تھے ایک گونا خصوصیت رکھتے تھے۔حضورؐ کے ساتھ ابوجہل کی گستاخیوں اور ایذا رسانی کا واقعہ سن کر غصہ سے بھڑک اٹھے ابوجہل کی خوب تادیب کی اور بانگ دہل اپنے اسلام کا اعلان کیا۔

ابن اسحٰق نے لکھا ہے کہ رسول اللہؐ کے پاس سے ابوجہل گزرا تو اس نے رسول اللہؐ کو تکلیف دی

اور سخت باتیں کیں اور دین اسلام اور حضورؐ کے معاملے کو کمزور بتانے کا کچھ موقع پا لیا۔ رسول اللہؐ نے اس سے کچھ نہ فرمایا لیکن عبداللہ بن جدعان کی ایک لونڈی جو اپنے گھر میں تھی اس کی یہ باتیں سن رہی تھی۔

تھوڑی دیر بعد حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کمان گلے میں ڈالے شکار سے واپس ہوتے ہوئے وہاں آ گئے۔ وہ شکاری تھے۔ تیر سے شکار کرتے۔ اکثر شکار کے لئے نکل جایا کرتے تھے اور جب کبھی وہ شکار سے واپس ہوتے تو اپنے گھر والوں کے پاس نہ جاتے جب تک کہ کعبۃ اللہ کا طواف نہ کر لیتے اور جب طواف سے فارغ ہوتے تو قریش کی مجلس میں ٹھہرتے اور ان سے بات چیت کئے بغیر نہ جاتے۔ وہ قریش میں اعزاز رکھنے والے جواں مرد اور سخت طبیعیت تھے۔ جب وہ اس لونڈی کے پاس سے گزرے تو اس لونڈی نے حضرت حمزہؓ سے کہا کہ ''اے ابو عمارہ! کاش آپ اس آفت کو دیکھتے جو آپ کے بھتیجے محمدؐ پر ابوالحکم بن ہشام کی جانب سے آئی۔ اس نے انہیںؐ یہاں بیٹھا ہوا پایا تو انہیں ایذا پہنچائی اور نامناسب باتیں کہیں اور رسول اللہؐ نے اس سے بات تک نہ کی''۔ (ابن ہشام)

حضرت حمزہؓ غصہ میں وہاں سے چلے اور سیدھا ابوجہل کے پاس پہنچے اور اپنی کمان اٹھائی اور اس کے سر پر وار کیا جس سے ابوجہل کا سر پھٹ گیا۔ حضرت حمزہؓ نے ابوجہل سے کہا کہ ''تو رسول اللہؐ کو تکلیف دیتا ہے؟ لے میں بھی انہیں کے دین پر ہوں۔ میں بھی وہی کرتا ہوں جو وہ کہتے ہیں۔ اگر تجھ سے ہو سکے تو وہی برتاؤ مجھ سے بھی کر''۔ (ایضاً)

حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کے اسلام لانے سے حضورؐ بے حد خوش ہوئے کیوں نکہ حضرت حمزہؓ قریش میں سب سے زیادہ معزز نوجوان تھے۔ اس کے ساتھ ہی وہ قریشی نوجوانوں میں سب سے زیادہ بہادر، طاقتور اور خوددار انسان تھے۔ (سیرت حلبیہ)

حضرت بلالؓ

حضرت بلالؓ عبداللہ بن جدعان کے غلام تھے۔ حضرت بلالؓ رسول اللہؐ کی نبوت پر ایمان لے آئے اور مسلمان ہو گئے مگر انہوں نے اپنے اسلام کو چھپائے رکھا۔ ایک روز انہوں نے ان بتوں پر جو کعبہ کے چاروں طرف رکھے ہوئے تھے، گندگی ڈال دی اور ان سے مخاطب ہو کر کہا کہ ’’جس نے تمہاری عبادت کی وہ تباہ و برباد ہو گیا‘‘۔ یہ بات جب قریش کو معلوم ہو گئی تو وہ سب عبداللہ بن جدعان کے پاس آئے اور اس سے شکایت کی۔ عبداللہ بن جدعان نے ایک سو درہم دیئے تا کہ بتوں کی اس توہین کی وجہ سے ان کے نام کے کچھ جانور ذبح کر دیئے جائیں ساتھ ہی اس نے حضرت بلالؓ کو اس کے بدلے میں سزائیں اور اذیتیں دینے کے لئے قریش کو ان پر پورا اختیار دے دیا۔ (سیرت حلبیہ)

امیہ بن خلف پہلے تو حضرت بلالؓ کو پورے دن اور پوری رات بھوکا پیاسا رکھتا اور پھر جب دوپہر چڑھ جاتا اور سورج آگ برسانے لگتا تو ان کو گھر سے نکال کر گرم اور تپتے ہوئے ریت پر چت لٹا دیتا تھا اس وقت وہ ریت اتنا گرم ہوتا تھا کہ اگر اس پر گوشت کا ٹکڑا ڈال دیا تو وہ بھن جاتا تھا اس کے بعد وہ ایک بہت بڑا اور وزنی پتھر منگاتا اور وہ ان کے سینے پر رکھ دیتا تا کہ وہ اپنی جگہ سے ہل بھی نہ سکیں۔ پھر وہ بدبخت ان سے کہتا ’’اب یا تو محمدؐ کی رسالت و پیغمبری سے کفر کر اور لات و عزیٰ کی عبادت کر، ورنہ تجھے اس وقت تک یہاں اسی طرح ڈالے رکھوں گا جب تک کہ تیرا دم نہ نکل جائے گا‘‘۔ مگر اس حالت میں حضرت بلالؓ کا جواب ہوتا ’’احد احد‘‘۔ (ایضاً)

ایک مرتبہ حضرت بلال کو ایذائیں دی جا رہی تھیں کہ وہاں سے رسول اللہؐ کا گزر ہوا (اس وقت

حضرت بلالؓ احد احد کہہ رہے تھے) رسول اللہؐ نے حضرت بلال کو اس حال میں دیکھ کر فرمایا کہ ''تمہیں یہ احد احد ہی نجات دلائے گا''۔ اسی طرح ایک دفعہ بلال کو اذیتیں دی جا رہی تھیں اور وہ احد احد کا ورد کر رہے تھے کہ وہاں سے ورقہ بن نوفل گزرے تو انہوں نے یہ دیکھ کر کہا کہ ''ہاں خدا کی قسم اے بلال! اللہ ایک ہی ہے''۔ اس کے بعد وقعہ، امیہ بن خلف کے پاس آئے اور اس سے کہا کہ ''خدا کی قسم! اگر تم نے اس کو اسی طرح مار ڈالا تو میں اس کی قبر کو زیارت گاہ بناؤں گا کیوں کہ وہ جنتیوں میں سے ہے''۔ (ایضاً)

قریش کی طرف سے ایذا رسانی کا سلسلہ

قریش کی مسلسل نمائندگیوں کے باوجود جب حضرت ابو طالب، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حمایت اور نصرت سے دست بردار نہ ہوئے تو قریش نے اپنے اپنے قبیلوں کے ان افراد کے خلاف جنھوں نے اسلام لایا تھا ایذائیں دینے کی شرارتیں کرنے لگے۔ ادھر حضرت ابو طالب نے بھی سارے بنی ہاشم کو اس بات پر راضی کر لیا کہ رسول اللہؐ کی حفاظت کرنے اور آپ کے واسطے سینہ سپر ہو جائیں۔ سوائے ابو لہب کے وہ سب اس بات پر متحد ہو گئے۔ سردار ابو طالب نے اپنے قبیلہ کی اس ضمن میں خوب ستائش کی۔ (ابن ہشام جلد ۱، باب ۴۴)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عادت کریمہ تھی کہ حضورؐ لوگوں کے اجتماعات میں تشریف لے جاتے اور انہیں اسلام کی دعوت دیتے لیکن ابو لہب حضورؐ کے پس پشت لوگوں کو باز رکھنے کی کوشش کیا کرتا۔ قریش کے تمام معاندین طرح طرح سے ایذا دہی، اہانت اور زیادتیوں پر اتر آئے یہاں تک کہ کوئی موقع و محل ظلم و تشدد کے لئے نہ چھوڑا حضورؐ نے کفار کی اذیتوں اور گستاخیوں پر ہر طرح صبر فرمایا۔ قریش نے

کمزور اور ناتواں صحابہ کرام پر بھی جبر و ستم کے پہاڑ توڑے تا کہ وہ اسلام سے برگشتہ ہو جائیں۔حضرت بلال، حضرت عمار بن یاسر، ابوفکیہہ، خباب بن ارت اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر قریش کے مظالم سے در و دیوار لرزا ٹھتے لیکن ہر امتحان میں یہ بزرگ سرخرو رہے۔ (مدارج النبوۃ جلد دوم)

حضرت خباب ؓ اپنے متعلق روایت بیان کرتے ہیں کہ اسلام قبول کرنے کی سزا میں ایک روز میرے لئے آگ دھکائی گئی اور پھر وہ آگ میری کمر پر رکھ دی گئی اور پھر اسے اس وقت تک نہیں ہٹایا گیا جب تک کہ وہ میری کمر کی چربی سے ہی نہیں بجھ گئی۔ (سیرت حلبیہ)

حضرت عمار بن یاسر ؓ اور ان کے والدین جب ایمان لے آئے تو قریش بالخصوص ابوجہل نے ان پر جور و ستم کی انتہا کر دی۔ جب کبھی حضور ؐ وہاں سے تشریف لے جاتے تو ان کے لئے دعا فرماتے اور ارشاد فرماتے ''اے آل یاسر! صبر کرو۔ تمہارے واسطے جنت ہے''۔ابوجہل نے اسی دوران حضرت عمار ؓ کی والدہ کو شہید کر دیا۔اسی دور میں حضرت یاسر ؓ بھی شہید ہو گئے۔ (ابن ہشام)

حضرت عمار ؓ کو لوہے کا زرہ پہنا کر چلچلاتی دھوپ میں بٹھا دیا جاتا تھا۔حضرت عمار ؓ کو بھی آگ سے جلا جلا کر تکلیف دی جاتی۔ ایک مرتبہ حضور ؐ وہاں سے تشریف لے جا رہے تھے۔ اس وقت حضرت عمار ؓ کو آگ سے جلا جلا کر ایذائیں پہنچائی جا رہی تھیں۔ رسول اللہ ؐ نے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا ''اے آگ! ٹھنڈک اور سلامتی والی بن جا جیسا کہ تو ابراہیم ؑ کے لئے ہو گئی تھی''۔ (سیرت حلبیہ)

رسول اللہ ؐ نے حضرت عمر ؓ کے اسلام کے لئے دعاء فرمائی تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر بن خطاب ؓ کے ذریعہ اسلام کو تقویت بخشی مسلمانوں کے فرائض مذہبی کی ادائیگی کی صورت حضرت عمر ؓ کے اسلام لانے کے بعد بدل گئی یہاں تک کہ کعبہ میں علانیہ باجماعت نماز ادا کی جانے لگی۔حضرت عبداللہ بن مسعود ؓ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر ؓ اسلام لائے تو قریش سے لڑے یہاں تک کہ کعبہ میں نماز پڑھی اور

ان کے ساتھ ہم لوگوں نے بھی پڑھی۔ (سیرۃ النبیؐ جلد ا)

ایک مرتبہ جب حضور انورؐ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ اکابرین وعمر رسیدہ قریش رسول اللہؐ کے پاس آئے اور کہا کہ اے محمدؐ! آؤ ہم تمہارے خدا کی پرستش کریں جس کی تم پرستش کرتے ہو اور تم ہمارے بتوں کی پرستش کرو جن کی ہم پرستش کرتے ہیں۔ اگر تم حق پر ہو تو تمہارے خدا کی پرستش سے ہم کو فائدہ ہوگا اور اگر ہم حق پر ہیں تو ہمارے بتوں کی پرستش سے تم کو فائدہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی نسبت سورہ کافرون نازل فرمایا۔ (ابن ہشام)

کفار قریش کے حبشہ سے ناکام لوٹنے اور شاہ حبش کا حضرت جعفر ابن ابی طالبؓ اور ان کے ساتھیوں کے ساتھ اکرام، حضرت حمزہؓ و عمرؓ کا اسلام اور روز بروز اسلام کے دائرہ کا وسیع ہونا قریش مکہ کے لئے ناقابل برداشت بن گیا

معجزے کا مطالبہ اور ظہور

فتاوی جلال سیوطی میں ایک روایت ہے کہ ایک دفعہ ابوجہل نے رسول اللہؐ سے کہا ''اے محمدؐ! میرے گھر میں ایک پتھر ہے اگر تم اس میں سے ایک مور پیدا کردو تو میں تم پیر ایمان لے آؤں گا''۔ حضورؐ نے دعا فرمائی۔ اچانک اس پتھر سے عجیب آوازیں آنے لگیں۔ اس کے بعد وہ پتھر پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا اور اس میں سے ایک مور نکلا جس کا سینہ سونے کا تھا، سر زبرجد کا تھا، دونوں پر یاقوت کے تھے اور اس کے پیر ہیرے کے تھے۔ مگر ابوجہل نے اس مور کو دیکھا اور منہ موڑ کر چلا گیا۔ (سیرت حلبیہ)

ایک دفعہ منیٰ کے مقام پر مشرکین جمع ہوئے اور رسول اللہؐ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ''اگر تم

سچے ہو تو ہمیں چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھلاؤ۔ اس طرح کہ ایک ٹکڑا ابو قبیس پہاڑ پر نظر آئے اور دوسرا قعیقعان پہاڑ پر نظر آئے''۔ (ایضاً)

رسول اللہؐ کے ہاتھ یہ معجزہ ظاہر ہوا کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے اور ایک حصہ ابو قبیس پہاڑ کے اوپر نظر آیا اور دوسرا قعیقعان پہاڑ پر نظر آ گیا۔ اس وقت رسول اللہؐ نے مشرکین سے ارشاد فرمایا کہ ''اب گواہی دو۔ اب گواہی دو''۔ قریش بجائے رسول اللہؐ کی نبوت وصداقت پر ایمان لانے کے، کہنے لگے کہ رسول اللہؐ نے تم لوگوں پر یعنی تمہاری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ابو جہل نے یہ معجزہ دیکھ کر کہا کہ ''یہ جادو ہے اس لئے دور دراز کے لوگوں سے معلوم کرو''۔ مکہ آنے والے مسافروں نے اس معجزہ کی تصدیق کی۔ پھر بھی مشرکین اپنی مخالفت پر جمے رہے۔ (ایضاً)

بنی ہاشم کا مقاطعہ

قریش کی ہر سازش اور ہر چال ناکام ہو گئی تو انہوں نے متفقہ طور پر ایک تحریری معاہدہ لکھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور بنی ہاشم اور ان کے سارے حامیوں سے تمام تعلقات قطع کر لیں۔ بنی ہاشم سے میل جول، راہ ورسم اور نکاح وغیرہ سب ختم کر دیئے جائیں ایسی ایک تحریر اندرون کعبہ بھی آویزاں کر دی گئی۔ حضرت ابو طالب نے شعب ابی طالب میں پناہ لی بنو ہاشم اور بنو عبد المطلب سب نے آپ کا ساتھ دیا صرف ابولہب الگ رہا اور وہ قریش کی طرف تھا باقی تمام ہاشمی ومطلبی مومن وغیر مومن سب ایمان یا خاندانی تعلق کی بناء پر تین سال تک سخت تکالیف برداشت کرتے رہے اور محصور رہے۔

(سیرۃ المصطفیٰؐ بحوالہ ابن سعد)

سیرت حلبیہ میں یہ الفاظ ملتے ہیں کہ ”نہ بنی ہاشم کی لڑکیوں کو بیاہ کر لاؤ اور نہ اپنی لڑکیوں کی ان کے یہاں شادی کرو، نہ ان کو کوئی چیز فروخت کرو اور نہ ان سے کوئی چیز خرید و اور نہ ان کی طرف سے کوئی صلح قبول کرو جب تک کہ بنی ہاشم کے لوگ (حضرت) محمدؐ کو قتل کرنے کے لئے قریش کے حوالے نہ کر دیں“۔

ابن ہشام میں ہیں کہ جو اس عہد نامہ کا کاتب تھا اس کی انگلیاں شل ہو گئی۔ ابن اسحٰق کہتے ہیں کہ جب قریش نے یہ عہد نامہ مکمل کیا تب ابو طالب نے ایک قصیدہ کہا جس میں حضورؐ کی نبوت کا ثبوت دیا اور قریش کو حضورؐ کی عداوت سے باز رہنے کی ترغیب دی اور بنی ہاشم کی بہادری کا ذکر کیا۔

بخاری میں ہے کہ اس گھاٹی (شعب ابو طالب) میں بنو ہاشم نے بڑا سخت وقت گزارا۔ قریش کے بائیکاٹ کی وجہ سے ان کو کھانے پینے کی کوئی چیز نہیں ملتی تھی۔ افراد خاندان بھوک سے بے حال ہو کر گھاس پھونس اور درختوں کے پتے کھا کھا کر گزارہ کرنے لگے۔ علامہ سہیلی نے لکھا ہے کہ جب بھی مکہ میں باہر سے کوئی قافلہ آتا تو بنو ہاشم فوراً ان کے پاس پہنچتے تا کہ ان سے کھانے پینے کا کچھ سامان خرید لیں۔ مگر جب بھی ایسا ہوتا تو فوراً قریش وہاں پہنچ جاتے اور قافلہ سے کہتے کہ ”لوگو! بنو ہاشم اگر کوئی چیز تم سے خریدنا چاہیں تو اس کے دام اتنے بڑھا دو کہ وہ تم سے کچھ نہ خرید سکیں“۔ چنانچہ وہ تاجر اپنے مال کی اتنی قیمت بتلاتے کہ بنو ہاشم مایوس ہو کر اپنے اہل وعیال کے پاس واپس آ جاتے جو بھوک سے بیتاب ہو کر ان کا انتظار کر رہے ہوتے اور جب ان کو خالی ہاتھ دیکھتے تو سب کے سب صبر کرتے۔ (سیرت حلبیہ)

سیرت حلبیہ میں لکھ ہے کہ اسی دوران حضرت ابو طالب کی رسول اللہؐ کے سلسلہ میں احتیاط اور فکر کا یہ حال تھا کہ ہر رات وہ رسول اللہؐ کو آپ کے بستر پر سونے کے لئے لٹا آتے اور پھر رات دیر گئے جب سب لوگ سو جاتے تو وہ حضورؐ کو جگا کر اپنے بیٹوں میں سے کسی کو حضورؐ کے بستر پر آپ کی جگہ لٹا دیتے تا کہ

کہیں کوئی دشمن چپکے سے حضورؐ پر حملہ یا اغوا کرنے آئے تو حضورؐ سلامت رہیں اور ان کا کوئی بیٹا حضورؐ پر قربان ہو جائے۔

دوران مقاطعہ قریش میں سے ہشام بن عمرو اور ابوالبختری کے نام ملتے ہیں جنھوں نے بنو ہاشم کو مدد کرنے کی کوشش کی۔ایک واقعہ یہ ملتا ہے کہ حضرت ام المومنین بی بی سیدہ خدیجہؓ کے غلام جو اپنے سر پر گیہوں لئے ہوئے جا رہے تھے، ابوجہل نے روک لیا اور کہا کہ میں یہ گیہوں کو بنو ہاشم تک ہرگز پہنچنے نہ دوں گا۔تب ابوالبختری، جو وہاں سے گزر رہے تھے کہا کہ وہ اپنے مالک کے گیہوں لے جا رہا ہے، اس کو روکنا مناسب نہیں۔ جب ابوجہل اپنی بات پر اڑ گیا تب ابوالبختری نے ابوجہل کو ضرب لگائی اور غلام کو جانے دیا۔ ہشام بن عمرو کے بارے میں ملتا ہے کہ انہیں بنو ہاشم سے بہت محبت تھی اور اس نے ممکنہ حد تک بنو ہاشم کی مدد کی کوشش کی۔

عام الحزن۔سانحات و واقعات

بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے خلاف کئے گئے معاہدہ پر عمل آوری کا سلسلہ جاری تھا۔سراسر زیادتی اور بے رحمی پر مبنی اس معاہدہ کو توڑنے کے لئے قریش ہی میں سے چند افراد اٹھ کھڑے ہوئے۔ ہشام بن عمرو نے اس سلسلہ میں پہل کی وہ ممکنہ طریقوں سے شعب ابی طالب میں محصور بنی ہاشم اور بنی عبد المطلب تک غلہ، کپڑا اور خانہ داری کے دیگر ضروری اشیاء پہنچا دیتے۔

انہوں نے بعد ازاں زبیر بن ابی امیہ (یہ عاتکہ بنت عبدالمطلب کے فرزند تھے) سے مل کر کہا کہ ”کیا تم اس حالت پر خوش ہو کہ تم کھانا کھاؤ کپڑے پہنو، عورتوں کو نکاح میں لاؤ اور تمہارے ماموں کے

ہاتھ نہ کوئی چیز بیچی جاتی ہے اور نہ ان سے کچھ خریدا جاتا ہے؟''۔ زہیر پر اس کا بڑا اثر ہوا بعدازاں مطعم بن عدی، ابوالبختری بن ہشام اور زمعہ بن الاسود بھی موئید ہوگئے اور سب نے مل کر اس نوشتہ معاہدہ کو چاک کرنے کا عہد کیا۔ زہیر نے علی الاعلان بیت اللہ کا طواف کر کے معاہدہ چاک کرنے کے ارادہ کا اظہار کیا ابوجہل کی مخالفت کے باوجود لوگوں نے زہیر ہی کی تائید کی۔ مطعم جب معاہدہ چاک کرنے آگے بڑھے تو دیکھا کہ ''باسمک اللھم'' کے الفاظ کے سواء دیمک نے سارے نوشتہ کو چاٹ لیا ہے۔ اس بات کی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی اپنے چچا حضرت ابوطالب کو اطلاع دے دی تھی جس پر انھوں نے پوچھا کہ کیا آپ کے پروردگار نے آپ کو یہ بات بتائی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا ہاں اس پر حضرت ابوطالب نے کہا کہ واللہ! پھر تم پر کوئی فتح یاب نہیں ہوسکتا۔ معاہدہ کو ختم کرنے والی جماعت غالب آئی اور وہ سب شعب ابی طالب گئے اور بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب سے درخواست کی کہ وہ اپنے اپنے گھروں میں جائے۔ اس طرح تین سال بنو ہاشم پر قریشیوں کے انسانیت سوز مظالم اور بنو ہاشم کے مقاطعہ کا باب بند ہوا۔

یہ صورت حال نبوت کے دسویں سال واقع ہوئی اسی سال حضرت ابوطالب نے وفات پائی کتب سیر میں مروی ہے کہ حضرت ابوطالب نے وفات سے کچھ پہلے بنی عبدالمطلب کو بلایا اور وصیت کی کہ تم سب ہمیشہ نیکی اور بھلائی پر قائم رہنا، اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بات سنو تو ان کی پیروی کرنا اور ان کی نصرت واعانت کرتے رہنا تاکہ تم رشد وفلاح پاؤ۔ مواہب لدنیہ میں ایسی ہی ایک روایت ملتی ہے کہ حضرت ابوطالب نے قریش کو بلا کر حضورؐ کے لئے وصیت کی۔ حضرت ابوطالب کی وفات کے تین یا پانچ روز کے بعد حضرت ام المومنین سیدہ خدیجۃ الکبریٰؓ نے ماہ رمضان میں وفات پائی (ابن سعد میں عبد اللہ بن ثعلبہ سے مروی ہے کہ دونوں کی وفات کے درمیان ایک ماہ پانچ دن کا فرق تھا) ان کی اقامت

حضور اکرمؐ کے پاس پچیس سال رہی۔

حضور انورؐ اس سال کو "عام الحزن" یعنی غم کا سال فرمایا کرتے۔ حضورؐ ان دونوں محبت کرنے والی اور ہر موقع پر ساتھ دینے والی ہستیوں کے ایک ساتھ اٹھ جانے کی وجہ سے ہر وقت غمگین رہتے یہاں تک کہ آپ اکثر وقت گھر کے اندر ہی رہتے اور بہت کم باہر تشریف لاتے۔

حضرت ام المومنین سیدہ خدیجہؓ کی وفات کے بعد حضرت بی بی سودہؓ اور حضرت بی بی عائشہ صدیقہؓ ام المومنین بنیں۔ (مدارج النبوۃ جلد ۱)

اب قریش نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو زیادہ ستانا شروع کیا۔ اس سلسلہ میں بہت سارے تکلیف دہ اور روح فرسا واقعات ہیں لیکن ان تمام باتوں کے باوصف حضور رحمۃ للعلمینؐ صبر و تحمل فرمایا کرتے۔ ایک مرتبہ حضرت سیدہ بی بی فاطمہ زہراؓ سے جب کہ وہ بے حد رنجیدہ و متاثر تھیں حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ "تمہارے والد کی حفاظت اللہ خود فرمائے گا۔"

حضرت طفیلؓ دوسی کا قبول اسلام

رسول اللہؐ اپنی قوم سے بے انتہا تکلیفیں اٹھانے کے باوجود اُن کی نصیحت اور ہدایت کے خواہاں رہتے تھے اور ادھر قریش کا یہ قاعدہ تھا کہ وہ ہر ایک آنے والے کو جو مکہ میں آتا، رسول اللہؐ کی طرف سے اس قدر بہکاتے تھے کہ وہ رسول اللہؐ کے پاس نہ اتا اور نہ قرآن سنتا۔

سیرت النبیؐ ابن ہشام میں حضرت طفیلؓ کے قبول اسلام کا واقعہ درج ہے۔ حضرت طفیلؓ فرماتے ہیں کہ جب میں مکہ میں آیا تو قریش کے بہت سے لوگ میرے پاس آئے اور کہنے لگے اے طفیل! تم

ہمارے شہر میں آئے ہو اور یہاں ایک ایسا شخص پیدا ہوا ہے جس نے ہم کو پریشان کر دیا ہے۔ اس کی باتیں جادو سا اثر رکھتی ہے۔ ہماری جماعت کو متفرق کر دی ہے۔ ہم کو تمہاری اور تمہاری قوم کی نسبت اندیشہ ہے کہ کہیں تم میں تفرق نہ ڈال دے اس وجہ سے تم کو کہتے ہیں کہ تم اس شخص کی باتیں نہ سننا۔

طفیل کہتے ہیں کہ مجھ کو قریش نے اس قدر ڈرایا کہ میں نے اپنے کانوں میں روئی رکھ لی اس خوف سے کہ شاید کہیں حضورؐ مل جائیں تو میں آپ کی کوئی بات نہ سنوں۔ ایک مرتبہ میں نے رسول اللہؐ کو کعبہ کے قریب نماز میں مشغول دیکھا اور تلاوت سننے کی سعادت حاصل کی۔ مجھے وہ کلام بہت اچھا لگا جس سے روح کو تر و تازگی ملی اور خود بہ خود قلب اس کی طرف کشش کر گیا۔ میں نے قریش کی باتیوں کی پرواہ نہ کی اور حضورؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور قرآن سنا اور حضورؐ سے احکام اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کئے اور ایمان لے آیا۔ طفیلؓ نے حضورؐ سے عرض کیا کہ میں اپنی قوم کا سردار ہوں اور لوگ میری اطاعت کرتے ہیں۔ میں ان کے پاس جاتا ہوں اور اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔ آپ اللہ سے دعا فرمائے کہ اللہ میرے لئے کوئے ایسی نشانی دے جو میری دعوت کی مددگار ہو۔ چنانچہ حضورؐ نے ان کے لئے دعا فرمائی۔ جب طفیلؓ رخصت ہوئے اور اپنی قوم کی طرف نکلے تو راستے میں ان کی پیشانی چراغ کی طرح روشن ہوگئی۔ پھر وہ روشنی ان کے کوڑے کے سرے پر منتقل ہوگئی اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا تازیانہ میں قندیل معلق ہے۔ حضرت طفیلؓ کے اہل خانہ نے بہت جلد اسلام قبول کر لیا لیکن ان کی قوم نے تامل کیا۔ وہ دوران بدر، احد اور خندق اپنی قوم میں تبلیغ دین میں منہمک رہے اور غزوات میں حصہ نہ لے سکے۔ آخر جب وہ مدینہ پہنچے تو ان کے ساتھ ان کی قوم کے ۸۰ گھر تھے جو ان کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے۔ وہ غزوہ خیبر کا زمانہ تھا۔ حضورؐ نے ان سب کو غنیمت میں سے حصہ عطا فرمایا۔ (ابن ہشام)

ایک اور شخص اعشیٰ بن قیس اپنے شہر سے اسلام لانے کے ارادہ سے چلا اور حضورؐ کی شان میں قصیدہ

بھی کہا۔ جب یہ مکہ کے قریب پہنچا تو بعض مشرکین اس کو ملے اور جب ان کو اعشیٰ سے پتہ چلا کہ وہ اسلام لانے جارہا ہے تو کہا کہ (حضرت) محمدؐ شراب کو حرام کہتے ہیں۔ اعشیٰ نے کہا واللہ شراب سے دل کے اندر بیماریاں ہیں مگر اب میں واپس چلا جاتا ہوں۔ سال بھر خوب شراب پی کر سیر ہو جاؤں گا تو آئندہ سال آ کر مسلمان ہوں گا۔ پھر اسی سال میں اعشیٰ کا انتقال ہو گیا اور وہ مسلمان نہ بن سکا۔ (ایضاً)

حضورؐ کے رعب سے ابوجہل کا کانپ اٹھنا

ابن ہشام میں لکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک سوداگر اونٹوں کا گلہ لے کر مکہ میں فروخت کرنے کے لئے آیا۔ ابوجہل نے بھی اس سے چند اونٹ خریدے لیکن قیمت ادا نہ کی۔ وہ سوداگر خانہ کعبہ کے پاس آیا اور قریش سے کہنے لگا کہ کوئی ایسا شخص ہے جو ابوجہل سے مجھ کو دام دلوا دے۔ قریش نے اس سوداگر کو حضورؐ کی طرف بھیجا۔ وہ لوگ ابوجہل کی حضورؐ سے دشمنی سے واقف تھے اور چاہتے تھے کہ اب کوئی واقعہ ہو جس میں حضورؐ کو پریشانی کا سامنا ہو۔

حب وہ شخص حضورؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اپنی عرضی پیش کی تو رسول اللہؐ نے اس سوداگر کو لے کر ابوجہل کے گھر تشریف لے گئے۔ قریش نے بھی اپنے ایک آدمی کو پیچھے روانہ کیا اور کہا کہ دیکھ یہ کیا کرتے ہیں۔ حضورؐ کے دستک دینے پر ابوجہل فوراً باہر آیا۔ حضورؐ نے ابوجہل کو حکم دیا کہ ''اس سوداگر کے دام دے دے''۔ ابوجہل کا چہرہ حوف کے مارے زرد ہو رہا تھا اور بدن کانپ رہا تھا۔ اس نے عرض کیا کہ آپ ٹھہریئے میں ابھی اس کے دام لاتا ہوں اور اُسی وقت گھر میں سے دام لا کر اُس سوداگر کے حوالے کر دیا۔ جب قریش کو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو وہ بہت مایوس ہوئے۔ ابوجہل سے پوچھا کہ تو نے

ایسا کیوں کیا؟ ابوجہل نے کہا کہ اس میں میری کوئی غلطی نہیں ہے۔ میں تو مجبور تھا۔ جب میرے کان میں (حضرت) محمدؐ کی آواز آئی تو ان کا رُعب مجھ پر اس قدر غالب ہوا کہ میں فوراً باہر نکل آیا۔ باہر میں نے دیکھا کہ ان (حضورؐ) کے ساتھ ایک نہایت ہیبت ناک نر اونٹ کھڑا ہے۔ اگر میں اس وقت ان کی اطاعت نہ کرتا تو وہ اونٹ میرا ایک لقمہ ہی کر جاتا۔

رکانہ بن عبد یزید کا واقعہ

رکانہ بن عبد یزید قریش کا قوی ترین شخص تھا۔ وہ ایک روز مکہ کی ایک گھاٹی میں رسول اللہؐ سے تنہا ملا تو رسول اللہؐ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ ''اے رکانہ! کیا تو اللہ سے ڈرتا نہیں اور جس طرف میں تجھ کو بلاتا ہوں اس کو قبول نہیں کرتا؟'' رکانہ نے رسول اللہؐ سے کشتی میں پچھاڑے جانے کو ایمان لانے کی شرط رکھی۔ کشتی میں جوں ہی رسول اللہؐ نے رکانہ کو پکڑا وہ زمین پر گر پڑا اور بے بس ہو گیا۔ یہ معاملہ دو مرتبہ ہوا۔ رکانہ بہت حیرت زدہ رہ گیا۔ تب رسول اللہؐ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ میں تجھے اس سے بھی زیادہ عجیب بات بتاتا ہوں اس شرط پہ کہ تو اللہ سے ڈرے اور میرا حکم مانے۔ (ابن ہشام)

رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ دیکھ وہ جو درخت دور کھڑا ہے وہ تیرے پاس آجائے گا۔ پھر حضورؐ نے اس درخت کو بلایا۔ فوراً وہ درخت رسول اللہؐ کے پاس آ گیا۔ پھر حضورؐ نے اس کو حکم دیا کہ اپنی جگہ پر چلا جا۔ وہ فوراً اسی جگہ چلا گیا جہاں پہلے قائم تھا۔ رکانہ یہ حال دیکھ کر اپنی قوم کے پاس گیا اور کہا کہ (حضرت) محمدؐ کے مقابلہ کے واسطے جادوگر تلاش کرو۔ قسم ہے خدا کی میں نے ایسا منظر کبھی نہیں دیکھا۔ پھر سارا قصہ بیان کیا جو کچھ حضورؐ نے اس کو دکھایا تھا۔ (ابن ہشام)

حبشہ کے نصرانیوں کا قبول اسلام

ابن ہشام میں لکھا ہے کہ رسول اللہؐ کی خدمت اقدس میں بیس کے قریب نصاریٰ ملک حبش سے آئے۔ وہ لوگ حضورؐ کی خبر سن کر محض رسول اللہؐ کو دیکھنے کو آئے اور جس وقت یہ آئے رسول اللہؐ اس وقت مسجد حرام میں تشریف فرما تھے۔ رسول اللہؐ سے انہوں نے چند سوالات کئے اور قریش اپنی اپنی جگہوں سے بیٹھے ہوئے تماشا دیکھ رہے تھے۔ جب یہ نصاریٰ سوالات سے فارغ ہوئے تو رسول اللہؐ نے ان کو دعوت اسلام دی اور قرآن پڑھ کر سنایا۔ جب نصرانیوں نے سنا تو بے اختیار ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ پھر یہ لوگ حضورؐ کی دعوت کو قبول کر کے دائرہ اسلام میں داخل ہوئے۔ وہ لوگ رسول اللہؐ کو اُن اوصاف کے مطابق پایا جو ان کی کتاب میں مذکور تھے۔

پھر جب وہ لوگ مسلمان ہو کر چلے تو ابوجہل اور قریش کے چند لوگ ان کے پاس آئے اور انھیں برا بھلا کہنے لگے اور کہا تم لوگ بڑے بے وقوف ہو تمہاری قوم نے تم کو اس شخص کی خبر دریافت کرنے بھیجا تھا تم نے اس کا دین اختیار کر لیا اور اس کی تصدیق کی۔ انہوں نے کہا ''سلام علیکم ہم تم سے جہالت نہیں کرتے۔ ہمارے واسطے ہمارے کام ہیں اور تمہارے واسطے تمہارے کام ہیں''۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیات ان ہی لوگوں کی شان میں نازل ہوئی اور بعض کہتے ہیں کہ یہ نجاشی کے متعلق ہے۔

''جن لوگوں کو ہم نے قرآن سے پہلے کتاب دی ہے وہ اس کے ساتھ ایمان لاتے ہیں۔ اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ ہم اس کے ساتھ ایمان لائے ہیں، بیشک یہ ہمارے پروردگار

کے پاس سے حق ہے اور ہم اس کے پہلے سے مسلمان ہیں"۔ (ق۔ ۵۲/۲۸، ۵۳)

"اور جب جاہل ان سے جھگڑتے ہیں تو وہ کہتے ہیں سلام علیکم ہم جاہلوں سے بات کرنا نہیں چاہتے"۔ (ق۔ ۵۵/۲۸)

(ابن ہشام ج ۱)

سفر طائف

چند دنوں بعد رسول اللہؐ مکہ سے نکلے اور طائف کی طرف دعوت حق کے لئے سفر فرمایا اس سفر میں حضرت زید بن حارثہؓ ساتھ تھے اثناء راہ جتنے قبائل تھے ان سبھوں کو ایمان کی طرف بلایا۔ طائف میں بنو ثقیف آباد تھے۔ جن کے سرداروں کو حضورؐ نے اسلام کی دعوت دی یہ تین بھائی تھے عبد یالیل، مسعود اور حبیب ان تینوں نے نہ صرف یہ کہ انکار کیا بلکہ اپنے ملازموں اور اشرار کو حضورؐ کے ساتھ زیادتی پر مامور کیا چنانچہ جب حضورؐ وعظ فرماتے تو یہ بدبخت پتھر پھینکا کرتے انہوں نے اتنی بربریت کی کہ جسم اقدس لہو لہان ہو گیا ایک بار حد سے بڑھ کر شرارتیں اور گستاخیاں کیں کہ حضورؐ بے حد رنجیدہ خاطر ہو گئے۔ عتبہ وشیبہ فرزندان ربیعہ نے اپنے غلام عداس کو حضور انورؐ کی خدمت کے لئے بھیجا اس نے اپنے مالکین کے بھیجے ہوئے انگور پیش کئے اور جب اسے پتہ چلا کہ آپ نبی ہیں تو بے حد تعظیم وتکریم کی۔ طائف والوں کے شدائد اور مظالم کے باوجود حضورؐ نے ان کے لئے بددعا نہیں فرمائی بلکہ اس امید ویقین کا اظہار فرمایا کہ ان کی آئندہ نسلیں ایمان لانے والی ہوگی۔ (رحمۃ للعلمین جلد ۱)

ابن ہشام میں لکھا ہے کہ رسول اللہؐ نے انگور تناول کرنے سے پہلے "بسم اللہ" کہا۔ یہ سن کر عداس

نے کہا کہ یہ بات تو ایسی ہے کہ یہاں کی بستیوں کے لوگ نہیں کہا کرتے۔ رسول اللہؐ کے دریافت کرنے پر عداس نے اپنے کو نینوا کا باشندہ بتایا۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ یونسؑ کی بستی ہے۔ عداس کے پوچھنے پر رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''یونس میرے بھائی نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں''۔ عداس بہت متاثر ہوا اور رسول اللہؐ کا سر، ہاتھ اور پیر چومنے لگا۔ ربیعہ کے بیٹے جب دور سے یہ منظر دیکھ رہے تھے تو انہیں بہت غصہ آیا۔ عداس کو بلایا اور پوچھا کہ تو ان (رسول اللہؐ) کے ہاتھ پیر کیوں چوم رہا ہے؟ عداس نے جواب دیا کہ اے میرے سردار! زمین پر کوئی چیز ان سے بہتر نہیں ہے۔ انھوں نے مجھے ایسی بات بتلائی ہے جسے نبی کے سوا کوئی اور نہیں جانتا۔

ایک مقام پر حضرت جبرئیلؑ بارگاہ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ''اللہ تعالیٰ نے بنوثقیف کے بدترین سلوک کو دیکھا ہے اور مجھے پہاڑوں کے نگران فرشتے کے ساتھ آپ کے پاس بھیجا گیا ہے۔ آپ بنی ثقیف کے بارے میں جو چاہیں اس فرشتے کو حکم فرمائیں''۔ ان پہاڑوں کے فرشتے نے حضورؐ سے عرض کیا کہ ''اگر آپ چاہیں تو میں ان پہاڑوں کے درمیان اس قوم کو کچل ڈالوں''۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''نہیں! میری آرزو ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی اولاد میں ضرور ایسے لوگ پیدا فرمائے گا جو اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ شرک نہیں کریں گے''۔ اس پر پہاڑوں کے فرشتے نے حضورؐ سے عرض کی کہ ''جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نام دیا ہے آپ حقیقت میں رءوف ورحیم ہیں''۔

(سیرت حلبیہ)

طائف سے واپسی کے دوران حضورؐ نے چند روز نخلہ میں قیام فرمایا۔ یہاں پر ایک مرتبہ رات میں حضورؐ نماز پڑھنے لگے تو رسول اللہؐ کے پاس سے جنوں کی ایک جماعت گزری۔ وہ حضورؐ کی تلاوت سنتے رہے اور جب نماز ختم ہوئی تو وہ سات جن ایمان لے آئے اور اپنی قوم کی طرف واپس ہوئے اور ان کو

اللہ سے ڈرایا۔ قرآن پاک میں اس کا ذکر ملتا ہے

ترجمہ ”(اے نبیؐ!) اس وقت کو یاد کرو جب کہ ہم نے آپ کی جانب جنوں کی ایک جماعت کو مائل کر دیا کہ وہ قرآن سن رہے تھے، اور جب وہ پاس آئے تو (آپس میں) کہنے لگے کہ خاموش رہو، جب (تلاوت) تمام ہوئی تو اپنی برادری میں واپس گئے کہ (ان کو) نصیحت کریں“۔ (ق۔ ۲۹/۴۶)

مکہ میں داخلہ کے وقت رسول اللہؐ نے مطعم بن عدی کے پاس کہلا بھیجا کہ ”میں تمہارے پڑوس میں داخل ہو سکتا ہوں؟“ انہوں نے کہا ”جی ہاں“ فوراً اپنے لڑکوں کو بلایا اور کہا کہ ہتھیار پہن کر بیت اللہ کی دیواروں کے پاس رہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ حضرت زید بن حارثہؓ تھے حضورؐ مسجد حرام پہنچ گئے۔ رسول اللہؐ حجر اسود تک گئے اسے بوسہ دیا اور دو رکعت نماز پڑھ کر کاشانہ اقدس واپس آئے مطعم بن عدی اور ان کے لڑکے حضورؐ کے گرد حلقہ کئے ہوئے تھے۔ (طبقات کبیر ج ا)

واقعہ معراج۔ فرضیت نماز پنجگانہ

طائف سے واپسی کے بعد حق جل وعلا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور مسجد اقصیٰ سے سبع سماوات تک اسی جسم اور روح کے ساتھ بحالت بیداری ایک ہی شب میں سیر کرائی جس کو ”اسراء و معراج“ سے موسوم کیا جاتا ہے علما سیر کا اس میں اختلاف ہے کس سال حضورؐ کو معراج ہوئی اس بارے میں دس اقوال منقول ہیں۔ (فتح الباری بحوالہ سیرت المصطفیٰ)

علامہ سلیمان منصور پوری نے لکھا ہے کہ ”۲۷/رجب سنہ ۱۰ نبوت کو معراج ہوئی۔“ (۲۶ اور ۲۷ رجب کی درمیانی شب) (رحمۃ للعلمین جلد ا صفحہ ۷۰)

واقعہ معراج معجزہ ہے اور معجزہ براہ راست اللہ کا فعل ہوتا ہے اس کا مقصود رسالت کی تائید اور

صادقین ومومنین کی حمایت وبرکات ہے سورہ اسراء میں مسجد حرام سے مسجد اقصی تک رات کے تھوڑے سے حصہ میں لے جانے کا ذکر ہے۔ سورہ نجم میں مصرحہ تفصیلات منتہائے معراج کا بیان ہے۔ علماء کا ارشاد ہے کہ ان دونوں سورتوں سے واقعہ معراج کی تطبیق ہوتی ہے واقعہ اسراء ومعراج اللہ تعالی کی شان سبوحیت کی دلیل اور قدرت کاملہ کا مظہر عظیم کرشمہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت خاصہ کا آئینہ دار، رسالت عامہ کا شاہد اور عظمت ورفعت کا ترجمان معجزہ ہے۔ قرآن مجید نے کائنات میں رونما ہونے والے اس نادر، بے مثل اور منفرد واقعہ کو بیان فرمایا ہے۔

"(ہر عیب سے) پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں مسجد حرام سے مسجد اقصی تک، بابرکت بنایا ہم نے جس کے گردونواح کو، تاکہ ہم دکھائیں اپنے بندے کو اپنی قدرت کی نشانیاں، بے شک وہی ہے سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا۔

(ق/سورہ ۱۷، آیت ۱ ترجمہ ضیاء القرآن)

اصطلاح دین میں مسجد حرام سے مسجد اقصی تک سیر کو "اسراء" اور وہاں سے عروج وکمال سیر سماوات، مراحل سدرہ اور بارگاہ قدس تک رسائی کو "معراج" سے موسوم کیا جاتا ہے۔ سورہ بنی اسرائیل کی پہلی آیت میں اسراء اور سورۃ النجم کی چند آیات میں معراج سے متعلق حقائق ومعارف ارشاد ہوئے ہیں۔

"پھر اس جلوے نے قصد فرمایا اور وہ آسمان بریں کے سب سے بلند کنارہ پر تھا، پھر وہ جلوہ نزدیک ہوا پھر خوب اتر آیا، تو اس جلوے اور اس محبوب میں دو ہاتھ کا فاصلہ رہا، بلکہ اس سے بھی کم، اب وحی فرمائی اپنے بندے کو جو کچھ وحی فرمانا تھا، جو کچھ اس نے دیکھا دل نے جھوٹ نہ سمجھا، کیا تم اس سے جھگڑتے ہو ان کے دیکھے ہوئے پر، اور انہوں نے وہ جلوہ دوبارہ دیکھا سدرۃ المنتہی کے پاس، اس کے پاس جنت الماوی ہے، اس وقت چھا رہی تھی عجیب کیفیت سدرہ پر، آنکھ نہ کسی طرف ہٹی نہ حد سے آگے

بڑھی، بے شبہ اس دیکھنے والے نے اپنے رب کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں۔

(ق/سورہ ۵۳/۶ تا ۱۸، ترجمہ کنز الایمان)

کتب احادیث میں صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد سے واقعہ معراج کی تفصیلات منقول ہیں البتہ بعض خصوصیات کے لحاظ سے روایات مختلف ہیں معراج کے موقع پر تین عطیے مرحمت ہوئے نماز پنجگانہ، سورہ بقرہ کی آخری آیات اور مومنین کے لئے نوید مغفرت۔ معراج کے واقعہ کے بعد صبح جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے سارے واقعات بیان فرمائے تو تمام مسلمانوں میں مسرت کی لہر دوڑ گئی اور سبھوں نے تصدیق کی ان میں اولیت کا شرف حضرت ابوبکرؓ کو حاصل ہوا اسی بناء پر ان کا لقب صدیق اکبر ہوا۔ کفار و مشرکین نے حسب توقع انکار کیا اور خوب شور مچایا اس واقعہ نے منافقین کے نفاق کو بھی ظاہر کر دیا۔ سلف و خلف علماء کرام کی اکثریت حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی معراج شریف کو حالت بیداری میں جسد اطہر کے ساتھ مانتی ہے۔ انعامات معراج میں نماز پنجگانہ کی فرضیت کو خصوصیت حاصل ہے اگر چہ کہ پچاس وقت کی نمازیں فرض ہوئی تھیں لیکن حضور پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عرضداشت پر اللہ تعالی نے اپنے کرم سے تخفیف کر دی اور یہ نوید بھی سنادی کہ" اے محبوب! تمہاری امت صورت ادا میں پانچ وقت اس فرض کو بجالائے گی مگر ہماری بارگاہ سے پچاس وقت کا اجر و ثواب پائے گی۔ اس ضمن میں بخاری شریف، کتاب الصلوۃ میں حدیث صلوۃ کے یہ الفاظ ہیں

(ترجمہ) اللہ تعالی نے فرمایا کہ" اچھا (اب) یہ پانچ رکھی جاتی ہیں اور یہ درحقیقت باعتبار ثواب کے پچاس ہیں میرے ہاں بات بدلی نہیں جاتی"۔

معراج سے واپسی کے بعد حبس شمس کا معجزہ رونما ہوا۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ شب معراج میں نے قریش کے قافلہ کو راہ میں دیکھا اور یہ نشانی بھی بتائی کہ ان کا ایک اونٹ بھاگ گیا تھا اور قافلہ

کے کچھ لوگ اس کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ قریش کے پوچھنے پر حضورؐ نے بتایا کہ قافلہ بدھ کے دن مکہ پہنچے گا۔ بدھ کے دن قریش قافلہ کا انتظار کرنے لگے یہاں تک کہ دن تمام ہونے لگا۔ حضورؐ کی دعا پر حق تعالیٰ نے سورج کو غروب ہونے سے ایک گھنٹہ کے لئے روک لیا۔ قافلہ پہنچ گیا اور بعد میں سورج غروب ہوا۔ (مدارج النبوہ، خصائص الکبریٰ)

ابوسفیان نے مسلمان ہونے سے پہلے قیصر روم سے حضورؐ کے نامہ مبارک کے پہنچنے پر جو گفتگو کی تھی اور جس میں انہوں نے اپنے خیال میں حضورؐ کا مرتبہ کم کر کے دکھانے کی کوشش کی تھی اس میں ہے کہ انہوں نے شاہ قیصر سے کہا کہ ''جہاں پناہ! اجازت ہو تو میں آپ کو اس شخص (رسول اللہؐ) کے متعلق ایسی بات بتلاؤں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جھوٹ بھی بولتے ہیں؟'' بادشاہ نے اجازت دی تو ابوسفیان نے کہا کہ ''وہ کہتے ہیں کہ وہ ہمارے سرزمین حرم سے چل کر تمہاری مسجد یعنی بیت المقدس پہنچے اور پھر ایک ہی رات میں وہاں سے واپس بھی آ گئے''۔ اس پر ایک مذہبی عالم نے کہا کہ ''میں اس رات کو جانتا ہوں''۔ بادشاہ نے پوچھا تمہیں کیسے معلوم ہوا تو اس عالم نے اپنا واقعہ بیان کیا کہ ''میری عادت تھی کہ میں مسجد اقصیٰ کے دروازے بند کئے بغیر رات کو کبھی نہیں سوتا تھا۔ جب وہ رات (شب معراج) آئی تو میں نے تمام دروازے بند کئے مگر ایک دروازہ کوشش کے باوجود مجھ سے بند نہ ہو سکا۔ میں نے خادموں کی مدد لی لیکن ناکام رہا۔ چنانچہ وہ دروازہ کھلا چھوڑا گیا۔ صبح کو میں پھر اس دروازے پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دروازے کے سامنے جو پتھر تھا وہ سرکا ہوا ہے۔ ادھر میں نے دیکھا کہ اس میں ایسے نشانات ہیں جیسے وہاں کوئی جانور (براق) باندھا گیا ہو۔ اور میں نے دیکھا کہ دروازہ کے بند ہونے میں اب کوئی رکاوٹ نہیں تھی۔ اس سے میں سمجھ گیا کہ دروازہ بند نہ ہونے کی وجہ وہ تھی جو میں قدیم مذہبی کتابوں میں پڑھ چکا ہوں کہ ایک نبی بیت المقدس سے آسمانوں کی طرف معراج کریں گے''۔ (سیرت حلبیہ)

یہ بھی واضح رہے کہ اس روایت میں مسجد کے ایک دروازے کا بند نہ ہوسکنا بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی تھی ورنہ ظاہر ہے اگر دروازہ بند ہو جاتا تب بھی رسول اللہؐ کے لئے بند دروازے میں داخل ہونا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔

سلسلہ دعوت و تبلیغ

قریش کی ایذا دہی میں آئے دن اضافہ ہوتا گیا اہل مکہ طرح طرح سے مسلمانوں کو پریشان کیا کرتے تاہم حضور علیہ الصلوۃ والسلام دین برحق کی تبلیغ اور دعوت توحید ورسالت کا پیغام سنایا کرتے۔ لیکن ابولہب تکذیب کیلئے پہنچ جاتا پھر بھی حضورؐ کا یہ مقدس کام رک نہ سکا حضورؐ نے مختلف قبائل کے سامنے اسلام پیش فرمانے کے سلسلے کو موقوف نہیں کیا لوگ ملے جلے انداز سے اپنے خیالات جواباً پیش کرتے بعض نرمی اور ملائمت سے اور بعض سختی اور درشتی سے ملتے۔ وہ نبوت کا گیارہوں سال تھا جب حسب معمول یثرب (مدینہ منورہ کا قدیمی نام) سے خزرج کا ایک قافلہ موسم حج میں زیارت کعبہ کے لئے مکہ پہنچا۔رسول اللہؐ ان کے پاس تشریف لے گئے اور اسلام کی دعوت دی اور قرآن پاک کی تلاوت کی۔ خزرج کے چھ آدمیوں نے ایمان لایا''۔ (مدارج النبوۃ)

جب یہ لوگ مسلمان ہو گئے تو انہوں نے رسول اللہؐ سے عرض کیا کہ ''ہم اپنی قوم یعنی اوس اور خزرج کو اس حال میں چھوڑ کر آرہے ہیں کہ ان کے درمیان زبردست جنگ و جدال ہے۔ہم واپس مدینہ جائیں گے اور وہاں سب لوگوں یعنی دوستوں اور دشمنوں سے ملیں گے ممکن ہے اللہ تعالیٰ ہمارے درمیان اختلافات کو ختم فرمادے اور ہم ان لوگوں کو بھی اسی پیغام کی طرف بلائیں جس کی طرف آپ نے ہمیں بلایا

ہے اور اسی طرح ان سب کو حق تعالیٰ آپ کے نام پر ایک کر دے۔ اگر ان سب لوگوں کا کلمہ آپ کی وجہ سے ایک ہو گیا تو آپ سے زیادہ عزیز اور قابل عزت کون ہو گا''۔ (سیرت حلبیہ)

قبیلہ اوس اور قبیلہ خزرج اصل میں دو سگے بھائیوں کی اولاد تھے۔ ان دونوں بھائیوں کے نام اوس اور خزرج تھے۔ پھر ان دونوں کے درمیان دشمنی ٹھن گئی اور لڑائیوں نے اتنا طویل کھینچا کہ تقریباً ایک سو بیس سال تک ان دو دنوں بھائیوں کی اولاد میں خون خرابہ چلتا رہا۔ (ایضاً)

مدینہ کے یہودیوں کا دستور تھا کہ کہ جب بھی ان کے اور مدینہ کے قبائل کے درمیان کوئی لڑائی ہوتی تو وہ ان سے کہتے کہ ''عنقریب ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے جن کا زمانہ نزدیک آچکا ہے۔ ہم اس نبی کی پیروی کریں گے اور اس کے جھنڈے تلے اس طرح تمہارا قتل عام کریں گے جیسے قوم عاد اور ارم کا ہوا تھا''۔ (ایضاً)

عقبہ کی پہلی اور دوسری بیعت

نبوت کے بارہویں سال (جولائی سنہ ۶۲۱ء) موسم حج میں انصار مدینہ کے بارہ اشخاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے شرف ملاقات کے لئے مکہ مکرمہ حاضر ہوئے اور منیٰ میں عقبہ کے مقام پر حضورؐ کے دست مبارک پر بیعت کی۔ اس وفد میں پانچ تو وہی تھے جو سال گزشتہ مشرف بہ ایمان ہو چکے تھے۔ اور سات نئے تھے۔ ان کے نام علی الترتیب یہ ہیں (۱) حضرت اسعد بن زرارہؓ (۲) حضرت عوف بن الحارثؓ (۳) حضرت رافع بن مالکؓ (۴) حضرت قطبہ بن عامرؓ (۵) حضرت عقبہ بن عامرؓ۔ ان سبھوں کا تعلق خزرج قبیلہ سے تھا۔ نئے حضرات میں (۶) حضرت معاذ بن الحارثؓ (۷) حضرت

ذکوان بن عبد قیسؓ (۸) حضرت عبادۃ بن الصامتؓ (۹) حضرت یزید بن ثعلبہؓ (۱۰) حضرت عباس بن عبادہؓ ہ(۱۱) حضرت ابوالہیثم مالک بن تیہانؓ اور (۱۲) حضرت عویم بن ساعدہؓ۔ان صحابہ کرام کی واپسی کے وقت رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیرؓ کو تعلیم قرآن مجید اور احکام اسلام کی تربیت کے لئے روانہ فرمایا اسی بیعت کو عقبہ اولیٰ سے یاد کیا جاتا ہے۔ (ابن ہشام جلد ۱)

اگلے برس جب کہ نبوت کا تیرہواں سال تھا (جون ۶۲۲ء) حضرت مصعب بن عمیرؓ مسلمانان مدینہ کی ایک جماعت کے ساتھ حج کی ادائیگی کے لئے مکہ مکرمہ آئے اور ایام تشریق کے وسط میں ایک رات میں سب عقبہ ہی کے مقام پر جمع ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس پر ۷۳ مردوں اور دو عورتوں نے بیعت کی۔ (ابن ہشام جلد ۱)

یہ بیعت دراصل حمایت دین اور نصرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ہر طرح کی قربانیوں کے عہد و پیمان کے ضمن میں شمع رسالتؐ کے مدنی پروانوں کا جاں نثارانہ اظہار تھا اور اس کے عوض نوید جنت سے مالا مال ہوئے۔اس بیعت کے موقع پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ آپ کے عم گرامی حضرت عباس بن عبدالمطلب بھی تھے۔رسول اللہؐ نے اس موقع پر مدینہ کے قبائل اوس وخزرج سے تعلق رکھنے والے مختلف خاندانوں سے بارہ ممتاز شخصیتوں کو منتخب فرما کر ہر ایک کو نقیب کے اعزاز سے مشرف فرمایا ان میں خزرج کے نو اصحاب تھے اور اوس کے تین اصحاب تھے جن کے اسماء گرامی علی الترتیب یہ ہیں۔(۱) اسعد بن زرارہؓ (۲) عبداللہ بن رواحہؓ (۳) سعد بن الربیعؓ (۴) رافع بن مالکؓ (۵) ابوجابر عبداللہ بن عمروؓ (۶) براء بن معرورؓ (۷) سعد بن عبادہؓ (۸) منذر بن عمروؓ (۹) عبادۃ بن صامت (۱۰) اسید بن حضیرؓ (۱۱) سعد بن خثیمہؓ (۱۲) رفاعہ بن عبدالمنذرؓ ر۔بعض اہل علم نے حضرت رفاعہؓ کے بجائے ابوالہیثمؓ بن تیہان کا نام بتایا ہے۔ایک روایت میں ہے کہ حضور اقدسؐ

نے انصار سے ارشاد فرمایا کہ انتخاب نقباء کے سلسلہ میں میں مامور ہوں جیسا حکم ملے گا ویسا ہی کروں گا۔ چنانچہ حضرت جبرئیل امینؑ حضور اقدسؐ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے جس جس کو نقیب بنانے کا حکم تھا ان کی طرف اشارہ کرتے جاتے تھے۔ (روض الانف بحوالہ سیرت المصطفیٰؐ ج ۱)

اذن ہجرت

دوسری بیعت عقبہ کے فوراً بعد شیطان نے بلند آواز سے کفار قریش کو اس کی اطلاع دی وہ مردود چاہتا تھا کہ قریش انصار مدینہ پر ٹوٹ پڑیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "یہ اس گھاٹی کا شیطان ہے"۔ اس کے بعد حضورؐ نے لوگوں کو اپنے خیموں میں چلے جانے کا حکم دیا۔ (زادلمعاد)

جب بیعت عقبہ کی خبر قریش کو پہنچی تو ان میں ایک کہرام سا مچ گیا دوسری صبح قریش نے حضورؐ کے ساتھ کئے گئے معاہدہ پر احتجاج کے لئے اہل یثرب (مدینہ منورہ کا قدیمی نام) کے خیموں کا رخ کیا سوائے مسلمانوں کے خزرج کے دیگر لوگ اس بیعت اور معاہدہ سے ناواقف تھے۔ لہذا انہوں نے اس واقعہ سے متعلق صاف انکار کر دیا قریش نامراد لوٹ گئے۔ لوگ منیٰ سے واپس ہوئے تو اس خبر کی چھان بین میں لگ گئے اور اب اس واقعہ کی توثیق ہوگئی تو قریش مکہ ان لوگوں کی تلاش میں نکلے اور سعد بن عبادہ اور منذر بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مقام اذاخر میں جا ملے ان کے منجملہ سعد کو پکڑ لیا اور مکہ لے آئے انہیں خوب مار پیٹ کی اور ان کے سر کے بال کھینچتے جاتے تھے۔ حضرت سعدؓ نے جبیر بن مطعم اور حارث بن حرب سے اپنے روابط کا اظہار کیا وہ دونوں آئے اور حضرت سعدؓ کو ان کے ہاتھوں سے چھڑایا وہ چھوٹ کر واپس لوٹ گئے۔ (ابن ہشام)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں سے فرمایا کہ ''مجھے تمہارا مقام ہجرت دکھلایا گیا ہے۔ یہ لاوے کے دو پہاڑوں کے درمیان واقع ایک نخلستانی علاقہ ہے''۔ (بخاری)

بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو اجازت دے دی کہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کریں۔ مسلمانوں نے جب ہجرت کی ابتداء کی تو مشرکین نے ممکنہ رکاوٹیں کھڑی کرنی شروع کی۔ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کرنے والے اولین مہاجرین میں حضرت ابوسلمہؓ تھے۔ انہوں نے بقول ابن اسحاق عقبہ کبری سے ایک سال پیشتر ہجرت کی تھی۔ ان کے ہمراہ ان کی زوجہ محترمہ اور صاحبزادہ بھی تھے۔ ام سلمہؓ کے قبیلہ والوں نے انہیں روک لیا اور ابوسلمہؓ کے گھر والوں نے ابوسلمہ کے فرزند سلمہؓ کو چھین لیا۔ حضرت ابوسلمہؓ کو تنہا مدینہ کا سفر کرنا پڑا اسی حالت میں ایک سال گزر گیا آخر کار حضرت ام سلمہؓ (جو بعد میں ام المومنین بنیں) اور ان کے فرزند حضرت سلمہؓ تنہا مصائب سفر جھیلتے ہوئے مدینہ منورہ پہنچے۔ مقام تنعیم سے قباء تک عثمان بن طلحہؓ نے مشایعت کی۔ (بحوالہ الرحیق المختوم)

دیگر مہاجرین میں عامر بن ربیعہؓ مع زوجہ و فرزندان، جحش مع اہل وعیال، عکاشہ بن محصن، عقبہ بن وہب، اربد بن جمیرہ، منقذ بن نباتہ، سعید بن رقیش، محرز بن نضلہ، ابن رقیش بن جابر، مالک بن عمرو، ربیعہ بن اکثم، زبیر بن عبید، محمد بن عبداللہ بن جحش، زینب نبت جحش، ام حبیب بنت جحش، جذامہ بنت جدل، ام قیس بنت محصن، ام حبیب بنت ثمامہ، آمنہ بنت رقیش، سنجرہ بنت تمیم اور حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہم اجمعین نے دیگر صحابہ وصحابیات کے ساتھ ہجرت کی بعد ازاں حضرت عمر، حضرت عیاش بن ابی ربیعہ اور ہشام بن العاص رضی اللہ عنہم نے ہجرت کی۔ موخر الذکر کو قریش نے قید کر لیا اور حضرت عمرؓ و حضرت عیاشؓ قباء پہنچ گئے۔ لیکن قریش نے حضرت عیاشؓ بن ابی ربیعہ کو کسی طرح دھوکہ دے کر واپس بلا لیا اور قید کر کے تکالیف پہنچائیں۔ (سیرت المصطفیٰؐ)

ہجرت۔ قریش کی پریشانی اور خفیہ مشاورت

رسول اللہ صلی اللہ وآلہ وسلم کی اجازت سے صحابہ کرام نے مدینہ کی طرف ہجرت کی لیکن حضورؐ بدستور مکہ مکرمہ ہی میں ہجرت کی اجازت کا انتظار فرماتے رہے۔ صحابہ کرام میں سے حضرت علی بن ابی طالبؓ اور حضرت ابوبکر بن ابی قحافہؓ کے سواء مکہ میں کوئی حضورؐ کے ساتھ نہ رہا۔ جو لوگ گرفتار کر لئے گئے انہیں صبر آزما تکلیفوں میں مبتلاء کر دیا گیا وہ مستثنی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ بار بار رسول اللہؐ سے ہجرت کی اجازت طلب کرتے تھے تو حضورؐ فرماتے کہ ''جلدی نہ کرو شاید اللہ تعالی تمہارے لئے کوئی ساتھی کا انتظام کردے''۔ حضرت ابوبکرؓ کو امید ہوتی تھی کہ انھیں حضورؐ کے ساتھ ہجرت کا شرف ملے گا۔

(ابن ہشام ج ۱، باب ۷۲)

مسلمانوں کی ہجرت کے باعث قریش مکہ طرح طرح کے اندیشوں میں گرفتار ہو گئے۔ مدینہ پہنچ کر مسلمانوں کی ترقی، ثروت، مذہبی آزادی، سیاسی وحدت، عسکری قوت، اسلام کے فروغ، مکہ کے تجارتی راستوں کی ناکہ بندی وغیرہ جانے کتنے تصورات تھے جو انہیں مضطرب کئے ہوئے تھے۔ اب صورت حال یہ تھی کہ اگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو قریش زبردستی مکہ میں روکتے تو یہ خطرہ لاحق تھا کہ کہیں اہل مدینہ اپنے رسولؐ کی خاطر صف آراء ہو کر مکہ پر حملہ نہ بول دیں۔ (ہیکل)

ان تمام خطرات کا کامیاب حل ڈھونڈنے کے لئے تمام قبائل قریش کے نمائندوں نے مکہ کے مشہور مکان ''دارالندوہ'' میں ایک اعلی سطحی مشاروتی اجلاس منعقد کیا۔ دارالندوہ کو قصی بن کلاب نے قائم کیا تھا جہاں قریش کے جملہ معاملات پر مشورہ ہوا کرتا تھا اور فیصلے کئے جاتے تھے۔ یہ گویا قریش کا

پنچایت گھر تھا۔ اس اجلاس کا ایجنڈہ محض حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کی تدابیر پر غور اور فیصلہ پر مشتمل تھا۔ اس خفیہ اجلاس میں شیطان نجد کے ایک بوڑھے کے بھیس میں آ کر شامل ہوا تھا۔

(رحمۃ للعالمین ج ۱، صفحہ ۸۴)

قریش کے جن نمائندگان نے شرکت کی تھی ان کے نام یوں ہیں۔ ابوجہل بن ہشام (بنی مخزوم) جبیر بن مطعم، طعیمہ بن عدی اور حارث بن عامر (بنی نوفل بن عبد مناف) شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ اور ابوسفیان بن حرب (بنی عبد شمس) نضر بن حارث (بنی عبد الدار) ابوالبختری بن ہشام، زمعہ بن اسود اور حکیم بن حزام (بنی اسد بن عبد العزیٰ) نبیہ بن حجاج اور منبہ بن حجاج (بنی سہم) اور امیہ بن خلف (بنی جمح)۔ (الرحیق المختوم)

اس اجلاس میں سرگرم مباحث کے بعد مکہ کے سب سے بڑے فتنہ گر ابوجہل کی تجویز کو تمام ارکان نے بالاتفاق منظور کر لیا کہ ہر قبیلے سے ایک منتخب جوان تیز تلوار لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکان کو گھیر لے اور جب حضورؐ صبح کی نماز کو باہر نکلیں تو اس وقت سارے جوان ایک ساتھ اپنی اپنی تلواروں سے حضورؐ پر وار کریں۔ چوں کہ اس میں سب قبائل شامل ہوں گے لہذا بنی ہاشم و بنی عبد المطلب اس کا بدلہ نہ لے سکیں گے اور نہ حضورؐ کے ماننے والے کچھ کر سکیں گے۔ لہذا سب دیت لینے پر راضی ہو جائیں گے اور ہم دیت ادا کر دیں گے۔ شیخ نجدی (شیطان) نے ابوجہل کی اس تجویز پر سب سے پہلے حامی بھری اور قریش کے تمام سرغنوں نے اس کو منظوری دے دی۔ (ابن ہشام ج ۱)

ہجرت نبویؐ

دارالندوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے مشاورت اور قرارداد کی منظوری کے لحاظ سے اس دن کا نام ''یوم الزحمہ'' رکھا گیا۔ دوسری طرف حضورؐ کے پاس حضرت جبرئیلؑ آئے اور عرض کی کہ ''آج کی رات آپ اس بستر پر آرام نہ فرمائیں جس پر روزانہ استراحت فرمایا کرتے ہیں''۔ جب رات کا اندھیرا ہوا تو قریش کے منتخب جوان حجرۂ شریف کے دروازے پر جمع ہونے لگے اور انتظار کرنے لگے کہ حضورؐ سو جائیں تو حملہ کریں۔ حضور اکرمؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ ''تم میرے بستر پر لیٹ جاؤ میری یہ (سبز حضرمی) چادر اوڑھ لو اور اسی چادر میں استراحت کرو''۔ رسول اللہؐ جب سوتے تھے تو ہمیشہ اسی چادر کو اوڑھتے تھے۔ حضورؐ نے حضرت علیؓ کو اطمینان دلایا کہ ان کی طرف سے کوئی ناپسندیدہ چیز تم تک نہ پہنچ سکے گی۔ رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ وہ ان امانتوں کو، جو قریش نے حضورؐ کے پاس رکھا ہے، واپس کر دیں۔ باوجود مخالفت اسلام کے، قریش کا یہ دستور تھا کہ ہر ایک شخص جس کو اپنی کسی چیز کے تلف ہونے کا خوف ہوتا وہ اس کو حضورؐ کے پاس رکھ دیتا اس لئے کہ رسول اللہؐ کی دیانت اور سچائی کو سب جانتے اور مانتے تھے۔ (ابن ہشام، ج ۱)

ایک روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ اور حضرت میکائیلؑ سے فرمایا کہ ''میں نے تم دونوں کے درمیان بھائیوں کا رشتہ پیدا کر دیا ہے اور تم میں سے ایک کی عمر دوسرے سے زیادہ رکھی ہے اور اب تم میں سے کون اپنے ساتھی کے لئے زندگی کا ایثار کرتا ہے؟'' (یعنی وہ زیادہ عمر تم دونوں میں سے کس کو دی جائے؟) اس پر دونوں نے ہی لمبی زندگی کی خواہش کی۔ کسی نے دوسرے کے لئے ایثار

نہیں کیا۔ اب اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ ''دیکھو تم دونوں علی بن ابو طالب کی طرح نہ ہوئے میں نے ان کے اور محمدؐ کے درمیان بھائیوں کا رشتہ قائم کر دیا تھا۔ اب علی ان (محمدؐ) کے بستر پر رات گزار رہے ہیں تا کہ ان پر اپنی جان قربان کر دیں اور ان کے لئے اپنی زندگی کا ایثار کریں۔ اب تم دونوں زمین پر جاؤ اور ان کے دشمنوں سے ان کی حفاظت کرو''۔ چنانچہ حضرات جبرئیلؑ و میکائیلؑ زمین پر آئے، حضرت جبرئیلؑ حضرت علیؓ کے سرھانے کھڑے ہو گئے اور حضرت میکائیلؑ ان کی پائنتی کے پاس کھڑے ہو گئے۔ پھر حضرت جبرئیلؑ نے حضرت علیؓ کی طرف دیکھ کر کہا کہ ''واہ واہ اے ابن ابو طالب! تم جیسا کون ہے! اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ فرشتوں کو مقابلہ کیا ہے''۔ (سیرت حلبیہ)

حضور پاکؐ پورے وقار نبوت کے ساتھ کاشانہ رسالت سے باہر تشریف لائے اور سورہ یسین کی آیات جلیلہ ''فھم لا یبصرون'' تک تلاوت فرما کر ایک مشت خاک اشرار کی طرف پھینکی اور ان سب کے سامنے سے نکلے چلے آئے۔ (مدارج النبوۃ)

جب رسول اللہؐ ان آیتوں کی تلاوت سے فارغ ہوئے ان اشرار میں سے کوئی شخص باقی نہ رہا جس کے سر پر وہ خاک نہ پہنچی ہو۔ پھر ان اشرار کے پاس ایک شخص آیا اور کہا کہ تم کس چیز کا انتظار کر رہے ہو؟ (حضرت) محمدؐ تمہارے سامنے سے نکل گئے اور تم میں سے کوئی ایسا شخص نہیں جس کے سر پر ان کی پھینکی ہوئی خاک نہ پہنچی ہو۔ اس شخص کے کہنے پر ہر ایک شخص نے اپنے سر پر ہاتھ پھیرا تو دیکھا کہ اپنے سر پر خاک پڑی ہوئی ہے۔ پھر وہ لوگ دیواروں پر چڑھ کر جھانکنے لگے اور رسول اللہؐ کے بستر پر حضورؐ کی چادر اوڑھے ہوئے حضرت علیؓ کو دیکھا اور کہنے لگے واللہ! بے شبہ یہ (حضرت) محمدؐ سو رہے ہیں اور ان پر انھیں کی چادر ہے۔ صبح تک یہ اشرار اسی حالت میں رہے یہاں تک کہ جب صبح ہوئی تو حضرت علیؓ بستر پر سے اٹھے تو قریشیوں نے کہا کہ واللہ! ہم سے بیان کرنے والے نے سچ کہا تھا۔ (ابن ہشام)

حضور اقدسؐ حضرت ابوبکرؓ کے پاس تشریف لائے اور ان کو لے کر غار ثور کی طرف روانہ ہو گئے۔

حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ نے اپنے کمر بند کے دو حصے کر کے ایک سے زادراہ (ستوؤں کے تھیلے) کا منہ باندھا اسی وجہ سے وہ ذات النطاقین مشہور ہوئیں۔ اسی شب تاریکی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ چل پڑے۔ جب غار کے دہانے پر پہنچے تو پہلے اندر جا کر غار صاف کیا اور سوراخوں میں اپنے پیرہن کی دھجیاں کر کے لگا دیں۔ پھر حضور انورؐ غار کے اندر تشریف لے آئے۔ غار ثور میں حضرت اسماءؓ روٹی پہنچاتیں اور حضرت عبداللہؓ بن ابوبکر قریش کی ساری باتیں کہہ سناتے۔ عامر بن فہیرہ حضرت ابوبکرؓ کا ریوڑ لے آتے اور بقدر ضرورت دودھ پہنچاتے۔ حضور پاکؐ اور حضرت ابوبکرؓ تین روز اس غار میں رہے اور چوتھی شب وہ اونٹنیاں آ گئیں جنھیں حضرت ابوبکرؓ نے خاص اس مقصد کے لئے خریدا اور پالا تھا۔ ایک پر حضور رحمت عالمؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ دوسری پر عامر بن فہیرہ اور عبداللہ بن اریقط (ملازم رہبر) سوار ہوئے اور مدینہ کی جانب یکم/ ربیع الاول بروز دوشنبہ کو روانگی عمل میں آئی۔

ابن ہشام میں لکھا ہے کہ جب دو اونٹنیاں آ گئی تو حضرت ابوبکرؓ نے ان دونوں میں جو بہتر تھی اس کو آگے رکھا اور حضورؐ سے عرض کی کہ ''آپ پر میرے ماں باپ فدا، سواری پر تشریف فرما ہو''۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''میں ایسے اونٹ پر نہیں بیٹھتا جو میرا نہ ہو''۔ رسول اللہؐ نے اس اونٹ کی قیمت دریافت فرمائی اور اسے حضرت ابوبکرؓ سے قیمتاً خرید لیا اور سوار ہو کر مدینہ کو روانہ ہوے۔ (ابن ہشام)

غار ثور کے منہ پر مکڑی کا جالا، جنگلی کبوتروں کا آشیانہ اور درخت کا پھیلاؤ معجزات تھے جن کے سبب قریش تلاش کرتے ہوئے غار کے منہ تک پہنچنے کے باوجود انھیں دیکھ کر واپس لوٹ گئے اور اللہ تعالی نے اپنے حبیبؐ اور ان کے رفیق کی حفاظت کا سامان فرمایا بلکہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ قرانی مژدہ سنایا۔

''لا تحزن ان اللہ معنا''۔غم نہ کرو اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔ (سورہ توبہ آیت ۴۰)

سیرت حلبیہ میں لکھا ہے کہ حضور انورؐ نے ایک درخت کو اشارہ کیا تو وہ درخت غار کے منہ پر آ گیا۔ایک مکڑی نے اس درخت کی شاخوں میں جالے تن دیئے۔ یہ جالے اس قدر گھنے اور ایک دوسرے میں پڑے ہوئے تھے کہ جیسے چالیس سال سے اس جگہ لگے آئے ہوں۔غار کے منہ پر کبوتر نے اپنا گھر بنایا اور انڈے دیئے۔جب قریش غار کے قریب آئے اور ایک نے دوسرے سے کہا کہ غار کے اندر بھی دیکھ لیتے ہیں تب امیہ بن خلف نے کہا کہ غار کے اندر ہی جا کر دیکھنے کی کیا ضرورت ہے، اس پر تو اتنے جالے لگے ہیں جو شاید (حضرت) محمدؐ کی پیدائش سے بھی پہلے کے ہوں گے۔اگر وہ غار کے اندر گئے ہوتے تو نہ یہ جالا باقی رہتا اور نہ یہ کبوتر کے انڈے''۔

احوال سفر ہجرت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وآلہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کی جانب روانہ ہوئے تو قریش نے حضورؐ کے متعلق ایک سو اونٹ (انعام) اس شخص کے لئے مقرر کیا جو حضورؐ کو ان کے پاس لوٹا لائے۔ سراقہ بن مالک بن جعشم نے اس امید سے کہ حضورؐ کو قریش کے پاس لاؤں گا اور قریش سے سو اونٹ لوں گا، نشان قدم دیکھتے ہوئے تعاقب میں چلے اور گھوڑے کو اسی راستہ پر دوڑا دیا یہاں تک کہ گھوڑے کے ٹھوکر کھانے سے زمین پر گر پڑے ایسا ہی دوبارہ ہوا اس کے باوجود تعاقب جاری رکھا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نظر آنے لگے تو تیزی سے سراقہ آگے بڑھے لیکن گھوڑے نے پھر ٹھوکر کھائی اور اس کے اگلے پاؤں زمین میں دھنس گئے اور سراقہ اس پر سے گر پڑے جب گھوڑے نے زمین سے پاؤں

نکالے تو ساتھ ہی بگولے کی طرح دھواں نکلا۔ جب (سراقہ) نے یہ حالت دیکھی تو جان گئے کہ رسول اللہؐ ان سے محفوظ رکھے گئے ہیں۔ سراقہ نے آواز لگائی کہ میں سراقہ بن جعشم ہوں مجھے اتنی مہلت دو کہ میں تم سے بات کروں۔ واللہ میں تم سے کوئی دغا نہ کروں گا اور نہ میری جانب سے تمہیں کوئی ایسی بات پہنچے گی جس کو تم پسند نہ کرو۔ رسول اللہؐ کے دریافت فرمانے پر سراقہ نے کہا کہ مجھے ایک تحریر لکھ دیں کہ وہ میرے پاس آپ کی نشانی ہو۔ حضورؐ کے ارشاد پر حضرت ابوبکرؓ نے کسی ہڈی یا کسی چٹھی یا کسی ٹھیکری پر ایک تحریر لکھی اور سراقہ کے حوالے کیا۔ سراقہ نے اس تحریر کو لیا اور اپنے ترکش میں رکھ کر واپس ہوئے۔ جب مکہ فتح ہوا تو سراقہ اس تحریر کو لئے ہوئے رسول اللہؐ کے قریب پہنچے اور کہا کہ میں سراقہ ہوں اور یہ تحریر آپ ہی کی عطا کردہ ہے۔ رسول اللہؐ نے سراقہ سے ارشاد فرمایا کہ ''آج کا دن وعدوں کو پورا کرنے اور نیکی کرنے کا ہے''۔ پھر سراقہؓ ایمان لے آئے۔ (ابن ہشام)

جب سراقہ نے واپسی کا ارادہ کیا تو حضور انورؐ نے ان سے ارشاد فرمایا کہ ''اے سراقہ! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب تم کسریٰ کے کنگن پہنو گے''۔ سراقہ نے بڑی حیرت سے پوچھا کہ ''کیا کسریٰ بن ہرمز کے کنگن؟'' حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''ہاں''۔ کچھ عرصہ بعد حضرت عمر بن خطابؓ کی خلافت کے زمانے میں جب کسریٰ فارس کی مسلمانوں کے ہاتھوں شکست کے بعد اس کے کنگن، اس کا تاج، اس کی مسند وغیرہ مدینہ لائے گئے تو حضرت عمرؓ نے سراقہؓ کو بلایا اور ان کو کنگن پہنائے۔ (سیرت حلبیہ)

قبل ازیں مکہ مکرمہ میں حضورؐ کی تلاش و جستجو میں ناکام قریش کی ایک جماعت ابوجہل لعین کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ کے گھر آئی اور ان کی صاحبزادی حضرت اسماءؓ سے پوچھا کہ ''ابوبکر کہاںؓ ہیں؟'' جب حضرت اسماءؓ نے لاعلمی ظاہر کی تو ابوجہل نے ان کے رخسار پر ایسا طمانچہ مارا کہ ان کے آویزے ٹوٹ کر گر پڑے۔

ادھر سفر ہجرت کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ نے قدید کے مقام پر ام معبد عاتکہ بنت خالد خزاعی کے خیمہ پر گزرے۔ ام معبد قوی اور دلیر تھیں۔ وہ اپنے خیمے کے آگے چادر اوڑھ کر بیٹھی رہتی اور مسافروں کو کھلاتی پلاتی تھیں۔ قحط سالی کے باعث ام معبد کچھ پیش کرنے سے معذور تھیں ۔ صرف ایک بکری تھی جو کمزور ہونے کے باعث دودھ نہیں دیتی تھی اور چرنے نہیں جاتی۔ حضور اقدسؐ نے ام معبد کی اس بکری میں برکت کی دعاء فرمائی جس کے نتیجہ میں دودھ سے اس کے تھن بھر گئے اور سب نے دودھ نوش فرمایا۔ وہ اس قدر برکت سے مالامال ہوگئی کہ برسہا برس لوگ اس کے دودھ سے برکت اندوز ہوئے۔ (ابن ہشام)

شام جب ابو معبد گھر آئے تو گھر میں سارے برتن دودھ سے بھرے دیکھ کر حیران رہ گئے کیوں کہ گھر میں کوئی دودھ دینے والی بکری موجود نہ تھی۔ ام معبد نے سارا واقعہ سنایا جو دن میں گزرا۔ تب ابو معبد نے کہا کہ شاید یہ وہی عظیم ہستی ہوگی جس کی تلاش قریش کو ہے۔ ابو معبد نے کہا کہ ان کی صفات بیان کرو۔ (ایضاً)

ام معبد نے کہا کہ ”میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جن کا چہرہ نہایت نورانی ہے، اخلاق اچھے ہیں، وہ حسین وجمیل ہیں، آنکھوں میں کافی سیاہی ہے، پلک کے بال خوب گھنے ہیں، آنکھوں میں بلندی، آنکھ میں سیاہی کی جگہ سیاہی خوب تیز ہے اور سفیدی کی جگہ سفیدی بہت تیز ہے۔ ابروئیں باریک ہیں اور آپس میں ملی ہوئی ہیں۔ بالوں کی سیاہی بھی بہت خوب تیز ہے، گردن میں بلندی اور ڈاڑھی میں گھنا پن ہے۔ جب خاموش ہوتے ہیں تو ان پر وقار چھا جاتا ہے اور جب ہنستے ہیں تو حسن کا غلبہ ہوتا ہے۔ گفتگو ایسی نگینوں کی لڑی ہوتی ہے جو گر رہے ہوں، وہ شیریں گفتار ہیں۔ قول فیصل کہنے والے ہیں، ایسے کم گو نہیں جس سے مقصد ادا نہ ہو، نہ فضول گو ہیں، دور سے دیکھو تو سب سے زیداہ بارُعب وحسین ہیں، قریب

سے سب سے زیادہ شیریں گفتار و جمیل ہیں۔''   (ابن ہشام)

رسول اللہؐ نے ام معبد کے خیمہ کے قریب جہاں ہاتھ دھویا اور کلی کی، وہاں ایک کانٹے دار درخت تھا۔ اس پانی کا اثر یہ ہوا کہ وہ درخت اتنا پھلا پھولا کہ وہاں اس سے بڑا کوئی دوسرا درخت نہیں رہا اور اس کی شاخیں بے انتہا گھنی ہوگئیں، پھر اس درخت میں ایسے بڑے پھل لگے جو سبز رنگ کے تھے۔ اس پھل میں عنبر کی سی خوشبو پھوٹتی تھی اور اس کا ذائقہ شہد کی طرح میٹھا تھا۔ اگر کوئی بھوکا اسے کھالیتا تو سیر ہو جاتا، پیاسا کھالیتا تو اس کی پیاس مٹ جاتی، بیمار کھالیتا تو اچھا ہو جاتا اور کوئی بھی اونٹ یا بکری اس درخت کے پتے کھالیتی تو اس کا دودھ بڑھ جاتا۔   (سیرت حلبیہ)

منقول ہے کہ ام معبد اور ان کے شوہر نے بھی ہجرت کی اور اسلام قبول کیا اور انھیں اپنے گھر حضورؐ کے نزول اجلال کی تاریخ ہمیشہ یاد رہی۔   (مدارج النبوۃ)

سفر ہجرت جاری تھا۔ سواری اقدس یثرب کی طرف رواں دواں تھی اثنائے راہ بریدہ اسلمی ملے۔ یہ اپنی قوم کے سردار تھے۔ قریش نے چوں کہ حضورؐ کی گرفتاری پر ایک سو اونٹ کا انعام مشتہر کیا تھا اور بریدہ اسی انعام کے لالچ میں رسول اکرمؐ کی تلاش میں نکلے تھے۔ جب وہ حضورؐ کے سامنے ہوئے اور حضورؐ سے ہم کلام ہونے کا موقع ملا تو بریدہ ستر (۷۰) آدمیوں سمیت مسلمان ہو گئے۔ اپنی پگڑی اتار کر نیزہ پر باندھ لی جس کا سفید پھریرا ہوا میں لہراتے اور بشارت سناتے تھے کہ امن کا بادشاہ صلح کا حامی اور دنیا کو عدل و انصاف سے بھرپور کرنے والا تشریف لا رہا ہے۔ راستہ میں حضورؐ کو زبیر بن العوامؓ ملے یہ شام سے آ رہے تھے اور مسلمانوں کا تجارت پیشہ گروہ بھی ان کے ساتھ تھا۔ انہوں نے حضورؐ اکرم اور حضرت ابوبکرؓ کے لئے سفید پارچہ جات پیش کئے۔   (بخاری، بحوالہ رحمۃ للعالمین ج ۱)

قبا میں تشریف آوری

انصار مدینہ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکہ سے نکلنے اور مدینہ منورہ تشریف آوری کا علم ہوا تو صبح اپنے اپنے گھروں سے نکل کر بلند مقامات پر جمع ہو کر انتظار کیا کرتے اور جب دھوپ تیز ہو جاتی تو لوٹ آتے ایک دن جب انتظار کے بعد سب گھروں کو واپس ہو چکے تھے ایک یہودی نے بلند آواز سے پکارا ''اے بنی قیلہ (انصار کا ایک قبیلہ) وہ ذی شان ہستی آ گئی جس کا تم انتظار کر رہے تھے''۔ پھر کیا تھا ہر ایک بصد شوق و محبت سرور دو عالمؐ کے استقبال اجلال کے لئے نکل پڑا۔ سیرت حلبیہ میں لکھا ہے کہ قبا میں حضور انورؐ کا استقبال کرنے والے انصاریوں کی تعداد پانچ سو سے کچھ زائد تھی۔ انہوں نے ''بالائے حرہ'' میں حضور اقدسؐ سے شرف ملاقات حاصل کی حضورؐ کی آمد کے سبب خوشی و مسرت سے ہر پیر و جوان مرد و عورت اور بچے سرشار تھے۔ ہر ایک کی زبان پر تھا کہ ''اللہ کے رسولؐ تشریف لائے اللہ کے نبی رونق افروز ہوئے''۔ انصار کی لڑکیاں فرط مسرت سے یہ تہنیت گا رہی تھیں (یہ تہنیت قبا سے روانگی اور مدینہ کی بستی میں آمد کے موقع پر بھی منقول ہے)

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا ما دعا للہ داع

(ترجمہ: ثنیات الوداع (وداع نامی گھاٹی) کی طرف سے چودھویں رات کا چاند ہم پر طلوع ہوا ہے، جب تک اللہ تعالیٰ کو پکارنے والا اس زمین پر باقی ہے ہم پر اس نعمت کا شکر ادا کرنا واجب ہے۔)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدینہ میں رونق افروزی کا دن دوشنبہ تھا اور مہینہ ربیع الاول شریف

تھا لیکن تاریخ میں اختلاف ہے۔ مسیحی تقویم کے لحاظ سے مہینہ ستمبر اور سنہ ۶۲۲ء تھی۔ ایک محقق نے ۲۳/ستمبر لکھا ہے ابن ہشام میں ہے کہ لوگ رسول اللہؐ کے جمال اقدس کے مشاہدہ کی غرض سے اکٹھا ہوئے حضورؐ کھجور کے درخت کے سائے میں ٹھہرے ہوئے تھے اور ساتھ میں حضرت ابوبکرؓ تھے جو حضورؐ ہی کے ہم عمر تھے۔ ان میں سے اکثر نے اس سے قبل حضور اقدسؐ کو دیکھا نہ تھا حضورؐ کے پاس بھیڑ لگ گئی اگرچہ وہ حضور انورؐ میں اور حضرت ابوبکرؓ صدیق میں امتیاز نہ کر سکتے تھے یہاں تک کہ جب سایہ ہٹ گیا تو حضرت ابوبکرؓ اٹھے اور رسول اللہؐ پر اپنی چادر سے سایہ کیا اس وقت پہلی بار دیکھنے والوں نے پہچانا کہ تشریف فرما سرکار دو عالمؐ ہیں اور سایہ کئے ہوئے ایستادہ حضرت ابوبکرؓ ہیں۔

حضرت عبداللہؓ بن سلام نے بھی لوگو کے ساتھ رسول اللہؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سب سے پہلا ارشاد جو انھوں نے سنا یہ تھا کہ "اے لوگو! اسلام کی اشاعت کرو، کھانا کھلاؤ، قرابت داروں کے ساتھ احسان کرو، اس وقت نماز پڑھا کرو جب سب لوگ سوتے ہیں اور سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ"۔ (ابن ہشام)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی عمرو بن عوف کے گھروں میں قیام فرمایا اس ضمن میں مختلف آراء ہیں کہ حضور انورؐ بنی عمرو بن عوف والے کلثوم بن ہدمؓ کے پاس اترے۔ بعض کا خیال ہے کہ حضور اقدسؐ بنی عبید کے ایک شخص کے پاس اترے لیکن ایک جماعت کا خیال ہے کہ سعد بن خثیمہؓ کے گھر میں قیام فرمایا۔

اسی دوران حضرت علی کرم اللہ وجہ بھی مکہ مکرمہ میں ان تمام امانتوں کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے پاس تھیں ان کے مالکین کو واپس دے دینے کے بعد پا پیادہ آ گئے اور حضور اقدسؐ کے ساتھ ہی کلثوم بن ہدم کے پاس قیام کیا۔ ہجرت کے سفر میں چلتے چلتے حضرت علیؓ کے پاؤں میں چھالے پڑ گئے تھے۔ حضورؐ

نے حضرت علیؓ کو گلے لگا لیا اور ان کے پیروں پر ورم دیکھ کر حضورؐ کی آنکھیں بھر آئی۔ حضورؐ نے اپنا لعاب دہن مبارک اپنے ہاتھوں میں لیا اور حضرت علیؓ کے زخموں پر پھیر دیا جس کے بعد تکلیف دور ہو گئی۔ (سیرت حلبیہ)

رسول اللہؐ نے بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں بمقام قباء قیام کے دوران مسجد کی بنیاد ڈالی۔ حضور انورؐ نے قباء میں چند روز قیام فرمایا اس سلسلے میں چار روز اور بیس روز کی روایات بھی ملتی ہیں بہر حال جمعہ کے دن قباء سے نکلے اور بنی سالم بن عوف میں پہنچ کر نماز جمعہ ادا فرمائی اور خطبہ ارشاد فرمایا اس جگہ بعد میں مسجد صغیر بنائی گئی بعد نماز جمعہ حضور انورؐ اپنی سواری پر مدینہ منورہ کی بستی کے اندر کی جانب روانہ ہوئے۔

حضرت ابوایوب انصاریؓ کو شرف میزبانی

قبائل انصار مشتاق و منتظر تھے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ناقہ مبارک مدینہ منورہ کی آبادی کے اندر بڑھنے لگا تو ہر کوئی اس بات کا شدید آرزومند تھا کہ اس کو حبیب کبریاؐ کی میزبانی کا شرف وافتخار حاصل ہو چنانچہ بنی سالم بن عوف، بنی بیاضہ، بنی ساعدہ اور بنی عدی وغیرہ کے سر برآوردہ لوگ اور روسا یکے بعد دیگرے جہاں جہاں سے سواری اقدس گزر رہی تھی حضورؐ کے سامنے آ آ کر معروضہ کرتے جارہے تھے کہ "اے اللہ کے رسولؐ! ہمارے پاس تشریف رکھیں ہمیں خدمت کی عزت بخشیں ہمارے ہاں قیام فرما کر نوازیں اور ہم کو خدمت گاری وجاں نثاری کی سعادت مرحمت فرمائیں"۔ لیکن رسول اکرمؐ ہر ایک کو دعائے برکت سے نوازتے ہوئے ارشاد فرماتے کہ "میری یہ اونٹنی مامور ہے جہاں یہ بیٹھ جائے گی وہی میری قرارگاہ ہوگا۔"

اونٹنی مختلف محلوں اور قبائل کے علاقوں سے گزرتی ہوئی بنی مالک بن النجار کے احاطہ میں اس جگہ آ کر بیٹھ گئی جہاں آج مسجد نبوی شریف ہے۔ حضور اقدسؐ اترے نہیں بلکہ اونٹنی پر ہی تشریف فرما رہے تھوڑی دیر بعد اونٹنی اٹھی چند قدم آگے بڑھی پھر گھوم کر اسی جگہ آ کر دوبارہ بیٹھ گئی اور اپنی گردن جھکا دی تا کہ حضور اکرمؐ اتریں یہاں سے قریب تر مکان حضرت ابو ایوب انصاریؓ کا تھا ان کے مقدر سنور گئے وہ فوراً آگے بڑھے اور حضور انورؐ کا ساز و سامان اونٹنی سے اتار کر حضور اقدسؐ کی نگاہوں کے سامنے سے گزرتے ہوئے اپنے گھر میں رکھ آئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس ارشاد مبارک سے حضرت ابو ایوب انصاریؓ کو مسرت وخوشی اور عزت سے سرفراز کیا کہ ''آدمی کی وہیں اقامت ہے جہاں اس کا سامان سفر ہے''۔ سارے اہل مدینہ حضرت ابو ایوب انصاریؓ کی خوش نصیبی اور شرف میزبانی کے حصول پر رشک وتحسین کر رہے تھے۔ رسول اللہؐ نے ان کے مکان کو شرف اقامت سے بابرکت ومنور فرمایا۔ حضرت اسعد بن زرارہؓ آئے اور اونٹنی کی خدمت ونگہداشت کے لئے اسے اپنے پاس لے گئے۔ رسول اللہؐ کے رونق افروز ہونے کے بعد سے ہر رات قیامگاہ اقدس پر پہرہ کے لئے تین یا چار آدمی مقرر ہوئے اور اس سعادت پر نازاں خدمت بجالاتے۔ حضرت ابو ایوبؓ کے گھر حضورؐ کا قیام سات ماہ تک رہا۔

رسول اللہؐ نے حضرات زید بن خارجہؓ اور ابو رافعؓ کو دو اونٹ اور پانچ سو نقد درہم دے کر مکہ مکرمہ روانہ کیا وہ دونوں سرکار دوعالمؐ کی صاحبزادیوں اور اہل خانہ حضرت سیدہ بی بی ام کلثومؓ اور حضرت سیدہ بی بی فاطمہؓ اور ام المومنین حضرت بی بی سودہؓ کو مدینہ منورہ لے آئے۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ بھی مدینہ آ گئے۔ حضرت عبداللہ بن ابوبکرؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ کے اہل وعیال کو جن میں حضرت ام المومنین بی بی عائشہ صدیقہؓ بھی تھیں ہمراہ لائے۔ جب مدینہ منورہ پہنچے تو حضورؐ نے ان کو حارثہ بن نعمان کے گھر میں ٹھہرایا۔

حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ جب رسول اللہؐ مدینہ منورہ میں تشریف فرما ہوئے تو حبشی اپنے چھوٹے چھوٹے نیزوں کے ساتھ کھیلے اور مسرت کا اظہار کیا اور جب حضور اقدسؐ بنی نجار سے گزرے تو بنی نجار کی بچیاں فرط مسرت سے نغمہ سرا تھیں۔ رسول اللہؐ نے انہیں دعاؤں سے سرفراز فرمایا۔

نحن جوار من بنی النجار یا حبذا محمداً من جار

(ترجمہ: ہم بنی نجار کے پڑوسیوں میں سے ہیں اے خوشا بخت کہ (حضرت) محمدؐ ہمارے پڑوسی ہیں)

مسجد نبوی شریف کی تعمیر

مسجد نبوی شریف کی تعمیر سے قبل جہاں بھی نماز کا وقت آجاتا نماز پڑھ لی جاتی تھی اس جگہ جہاں مسجد نبوی شریف تعمیر کی گئی۔ پہلے ایک کھلی جگہ تھی اور اسی جگہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی آ کر بیٹھی تھی۔ رسول اللہؐ نے دریافت فرمایا کہ ''یہ افتادہ جگہ کس کی ہے؟'' عرض کیا گیا بنی نجار کے یتیموں سہل اور سہیل کی ملکیت ہے حضورؐ نے انہیں اور ان کے چچا کو بلا کر تعمیر مسجد کے لئے اس زمین کو خریدنے کا ارادہ ظاہر فرمایا وہ بخوشی آمادہ ہو گئے اور بلا قیمت بطور نذر ہدیہ کرنا چاہا لیکن حضورؐ نے قیمتاً خریدنے پر اصرار فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس زمین کی قیمت دس دینار (طلائی) ادا کر دی اس جگہ چند درخت، کہنہ قبور، کچھ ٹیلے اور گڑھے تھے۔ انہیں صاف اور ہموار کر کے زمین کو مسطح کر دیا گیا۔ مسجد کی تعمیر کے لئے کچی اینٹیں تیار کی گئیں اور بنیادیں بھر کر دیواریں بنائی گئیں تعمیر کے ہر مرحلہ میں صحابہ کرام کے ساتھ ساتھ حضورؐ نے بہ نفس نفیس شرکت فرمائی۔

جہاں اینٹیں تھاپی گئی تھیں وہ جگہ بقیع کی جانب تھی۔ مسجد نبوی شریف کی دیواریں خشت خام سے

بنائی گئیں کھجور کے درختوں سے چھت بنائی گئی اور تنوں سے ستونوں کا کام لیا گیا جو قبل ازیں کاٹ کر محفوظ کر لئے گئے تھے جب بارش ہوتی تو چھت ٹپکا کرتی تھی اور فرش گیلا ہو جاتا تھا اس کے بعد چھت کو گارے سے لیپ دیا گیا۔ مسجد نبوی شریف کے تین دروازے رکھے گئے ابتداء میں مسجد کا قبلہ بیت المقدس کی جانب تھا تحویل قبلہ کے بعد بدل کر مسجد حرام کی طرف کر دیا گیا اور قدیم قبلہ کی دیوار صفہ کی حد قرار پائی۔

دوران تعمیر حضرت عمار بن یاسرؓ رسول اللہؐ کی خدمت اقدس میں اس طرح آئے کہ لوگوں نے ان کو اینٹوں سے گراں بار کر دیا تھا اور عرض کی کہ ''یارسول اللہؐ! لوگوں نے مجھے مار ڈالا۔ مجھ پر اس قدر بوجھ لاد دیتے ہیں جو وہ خود نہیں اٹھاتے''۔ رسول اللہؐ نے ان کے سر کے بالوں کو اپنے دست مبارک سے جھٹکے اور ارشاد فرمایا کہ ''ابن ام سمیہ (عمار) کی سمجھ پر افسوس ہے یہ لوگ وہ نہیں ہیں جو تمہیں قتل کر دیں گے۔ تمہیں تو صرف باغی جماعت ہی قتل کرے گی''۔ دوران تعمیر حضرت عمارؓ بن یاسر حضرت علیؓ کا کہا ہوا رجز دھراتے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ''جو شخص مسجد کی تعمیر کرتا ہے، اس میں قیام وقعود کرتا ہے اور وہ شخص جو گرد وغبار سے کتراتا نظر آتا ہے، دونوں برابر نہیں ہوں گے''۔ ایک شخص نے اس رجز پر سختی سے اعتراض کیا اور حضرت عمارؓ کو ڈرایا۔ رسول اللہؐ کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''ان لوگوں کو عمار سے کیوں پرخاش ہے وہ تو انہیں جنت کی جانب بلاتا ہے اور یہ لوگ اسے آگ کی جانب بلاتے ہیں۔ سن لو کہ عمار میری آنکھوں اور ناک کے درمیان کا چمڑا ہے (یعنی وہ مجھے اس قدر عزیز ہے)''۔ جس صحابی نے پہلے پہل مسجد نبوی شریف کی تعمیر کی ابتدائی کی وہ عمار بن یاسرؓ تھے۔

(ابن ہشام ج ۲)

صفہ وہ جگہ ہے جہاں پر ایسے صحابہ کرام کی بود و باش تھی جن کا گھر بار نہ تھا انہیں اصحاب صفہ کہتے

ہیں پہلے پہل مسجد نبوی شریف میں منبر شریف تعمیر نہیں کیا گیا تھا بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں کھجور کے ایک ستون سے ٹیک لگا کر خطبہ دیا کرتے تھے پھر جب منبر بنایا گیا تو حضور علیہ الصلوۃ و السلام نے اس پر نشست فرمائی اور کھجور کا وہ ستون حضورؐ کی مفارقت میں گڑ گڑا کر نالہ و فریاد کرنے لگا۔

رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ''میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان جتنی جگہ ہے، وہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے''۔(بہ روایت حضرت عبداللہ بن زیدؓ) آگے ارشاد ہے کہ ''اور میرا منبر میرے حوض (یعنی حوض کوثر) پر ہے''۔ (بہ روایت حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوسعیدؓ)

الوفاء میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مسجد نبوی شریف میں کوئی اضافہ نہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں اس کی توسیع کی اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی بناء تعمیر کے مطابق کچی اینٹوں اور کھجور کی شاخوں سے اس کی تعمیر کی اور اس کے ستون بھی کھجور کے تنے ہی کے بنائے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے دور خلافت میں اس کی تعمیر میں تبدیلی بھی کی اور توسیع بھی فرمائی جب کہ امام بخاریؒ نے نقل فرمایا ہے کہ انھوں نے منقوش پتھروں اور چونے کے ساتھ دیواروں کی چنائی کی۔ ستون بھی نقش و نگار والے پتھروں کے ساتھ تعمیر کئے اور ساگوان کی لکڑی کی چھت ڈالی۔

مساکن و بیوت ازواج مطہرات

مسجد نبوی شریف کی تعمیر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد کے پہلو میں چند حجرے خشت خام سے بنوائے تھے جن پر کھجور کی شاخوں سے چھت ڈالی گئی تھی اس وقت حضورؐ کی ازواج مطہرات میں حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ تھیں چنانچہ دونوں کے لئے علیحدہ علیحدہ حجرے مختص

ہوئے بعدۂ رسول اللہؐ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے مکان سے ان حجروں میں منتقل ہو گئے مسجد کے متصل حارثہ بن نعمان انصاریؓ کے مکانات تھے۔ جب بھی رسول اللہؐ کو ضروت پیش آتی وہ ایک حصہ نذر پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے اور انہیں بار ہا یہ عزت حاصل ہوئیں یہ حجرے کھجور کی شاخوں اور پتوں کی چھت اور کچی اینٹوں سے بنے تھے ان کے دروازوں پر سیاہ بالوں سے بنے ہوئے پردے ہوا کرتے تھے۔علماءسیر کے بہ موجب پتہ چلتا ہے کہ ازواج مطہراتؓ کے سارے گھر مسجد نبوی میں منبر تشریف کے بالمقابل نماز پڑھنے والے کی بائیں جانب تھے یعنی سمت مشرق میں واقع تھے۔ جب حضرت ام المومنین زینب بنت خزیمہؓ کا وصال ہوا تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت ام المومنین ام سلمہؓ کو ان کی منزل میں ٹھہرایا۔اسی طرح ام المومنین حضرت سودہؓ نے اپنے مکان کو حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حوالے کرنے کی وصیت فرمائی تھی۔ام المومنین حضرت صفیہ بنت حییؓ کے ورثاء نے ان کا مکان حضرت معاویہؓ کے ہاتھ ایک لاکھ ۸۰ ہزار درہم میں فروخت کر دیا تھا۔حضرت معاویہؓ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ان کا مکان ایک لاکھ ۸۰ ہزار درہم کے بدلے اور ایک قول کے مطابق صرف ۸۰ ہزار درہم میں خریدا تھا اور ان سے تادم زیست اس میں قیام پذیر رہنے کی درخواست کی تھی۔ جب مال ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ نے اسی مجلس میں ساری رقم کو راہ خدا میں بانٹ دیا اور جب تک اسے صدقہ نہ کر دیا اپنی جگہ سے نہ اٹھیں اس سلسلہ میں ایک اور قول ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے ان کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے وہ مکان خرید لیا اور ان سے تازیست اس میں رہائش کے لے عرض کیا جب قیمت آپ کی خدمت میں پیش کی گئی جو کہ پانچ اونٹوں پر لدا ہوا سازو سامان تھا تو آپ نے اس کو فوراً فی سبیل اللہ تقسیم کر دیا۔عرض کیا گیا کہ کم از کم ایک درہم تو بچا لیتیں فرمایا اگر اُس وقت یاد دلاتے تو رکھ لیتی۔ام المومنین حضرت حفصہ بنت عمرؓ کا مکان حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو

بطور ورثہ ملا انہوں نے اس پر کوئی قیمت وصول نہ فرمائی اور اسے مسجد نبوی شریف میں شامل کر دیا ولید بن عبدالملک کے حکم سے یہ تمام حجرے مسجد نبوی شریف میں شامل کر لئے گئے۔جس وقت ولید کا یہ حکم مدینہ منورہ پہنچا تو تمام اہل مدینہ صدمہ سے چیخ اٹھے۔اس دن لوگ جس قدر روے اور آنسو بہاے اس قدر کبھی انھیں روتا ہوا نہیں دیکھا گیا۔اس وقت بزرگوں کا یہ خیال تھا کہ ان حجرات مبارکہ کو اسی حالت پر رکھا جاتا حتیٰ کہ اہل مدینہ کی نئی نسل اور باہر سے آنے والے لوگ ان کو دیکھتے اور تکاثر و تفاخر سے گریز کرتے ہوے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زہد اختیاری کی تقلید و اتباع کرتے۔

تشریفات مدینہ منورہ

مسجد نبوی شریف اور مساکن و بیوت ازواج مطہرات کی تعمیر سے پہلے اور بعد رونما ہونے والے چند اہم واقعات یہ ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں جہاں رات دن انصار مدینہ کی حاضری کا سلسلہ رہتا وہیں یہود مدینہ کے مختلف قبائل سے تعلق رکھنے والے لوگ اور ان کے علماء و احبار بھی آیا کرتے اور حضورؐ سے مختلف سوالات کیا کرتے۔ان کی مذہبی تحریروں اور مختلف بشارتوں سے یہ ثابت ہو چکا تھا اور وہ خود اس بات سے واقف و مطمئن ہو چکے تھے کہ آپ ہی نبی آخر الزماں ہیں جن کا ظہور بطحاء میں ہوا اور یثرب دار الہجرہ بنا اس کے باوجود وہ تعصب، ضد، حسد، کینہ اور ذات اطہرؐ سے دشمنی اور مخالفت کے باعث ایمان کی دولت سے محروم رہے لیکن انہی میں سے چند خوش نصیب ایسے بھی تھے کہ قدرت نے جن کی پیشانی اقبال پر حروف سعادت لکھ دیا تھا جس کی بناء پر انہوں نے چہرہ انورؐ کی زیارت کرتے ہی حضورؐ کی صداقت اور نبوت کا اقرار کیا اور دولت ایمان سے مالا مال ہو گئے۔ان خوش مقدر

احبار و رؤساء و زعمائے یہود میں حضرات عبد اللہ بن سلام، میمون بن یامین اور مخریق رضی اللہ عنہم کے اسمائے گرامی نمایاں ہیں اسی طرح اصفہان کے متوطن اور حق کے متلاشی حضرت سلمان فارسیؓ کا معاملہ ہے جو اپنے آبائی مذہب آتش پرستی کے بعد دین نصرانی کے پیرو بنے تھے اور متعدد جگہوں پر فروخت ہوتے ہوئے ظہور خاتم النبیینؐ کی بشارت پا کر کسی طرح مدینہ منورہ پہنچے اور جب حضورؐ کا ورود مسعود ہوا تو مشرف بہ اسلام ہوئے۔ حجرات امہات المومنین کی تیاری کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے زفاف فرمایا۔

مدینہ منورہ کی آب و ہوا میں اکثر مہاجرین صحابہ کرام بیمار پڑ گئے کتب سیر میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت بلالؓ اور حضرت عامر بن فہیرہؓ کے بخار کا خصوصی ذکر ملتا ہے۔ جب ام المومنین حضرت عائشہؓ ان کی عیادت کو گئی تو یہ سب بخار کی تکلیف کی شدت سے کچھ کہے جا رہے تھے جس کا ان کو ہوش نہیں تھا۔ یہ لوگ اپنی مکی زندگی بیان کر رہے تھے اور مکہ کی گھاٹیوں اور چشموں کا ذکر کر رہے تھے۔ رسول اللہؐ کو جب یہ بتایا گیا تو حضورؐ نے دعاء کی کہ ''یا اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ منورہ کو ایسا محبوب بنا دے، جیسا کہ ہم مکہ سے محبت رکھتے ہیں، بلکہ اس سے بھی زیادہ''۔ ''اس کے صاع (پیمانہ) میں ہمارے لئے برکت پیدا فرما اور اس کی وباء اور تپ کو مہیعہ (جحفہ) کی طرف منتقل فرما''۔ (ابن ہشام)

حضورؐ نے متعدد مواقع پر مدینہ منورہ کے لئے جو دعائیں کیں اور اس شہر پاک کے فضائل ارشاد فرمائے وہ کتب احادیث میں موجود ہیں۔ نبی رحمتؐ نے بارگاہ خداوند تبارک وتعالی میں عرض کیا کہ مدینہ منورہ میں اس برکت کی نسبت دو چند برکت عطاء فرما جو تو نے مکہ مکرمہ کو عطاء فرمائی ہے۔ (بہ روایت حضرت انسؓ)۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ''مدینہ منورہ کی شدت ومحنت، تکلیف اور دشواری پر جو شخص صبر کرے گا (محض میرے جوار و قرب کی خاطر) میں قیامت کے دن اس کا شفیع ہوگا''۔ حضور انورؐ نے فرما

یا کہ ''جس میں یہ استطاعت ہے کہ وہ مدینہ منورہ میں (قیام پذیر رہے اور یہیں پر بالآخر) فوت ہوئیں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا''۔ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''مدینہ منورہ میں رمضان المبارک کے روزہ رکھنا اجر وثواب کے لحاظ سے دوسرے مقامات پر ہزار مہینے کے روزے رکھنے کے برابر ہے''۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''مدینہ طیبہ کی خاک جذام اور کوڑھ کے لئے موجب شفاء ہے''۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ''مدینہ منورہ اسلام کا قبہ ہے اور ایمان کے لئے بمنزلہ قلب کے ہے اور حلال و حرام کے درمیان حد فاصل اور موجب امتیاز ہے''۔

واقعہ مواخاۃ

حقیقت ایمان اور دولت اسلام سے نوازا جانا دراصل اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی عطاء ہے۔ جہنم کے کنارے کھڑے ہوئے لوگوں کو اس سے نجات دے کر انہیں آپس میں ایک دوسرے کا مونس و غمسگسار بنا دینا انعامات الٰہیہ سے ہے جس کا قرآن حکیم نے اس طرح ذکر فرمایا ہے۔ ''.... تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی اور تم اس کی مہربانی سے بھائی بھائی ہو گئے..'' (ق ر ۳ ر ۱۰۳)

ایمان و اسلام نے جب لوگوں کو ایک دوسرے کی الفت کے رشتے میں منسلک کر دیا تو ان میں مزید موانست یعنی لطف و ہمدردی کی خاطر قبل ہجرت مکہ مکرمہ میں اور بعد ہجرت مدینہ منورہ میں ابتدائی زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مواخاۃ کروائی۔ مواخاۃ کے معنی بھائی چارہ یا بھائی بھائی بنا دینا ہے مکہ مکرمہ میں حضور انورؐ نے موجود مسلمانوں کے بیچ باہمی رشتہ مواخات قائم فرمایا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت زبیرؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ میں، اسی طرح بقول حضرت ابن عمرؓ

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ میں اور دیگر اہل مکہ صحابہ میں آپس میں مواخاۃ فرمائی گئی۔

(سیرت المصطفیٰ ؐ جلد اول)

مدینہ منورہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین اور انصار صحابہ کرام کے درمیان آپسی بھائی چارہ قائم فرمایا اس کے متعلق مختلف اقوال ہیں ہجرت کے پانچ ماہ بعد مسجد نبوی شریف کی تعمیر کے دوران اور بعض ارباب سیر کہتے ہیں کہ مسجد نبوی شریف کی تعمیر کے بعد یہ دوسری مواخاۃ ہوئی جو ۴۵ مہاجرین اور ۴۵ انصاریوں کے درمیان حضرت انسؓ کے مکان میں ہوئی جن کے منجملہ چند اسماء مبارکہ بطور تبرک مندرج ہیں۔ خود ذات اطہر رسول اللہؐ اور حضرت علی مرتضیٰؓ کے درمیان، حضرات ابوبکرؓ صدیق اور خارجہ بن زیدؓ کے مابین، حضرات عمر بن خطابؓ اور عتبان بن مالکؓ کے بیچ، حضرات عثمان غنیؓ اور اوس بن ثابتؓ کے درمیان، حضرات ابوعبیدہؓ بن الجراح اور سعدؓ بن معاذ، حضرات عبدالرحمان بن عوفؓ اور سعدؓ بن ربیع کے مابین، حضرات زبیرؓ بن العوام اور سلمہ بن سلامہؓ کے بیچ، حضرات طلحہؓ بن عبیداللہ اور کعب بن مالکؓ کے مابین، حضرات سعید بن زیدؓ اور ابی بن کعبؓ کے درمیان مواخاۃ ہوئی۔ اسی طرح حضرت جعفر بن ابی طالبؓ (جو اس وقت مدینہ منورہ میں موجود نہ تھے بلکہ سرزمین حبشہ میں تھے اور جنھیں طیار سے ملقب فرمایا گیا تھا) کی مواخاۃ بنی سلمہ والے حضرت معاذ بن جبلؓ سے ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے چچا حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب کا بھائی چارہ حضرت زیدؓ بن حارثہ سے فرمایا۔ (ابن ہشام جلد ۱)

اس ارشاد مواخاۃ سے مہاجرین کو وطن اہل وعیال اور عزیز و اقارب کی دوری اور فرقت کے احساس وتوحش کو نئے وطن میں انصار مدینہ کی ان کے ساتھ محبت والفت ہمدردی وغمگساری کے ذریعہ دور کرنے اور مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ کے مسلمانوں کو ایک دوسرے سے جوڑے رکھنے اور شیر وشکر کر دینے کا

عظیم اور حیرت انگیز کام ہوا کیونکہ تاریخ عالم اخوت کا ایسا کوئی اعلی اور موثر نمونہ پیش کرنے سے قاصر ہے جس کی اصل ایمان، اسلام اور اخلاص تھی۔ ایک روایت میں اہل مدینہ کے درمیان بھی باہمی طور پر مواخاۃ کا ذکر ہے۔ (رحمۃ للعلمین حصہ اول)

اس عظیم مواخاۃ کا اثر اور اخلاص، ایثار، جذبہ محبت اور برادرانہ تعلقات کے مظاہر اور ان کا فیض آج بھی محسوس کیا جاسکتا ہے۔ انصار نے زر، زمین، مال اور جائیداد کے ایثار کے ذریعہ حق مواخاۃ ادا کیا کوئی انصاری اپنے مال و متاع کا اپنے مہاجر بھائی سے زیادہ اپنے کو مستحق نہیں سمجھتا تھا۔ جب کہ مہاجرین کرام اپنے انصاری بھائیوں کے جذبہ ایثار اور برادرانہ حسن سلوک پر شاداں وخرم ہوتے تاہم ان کی خودداری انہیں اپنے دینی بھائیوں کے لے زیادہ زحمت بننے نہیں دیتی۔ وہ خود ممکنہ طریقہ سے اپنے کفیل آپ ہی ہوا کرتے۔ تاہم انصار کے اخلاص، ہمدردی، غمگساری، ایثار و محبت کے جواب میں مہاجرین کے لئے حسب ارشاد رسالتؐ جزائے خیر کی دعائیں کیا کرتے۔

پہلا تحریری دستور

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین اور انصاریوں کے درمیان عقد مواخاۃ کے بعد مدینہ کے بسنے والے دیگر لوگوں کے ساتھ امن ورواداری کے اصولوں پر مبنی ایک معاہدہ فرمایا جسے دنیا کے پہلے تحریری دستور کی حیثیت حاصل ہے اور جو ''صحیفہ'' سے موسوم ہوا۔ مدینہ منورہ کی آبادی انصاریوں جن میں اوس وخزرج دونوں قبائل سے تعلق رکھنے والے شامل تھے اور مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے آنے والے مہاجرین کے علاوہ ما بقی اوس اور خزرج کے لوگ جو ابھی اسلام نہ لائے تھے و نیز یہودیوں پر مشتمل تھی۔

یہود مدینہ میں مشہور قبیلے بنی قنیقاع ، بنو قریظہ اور بنو نضیر تھے۔ اور بھی جو فدک اور خیبر کی جانب بستے تھے ان سبھوں کو امن کے ساتھ باہمی طور پر جوڑے رکھنا متوقع پیدا شدنی مسائل سے نبٹنے کے لئے نہایت ضروری تھا۔ اسی لئے حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ہجرت کے پانچ مہینے بعد یہود مدینہ اور دیگر لوگوں کے ساتھ ایک تحریری معاہدہ کیا جو حسب ذیل نکات پر مشتمل تھا۔ جس میں دین و مال کی حفاظت اور حقوق کی تشریح کے ساتھ چند شرائط بھی عائد کی گئی تھی۔ ابن ہشام میں اس معاہدہ کی تفصیل ملتی ہے جس کا اجمال اور زائد از پچاس نکاتی معاہدے کے اہم خدوخال یہ ہیں۔ ”یہ نوشتہ ہے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی طرف سے جو نبی ہیں، قریش و یثرب کے مسلمانوں (مہاجرین و انصار) اور یہود کے درمیان کہ جو مسلمانوں کے تابع ہوں اور ان کے ساتھ الحاق چاہیں۔ ہر فریق اپنے مذہب پر قائم رہتے ہوئے معاہدہ کی دفعات کا پابند ہوگا۔ امت واحدہ کا تصور، محالفت کا احترام، قصاص وخوں بہا کے قدیم طریقوں کی برقراری، عدل وانصاف، باہمی تعلقات وخیر خواہی، مصارف جنگ میں شراکت، یہودیوں کے حلفاء کے حقوق مساویانہ مظلوموں کی نصرت، آپسی خون خرابے کی ممانعت، پناہ گزیں بھی معاہد مانا جائے آپسی اختلافات اور جھگڑوں میں خدا اور رسول کا فیصلہ قطعی، مسلمانوں کو پناہ دینے کا حق، زرفدیہ متعلقہ فرد وقبیلہ کے ذمہ، یہود تابع اور مسلمان ان کے محافظ ہوں گے، مسلمانوں کے خلاف نہ کسی کو پناہ دی جائے نہ نصرت ہو، مدینہ پر حملہ کی صورت میں مدافعت کے لئے سب شریک ہوں گے۔ معاہدہ سے علیحدگی کے لئے رسول اللہؐ کی اجازت لازمی اور مدینہ میں کشت وخون کرنا معاہدہ کے تمام فریقوں پر حرام“۔ اس معاہدہ پر مدینہ کے تمام فریقوں نے دستخط کئے۔

رسول اللہؐ نے اس معاہدہ کو مزید وسعت دی اور اطراف واکناف کے قبائل کو بھی اس میں شامل فرمالیا جن میں ودّان (مکہ و مدینہ کے درمیان واقع) کے قبائل اور کوہ بواط کے لوگوں کا بطور خاص ذکر ملتا

ہے۔علاوہ ازیں ذی العشیرہ اور بنو مدلج والوں نے بھی دستخط کئے معاہدہ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان اس طور پر ہوا کہ یہود مسلمانوں کے تابع ہوں گے اور حضورؐ فریقین کے مسلّم حکم ہوں گے۔ یہ معاہدہ مختلف المذہب قبائل اور گروہوں کو ایک نظام کے تحت انسانیت کے اعلی مقاصد کے لئے متحد کر دینے والا پہلا اور عظیم نوعیت کا تھا جس کی دوسری نظیر نہیں ملتی اور اس بات کا اعتراف آج پوری عالمی برادری کو بھی ہے۔

اذان۔اسلام کا شعار عظیم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خیال فرمایا کہ نماز کے لئے ایک ایسی علامت ہونی چاہیئے کہ جس سے نمازیوں کو بیک وقت سہولت کے ساتھ مسجد میں حاضر ہونے کی سعادت مل سکے۔ابن ہشام کے بموجب رسول اللہؐ کے مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد لوگوں کا معمول تھا کہ جب نماز کا وقت آتا اپنے طو پر جمع ہو جایا کرتے جب حضورؐ نے ارادہ فرمایا لوگوں کو نماز کے لئے بلانے کا کوئی طریقہ مقرر کیا جائے تو کئی تجاویز پیش نظر رہیں۔ناقوس (ایک لکڑی جسے نصرانی اپنے گرجا میں جمع ہونے کے لئے بجاتے تھے۔جسے آج کل گھنٹہ یا سنکھ کہا جاتا ہے)۔بوق (یعنی بگل، یہود اپنے معبد میں جمع ہونے کے لئے بگل بجاتے تھے) کے علاوہ کسی نے اونچی جگہ آگ سلگانے کی بات کہی کہ اسے دیکھ کر لوگ جمع ہو جائیں۔آقائے دو جہاںؐ نے ان تمام کو نصاریٰ، یہود اور مجوسیوں کے ساتھ مشابہت کی بناء پر پسند نہیں کیا۔اسی دوران حضرت زیدؓ بن ثعلبہ بن عبدربہ کے فرزند عبداللہؓ نے خواب دیکھا کہ کوئی اذان دے رہا ہے۔وہ حضورؐ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی ''یارسول اللہؐ! آج رات میرے پاس ایک

ایسا شخص گزرا (خدا کا بشیر) جس کے جسم پر دو سبز چادریں اور ہاتھ میں ناقوس (گھنٹہ) تھا میں نے اس سے گھنٹہ فروخت کرنے کی بابت پوچھا تو اس سبز پوش نے مجھ سے دریافت کیا "اس کا کیا کرو گے؟" میں نے جواب دیا کہ "اس کو بجا کر لوگوں کو نماز کے لئے بلایا کریں گے۔" تب اس شخص نے کہا کہ "کیا میں تمھیں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟" میں نے کہا کہ "ضرور بتاؤ" تب اس نے کہا اس طرح کہو الله اکبر الله اکبر، اشهد ان لا اله الا الله، اشهد ان لا اله الا الله، اشهد ان محمدا رسول الله، اشهد ان محمدا رسول الله، حیّ علی الصلوۃ، حی علی الصلوۃ، حی علی الفلاح، حی علی الفلاح، الله اکبر الله اکبر، لا اله الا الله۔ پھر ذرا ہٹ کر اس نے اقامت کی تلقین کی کہ جب نماز کے لئے کھڑے ہو تو اسی طرح کہو اور "حی علی الفلاح" کے بعد دو مرتبہ "قد قامت الصلوۃ" کا اضافہ کرو۔ حضرت عبداللہ بن زیدؓ کا خواب سن کر حضورؐ نے فرمایا کہ "اللہ نے چاہا تو یہ خواب حق ہے۔ بلالؓ کے ساتھ تم کھڑے ہو جاؤ اور یہ الفاظ انھیں بتاتے جاؤ اور وہ ان الفاظ کے ذریعہ سے اعلان کریں کیونکہ وہ تم سے زیادہ بلند آواز ہیں"۔ جب حضرت بلالؓ نے اذان دی تو حضرت عمر بن خطابؓ نے سنی اور بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ "یا رسول اللہؐ! میں نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا ہے"۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ "پھر تو اللہ کا شکر ہے"۔ حضرت عمرؓ کے بیان کرنے سے پہلے وحی الٰہی سے حضورؐ انور مطلع ہو چکے تھے۔ چنانچہ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا کہ "اس بات کے متعلق وحی نے تم سے سبقت کی"۔ ایک اور روایت سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی ایسا ہی خواب دیکھا۔ اذان اسلام کا ایک شعار عظیم ہے جو خاص انوار و برکات کا حامل ہے۔ اس لئے شریعت نے نومولود کے کان میں اذان دینے کا حکم دیا ہے تا کہ ولادت کے بعد بچہ کے کان میں سب سے پہلے توحید اور رسالت پناہیؐ کی آواز پہنچے۔

منافقین کا فتنہ

مدینہ منورہ میں استقلال کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن انتہائی اہم امور کی طرف توجہ فرمائی ان میں تعمیر مسجد نبوی شریف، اذان کی مشروعیت، مواخاۃ اور تنظیم مدینہ منورہ نمایاں تھے۔ تنظیم کی غرض سے حضور انورؐ نے مدینہ کے مختلف فکر وعقائد کے حامل لوگوں کو ایک خاص معاہدہ کے ذریعہ آپسی رواداری اور شہری صیانت کے نکات پر متحد و متفق کر دیا جس کے باعث امن و سلامتی کے احساسات کو تقویت حاصل ہوئی۔ اس معاہدہ کے فریقوں سے متعلق تفصیلات بیان ہو چکی ہیں۔ حضور اقدسؐ کے ان اقدامات سے اگر چہ آپسی تنازعات، جھگڑوں اور اختلافات کا بڑی حد تک خاتمہ ہو گیا تھا یہود، کفار و مشرکین اوس وخزرج اور مسلمانوں کے درمیان خوشگوار تعلقات مضبوط ہو رہے تھے۔ مہاجرین اور انصار صحابہ کرام کو ایک گونا اطمینان حاصل ہو گیا۔ لیکن ایک نیا فتنہ منافقین کا اٹھ کھڑا ہوا۔ کفار مکہ اور کفار و مشرکین مدینہ کے حالات میں بڑا فرق تھا۔ اہل مکہ دوستی اور دشمنی دونوں میں کھلے تھے۔ مکہ والوں میں چاہے اسلام قبول کر لینے والے ہوں یا منکرین و کفار ان کی ایک خصوصیت بطور خاص قابل ذکر ہے کہ اگر ان میں سے کوئی حمایت کا وعدہ کر لیتا تو اس کے وعدہ پر اعتماد کیا جا سکتا تھا۔ وہ لوگ معاہدات کے سختی سے پابند تھے لیکن مدینہ منورہ میں مسلمانوں کو چھوڑ کر دیگر لوگ یعنی یہود، کفار اور مشرکین کی حالت دوسری تھی وہ پابندی عہد کے سلسلہ میں سست تھے۔

اسلام کی مدینہ میں آمد سے قبل منافقین کا سردار عبد اللہ بن ابی بن سلول العوفی مدینہ کا سردار تھا۔ اس کی قوم نے منکوں کی ایک مالا تیار کی تھی کہ اس کو تاج پہنا کر اپنا حاکم بنا لیں۔ جب رسول اللہؐ

مدینہ منورہ رونق افروز ہوئے تو اس کی قوم نے اسلام قبول کیا۔ جب اس کی قوم اس سے پھر کر اسلام کی طرف ہوگئی تو اس کے دل میں کینہ پیدا ہو گیا اور وہ سمجھنے لگا کہ اس کی حکومت کو اسلام نے اس سے چھین لی اور جب دیکھا کہ اس کی قوم بجز رسول اللہؐ کے حکم کے اور کسی بات کو نہیں مانتی تو خود بھی ناچار اسلام میں داخل ہو گیا لیکن نفاق اور کینہ پر جما رہا۔ (ابن ہشام)

مسلمانوں کو بہت جلد اس بات کا اندازہ ہو گیا تھا کہ منافقین معاہدات تو کر لیتے ہیں مگر ان پر کوئی اعتماد نہیں کیا جا سکتا تھا کہ وہ پوری طرح اس کو پورا کریں گے اور اس پر قائم رہیں گے کیونکہ جب موقع ملتا اس کو توڑ دینے سے بھی گریز نہ کرتے تھے۔ تاہم استثنائی صورتیں بھی موجود تھیں۔ ان ساری باتوں کے علاوہ مدینہ منورہ میں ایک نئی صورت حال پیدا ہو گئی تھی یعنی منافقین کی ایک جماعت کا ظہور ہوا جو بظاہر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملتے تو بڑی یگانگت اور وابستگی کا اظہار کیا کرتے لیکن جب الگ ہوتے تو استہزاء اور شرارتوں پر اتر آتے۔ ان کے بارے میں قرآن حکیم نے جگہ جگہ ذکر کیا ہے بالخصوص سورہ بقرۃ کا ایک بڑا حصہ منافقین کے احوال وانجام کے بارے میں ہے۔ منافقین کی عجیب دورخی چال تھی وہ سامنے تو بظاہر مومن اور مسلمان بنتے تھے لیکن حقیقت میں وہ اسلام کے بدخواہ اور چھپے ہوئے دشمنوں کا نمونہ تھے۔

غلط اور غیر صحیح باتوں کا اسلام اور رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے انتساب، تعلیمات دین کی جھوٹی تشریحات، انبیاء سابقین کے اقوال وتعلیمات کو اسلامی احکامات سے غلط ملط کر کے من چاہا مفہوم لوگوں کو سمجھاتے۔ دھوکہ، مکاری، فریب، کذب، ریاکاری اور وعدہ خلافیاں ان کا معمول تھا۔ یہ تمام باتیں بالخصوص یہودیوں میں بہت زیادہ تھیں۔ مدینہ کے قبائل اوس اور خزرج کے وہ لوگ جو ابھی ایمان و اسلام سے دور تھے یا پھر وہ جو سخت کافر اور مشرک تھے ان لوگوں کا یہود سے بڑا میل جول تھا۔ اسی وجہ

سے یہودیوں کی ان قبیح خصلتوں کا کفار مدینہ پر گہرا اثر پڑنے لگا۔ اس طرح کفار و یہود مدینہ نے آپس میں سازش تیار کی کہ کس طرح مسلمانوں میں اختلافات پیدا کئے جائیں۔ اوس اور خزرج کے انصاریوں کو آپس میں اور مہاجر و انصار کو دوسری طرف سے کیسے باہمی طو پر ایک دوسرے سے بدظن کیا جائے۔ منافقین میں چوں کہ خود اتنی ہمت نہ تھی اس وجہ سے ایسے رکیک حربے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف استعمال کرنے لگے۔

منافقین کی بڑھتی ہوئی شرارتوں معاندانہ سرگرمیوں، فتنہ و فساد پیدا کرنے کی کوششوں، مسلمانوں کے ساتھ ان کا حسد و بغض، استہزء اور سب سے بڑھ کر ان کا چھپا ہوا کفر ایسا تھا جو زیادہ دنوں تک پوشیدہ نہ رہ سکا۔ منافق یہودی علماء کی سازشیں اور اوس و خزرج کے وہ لوگ جو ان کے دام فریب کے اسیر تھے۔ جب اپنی حرکتوں میں حد سے گزر گئے تب ان کا پردہ فاش کر دیا گیا۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان منافقین کو نام بنام اپنی مسجد سے خارج فرما دیا۔ قرآن حکیم میں نفاق اور منافقین سے متعلق ۳۷ آیات اور ایک مکمل سورہ ''سورہ منافقون'' آئی ہے اسی سے ان منافقوں کی قابل مذمت سرگرمیوں اور احوال کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ اگرچہ منافقین کی مخالفانہ روش اور مسلمانوں کے ساتھ نہایت ناروا برتاؤ جاری رہا۔ یہود و نصاریٰ کی اسلام کے خلاف امکانی کوشیش ہوتی رہیں لیکن دین حق کی مقبولیت، توسیع اور اثر و نفوذ میں برابر اضافہ ہوتا رہا۔ اللہ تعالی نے دشمنان دین کو ہر مرحلہ پر ہزیمت و رسوائی سے دو چار کیا اور ان کی ہر سازش ناکام ہوتی رہی۔ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ان کے ہر فتنہ اور خفیہ سرگرمی کا پردہ فاش ہوتا رہا۔

حضرت سلمان فارسیؓ کا اسلام اور آزادی

سیرت النبیؐ ابن ہشام میں حضرت سلمان فارسیؓ کے اسلام لانے کا تفصیلی واقعہ درج ہے۔ حضرت سلمان فارس کے شہر اصفہان کے قریب ایک گاؤں کے بڑے جاگیردار کے بیٹے تھے جو اس گاؤں کا دہقان بھی تھا۔ حضرت سلمان کو کبھی گھر سے باہر نکلنے نہیں دیا گیا جس کے باعث انھیں مذہب آتش پرستی سے بڑا لگاؤ ہو گیا تھا اور دیگر مذاہب کے متعلق کچھ علم نہ تھا۔ ایک مرتبہ انہیں کچھ ضروری کام سے ان کے والد کو مجبوراً باہر بھیجنا پڑا۔ راستہ میں انہیں ایک گرجا گھر ملا جس میں عبادت ہو رہی تھی۔ حضرت سلمان کو ان کا انداز عبادت بہت بھا گیا اور وہ گرجا گھر ہی میں سارا دن بتا دیا اور اپنے والد کا دیا ہوا کام بھول بیٹھے۔ گھر پہنچنے پر ان کے والد کو بڑا غصہ آیا اور جب اسے پتا چلا کہ سلمان نصرانیت سے متاثر ہو چکے ہیں تو انھیں قید کر دیا۔ جب گرجا گھر سے اطلاع ملی کہ ملک شام سے، جو نصرانی عالموں کا گڑھ ہے قافلہ آیا ہے اور واپس جانے والا ہے، تب سلمان نے کسی طرح اپنے آپ کو قید سے چھڑا لیا اور قافلہ سے جا ملے۔

ملک شام، موصل، نصیبین اور عموریہ میں حضرت سلمان یکے بعد دیگر ے کئی نصرانی عالموں کی خدمت میں رہے اور علم حاصل کیا۔ ہر نصرانی عالم نے اپنے انتقال کے وقت دوسرے نصرانی عالم کا پتہ دیتا اور کہتا جاؤ ان کی خدمت کرو، وہ صحیح دین پر قائم ہے۔ آخری نصرانی عالم نے اپنے انتقال کے وقت بتایا کہ ''اب اس دنیا میں کوئی ایسا باقی نہیں رہا جو صحیح دین پر قائم ہے۔ اس نے کہا کہ نبی آخر الزماں کے ظہور کا زمانہ قریب ہے۔ زمین عرب سے ان کا خروج ہوگا اور ایک ایسے شہر کی طرف ہجرت کریں گے جو دو حروں (یعنی گرم میدانوں) کے درمیان میں ہوگا اور کھجور کے درخت ہوں گے۔ ظاہری علامات یہ ہوں گی کہ یہ

ہدیہ کو قبول کرتے ہیں اور صدقہ کو نہیں کھاتے اور ان کے دونوں شانوں کے درمیان میں مہر نبوت ہوگی۔ پس اے سلمان تجھ سے ہو سکے تو وہاں چلا جا۔''

کچھ عرصہ بعد وہاں (عموریہ) سے ایک عرب قافلہ گزرا۔ حضرت سلمان نے ان سے کہا کہ میں اپنی گائیں اور بکریاں تم کو دیتا ہوں بشرطیکہ تم مجھ کو یہاں سے عرب لے چلو۔ قافلے والوں نے ان کو راستہ میں دھوکہ دیا اور انھیں ایک یہودی کے ہاتھ فروخت کر دیا اور اس نے بعد میں انھیں بنو قریظہ کے یہودی کو فروخت کر دیا جو انھیں مدینہ لے چلا۔

ایک روز انھوں نے اپنے مالک کی باتیں سنی جو کہہ رہا تھا کہ خدا فلاں قبیلہ کو تباہ کرے، وہ لوگ ایک شخص کے پاس گھرے ہوئے ہیں جو مکہ سے ان کے ہاں آئے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ نبی ہے۔ حضرت سلمان کہتے ہیں کہ جب میں نے یہ خبر سنی تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور کپکپی طاری ہو گئی۔ انھوں نے کچھ کھانے کی چیز لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوے جو ابھی قبا میں تشریف فرما تھے۔ حضورؐ کی خدمت میں کھانے کی اشیاء پیش کی اور عرض کیا کہ یہ صدقہ لایا ہوں۔ حضورؐ نے اس کھانے کو اپنے اصحاب کے آگے کر دیا اور خود نوش نہیں فرمایا۔ حضرت سلمان دل ہی دل خوش ہو رہے تھے کہ جو نشانیاں انھیں بتائی گئی تھی اس میں عرب، کھجور کے درخت اور صدقہ سے متعلق پوری اتر آئی۔ انھوں نے کچھ دن بعد پھر کھانے کی اشاء خریدی اور حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوے اور پیش کرتے ہوے کہا کہ یہ ہدیہ ہے۔ حضورؐ نے اسے قبول فرمایا اور اپنے اصحاب کے ساتھ نوش بھی فرمایا۔ ایک دن موقع تلاش کر کے انھوں نے حضورؐ کی پشت مبارک کی طرف آئے تا کہ مہر نبوت دیکھ سکیں۔ حضورؐ نے ان کو آتا دیکھ کر سمجھ گئے اور اپنے پشت اقدس سے چادر ہٹا دی۔ حضرت سلمان نے مہر نبوت کے دیدار کا شرف حاصل کیا اور اسے بوسہ دیا اور رونے لگے۔ حضورؐ نے ان کو سامنے بلایا اور ان سے ان کا سارا قصہ سنا اور بہت خوش ہوے۔ حضرت

سلمان فارسیؓ ایمان لے آئے۔

حضرت سلمان فارسیؓ غلامی کے سبب غزوۂ بدر اور احد میں شریک نہ ہو سکے۔ حضورؐ کے حکم پر انھوں نے اپنے مالک سے تین سو کھجور کے درخت اور چالیس اوقیہ سونے پر کتابت کر لی۔ حضورؐ کی توجہ سے مسلمانوں نے حضرت سلمانؓ کے لئے تین سو درخت پیش کئے۔ حضرت سلمانؓ کو حضور نے درختوں کے لئے گڑھے کھودنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ درخت میں اپنے ہاتھ سے لگاؤں گا۔ جب گڑھے تیار ہو چکے تو حضورؐ نے اپنے دست مبارک سے سارے درخت لگائے۔ حضرت سلمانؓ کہتے ہیں کہ ان میں سے ایک درخت بھی ضائع نہیں ہوا۔ حضورؐ کی خدمت میں کسی نے مرغ کے بیضہ کے برابر سونا ہدیہ کیا۔ حضورؐ نے حضرت سلمانؓ کو طلب فرمایا اور اس سونے کو اپنے لعاب پاک سے تر کیا اور ان سے فرمایا کہ یہ سونا لے جاؤ اور اپنے مال کتابت اس سے ادا کر دے۔ یہودی نے بھی اس تھوڑے سے سونے کو دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا کہ یہ کیسے چالیس اوقیہ ہو سکتا ہے۔ لیکن سرکارؐ کا معجزہ ہوا کہ جب اس کو تولا گیا تو برابر چالیس اوقیہ تھا۔ اسے دے کر حضرت سلمان فارسیؓ آزاد ہوئے اور پھر اپنی ساری حیات حضور انورؐ کی خدمت اقدس میں گزار دی۔ (ابن ہشام)

حضرت سلمان فارسیؓ کی مقبولیت اور محبوبیت کا حال یہ تھا کہ مہاجر اور انصار میں بحث ہونے لگی۔ مہاجرین تو یہ کہتے تھے کہ سلمان ہماری جماعت سے تعلق رکھتے ہیں اور انصار کہتے تھے کہ سلمان ہماری جماعت سے ہیں۔ آخر رسول اللہؐ نے فرمایا کہ سلمان ہمارے میں سے ہیں اور اہل بیت یعنی گھر والوں میں سے ہیں۔ اس طرح حضرت سلمان فارسیؓ کو یہ خصوصی اعزاز ملا۔ حضرت سلمانؓ اتنے مضبوط اور قوی ہیکل آدمی تھے کہ خندق کی کھدائی کے دوران وہ اکیلے دس آدمیوں کے برابر کام کرتے تھے چنانچہ وہ روزانہ پانچ ہاتھ چوڑی اور پانچ ہاتھ گہری زمین کھودتے تھے۔ (سیرت حلبیہ)

سلسلہ واقعات

مدینہ منورہ رونق افروزی کے بعد دینی استحکام اور ملی تنظیم کا سلسلہ بلا کسی رکاوٹ کے جاری وساری رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے دو ماہ بعد بعض روایتوں کے بموجب ایک سال گزرنے آیا تو اقامت کی نمازوں میں اضافہ کر دیا گیا اس سے پہلے مغرب کی تین رکعت کے سواء تمام نمازیں دو دو رکعت کی تھیں۔ اس کے بعد نماز ظہر، نماز عصر، اور نماز عشاء میں مزید دو دو رکعت کا اضافہ ہوا البتہ نماز فجر کی دو رکعتیں جوں کی توں برقرار رکھی گئیں کیونکہ نماز فجر میں قراءت طویل ہے اور نماز مغرب (تین رکعتوں) کو بھی اسی طرح برقرار رکھا گیا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ جلوہ افروزی کے بعد ماہ محرم الحرام کی دسویں تاریخ یعنی یوم عاشورہ کے موقع پر صحابہ کرام کو روزہ رکھنے کا حکم دیا چوں کہ اس دن حضرت موسی علیہ السلام نے فرعون کی شرانگیزیوں سے نجات پائی تھی۔ وہ دشمن خدا اس دن اپنے قبطی لشکر کے ساتھ غرق دریا ہوا تھا۔ اسی وجہ سے بطور شکرانہ حضرت موسیٰؑ ہر سال یوم عاشورہ کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ اس یادگار انعام حق کے شکرانہ کے روزہ کے سلسلے پر حضرت موسی کلیم اللہؑ نے ساری زندگی مداومت کی تھی۔ حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ "ہم اپنے بھائی موسیٰؑ کی سنت کو زندہ رکھنے اور اس سلسلہ کو جاری رکھنے کا زیادہ حق رکھتے ہے"۔ چنانچہ منادی کے ذریعہ یوم عاشورہ کے روزے کا اعلان ہوا۔ جب ماہ صیام کے روزے فرض ہوئے تو یوم عاشورہ کا وجوب ختم ہو گیا۔

ہجرت کے بعد اولین برس رونما ہونے والے دیگر اہم واقعات میں کلثوم بن ہدمؓ کی وفات ہے

جن کے مکان میں قباء کے قیام کے دوران حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے سکونت فرمائی تھی۔ چند ماہ بعد بنی نجار کے نقیب حضرت اسعد بن زرارہؓ نے بھی اس دارفانی کو چھوڑا۔ ان کے بعد خود حضور انورؐ نے بنی نجار کی نقابت اپنے سے متعلق فرمائی جو بلاشبہ بنی نجار کے لئے بڑے اعزاز و افتخار کی بات تھی۔ بئر رومہ جو ایک خسیس یہودی کی ملکیت میں تھا جس کے شیریں پانی کو فقراء مسلمین کے لئے خرید کر پینا دشوار تھا اس کنویں کو حضرت عثمان غنیؓ نے زرکثیر ادا کر کے خرید لیا اور جنت کے ایک چشمہ کے عوض حضورؐ کے دست اقدس پر فروخت کیا اور حضورؐ نے اس کنویں کو تمام مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔ مشہور دلدادہ توحید جن کا قول تھا کہ وہ اب ابراہیم علیہ السلام کے رب کی عبادت کرتے ہیں یعنی ضعیف العمر صرمہ بن انس انصاریؓ نے شرف اسلام پایا۔

تحویل قبلہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ میں بیت المقدس کی جانب رخ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے۔ کعبۃ اللہ سے حضورؐ کا قلبی تعلق اس طور پر ظاہر ہوتا تھا کہ بوقت نماز حضورؐ شام کی طرف یوں منہ کر کے کھڑے ہوتے تھے کہ بیت اللہ شریف بھی سامنے رہے۔ اس طرح بیک وقت دونوں قبلے جمع ہو جاتے تھے۔ لیکن جب حضور انورؐ نے ہجرت فرمائی تو یہ صورت باقی نہیں رہی۔ مدینہ منورہ تشریف آوری کے ۱۶ یا ۱۷ مہینے بعد (یعنی ماہ رجب سنہ ۲ ہجری (ابن ہشام) یا بروایت دیگر نصف ماہ شعبان سنہ ۲ ہجری) میں قبلہ کی تحویل شام کی سمت سے کعبہ کی سمت ہوئی۔ رسول اللہؐ کے قلب اقدس میں کعبۃ اللہ کی جانب منہ کر کے نماز پڑھنے کا اشتیاق کچھ ایسا بڑھا کہ حضورؐ بار بار آسمان کی طرف نگاہیں اٹھا اٹھا کر

دیکھتے تھے کہ کب کعبۃ اللہ کی جانب رخ کر کے نماز پڑھنے کا حکم نازل ہو۔ اللہ تعالی نے اپنے حبیبؐ کی اس دلی آرزو کو پورا فرمانے سے قبل معترضین کے اعتراضات کا ذکر فرما کر مسلمانوں کو ہدایت فرمائی کہ وہ کسی تذبذب کا شکار نہ ہوں بلکہ (معترضین کے) تمام قیل وقال سے بے نیاز ہو کر اپنے مالک کے فرمان کی تعمیل کریں۔

کعبہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جد امجد حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا قبلہ تھا۔ نیز اہل عرب کو اسلام کی طرف مائل کرنے کا ایک موثر ذریعہ تھا۔ یہ اور ان کے علاوہ کئی دیگر وجوہات بھی تھیں جنھیں نگاہ نبوتؐ دیکھ رہی تھی۔ جن کے باعث حضور اقدسؐ کی دلی تمنا تھی کہ کعبہ کو قبلہ بنایا جائے اور چشم امید رحمت کی طرف بار بار اٹھتی رہتی تھی۔ اللہ تعالی کو اپنے محبوب کی یہ ادا اتنی پیاری اور اس کی خوشنودی خاطر اتنی مطلوب تھی کہ اعلان فرما دیا کہ

● ''دیکھ رہے ہیں بار بار آپ کا منہ کرنا آسمان کی طرف تو ہم ضرور پھیر دیں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں۔ (لو) اب پھیر لو اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف (اے مسلمانوں) جہاں کہیں تم ہو پھیر لیا کرو اپنے منہ کو اس کی طرف اور بے شک وہ جنھیں کتاب دی گئی ضرور جانتے ہیں کہ یہ حکم بر حق ہے ان کے رب کی طرف سے اور اللہ تعالی بے خبر نہیں ہے ان کاموں سے جو وہ کرتے ہیں۔

(ق سورہ ۲۔ آیت ۱۴۴)

جب یہ حکم نازل ہوا اس وقت حضورؐ اپنے صحابہ کے ساتھ مسجد بنی سلمہ میں ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ دو رکعتیں ادا کر چکے تھے کہ یہ آیت نازل ہوئی اسی وقت حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے بیت المقدس سے منہ موڑ کر کعبہ کی طرف کر لیا صحابہ کرام نے بھی اپنے رخ پھیر لئے اور مدینہ کی دوسری مسجدوں میں جہاں جہاں جماعت ہو رہی تھی جب یہ حکم پہنچا تو اسی لمحہ تمام صحابہ کرام نے اپنے رخ پھیر لئے اور دنیا کے سامنے تسلیم ورضا اور تعمیل حکم کا بے مثال نمونہ دکھایا۔ یقینا صحابہ کرام کی محیر العقول ترقی کا راز اپنے نبی اور

رسولؐ کی اسی بے چون و چرا اطاعت و تابعداری میں مضمر تھا۔ (ضیاء القرآن)

تحویل قبلہ کا واقعہ غزوہ بدر سے پہلے کا ہے۔ سب سے پہلی نماز جو رسول اللہؐ نے کعبہ کی جانب پڑھی وہ نماز عصر تھی۔ (بخاری) ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ تمام و کمال جو نماز کعبہ کی جانب پڑھی ہو وہ نماز عصر تھی مدینہ منورہ میں جانب غرب میں وادی عقیق اور بیر رومہ کے قریب ایک مسجد ہے جسے مسجد قبلتین کہتے ہیں تحویل قبلہ یہیں واقع ہوا جب تحویل قبلہ کا حکم نازل ہوا تو کچھ یہود و منافقین کے دل میں شک اور کھوٹ پیدا ہوا۔ اس پر حکم رب نازل ہوا ''مشرق و مغرب اللہ ہی کے ہیں وہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی ہدایت فرماتا ہے''۔ تحویل قبلہ کے بعد مسجد نبوی شریف کی دوبارہ تعمیر ہوئی اور مسجد قباء کو بھی بدلا گیا۔ (مدارج)

نزول احکام

سنہ ۲ ہجری میں تحویل قبلہ کے بعد ماہ شعبان المعظم میں رمضان مبارک کے روزے فرض ہوئے۔ فرضیت صوم سے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

- ''اے ایمان والو! فرض کئے گئے ہیں تم پر روزے جیسے فرض کئے گئے تھے ان لوگوں پر جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ یہ گنتی کے چند روز ہیں پھر جو تم میں سے بیمار ہوں یا سفر میں ہوں تو اتنے روزے اور دنوں میں رکھ لے۔ اور جو لوگ اسے بہت مشکل سے ادا کر سکیں ان کے ذمہ فدیہ ہے ایک مسکین کا کھانا اور جو خوشی سے زیادہ نیکی کرے تو وہ اس کے لئے زیادہ بہتر ہے اور تمہارا روزہ رکھنا ہی بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم جانتے ہو''۔ (ق رسورہ ۲۔ ۱۸۳، ۱۸۴)

اس کے بعد والی آیت شریفہ میں ماہ رمضان میں نزول قرآن شریف اور روزوں کی فرضیت کا اسی

ماہ مبارک سے اختصاص واضح فرمایا گیا ہے۔

● ''ماہ رمضان (مبارک) جس میں قرآن اتارا گیا اس حال میں کہ یہ راہ حق دکھاتا ہے لوگوں کو اور (اس میں) روشن دلیلیں ہیں ہدایت کی اور حق و باطل تمیز کرنے کی سو جو کوئی پائے تم میں سے اس مہینہ کو تو وہ اس مہینہ میں روزے رکھے...''۔ (ق/سورہ ۲۔ ۱۸۵)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو یوم عاشورہ یعنی دسویں محرم کا روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ جب ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے تو ارشاد فرمایا کہ ''اب صوم عاشورہ کے متعلق اختیار ہے چاہے روزہ رکھے چاہے افطار کرے''۔ (بخاری) اسی طرح زکوۃ الفطر اور نماز عید کے وجوب کا بھی سنہ ۲ ہجری سے ہی تعلق ہے ماہ رمضان کے ختم ہونے میں دو دن باقی تھے کہ صدقۃ الفطر اور صلاۃ العید کا حکم نازل ہوا اور یہ آیت جلیلہ نازل ہوئی۔

● ''تحقیق فلاح پائی اس شخص نے کہ جو باطنی نجاستوں اور کدورتوں سے پاک ہوا۔ اور اللہ کا نام لیا اور عید کی نماز پڑھی''۔ (ق/سورہ ۸۷ آیات ۱۵، ۱۴)

عمر بن عبدالعزیز اور ابوالعالیہ اس آیت کی اس طرح تفسیر فرماتے تھے کہ ''فلاح پائی اس شخص نے جس نے زکوۃ فطر ادا کی اور عید کی نماز ادا کی''۔ (جصاص) علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ مال کی سالانہ زکوۃ کب فرض ہوئی بعض سنہ یکم ہجری اور بعض سنہ دو ہجری میں زکوۃ کی فرضیت بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زکوۃ کا حکم نازل ہونے سے پیشتر مسلمانوں کو صدقہ فطر دینے کا حکم فرمایا۔ (بروایت قیس بن سعدؓ) امام ابن خزیمہؒ فرماتے ہیں کہ زکوۃ مال ہجرت سے پہلے فرض ہوئی اس ضمن میں وہ نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر طیارؓ کی تقریر کا حوالہ دیتے ہیں جس میں حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے نماز کے بعد زکوۃ اور روزہ کے احکام سے متعلق بات بتائی تھی۔ ہجرت کے دوسرے سال میں

تحویل قبلہ، رمضان کے روزے، زکوۃ الفطر یعنی صدقہ فطر اور عید الفطر و عید الاضحیٰ کی نماز شروع ہوئی۔

اذن جہاد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعثت شریفہ کے بعد سے جب تک مکہ مکرمہ میں تشریف فرما رہے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم تھا کہ دعوت توحید اور رسالت کا کام دلائل وحجت کے ساتھ بطریق احسن نصیحت کر کے انجام دیں۔ لوگوں کو بت پرستی، مظاہر پرستی، ظلم وزیادتی اور اعمال بد سے منع کریں۔ عام اخلاقی خرابیوں کو دور کرنے کے لئے حکیمانہ طریقہ سے ترغیب وتعلیم دیں۔ کفار ومشرکین کی جانب سے کی جانے والی ہر زیادتی اور ظلم وتشدد پر صبر سے کام لیں اور ان کی ایذا رسانیوں اور شرارتوں کو برداشت کریں تا کہ حجت الٰہیہ قائم ہو جائے۔ رسول اللہؐ جب سارے عالم کی ہدایت کے لئے رسول انسانیت کی حیثیت سے رونق افروز ہوئے اور توحید ربانی کا پیغام پہنچایا تو اس وقت کوئی حضورؐ کا معین ومشیر نہ تھا۔ حضور اقدسؐ نے بحکم الٰہی تن تنہا اس دعوت حق کا آغاز فرمایا۔ سلیم طبائع نے حضورؐ کی ہدایت کو گوش ہوش سے سنا اور صدق دل کے ساتھ قبول کیا اور جو ضدی، شریر، ہٹ دھرم اور مغرور ومتکبر تھے انھوں نے نہ صرف یہ کہ انکار و تکذیب کی بلکہ ممکنہ طریقوں سے حضور انورؐ کو تکلیف پہنچائی تمسخر اور استہزاء پر اتر آئے۔ حضور اقدسؐ کی اور آپ کے جاں نثار اہل بیت وصحابہ کی ایذا رسانی میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ آقائے دو جہاںؐ بحکم خدائے قدوس ہر مشکل اور تکلیف کو تحمل کے ساتھ برداشت فرماتے اور صبر کرتے رہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء وفرمان تھا کہ مشرکین مکہ سے زبان یا ہاتھ سے کوئی انتقام یا بدلہ نہ لیں۔ سرکار دو جہاںؐ اس بات پر پابند تھے۔ جیسا کہ حکم تھا

● ’’...پس معاف کرو اور درگزر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالی اس بارے میں نیا حکم نازل فرمائے بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے‘‘۔ (ق/سورہ ۲۔۱۰۹)

اور جب اللہ تعالی نے چاہا کہ مشرکین کے پنجہ ظلم کو مروڑا جائے تو یہ تدبیر فرمائی کہ سب سے پہلے اپنے حبیبؐ کو اذن ہجرت مرحمت فرمایا۔ چنانچہ تعمیل فرمان حق تعالی میں حضور اقدسؐ اور آپ کے صحابہ کرام نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی۔ مکہ مکرمہ میں حضور انورؐ کو یا صحابہ کرام کو حرب و قتال کی اجازت نہ تھی۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت سعدؓ اور ایک مرتبہ حضرت زبیرؓ کو لڑنا پڑا تھا اور ایمان لانے کے بعد حضرت عمرؓ بھی لڑے تھے۔ مگر یہ سب واقعات جہاد کے حکم سے پہلے کے ہیں اور اس سے محض حفاظت نفس مقصود تھا۔

ہجرت کے بعد صورت حال ایک دم متغیر ہوگئی۔ اللہ تعالی کی راہ میں ہجرت کرنے والے اور توحید و رسالت کی خاطر گھر بار، عزیز و اقارب، وطن اور مال و اسباب حتی کہ ہر چیز کی قربانی دینے والوں کے خلاف سارے عرب اور یہود اٹھ کھڑے ہوئے اور انھیں ہر طرح ستانے اور ان کے وجود کو ختم کرنے کی متفقہ کوششیں کرنے لگے تو خالق کونین نے اپنے حبیبؐ اور دین اسلام کی حفاظت کے لئے اجازت دی کہ جو تم سے لڑے اور ابتداء کرے تو جہاد کی اجازت ہے۔ اس سلسلہ میں یہ آیتیں سب سے پہلے حکم جہاد میں نازل ہوئیں۔

’’ایسے لوگوں کو جہاد و قتال کی اجازت دی گئی جن سے کافر لڑتے ہیں (یہ اجازت اس لئے دی گئی) کہ یہ لوگ بڑے مظلوم ہیں اور بے شک اللہ تعالی ان کی مدد پر قادر ہے۔ (اور جن کی فتح و نصرت کا وعدہ کیا جا رہا ہے) یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گھروں سے بے وجہ نکالے گئے فقط اس وجہ سے کہ یہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اللہ اگر آدمیوں میں ایک کو دوسرے سے دفع نہ فرماتا تو ضرور ڈھا دیئے جاتے

خانقاہیں، گرجا، کلیسے اور مسجدیں جن میں اللہ کا بکثرت نام لیا جاتا ہے اور بے شک اللہ تعالی مدد کرے گا اس شخص کی جو اس کے دین کی مدد کرے گا بے شک اللہ زبردست اور غالب ہے۔ (اور ہم ایسے لوگوں کی مدد کریں گے کہ) اگر ہم ان کو روئے زمین کی بادشاہت اور حکومت بھی دیں تو (ہمارے جادہ اطاعت سے ذرہ برابر منحرف نہ ہوں گے) نمازوں کو قائم کریں گے اور زکوۃ دیں گے اور بھلائی کا حکم کریں گے اور برائی سے روکیں گے اور تمام امور کے انجام کا اللہ ہی کو اختیار ہے''۔ (ق ر سورہ ۲۲۔ ۳۹ تا ۴۱)

حقائق جہاد

''...... اگر اللہ بعض لوگوں کے شر اور فساد کو بعض لوگوں کے ہاتھ سے دفع نہ فرمائے تو تمام زمین میں فساد پھیل جاتا لیکن اللہ جہانوں پر بڑا ہی فضل فرمانے والا ہے''۔ (ق ر سورہ ۲۔ ۲۵۱)

انبیاء سابقین کو بھی اذن جہاد تھا۔ یہ خالق کونین کی سنت قدیمی ہے کہ وہ اپنے مخلص بندوں کو جہاد کا حکم دیتا ہے تا کہ مفسدین اور فتنہ پیدا کرنے والوں کے شر اور فساد کو مٹا دے۔ اعلاء کلمتہ اللہ کے لئے اپنی طاقت وصلاحیت کو کام میں لانا اصطلاح شریعت میں جہاد ہے جو خالص اللہ کے لئے اس کی رضا کے حصول کے لئے ہو اور دنیوی ونفسانی اغراض سے بالکلیہ پاک ہو۔ مال و دولت، حکومت و اقتدار اور اظہار شجاعت و بہادری کے لئے لڑنا جنگ ہے جو قومی مفادات، حمیت، نام ونمود اور شہرت کی خاطر ہوا کرتی ہے جب کہ صحیحین میں جہاد کی تعریف اس حدیث شریف سے ہوتی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ☆ ''جو شخص فقط اس لئے لڑے تا کہ اللہ ہی کا بول بالا رہے بس وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے''۔

اغراض وآداب جہاد سے متعلق ارشادات و ہدایات اس کی اہمیت اور فضیلت پر دال ہیں۔ اللہ کا

نام لے کر نکلنا، غرور واکڑ نہ ہونا، آپسی جھگڑے نہ ہوں، اطاعت حق و اتباع رسولؐ پیش نظر رہنا، ثابت قدمی، صبر و برداشت، ذکر خدا سے غفلت نہ ہونا، استقامت و بہادری سے معرکہ آرائی، کثرت ساز و سامان یا جمعیت پر غرور یا قلت پر حیران و پریشان نہ ہونا، اللہ پر کامل بھروسہ، اللہ کی نعمتوں کا احساس، بلندی پر اللہ کی عظمت و کبریائی کا تصور کر کے اللہ اکبر اور ڈھلان پر سبحان اللہ کہنا، فتح کی صورت میں شکر کرنا و نیز عیش و طرب کے سامان یا کتے گھنٹے اور باجے ساتھ نہ لے جانا وغیرہ۔

جہاد کی اقسام میں دفاعی، اقدامی اور استیمان ہیں۔ دفاعی جہاد مدافعت اور بچاؤ کے لئے یعنی کفار کے حملے کی صورت میں اپنے تحفظ کے لئے دفاع کرنا اور اسلام کی آزادی کو خطرہ ہو تو اقدامی جہاد کیا جاتا ہے۔ یہ احتیاط اور حفظ ما تقدم کا تقاضہ ہے۔ تیسری صورت استیمان کی ہے یعنی کافر مسلمانوں سے پناہ اور امن چاہے اور ان کی پناہ میں آجائے تو ان کافروں سے یہ حکم اٹھ جاتا ہے۔ جہاد کا حکم کفار محاربین کے ساتھ مخصوص ہے، کافر ذمی اور مستامن کے احکام جداگانہ ہیں۔

مقصود جہاد ''اللہ کے دین کا غلبہ'' مسلمانوں کے لئے عبادات و اطاعت حق تعالی کے پر امن اور باعزت مواقع اور دین، کفار کی خلل اندازی سے محفوظ رہے۔ عدل و انصاف کا قیام، امانت و صداقت کا تحفظ، بدکاریوں، ظلم اور تمام بداخلاقیوں کا خاتمہ ہو، حق کی برتری قائم رہے اور باطل کا قلع قمع ہو جائے۔ جہاد لوگوں کو جبراً مسلمان بنانے کے لئے نہیں، بلکہ عزت و ناموس اسلام کی حفاظت کے لئے ہے۔ اسلام اپنے اعداء کے نفس وجود کا مخالف نہیں۔ بلکہ کفر و ظلم کی ان سرگرمیوں کے خلاف اقدام کا حامی ہے جو اسلام کی حقانیت اور مسلمانوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کے لئے خطرہ ہیں اور جو غیر مسلم و کافران باتوں سے دور ہوں اور مسلمانوں کی پناہ میں آنا چاہے اور ان کی حفاظت میں رہنا چاہیں، جزیہ کے عوض وہ امن و تحفظ پاتے ہیں۔ جنھیں اصطلاح شریعت میں ذمی یا معاہد سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یعنی اللہ اور اس کے رسولؐ نے جن کے جان و مال کی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے۔

شریعت اسلامیہ میں مسلمان وہ ہے جو بہ رضا ورغبت حقانیت دین اسلام کا زبان سے اقرار اور دل سے اس کی تصدیق کرے اس کے برخلاف کسی طمع لالچ یا کسی خوف وہراس سے محض اسلام کا زبان سے اقرار کرے اور نہ دل سے تصدیق کرے نہ اعتقاد رکھے وہ مسلمان نہیں منافق ہے۔

یہ ایک مانی ہوئی بات ہے کہ اعتقاد کامل اور یقین تام، جبرو اکراہ، ترغیب وترہیب یا تحریص و تخویف سے حاصل نہیں ہوا کرتا۔ جبرو اکراہ سے قلوب کو مطمئن کرنا محال ہے۔ تیغ وتبر سے یا خنجر وطپنچہ سے کوئی عقیدہ قلب میں نہیں اتر سکتا لہذا یہ کہنا بالکلیہ غلط ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلا ہے بلکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ صحابہ کرام نے بہ ہزار رضا ورغبت اسلام قبول کیا تھا اور گزشتہ چودہ صدیوں سے جو بھی اسلام قبول کرتا آیا ہے وہ بلا جبرو اکراہ بہ رضا ورغبت دل وجان سے اسلام لاتا ہے۔ لذت ایمان دراصل دین پر جان ومال نچھاور کردینے کے جذبہ کی محرک ہے جو عملاً جہاد کے معنی میں ہے۔

غزوہ اور سریہ میں فرق

جہاد کے حکم کے نزول کے بعد اطراف واکناف لشکر روانہ کئے جانے لگے۔ علماء سیر کی اصطلاحات میں جس جہاد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ نفس نفیس شرکت کی وہ غزوہ کہلاتا ہے اور جس میں حضور انورؐ نے شرکت نہیں کی وہ سریہ یا بعث ہے۔ غزوات کی جملہ تعداد کے بارے میں اختلاف کا سبب علماء سیر ومغازی کا چند غزوات کو قریب قریب یا ایک ہی سفر میں ہونے کی وجہ سے ''ایک'' شمار کرنا یا ممکن ہے کہ بعض حضرات کو بعض غزوات کے بارے میں معلومات کا نہ ہونا ہو۔ بہرحال حضرت زید ابن ارقمؓ نے غزوات کی تعداد ۱۹ گنائی ہے (بخاری ومسلم وترمذی) حضرت جابر بن عبداللہؓ نے ۲۱ غزوات بتائے ہیں (ابویعلی) حضرت سعید بن مسعیبؓ نے ۲۴ غزوات کے بارے میں کہا ہے

(عبدالرزاق بسند صحیح) جب کہ ابن اسحاق، واقدی اور ابن سعد سمیت اکثر ائمہ سیر و مغازی نے غزوات کی تعداد ۲۷ بتائی ہے یونہی سرایا کی تعداد کے بارے میں بھی مختلف دعوے ہیں۔ ابن سعد، ابن عبدالبر، ابن اسحاق، واقدی اور ابن جوزی نے علی الترتیب ۴۰، ۳۵، ۳۸، ۴۸ اور ۵۶ سرایا بتائے ہیں۔

تمام غزوات و سرایا کے وجوہ و اسباب، تفصیلات اور نتائج وغیرہ ہجرت کے بعد تاریخ اسلام کا نہایت اہم حصہ ہیں جنھیں متقدمین نے بالخصوص فن سیر و مغازی کے کبار علماء نے پوری طرح محفوظ کر دیا ہے۔ غزوات و سرایا بجائے خود ایک مکمل اور وسیع تر موضوع ہے۔ جس پر نہایت اعلی، وقیع مستند اور وسیع ترین ذخائر معلومات ملتے ہیں۔

سریہ حضرت حمزہ رض

اذن جہاد و قتال کے بعد یعنی ہجرت کے ساتویں مہینہ میں سب سے پہلا علم حضرت حمزہ بن عبدالمطلب بن ہاشم رضی اللہ عنہ کو عطا ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو علم حضرت حمزہ رض کو سرفراز فرمایا تھا وہ سفید رنگ کا تھا۔ حضرت ابو مرثد غنوی رض نے یہ علم اٹھایا جو سیدنا حمزہ رض کے حلیف تھے۔ حضور ص نے اس سریہ میں حضرت حمزہ رض کے ساتھ تیس مہاجرین کی جماعت کو روانہ کیا اور انھیں قافلہ قریش جو شام سے آ رہا تھا (اس سریہ میں سارے مجاہدین مہاجر تھے۔ انصاریوں سے کوئی نہ تھا کیونکہ بیعت عقبہ میں انصار نے شرط کر لی تھی وہ اپنے شہر (مدینہ منورہ) میں رہ کر ہی حضور انور ص کی محافظت کا فریضہ ادا کریں گے) حضرت حمزہ رض کی سرکردگی میں روانہ کیا گیا۔ یہ دستہ مقام سیف البحر قریش کے اس قافلہ کے مدمقابل صف آراء ہو گیا جس میں تین سو افراد ابوجہل بن ہشام کے ساتھ شام سے آئے تھے۔ عیص کی جانب ساحل سمندر کے قریب ان کی مدبھیڑ ہو گئی یہاں تک کہ ان میں مقابلہ کے لئے صف بندی بھی ہو

گئی۔اس دوران دونوں کے مشترکہ حلیف مجدی بن عمرو جہینی نے درمیان میں پڑ کر قتال کی صورت پیدا ہونے نہ دی ابو جہل اپنے ساتھیوں کے ساتھ مکہ مکرمہ کی طرف چلا گیا اور حضرت حمزہ بن عبد المطلب بن ہاشمؓ مہاجرین صحابہ اکرام کے ساتھ مدینہ منورہ لوٹ آئے جنگ یا قتال کی صورت پیش نہ آسکی سیر و مغازی میں یہ واقعہ ''سریہ حمزہ'' سے مشہور ہے۔

سریہ عبیدۃ بن الحارثؓ

ہجرت نبویؐ کے آٹھویں مہینے میں یعنی ماہ شوال المکرم کے ابتدائی دنوں میں حضرت عبیدہ بن الحارثؓ کی سرکردگی میں جانب رابغ ساٹھ سواریوں پر مشتمل دستہ بھیجا گیا جس میں سارے کے سارے مہاجر صحابہؓ تھے۔ایک دوسری روایت میں ان کی تعداد اسی (۸۰) ملتی ہے اس سریہ میں لوائے ابیض (سفید علم) ان کے لئے عطا ہوا تھا جسے حضرت مسطح بن اثاثہؓ بن المطلب بن عبد مناف لئے ہوئے تھے۔ یہ لوگ جب مدینہ منورہ سے چل کر ثنیہ مرہ کے نیچے پہنچے تو دیکھا کہ وہاں ابوسفیان بن حرب دوسو قریشوں کے ساتھ موجود ہے ان کے ہمراہ عکرمہ بن ابی جہل بھی ہے۔مکرز بن حفص کی موجودگی کے متعلق بھی ایک قول ملتا ہے۔ان تینوں میں سے کوئی ایک قریشی جماعت کی قیادت کر رہا تھا۔جحفہ سے پندرہ کیلومیٹر کے فاصلہ پر ایک مقام پر جہاں پانی کی سہولت تھی ان سے مڈبھیڑ ہوئی۔اس سریہ میں تلواریں بے نیام نہیں ہوئیں البتہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے ایک تیر چلایا یہ پہلا تیر تھا جو اسلام میں چلایا گیا تاہم لڑائی کی نوبت نہ آئی۔دونوں فریق اپنی اپنی جائے پناہ میں واپس آئے اس سریہ میں قریش کی جماعت سے دو افراد نکل کر حضرت عبیدہؓ بن الحارث سے آملے تھے۔یہ حضرات مقدادؓ بن عمرو اور عتبہؓ بن غزوان تھے جو مسلمان ہو چکے تھے۔لیکن قریش کے پنجہ ظلم نے انہیں محصور کر رکھا تھا۔اسی وجہ سے ہجرت نہ کر

سکے تھے۔ اس موقع پر وہ قریشی قافلے کے ساتھ مکہ مکرمہ سے اس غرض سے نکل پڑے تھے کہ جوں ہی موقع ملے گا وہ مسلمانوں کے ساتھ ہو جائیں گے اس طرح ہجرت کی سعادت حاصل کرلیں گے اور قریش کی گرفت سے آزاد ہو سکیں گے چنانچہ جب قریش اور مسلمانوں کا مقابلہ ہوا تو یہ حضرات کسی طرح قریش کی صفوں سے نکل کر مسلمانوں کی طرف آ گئے اور اپنے ارادے میں کامیاب ہوئے۔ مقدادؓ چوں کہ بنی کندہ کے حلیف تھے اور اسود بن عبد یغوث کے متبنی تھے اس وجہ سے مقداد بن الاسود اور مقداد کندی سے بھی معروف تھے۔ ان کا شمار سابقون الاولون میں ہوتا ہے۔ انھوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی جبکہ حضرت عتبہؓ بن غزوان کو ساتویں مسلمان ہونے کا شرف حاصل تھا۔ انہوں نے چالیس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا تھا اور ہجرت حبشہ کی سعادت پائی تھی۔ بصرہ میں انہوں نے امارت کی اور ایک مسجد بھی تعمیر کی تھی۔ ان دونوں حضرات کے قریشی کیمپ سے نکل آنا ایک اہم واقعہ تھا اس بات نے قریشیوں کو سخت دھکا پہنچایا۔

چوں کہ حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہؓ کی روانگی ساتھ ساتھ یا قریبی عرصہ میں ہوئی اس وجہ سے علماء سیر و مغازی میں اختلاف رونما ہوا بعض حضرات حضرت حمزہؓ کی روانگی کو مقدم بتاتے ہیں اور بعض مورخین عبیدہؓ کے پہلے روانہ ہونے کے بارے میں لکھتے ہیں۔ چند حضرات کا یہ کہنا ہے کہ دونوں بعث ساتھ ساتھ واقع ہوئے اس لئے اشتباہ ہو گیا کہ جس کے زیر اثر کسی نے سریہ حمزہؓ کو اولیت دی اور کسی نے سریہ عبیدہؓ بن الحارث کو مقدم بتایا۔ اس حقیقت کی روشنی میں دونوں خیالات کا صحیح ہونا اپنی اپنی جگہ درست قرار پاتا ہے۔ حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہؓ بن الحارث کے اقدام نے قریش کو مسلمانوں کے ایمانی جوش، بلند حوصلوں اور جراءت بے پناہ کا اچھی طرح احساس دلایا بغیر قتال کے یہ حضرات مدینہ منورہ مراجعت فرما ہوئے۔

سرایا وغزوات ماقبل بدر

سریہ سعد بن ابی وقاصؓ

ہجرت کے نویں مہینہ یعنی ذی قعدہ یکم ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی سرکردگی میں بیس پا پیادہ مہاجرین کو خرار کی جانب روانہ کیا۔ یہ ایک وادی ہے جو جحفہ اور غدیر خم کے قریب میں واقع ہے۔ اس سریہ کے تمام شرکاء رات میں سفر کرتے تھے اور دن میں پوشیدگی اختیار کرتے جب یہ خرار پہنچے تو معلوم ہوا کہ قریش یہاں سے آگے بڑھ گئے۔ چنانچہ یہ مجاہدین مدینہ منورہ لوٹ آئے۔

غزوہ ابواء

یہ تاریخ اسلام کا پہلا غزوہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ نیت غزوہ مدینہ منورہ سے باہر تشریف لائے اس غزوہ کو ''غزوہ ودان'' بھی کہا جاتا ہے۔ اس وقت مدینہ منورہ میں حضرت سعد بن عبادہؓ کو ذمہ دار بنایا گیا تھا اس غزوہ کے لئے بھی سفید علم رکھا گیا اور علمبرداری کا اعزاز حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ کو دیا گیا۔ ابواء مدینہ منورہ سے ۲۳ میل کے فاصلہ پر واقع ایک جگہ ہے جہاں سے قریش کے قافلے گزرا کرتے تھے اس غزوہ کا مقصد ان کی مزاحمت تھا مگر جب معلوم ہوا کہ قریشی قافلہ نکل گیا ہے تو معرکہ آرائی کا ارادہ ترک کر دیا گیا البتہ بنی ضمرہ کے سردار مخشی بن عمرو سے جو اس وقت وہاں موجود تھا گفت وشنید کے بعد تحریری مصالحت کی گئی جس کی یہ شرائط تھی کہ بنوضمرہ مسلمانوں سے جنگ نہیں کریں گے مسلمانوں کے دشمنوں کی مدد نہیں کریں گے مسلمانوں کو دھوکہ نہیں دیں گے اور عندالضرورت مسلمانوں کی اعانت کریں گے اس معاہدہ کے بعد حضور انورؐ نے مجاہدین کو مراجعت کا حکم دیا۔ جملہ پندرہ

دن مدینہ منورہ کے باہر رہنا ہوا اور اس غزوہ میں جدال وقتال نہ ہوا۔ ابوا اور ودان دو مقامات ہیں جن سے یہ غزوہ موسوم ہوا ان مقامات کے درمیان انداز چھ میل کا فاصلہ ہے۔ غزوہ ابوا ہجرت کے گیارہ ماہ بعد صفر المظفر میں ہوا۔ حضور انورؐ کی مدینہ منورہ واپسی پر انصار و مہاجرین نے بے پناہ مسرت کا اظہار کیا۔

غزوہ بواط

ہجرت کے تیرہویں مہینہ میں ربیع الاول ۲ھ میں غزوہ بواط ہوا۔ بواط ایک پہاڑ کا نام ہے جو ینبع کے قریب واقع ہے جہاں سے مدینہ منورہ کم وبیش ۲۸ میل فاصلہ پر ہے اس غزوہ کے لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ نفس نفیس دوسو اصحاب کے ساتھ روانہ ہوئے تھے اس غزوہ کے لئے بھی سفید رنگت کا علم مقرر کیا گیا تھا اور اس پرچم اسلام کو حضرت سعد بن ابی اوقاصؓ نے اٹھانے کی عزت پائی اس غزوہ کا مقصود قریش کے اس قافلہ کی مزاحمت تھا جس کا امیر امیہ بن خلف تھا اور ایک سو قریش ڈھائی ہزار اونٹوں کے ساتھ تھے۔ مدینہ منورہ سے روانگی کے وقت حضور اقدسؐ نے مشہور مہاجر صحابی حضرت سائب بن عثمان بن مظعونؓ کو مدینہ کا ناظم مقرر فرمایا تھا۔ مسلمانوں کے بواط پہنچنے تک قریش نکل گئے تھے۔ اس غزوہ میں بھی جدال وقتال نہیں ہوا اور تمام لوگ مدینہ منورہ مراجعت فرما ہوئے۔

اول الذکر تین سریے یعنی سریہ حمزہ، سریہ عبیدہ اور سریہ سعد ہجرت کے پہلے سال ہوئے یعنی غزوہ ابواء سے مقدم ہیں۔ اس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اذن قتال کے بعد مغازی کی ابتداء بعوث اور سرایا سے ہوئی یہ زاد المعاد مواہب اور شرح مواہب کے موافق ترتیب ہے جب کہ محمد بن اسحاق جداگانہ رائے دیتے ہیں ان کا کہنا ہے کہ مغازی کی ابتداء غزوہ ابواء سے ہوئی اور متذکرہ بالا تینوں سرایا اس کے بعد ہوئے ابن ہشام نے اپنی سیرت میں اسی ترتیب کو اختیار فرمایا ہے کہ سب سے پہلے غزوہ ودان (ابواء) کا ذکر کیا ہے پھر سرایا کی تفصیل دی ہے۔

غزوہ ذی العشیر ہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہجرت کے دوسرے سال بہ اختلاف روایت جمادی الاولیٰ یا جمادی الآخرہ میں دوسو مہاجرین کے ساتھ قریش کی ایک جماعت کی مزاحمت کے ارادہ سے اقدام فرمایا۔ مدینہ منورہ پر ابوسلمہ بن عبدالاسدؓ کو ناظم مقرر فرمایا گیا۔ حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ کے ہاتھ میں سفید رنگ کا پرچم تھا۔ بنی دینار کی پہاڑیوں کے درمیانی راستہ سے الخبار کے درمیانی حصہ میں تشریف فرما ہوئے یہاں جس درخت کے نیچے نزول فرمایا تھا اسے ذات الساق کہا جاتا ہے۔ جس چشمہ سے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے پانی لایا گیا تھا اس کا نام المشرب تھا۔ یہاں سے چل کر حضور انورؐ مقام یلیل رونق افروز ہوئے پھر ینبوع کے قریب اس مقام پر تشریف لائے جسے ذی العشیر ہ یا ذی العشیر یا ذی العسیر کہا جاتا ہے اور اسی مناسبت سے یہ غزوہ ذی العشیر ہ سے موسوم ہوا۔ وہاں حضور اقدسؐ نے چند راتیں بسر فرمائیں یہیں پر بنی مدلج اور ان کے حلیف بنی ضمر ہ سے معاہدہ مصالحت ہوا اور مدینہ منورہ واپس تشریف لائے کوئی مجادلہ نہیں ہوا۔ اسی غزوہ میں حضور اقدسؐ نے حضرت علی المرتضیٰؓ کو جب کہ وہ نرم زمین پر سورہے تھے جگاتے ہوئے ''ابوتراب'' سے مخاطب فرمایا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ خطاب مدینہ منورہ میں دیا گیا تھا جب کہ حضرت علیؓ مسجد نبوی شریف میں استرحت کررہے تھے۔ (ابن ہشام)

غزوہ سفوان یابدرالاولیٰ

غزوہ ذی العشیر ہ سے مدینہ منورہ مراجعت کے بعد دس روز بھی گزرنے نہ پائے تھے کہ کرز بن جابر فہری نے مدینہ منورہ کی چراگاہ پر حملہ کر کے لوگوں کے اونٹ اور بکریاں لے بھاگا۔ جب اس ڈاکہ کی اطلاع ملی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زید بن حارثہؓ کو مدینہ کا ناظم مقرر فرمایا اور صحابہ کرام کے ساتھ کرز بن جابر کا تعاقب کیا۔ اس موقع پر پرچم اسلام جو سفید تھا حضرت علی المرتضیٰؓ کے دست مبارک

میں تھا۔ رسول اللہؐ مقام سفوان تک تشریف لائے جو بدر کے علاقہ کی ایک وادی کا نام تھا اسی وجہ سے اس غزوہ کو ''سفوان'' اور ''بدرالاولیٰ'' دونوں سے موسوم کیا جاتا ہے۔ چوں کہ کرز یہاں سے نکل چکا تھا اس وجہ سے مقابلہ نہیں ہو سکا اور حضور انورؐ مدینہ منورہ واپس رونق افروز ہوئے۔ کرز بن جابر فہری نے بعد میں اسلام قبول کیا۔ وہ روسائے قریش سے تھے۔ رسول اللہؐ نے انہیں ایک مرتبہ ایک اہم مہم پر مامور کیا تھا۔ کرز فہریؓ نے فتح مکہ کے موقع پر جام شہادت نوش کیا۔

سریہ عبداللہ بن جحش

گیارہ مہاجرین جن میں حضرات ابوحذیفہ بن عتبہ، عتبہ بن غزوان، عکاشہ بن محصن، سعد بن ابی وقاص، عامر بن ربیعہ، واقد بن عبداللہ، خالد بن بکیر، سہیل بن بیضاء، عامر بن ایاس، مقداد بن عمرو اور صفوان بن بیضاء رضی اللہ عنہم شامل تھے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی سرکردگی میں جانب نخلہ جو مکہ مکرمہ اور طائف کے درمیان واقع ہے بھیجئے گئے۔ (ابن ہشام نے مہاجرین کی تعداد نو بتائی ہے جو اس سریہ میں نکلے تھے) حضرت عبداللہ بن جحشؓ کو اس دستہ کا امیر بنایا گیا تھا۔ وہ بھوک اور پیاس پر بڑے صابر رہا کرتے تھے۔ حضرت سعد بن وقاصؓ کے بموجب وہ اسلام میں پہلے امیر تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی روانگی کے وقت ایک تحریر عنایت کی تھی اور حکم دیا تھا کہ دو دن کی مسافت طے کر لینے کے بعد اسے کھول کر پڑھ لینا اور اس میں جو ہدایات ہیں ان پر عمل کرنا۔ جب دو دن کا سفر ہو چکا تو حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے حضورؐ کا والا نامہ کھول کر پڑھا جس میں یہ ہدایت تحریر تھی کہ ''جب تم میری اس تحریر کو دیکھو تو یہاں تک چلو کہ مکہ اور طائف کے درمیانی نخلہ میں اترو اور وہاں رہ کر قریش (کی کاروائیوں) کی دیکھ بھال کرتے رہو اور ان کی خبروں سے ہمیں آگاہ کرو''۔ حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے نامہ اقدس کو سر آنکھوں پر رکھا اور تعمیل ارشاد میں مستعد ہو گئے ساتھیوں کو حکم نبویؐ سے آگاہ کیا اور

سب کے ساتھ نخلہ کی طرف روانہ ہوئے اور وہاں پہنچ کر حسب ارشاد قریش پر نظر رکھنا شروع کیا۔ اثناء راہ حضرت سعد بن ابی اوقاصؓ اور عتبہؓ بن غزوان قافلہ سے جدا ہو گئے ان لوگوں کا اونٹ گم ہو گیا تھا اور وہ اس کی تلاش میں بچھڑ گئے تھے۔ نخلہ میں اترنے کے بعد ان کے قریب سے قریش کا ایک تجارتی قافلہ جس میں عمرو بن الحضرمی، عبداللہ بن المغیرہ کے دولڑکے عثمان اور نوفل کے علاوہ مغیرہ کا ایک مولی حکم بن کیسان تھے۔ ان کے ساتھ منقی اور چرم سمیت دیگر اسباب تجارت تھے۔ جس دن وہ قافلہ گزر رہا تھا شہر حرام رجب المرجب کی آخری تاریخ تھی اگر اس قافلہ کو جانے دیا جاتا تو وہ مکہ میں جا کر ان لوگوں کی یہاں موجودگی کا شور مچا دیتے اور اگر روک کر لڑتے ہیں تو رجب کی حرمت کے خلاف تھا آخر کار یہ فیصلہ کیا گیا کہ مقابلہ کر کے پیش آئندہ خطرہ کے اندیشہ کو ختم کر دیا جائے۔ ایک تیر چلایا گیا جس سے عمرو کا خاتمہ ہو گیا۔ عثمان اور حکم کو گرفتار کر لیا گیا اور نوفل فرار ہو گیا۔ اس کے بعد یہ لوگ مال غنیمت اور اسیروں کے ساتھ مدینہ لوٹ آئے۔ رسول اللہؐ نے شہر حرام میں جنگ نہ کرنے کا اپنا حکم انہیں یاد دلایا جس پر لوگ پچھتانے لگے اور اظہار ندامت کیا۔ حضور اکرمؐ نے اونٹوں اور قیدیوں کے معاملہ کو التواء میں رکھا۔ یہ غنیمت اسلام کی پہلی غنیمت اور عثمان و حکم اسلام میں پہلے قیدی تھے۔

غزوہ بدر سے پہلے

سلسلہ واقعات نخلہ

نخلہ میں قریشی تاجر عمرو بن الحضرمی کے مارے جانے اور عثمان المخزومی و حکم بن کیسان کی مسلمانوں کے ہاتھوں اسیری کے واقعہ نے قریش میں تہلکہ مچا دیا۔ چوں کہ یہ واقعات رجب کی آخری تاریخ میں

ہوئے تھے اس وجہ سے قریش اور یہودیں چہ میگوئیاں ہونے لگیں کہ ماہ حرام میں یہ خون ریزی کیسی؟ حضرت عبداللہ بن جحش رضی جب قیدیوں اور مال غنیمت کے ساتھ مدینہ منورہ واپس ہوئے تو مسلمانوں نے اس بارے میں ان کی طرف جواب طلب نگاہیں مرکوز کردیں۔ خود حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ "میں نے تمہیں ماہ حرام میں جنگ کا تو حکم نہیں دیا تھا"۔ جب اس بات کو لے کر قریش میں خوب چرچا ہونے لگا تو اللہ تعالی اپنے محبوب ﷺ پر اس آیت کا نزول فرمایا۔

● "(اے محبوب ﷺ!) لوگ تم سے عزت والے مہینوں میں لڑائی کرنے کے بارے میں دریافت کرتے ہیں کہہ دو کہ ان میں لڑنا بڑا (گناہ) ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس سے کفر کرنا اور مسجد حرام (یعنی خانہ کعبہ میں جانے) سے (بند کرنا) اور اہل مسجد کو اس میں سے نکال دینا (جو یہ کفار کرتے ہیں) خدا کے نزدیک اس سے بھی زیادہ (گناہ) ہے اور فتنہ انگیزی خونریزی سے بھی بڑھ کر ہے اور یہ کافر ہمیشہ تم سے جنگ کرتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ موقع پائیں تو تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں..."۔

(ق رسورہ ۲۔ ۲۱۷)

قریش نے عثمان اور حکم کے لئے فدیہ بھیجا تا کہ انہیں رہا کر دیا جائے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد بن ابی اوقاص رضی اور عتبہ بن غزوان رضی کی واپسی تک (جو نخلہ جاتے ہوئے اپنے اونٹ کی تلاش میں بچھڑ گئے تھے اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی کے مدینہ منورہ واپس ہو جانے کے بعد تک بھی نہیں لوٹے تھے، قریش کے بھیجے ہوئے فدیہ کو قبول نہیں فرمایا۔ البتہ جب یہ دونوں حضرات بہ سلامتی مدینہ منورہ آگئے تو قریش کے قیدی رہا کر دیئے گئے۔ تاہم حضرت عبداللہ بن جحش رضی اور ان کے ساتھی بڑے پچھتاوے میں تھے انھیں بڑا خوف وہراس تھا کہ شہر حرام میں ان سے ایسا کام ہوا۔ اللہ تعالی نے ان پر کرم کیا اور ان کا اس وقت پچھتانا اور خوف جاتا رہا جب یہ ارشاد خداوندی نازل ہوا۔

''تحقیق جولوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا ایسے لوگ بلاشبہ اللہ کی رحمت کی امید کر سکتے ہیں اور اللہ (تعالیٰ) تو (لغزشوں کو) بڑا ڈھانک لینے والا اور مہربان ہے''۔

(ق رسورہ ۲۔۲۱۸)

قریش کے اس طعن پر کہ ماہ حرام کو حلال کر دیا گیا جواباً حضرت ابوبکرؓ نے بروایت دیگر خود حضرت عبداللہ بن جحشؓ نے جو اشعار کہے ابن ہشام نے اسے نقل کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ ''تم لوگ ماہ حرام کے قتل کو بڑا گناہ شمار کر رہے ہو حالانکہ سیدھی راہ چلنے والا سیدھی راہ کو دیکھے تو اس سے بڑے گناہ یہ ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت اور حضورؐ سے تم لوگوں کا انکار۔ اللہ یہ سب کچھ دیکھتا ہے اور اس کا گواہ ہے اور اللہ کی مسجد سے اس کے رہنے والوں کو تمہارا (اس واسطے) نکالنا کہ اللہ کے گھر میں اللہ کو سجدہ کرنے والا کوئی نظر نہ آئے۔ اگرچہ تم ہم پر اس کے قتل کا عیب لگاؤ اور باغی اور حاسد لوگ اگرچہ ایسی خبروں کے ذریعہ سے نظام اسلام میں بے چینی پیدا کرنا چاہیں بے شک ابن الحضرمی کے خون سے مقام نخلہ میں ہم نے اپنے نیزوں کو سیراب کیا تب واقد نے جنگ کی آگ بھڑکائی۔ عثمان بن عبداللہ ہمارے پاس ہے اور خون آلود تسمے نے اسے جکڑ رکھا ہے''۔

قریش کا تجارتی قافلہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شروع ماہ رمضان المبارک میں معلوم ہوا کہ ابوسفیان بن حرب ایک قافلہ کے ساتھ جس میں مال تجارت سے لدے ہوئے اونٹ ہیں شام سے مکہ مکرمہ کی طرف جا رہا ہے۔ انہیں لازماً مدینہ منورہ کے قریبی راستے سے ہی گزرنا تھا۔ حضورؐ نے مسلمانوں کو اس قافلہ کو روکنے کے لئے ترغیب دلائی۔ چنانچہ ان الفاظ میں حضور اقدسؐ نے واضح فرمایا کہ ''یہ قریش کا قافلہ ہے اس میں

ان کے (مختلف قسم کے) مال ہیں لہذا ان کی طرف نکلو شاید اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں سے کچھ غنیمت دلادے''۔ اس ترغیب پر چند لوگ فوراً آمادہ ہو گئے۔ ابوسفیان خود بھی اس سلسلے میں چوکنا اور اپنے تحفظ کے لئے ممکنہ تدبیر سوچنا شروع کیا۔ وہ اثناء راہ جو بھی ملتے ان سے مدینہ منورہ کی سرگرمیوں سے متعلق دریافت کیا کرتا تھا۔ اسے یہ اطلاع ملی کہ ''(حضرت) محمدؐ نے تیرے اور تیرے قافلہ کے لئے اپنے ساتھیوں کو نکلنے کی دعوت دی ہے''۔

قریش کی سرگرمیاں

ابوسفیان کو یہ بات جوں ہی معلوم ہوئی تو اس نے ضمضم بن عمرو غفاری کو اجرت دے کر مکہ بھیجا تا کہ وہ قریش کو حالات سے باخبر کرے اور انہیں آمادہ کرے کہ وہ اپنے مال کی حفاظت کے لئے نکل پڑیں کیونکہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اصحاب حائل ہو رہے ہیں۔ ضمضم نہایت تیزی کے ساتھ یہ پیام پہنچانے کے لئے مکہ مکرمہ کی طرف چل نکلا۔

ضمضم بن عمرو غفاری کے مکہ مکرمہ پہنچنے سے قبل حضورؐ کی پھوپھی صاحبہ حضرت عاتکہ بنت عبد المطلب نے تین راتوں تک مسلسل ایک طرح کا خواب دیکھا کہ ایک سوار علی الترتیب وادی ابطح، خانہ کعبہ اور کوہ ابوقبیس پر نمودار ہو کر بلند آواز سے چلایا کہ ''اے بے وفاؤ اے غدارو! اپنے پچھڑنے کے مقام کی طرف تین روز کے اندر جنگ کے لئے نکل جاؤ''۔ آخری رات اس نے کوہ ابوقبیس سے ایک چٹان لڑھکائی جو دامن میں پہنچ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئی اور مکہ کے ہر گھر میں اس چٹان کا ایک ٹکڑا ضرور پہنچا۔ حضرت عاتکہ نے اپنا خواب حضرت عباس بن عبد المطلبؓ سے بیان کیا پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس خواب کا

مکہ کے ہر گھر میں چرچا ہونے لگا۔ ابو جہل بن ہشام نے اس خواب کے بارے میں خوب شور مچایا اور کہا کہ اگر یہ خواب سچ نہ ہوا تو ایک نوشتہ لکھ دیا جائے گا۔ اس نے نہایت برہمی کے عالم میں کہا کہ بنی عبدالمطلب کی عورتیں بھی کیا دعوی کرنے لگی ہیں۔

بہر حال حضرت عاتکہ کے خواب کے تیسرے دن صبح لوگوں نے ضمضم غفاری کی آواز سنی جس نے اونٹ کی ناک کاٹ دی تھی، کجاوا الٹ دیا تھا، اپنا کرتا پھاڑ لیا تھا اور بطن وادی میں کھڑا کہہ رہا تھا کہ ''اے قریش والو! تمہارے سامان والے اونٹ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے ساتھیوں کی زد میں ہیں اپنا مال بچاؤ جو ابوسفیان کے ساتھ ہے۔ فریاد! فریاد'' ! اس پکار پر لوگ جلد جلد تیاری میں لگ گئے۔ تمام مکہ جوش سے بھر گیا قریش کے تمام لوگوں نے اپنی تمام تر پونجی لگا دی اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک ہزار کے لگ بھگ آدمی پورے سازوسامان کے ساتھ اکٹھا ہو کر نکل پڑے۔ بعض ارباب سیر و مغازی نے ان کی تعداد ۹۵۰ بتائی ہے ان روایتوں میں اس وجہ سے تعارض نہیں کہ لڑنے والوں کی تعداد ساڑھے نو سو اور خدمت گزار پچاس تھے۔ بطون مکہ سے سوائے بنی عدی کے اور اشراف مکہ میں ابولہب کے ماسوا سب کے سب نکل آئے تھے۔ وہ سب مسلح اور ضروری سامان جنگ سے لیس تھے۔ اس وقت وہ لوگ واقعہ نخلہ جس میں عمرو بن الحضرمی مارا گیا تھا، کے سبب بڑے جوش انتقام میں تھے۔

دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ سے محض قریش کے قافلہ کے روکنے کے ارادے سے نکلے تھے۔ حضور اقدسؐ کی نیت جنگ و مقابلہ کی نہ تھی اور اس وجہ سے مسلمان پوری طرح مسلح یا سامان جنگ سے آراستہ نہ تھے۔ یہ محض ایک تادیبی مہم تھی۔ لیکن جب مکہ مکرمہ میں قریش کی تیاریوں اور ان کے عزائم جنگ کی اطلاع آئی اور ایک لشکر جرار کے نکل پڑنے کی بات معلوم ہوئی تو صورت حال بڑی حساس اور نازک ہو گئی اگر ارادہ جنگ ہوتا تو پھر تیاری بھی اسی لحاظ سے کر کے اقدام کیا جاتا لیکن

چوں کہ اس کا کوئی خیال نہ تھا اس وجہ سے مسلمانوں کی جمعیت کا یہ حال تھا کہ ان کی اس وقت جو تعداد ساتھ تھی وہ بہ اختلاف روایت ۳۱۳ تا ۳۱۵ تھی (قول راجح ۳۱۳) دو گھوڑے اور ستر اونٹ تھے اس لشکر کے تین علم تھے جو حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت مصعب بن عمیرؓ اور ایک انصاری کے ہاتھوں میں تھے۔

مسلمانوں کا جذبۂ فدائیت

اثناء راہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کمسن لڑکوں کو حضرت ابولبانہ بن عبدالمنذرؓ کے ساتھ واپس مدینہ لوٹا دیا۔ مقام صفراء کے قریب حضرت بسبس بن عمرو جہنی اور عدی رضی اللہ عنہما کو تجسس کے لئے آگے بھیجا گیا۔ وادی ذفران طے کر کے حضور انورؐ نے ایک جگہ منتخب کی اور اتر کر قیام فرمایا۔ یہیں پر یہ خبر موثق ہوئی کہ قریش اپنے قافلہ کی حفاظت کے لئے مکہ مکرمہ سے نکل پڑے ہیں ۔ یہاں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے صورت حال پر غور وخوض کے لئے صحابہ کرام کے ساتھ توقف کیا۔ اس ضمن میں حضور انورؐ نے ان سے مشاروت بھی فرمائی۔ جب حضور اقدسؐ نے ان سے قریش کے نہایت کروفر کے ساتھ مکہ مکرمہ سے نکل پڑنے کی بات فرمائی تو سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے نہایت جاں نثارانہ تقریر فرمائی اور حضور اقدسؐ کے ارشاد پر بہ سروچشم جان ومال نچھاور کردینے کے عزم کا اظہار فرمایا۔ اس کے بعد حضرت عمر بن خطابؓ بھی بہت ہی فدائیت کے ساتھ رسول اللہؐ کے ہر حکم کی تعمیل اور جاں نثاری کا اظہار کیا۔ رسول اللہؐ کے پھر سے دریافت فرمانے پر تمام مہاجرین نے جنگ کا سامنا کرنے کی رائے دی اور رسول اللہؐ کے حکم کی اطاعت پر راہ حق میں جان پیش کر دینے کے عزائم ظاہر کئے۔ مقداد بن عمروؓ

اٹھے اور عرض کیا ''یارسول اللہؐ! اللہ تعالی نے آپ کو جو کام مناسب بتائے وہ کیجئے ہم آپ کے ساتھ ہیں اگر آپ ہمیں برک الغماد (یعنی یمن) جیسے دور افتادہ مقام تک بھی لے چلیں تو ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ یہاں تک کہ آپ وہاں پہنچ جائیں''۔

حضرات ابو بکر صدیق، عمر فاروق اور مقداد رضی اللہ عنہم کی جاں نثارانہ تقاریر کے باوصف جب رسول محتشم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تیسری مرتبہ یہ ارشاد فرمایا کہ ''اے لوگو! مجھ کو مشورہ دو'' تو انصاری صحابہ کرام اس مسلسل ارشاد کا پوری طرح اشارہ و مطلب سمجھ گئے۔ یہاں یہ وضاحت بے جا نہیں کہ حضرات انصار نے چوں کہ بیعت عقبہ میں اس بات کا عہد کیا تھا کہ اگر دشمن حضور انورؐ پر حملہ کرے تو حضور اقدسؐ کی حمایت و نصرت کریں گے اور حضورؐ کی حفاظت کا پورا پورا سامان کیا جائے گا البتہ اس میں مدینہ منورہ سے باہر نکل کر رسول اللہؐ کے ساتھ دشمنوں سے جنگ کرنے کی تصریح نہ تھی۔ تاہم انصاریوں کی غیرت ایمانی اور حضورؐ کی ذات اقدس کے ساتھ محبت و وابستگی کا یہ عالم تھا کہ جب آقائے دو جہاںؐ نے مشورہ دینے کی بابت دو تین بار ارشاد فرمایا تو سردار انصار حضرت سعد بن معاذؓ نے حضورؐ کے ارشاد کی بلاغت و معنویت کا فوراً اور مکمل ادراک کر کے بلا تامل عرض کیا کہ ''یارسول اللہؐ! کیا روئے سخن اقدس انصار مدینہ کی طرف ہے؟'' جب حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''ہاں'' تو نہایت وارفتگی اور جذبہ جاں نثاری سے لبریز لب و لہجہ میں عرض کرنے لگے کہ ''یارسول اللہؐ! ہم آپ پر ایمان لا چکے ہم نے آپ کی تصدیق کی اور گواہی دی کہ آپ نے جو چیز ہمارے سامنے پیش فرمائی ہے وہ حق ہے اور اس پر ہم آپ کو قول دے چکے ہیں اور آپ کی فرماں برداری و اطاعت پر مستحکم وعدے کر چکے ہیں اس لئے یارسول اللہؐ! آپ جہاں چاہیں تشریف لے چلیں ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا اگر آپ ہمیں دریا میں کود جانے کا حکم دیں تو ہم میں سے ایک شخص بھی پیچھے نہ رہے گا۔ ہم اپنے دشمنوں کے ساتھ

مدبھیڑ ہو جانے پر صبر کرنے والوں اور صادقوں میں سے ہیں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ دشمنوں سے مقابلہ کے وقت ہماری طرف سے آپ کو ایسا دکھائے گا کہ جس سے آپ کے قلب ونظر کو ٹھنڈک حاصل ہو۔ لہذا آپ جہاں چاہیں ہمیں لے جائیں''۔ حضور اکرمؐ حضرت سعد بن معاذؓ کی تقریر سے بے حد خوش ہوئے اور ارشاد فرمایا کہ ''چلو اور خوش ہو جاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ دونوں گروہوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا ہے اور میں گویا اس وقت قریش کے پچھڑنے کے مقامات دیکھ رہا ہوں''۔

ذفران سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روانہ ہوئے تو ان وادیوں اور پہاڑوں پر سے گزرے جن کا نام الاصافر تھا۔ پھر وہاں سے چل کر ایک بستی میں قیام فرمایا۔ وہاں سے آگے بڑھے تو حنان نامی ٹیلہ جو پہاڑ کی طرح دکھائی دیتا تھا اس کے بائیں طرف سے حضورؐ نے بدر کا قصد کیا اور بدر کے قریب ایک جگہ نزول فرمایا۔ پھر حضور انورؐ اور آپ کے صحابہ کرام میں سے (بقول ابن ہشام حضرت ابوبکرؓ) نکلے اور ایک عرب پیر مرد کے ہاں پہنچے اور اس سے قریش، (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اصحاب کرام کے متعلق دریافت فرمایا کہ ''آیا ان سب کے متعلق کچھ معلوم ہوا ہے؟'' تو اس عرب شیخ نے کہا کہ یہ بتائیں کہ ''آپ کون ہیں'' تب رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ''جب تم ہمیں بتاؤ گے تو ہم تمہیں بتائیں گے'' اس نے کہا ''کیا معاوضے میں؟'' حضورؐ نے فرمایا ''ہاں'' شیخ نے کہا ''مجھے خبر ملی ہے کہ (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے ساتھی (پہلے سے معلوم تفصیل کے لحاظ سے) آج فلاں مقام پر ہوں گے۔ (اس نے وہی مقام بتایا جہاں رسول اللہؐ تشریف فرما تھے) اور قریش (مجھے پہنچائی گئی خبر کے مطابق) فلاں جگہ پہنچ چکے ہوں گے (اور وہی مقام بتایا جہاں قریش تھے۔)'' وہ بوڑھا سفیان الضمری تھا۔

ابوسفیان کی تدبیر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات بسبسؓ اور عدیؓ کو ابوسفیان کی نقل وحرکت پر نظر رکھنے اور اس کی اطلاع دینے پر مامور فرمایا تھا وہ لوگ بدر پہنچ گئے۔ اور یہاں ایک ٹیلے پر اپنے اونٹ بٹھائے اور پانی کے لئے قریبی چشمہ کی طرف متوجہ ہوئے اسی اثناء میں دو عورتیں آپس میں تیز گفتگو کرتی ہوئی نظر آئیں ان میں سے ایک عورت دوسری عورت سے اپنا قرض واپس کر دینے پر اصرار کر رہی تھی۔ دوسری عورت نے جواباً یہ کہہ کر مہلت چاہی کہ کل یا پرسوں جب قافلہ آئے گا تو مزدوری کر کے قرض ادا کروں گی۔ ان دو عورتوں کے جھگڑے کو مجدی بن عمرو جہنی نامی شخص نے جو پانی کے قریب تھا بیچ میں پڑ کر ختم کروایا۔ بسبسؓ اور عدیؓ دونوں نے اتنا سن کر مراجعت کی اور حضور انورؐ کو صورت حال سے واقف کروا دیا۔ ادھر ابوسفیان کو بھی اس بات کی بڑی فکر تھی کہ (حضور اقدس) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور آپ کے اصحاب اس وقت کہاں ہیں یہ معلوم کرنے کے لئے وہ فوراً اس مقام تک پہنچا جہاں کچھ دیر قبل بسبسؓ اور عدیؓ روانہ ہوئے تھے۔ ابوسفیان نے اس جگہ مجدی بن عمرو کو موجود پایا تو اس سے پوچھنے لگا کہ آیا کسی کو آتا جاتا دیکھا ہے؟ مجدی نے کہا کہ دو سوار آئے تھے جنہوں نے اپنے اونٹ اس ٹیلے پر باندھے تھے پھر وہ دونوں چلے گئے۔ ابوسفیان ٹیلے پر پہنچا جہاں اونٹ کی مینگنیاں نظر آئیں۔ تب ایک مینگنی کو توڑ کر دیکھا تو گٹھلی برآمد ہوئی ابوسفیان نے پہچان کر کہا کہ یہ مدینہ کے کھجور کی گٹھلی ہے اور سارے معاملہ کو سمجھ کر وہ الٹے پاؤں واپس ہوا اور اپنے قافلہ کو دوسرے رخ پر موڑ کر ساحلی راستہ سے مکہ مکرمہ کی طرف لے چلا۔ اپنی اس کامیابی سے مسرور اس نے قریش کے لشکر کو اطلاع بھجوائی کہ اب قافلہ کی

حفاظت کے لئے اقدام کی ضرورت نہیں تمہارے آدمی اور اموال پوری طرح محفوظ تم تک پہنچ رہے ہیں۔ لہذا یہ اطلاع ملتے ہی واپس لوٹ جاؤ۔ ابوسفیان کا یہ پیغام جب لشکر قریش میں پہنچا تو اکثر لوگ اس کے بموجب عمل کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ بنی زہرہ کے سردار خنس نے بہ آواز بلند کہا کہ ''اے بنی زہرہ! تم فقط اپنے اموال کی حفاظت کے لئے نکلے تھے۔ سو اللہ نے تمہارے اموال بچا لئے اور اب ہمیں لڑنے کی ضروت نہیں واپس چلو'' چنانچہ بنو زہرہ اپنے سردار کے ساتھ واپس ہو گئے۔ اس کے باوجود ابوجہل اڑا رہا اور اس نے تمام لوگوں سے کہا کہ اب جب کہ ہم نکل چکے ہیں تو یونہی واپس لوٹ نہیں سکتے بدر تک جائیں گے۔ تین دن تک خوب گا بجا کر تفریح کر کے ہی لوٹیں گے۔ ابوجہل کی ضد پر قریش کے لوگ آگے بڑھے وہ لوگ جب مقام جحفہ پر خیمہ زن ہوئے تو وہاں ابن صلت (جو مطلبی تھے) نے ایک خواب دیکھا کہ ایک شہسوار آیا اس کے ساتھ ایک اونٹ بھی کھڑا ہے اور وہ کہتا ہے کہ عتبہ بن ربیعہ، شعبہ بن ربیعہ، ابولحکم بن ہشام (ابوجہل)، امیہ بن خلف اور فلاں فلاں مارے گئے۔ اس نے ان تمام لوگوں کے نام گن دیئے جو بدر کے دن مارے گئے۔ پھر اس نے اپنے اونٹ کے سینہ پر ایک ضرب لگا کر لشکر کی طرف ہانک دیا۔ کوئی خیمہ ایسا نہ تھا جو اس کے خون سے رنگین نہ ہوا ہو۔ صبح جب اس خواب کا چرچا ہوا تو ابوجہل نے کہا کہ کل جب مقابلہ ہو گا تو معلوم ہو گا کہ کون مقتول ہے ہمیں اس وقت تو آگے بڑھنا ہے قبل ازیں اثناء راہ ابوسفیان کا پیام مل چکا تھا لیکن ابوجہل قریشیوں کو لے کر آگے بڑھتا رہا۔ بنی زہرہ واپس ہو گئے لیکن ابوجہل نہیں رکا۔ جنگ بدر میں بنی زہرہ کا ایک شخص بھی شریک نہ تھا۔ سب نے اخنس کی بات مانی تھی اور وہ لوٹ گئے تھے۔ اسی طرح بنی عدی سے بھی کسی نے شرکت نہ کی تھی۔ طالب بن ابی طالب بھی واپس چلے گئے تھے۔ ان کے علاوہ قریش کی شاخ سے کوئی نہ کوئی ضرور اس لشکر میں ابوجہل کے ساتھ نکلا تھا اور اثناء راہ صورت حال کے بدل جانے کے باوجود محض ابوجہل کے ورغلانے پر سب آگے

بڑھ رہے تھے۔ قریش گاتے بجاتے بدمستیاں کرتے بدر کی طرف رواں دواں تھے یہاں تک کہ عقنقل نامی ٹیلے پر قیام کیا جو بطن وادی کے دوسری طرف تھا بطن وادی کا نام یلیل تھا جو بدر اور اس ٹیلے کے درمیان تھی۔

طرفین کی تیاریاں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذفران سے روانہ ہو کر اپنے اصحاب کے ساتھ مقام بدر کے قریب تشریف لا کر ٹھہر گئے۔ جب دن ڈھل گیا اور شام ہوئی تو حضرت علی بن ابی طالب، حضرت زبیر بن العوام اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور چند دیگر صحابہ کرام کو بدر کے رخ پر روانہ فرمایا تا کہ تازہ صورت حال سے متعلق مفید خبروں کی جستجو کریں۔ یہ حضرات جب بدر کے چشمہ کے پاس آئے تو انہیں پانی لے جانے والے چند لوگ ملے جن کے منجملہ دو افراد کو ان لوگوں نے قابو میں کر کے اپنے ساتھ لائے۔ اس وقت رسول اللہؐ نماز ادا فرما رہے تھے۔ ان حضرات نے پکڑے گئے دو آدمیوں سے جن میں سے ایک بنی الحجاج کا غلام اسلم تھا اور دوسرا بنی العاص بن سعد کا غلام ابو یسار تھا سوالات کرنے شروع کئے کہ تم کس کے ساتھ ہو؟ ان غلاموں نے کہا کہ ہم قریش کے سقہ ہیں اور ان کے لئے پانی لینے کے لئے نکلے ہیں۔ یہ جوابات پوچھنے والوں کو مطمئن نہ کر سکے غلاموں کے کہنے پر عدم اطمینان و پسندیدگی کے سبب ان حضرات نے کسی قدر سختی اور ہلکے سے زدوکوب سے کام لیا تا کہ مار کے ڈر سے وہ صاف صاف بتا دیں۔ چنانچہ مار کے خوف سے انہوں نے کہا کہ ابوسفیان کے آدمی ہیں یہ سن کر ان حضرات نے انہیں چھوڑ دیا۔ اس دوران رسول اللہؐ نے نماز مکمل فرمائی اور فرمایا کہ ”جب ان دونوں نے سچ کہا کہ وہ قریش کے آدمی ہیں تو تم نے زدوکوب کی اور جب انہوں نے جھوٹ کہا کہ وہ ابوسفیان کے آدمی ہیں تو تم نے

انہیں چھوڑ دیا واللہ! ان دونوں نے سچ کہا کہ وہ قریش کے لوگ ہیں (ابوسفیان کے ہمراہیوں میں سے نہیں ہیں)''۔ پھر حضور اقدسؐ نے ان دونوں کی طرف توجہ کی اور دریافت فرمایا کہ ''قریش کہاں ہیں؟'' انہوں نے جواب دیا وہ لوگ (قریش) اس ٹیلے کے پیچھے ہیں جو دور نظر آرہا ہے۔ (وہ ٹیلا عقنقل تھا۔ عقنقل بدر کے عین جنوب میں تھا۔ قرآن مجید میں اس سمت کو ''عدوۃ القصوی'' یعنی دور کا ناکہ کہا گیا ہے۔ (ملاحظہ ہو سورہ انفال) رسول اللہؐ نے دریافت فرمایا کہ ''کتنے لوگ ہیں؟'' انہوں نے عرض کہ بہت لوگ ہیں۔ جب حضور انورؐ نے ان کی تعداد دریافت فرمائی تو انہوں نے کہا ''ہمیں ان کی گنتی نہیں معلوم''۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ''روزانہ کتنے اونٹ ذبح ہوتے ہیں؟'' تب ان دونوں نے جواب دیا ''ایک دن نو اونٹ اور ایک دن دس اونٹ کاٹے جاتے ہیں''۔ اس پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''وہ نو سو سے ہزار کے درمیان ہیں''۔ پھر رسول اللہؐ نے دریافت فرمایا کہ ''سرداران قریش میں سے کون کون لوگ آئے ہیں؟'' انھوں نے کہا ''عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابوالبختری بن ہشام، حکیم بن حزام، نوفل بن خویلد، حارث بن عامر بن نوفل، طعیمہ بن عدی بن نوفل، النضر بن الحارث، زمعہ بن الاسود، ابوجہل بن ہشام، امیہ، حجاج کے دونوں بیٹے نبیہ اور منبہ، سہل بن عمرو اور عمرو بن عبدود وغیرہ''۔ یہ سن کر حضور پاکؐ نے صحابہ کرام کی طرف دیکھ کر ارشاد فرمایا کہ ''مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو تمہارے سامنے مقابلہ کے لئے ڈال دئے ہیں۔'' قریش بطن وادی (جو عقنقل اور بدر کے درمیان تھی) کے اس طرف اترے جس کا نام یلیل تھا۔ بدر کی باؤلیاں بطن یلیل کے اس طرف تھیں اللہ تعالی نے بارش برسادی جس کے سبب ریتیلی زمین میں جماو پیدا ہو گیا اور نقل وحرکت میں سہولت پیدا ہوگئی۔ جب کہ بارش نے قریش پر مصیبت ڈال دی کیونکہ وہ لوگ جس جگہ تھے پانی جم کر کیچڑ ہو گیا جس کے باعث ان کا چلنا پھرنا دوبھر ہو گیا۔

(ابن ہشام)

معرکہ آرائی سے کچھ پہلے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر کے قریب چشمہ پر نزول فرمایا تو حضرت خباب بن منذرؓ نے بہ نظر تدبیر وحکمت معروضہ کیا کہ یہ جگہ مناسب نہیں ہے بلکہ ہمیں قریش کے پڑاؤ کے قریبی چشمہ پر اپنا پڑاؤ ڈالنا چاہیئے۔ ہم حوض بنا کر پانی محفوظ کرلیں اور ماباقی چشمے پاٹ دیں۔ تا کہ ہمیں دوران معرکہ پانی کی سہولت رہے۔ حضور اقدسؐ نے اس رائے کو پسند فرمایا اور قریش کے قریبی چشمہ کے پاس نزول فرمایا۔ مناسب انتظامات کئے گئے اور حوض بنا کر پانی کا ذخیرہ محفوظ کرلیا گیا۔ صحابہ کرام نے ہنگامی صورت حال سے نبٹنے کے ضمن میں مختلف تجاویز پر غور وخوض کیا جن کے منجملہ ایک تجویز یہ تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک ایسا سائبان تیار کیا جائے جہاں حضورؐ تشریف رکھیں اور حضور انورؐ کے پاس سواریاں بھی تیار رکھیں جائیں تا کہ فتح کے علاوہ کسی اور صورت کے پیش آنے پر حضورؐ انصار مدینہ سے جا ملیں کیونکہ پیچھے رہنے والے لوگوں کی محبت یہاں موجود لوگوں سے کم نہیں ہے۔ اس تجویز کے محرک حضرت سعد بن معاذؓ تھے۔ رسول اللہؐ نے صحابہ کرام کے جذبہ محبت کی تعریف فرمائی اور ان کے لئے دعائے خیر کی۔ حسب قرارداد رسول اللہؐ کے لئے میدان کارزار کے شمال مشرق میں ایک بلند ٹیلہ پر نمایاں جگہ چھپر تیار کر دیا گیا جہاں سے تمام میدان جنگ کا بہ آسانی مشاہدہ کیا جا سکتا تھا۔ ساتھ ہی اس سائبان کی حفاظت ونگرانی پر ایک دستہ منتخب کیا گیا رسول اللہؐ نے اس عریشہ پر تشریف فرما ہو کر میدان کا معائنہ فرمایا۔

اس شب کہ جس کے ختم پر میدان کارزار گرم ہونے والا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام

کو ساتھ لئے اور ان تمام مقامات کی نشاندہی کر دی جہاں مشرکین مکہ قتل ہونے والے تھے۔ چنانچہ مسلم شریف میں ہے کہ حضور انورؐ نے جس جگہ جس کا مقتل ہونا فرمایا تھا دوسرے دن اس کی لاش سرمو فرق کے بغیر اسی جگہ دیکھی گئی۔ بعد میں حضور اقدسؐ چھپر میں اپنے رفیق خاص حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ داخل ہوئے اور عبادات میں مشغول ہو گئے۔ حضرت علی المرتضیٰؓ فرماتے ہیں کہ اس رات سبھی نے کچھ نہ کچھ نیند لی لیکن رسول اللہؐ نے رات بھر نماز اور دعاء میں گزار دی۔ نماز صبح کے بعد آقائے دو جہاںؐ نے اللہ کی راہ میں جہاد اور جاں بازی سے متعلق ترغیبی خطبہ ارشاد فرمایا۔ صبح ہوئی تو قریش (اپنے مقام سے نکل کر) سامنے آئے۔ رسول اللہؐ نے انہیں عقنقل کے ٹیلے سے نیچے اترتے دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ ''یا اللہ! یہ قریش ہیں۔ یہ اپنے فخر و غرور کے ساتھ آگئے ہیں، تیری مخالفت کرتے ہیں اور تیرے رسول کو جھٹلاتے ہیں۔ یا اللہ! تیری اس مدد کا طالب ہوں جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے۔ اے اللہ! انہیں ہلاک کر''۔

جب عتبہ بن ربیعہ کو ان لوگوں میں ایک سرخ اونٹ پر سوار دیکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''ان لوگوں میں سے اگر کسی کے پاس بھلائی ہوگی تو سرخ اونٹ والے کے پاس ہوگی''۔ اگر اس کی بات مانی تو راہ راست پر آجائیں گے۔ رسول اللہؐ نے صحابہ کرام سے خطاب فرمایا کہ ''فتح نہ کثرت تعداد پر موقوف ہے اور نہ شان و شوکت اور کثرت آلات حرب پر، فتح کے لئے جو چیز سب سے زیادہ ضروری ہے وہ صبر و استقامت ہے''۔ رسول اللہؐ نے صحابہ کرام کو صبر و استقامت کی تلقین فرمائی۔ قریش ٹیلے سے اتر کر نیچے آئے ان کے پاس پانی کا ذخیرہ ختم ہو چکا تھا۔ وہ اور ان کے جانور پیاس سے بے حال ہو رہے تھے ایسے میں چند لوگ رسول اللہؐ کے حوض پر آئے ان میں حکیم بن حزام بھی تھا۔ ان لوگوں کو مزاحمت کا اندیشہ تھا۔ لیکن رسول اللہؐ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ ''ان لوگوں کو پانی پینے کے لئے چھوڑ دو''۔ رحمۃ اللعالمینؐ کی اس شان کرم اور جود و سخا سے قریش بے حد متاثر ہوئے۔ تاہم ان کے دلوں

پر مہر لگ چکی تھی۔ دونوں طرف صف بندی شروع ہو گئی۔ اتنے میں قریش کی طرف سے عمیر بن وہب جمحی مسلمانوں کی تعداد اور سامان حرب کا اندازہ لگانے کے لئے نکل آیا۔ اس نے مسلمانوں کا دور سے جائزہ لینے کے بعد اطراف و اکناف بھی چکر لگائے تا کہ یہ معلوم کر سکے کہ کوئی امدادی لشکر یا اعانتی دستہ کہیں پوشیدہ تو نہیں ہے۔ جب اسے اطمنان ہو گیا کہ جو ہیں بس یہی ہیں تو واپس پلٹا اور قریش سے مسلمانوں کے عزائم اور تیور کا حال بیان کر کے غور و خوض کا مشورہ دیا۔

غزوہ بدر

آغاز معرکہ

غزوہ بدر، ہجرت کے دوسرے سال ماہ رمضان کی ۱۷ ویں تاریخ بروز جمعہ ہوا۔ صفوں کی درستگی کے دوران قریش کی طرف سے عمیر بن وہیب جمحی مسلمانوں کی تعداد و طاقت کا اندازہ لگانے بھیجا گیا تھا اس نے اپنے مفوضہ کام کے بعد قریش کے لوگوں سے جا کر کہا تھا کہ ویسے تو کچھ بھی نہیں پایا جو قابل ذکر ہو وہ لوگ (مسلمان) کم و بیش تین سو ہیں لیکن میں نے بلائیں دیکھی ہیں جو موت کو اٹھائی ہوئی ہیں یثرب (مدینہ منورہ) کے اونٹ اپنے او پر ان لوگوں کو سوار کئے ہوئے ہیں جو تمہارے لئے بھاری ثابت ہوں گے واللہ میں سمجھتا ہوں کہ ان کا کوئی آدمی تمہارے آدمی کو قتل کئے بغیر قتل نہ ہوگا۔ تمہارا مقابل ایک ایسی قوم ہے جس کے پاس اس کی تلوار کے سوا کوئی دوسری چیز پناہ نہیں اب سوچ لو کہ اگر انہوں نے تمہارے خاص خاص آدمیوں کو مار لیا تو پھر تمہار کیا حال ہوگا۔ عمیر بن وہب جمحی کی باتوں نے قریش کے بیچ نیا مبحث چھیڑ دیا۔ ابو جہل کا اصرار تھا کہ بغیر جنگ کئے مکہ نہ لوٹیں جب کہ حکیم بن حزام اور عتبہ بن ربیعہ

وغیرہ جنگ کوٹالنے اوربغیر جدال وقتال واپس لوٹ جانے کے بارے میں ہم خیال ہو گئے تھے چنانچہ جب حکیم بن حزام نے اس سلسلہ میں ابوجہل سے گفتگو کی تو اس نے بغیر جنگ کے واپسی کی رائے یہ کہہ کر مسترد کر دی کہ جب تک ہمارے درمیان کوئی فیصلہ نہ ہوجائے یہ نہیں ہوسکتا۔اس نے (سریہ عبداللہ بن جحش کے مقتول عمرو بن حضرمی کے بھائی) عامر بن حضرمی کو بلا کر مشتعل کیا کہ بعض لوگ تمہارے بھائی کے انتقام کے بغیر واپسی کی رائے دیتے ہیں اس پر عامر بن حضرمی نے مروج طریقہ قریشوں کو انتقام پر جوش دلایا یوں ایک سلجھی ہوئی تجویز کو ابوجہل کی شرارت نے عملی جامہ پہنانے سے روک دیا جوش ہوش پر غالب آ گیا۔اس طرح ایک اچھی کوشش رائیگاں گئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ایک اونچے ٹیلے پر خیمہ نصب کر دیا گیا تھا جہاں سے پورا میدان بدر اور معرکہ آرائی کا منظر بہ آسانی دیکھا جا سکتا تھا۔اس خیمہ میں حضورؐ کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیقؓ تھے حضرت سعد بن معاذؓ اس کی حفاظت پر مامور تھے۔مسلمانوں کی صف بندی خاص حضور اکرمؐ نے کی۔اس کاروائی کے دوران حضرت سواد بن غزیہؓ نے ایک خاص انداز سے حضور اقدسؐ کے ساتھ اپنی شیفتگی کا مظاہرہ کیا حضور اکرمؐ کے بدن اطہر سے اپنے جسم کو مس کرنے کی سعادت حاصل کی۔ مسلمانوں کی صفوں کی درستگی کے بعد رسول اللہؐ نے مجاہدین کو چند خاص ہدایات جنگ کے بارے میں دیں اور طریقہ جنگ کے بارے میں رہنمائی فرمائی۔اس کی تفاصیل بخاری شریف میں ملتی ہیں۔حضور انورؐ نے فرمایا کہ جب مشرکین ایک ساتھ ہجوم کر کے نزدیک آئیں تب تیر چلائے جائیں۔غیر ضروری تیروں کو ضائع نہ کریں۔اور جب وہ بالکل قریب ہوجائیں اس وقت تلوار سے کام لینا۔ان ضروری احکام کے بعد رسول اللہؐ عریش (خصوصی خیمہ) میں حضرت ابو بکرؓ کے ہمراہ تشریف فرما ہوگئے۔حضرت سعد بن معاذؓ اور ان کے ساتھیوں پر مشتمل حفاظتی دستہ حضور اقدسؐ کے خیمہ کے پاس برہنہ شمشیروں کے ساتھ

محافظت کا فریضہ انجام دینے لگا۔

ادھر ابو جہل کے بھڑکانے اور طیش دلانے پر قریش زیادہ جوش وخروش سے صف آراء ہو گئے۔ ابو جہل کی طعن آمیز گفتگو نے عتبہ بن ربیعہ کو بہت زیادہ مشعل کر دیا تھا۔ چنانچہ میدان میں سب سے پہلے اترنے والا عتبہ بن ربیعہ تھا۔ جس نے اپنے ساتھ اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کو اتارا۔ ابھی یہ ہونے جا رہا تھا کہ قبیلہ مخزوم کا اسود بن عبد الاسد شرارت آمیز انداز سے یہ کہتے ہوئے میدان میں نکل آیا کہ وہ مسلمانوں کے حوض سے پانی پیئے گا اور اس حوض کو منہدم کر دے گا چاہے اس کام کے دوران اس کی جان کیوں نہ چلی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جب وہ حوض کے قریب پہنچا تو حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ کا نشانہ بنا۔ اس کی قسم پوری نہ ہو سکی۔ حضرت حمزہؓ نے اسے وہیں ڈھیر کر دیا۔ یہ معرکہ کا بدر پہلا قتل تھا۔ اس واقعہ نے قریش کو سراسیمہ کر دیا اور میدان میں اترنے والے عتبہ، شیبہ اور ولید نے مبارزت طلب کی۔

شدت رزم

اسود بن عبد الاسد مخزومی کے شر انگیز اقدام اور حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ کا اس کو ڈھیر کر دینا گویا جنگ کے آغاز کا اعلان تھا۔ قریش کی طرف سے تین شہ سوار ہتھیاروں سے سج دھج کر میدان میں اترے ان میں ایک عتبہ بن ربیعہ تھا دوسرا اس کا بھائی شیبہ اور تیسرا خود اس کا بیٹا ولید تھا۔ ان تینوں نے مبارزت طلب کی۔ ان سے مقابلہ کے لئے تین انصاری مجاہد میدان میں نکلے ان میں حارث اور عفراء کے فرزندان عوفؓ اور مُعَوِّذؓ تھے اور تیسرے عبد اللہؓ بن رواحہ تھے۔ عتبہ نے ان سے دریافت کیا کہ آپ لوگ کون ہیں جب انہوں نے اپنے نام اور انصاری ہونا بتایا تو اس نے کہا کہ اگرچہ کہ آپ لوگ اچھے مد

مقابل ہیں لیکن ہمیں آپ سے کچھ مطلب نہیں ہم اپنے قبیلہ والوں سے مقابلہ چاہتے ہیں۔ پھر اس نے خود یا قریش کے منادی نے بلند آواز سے رسول اللہؐ کو صدا دی۔ ''اے محمدؐ! ہمارے پاس ہماری قوم کے ہمسروں کو بھیجئے تا کہ مقابلہ برابری کا ہو''۔ یہ سن کر رسول اللہؐ نے مسلمانوں میں سے تین بہادروں حضرت عبیدہؓ بن حارث، حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ اور حضرت علی بن ابی طالبؓ کو نام بنام آواز دی اور ارشاد فرمایا کہ ''اٹھو اور قریش کا مقابلہ کرو''۔ چنانچہ یہ تینوں حضرات فوراً میدان میں قریش کے مدمقابل آئے قریش والوں نے ان سے بھی تعارف چاہا اور جب ان حضرات نے اپنے نام بتائے تو عتبہ نے کہا اب ٹھیک ہے آپ حضرات سے برابری کا مقابلہ رہے گا۔ ان بزرگوں نے علی الترتیب عتبہ، شیبہ اور ولید سے مقابلہ کیا۔ پہلے ہی حملہ میں حضرت حمزہؓ نے شیبہ کا اور حضرت علیؓ نے ولید کا خاتمہ کر دیا۔ ادھر حضرت عبیدہ بن حارثؓ جو بڑی عمر والے تھے بڑی دلیری کے ساتھ عتبہ سے برسرِ پیکار رہے یہاں تک کہ آپ کا ایک پیر مجروح ہو گیا۔ حضرت حمزہؓ وعلیؓ نے اس طرف توجہ کی اور حضرت عبیدہؓ کی مدد کو آئے اور شدید زخمی حالت میں جب کہ آپ برابر گفتگو بھی نہیں کر سکتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے۔ انہوں نے حضور اکرمؐ سے اپنی شہادت کے بارے میں دریافت کیا اور جب رسول اللہؐ نے انہیں شہید ہونے کی نوید سنائی تو بے پناہ خوشی واطمینان کا اظہار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے دین حق کی خدمت کے لئے انہیں قبول فرمایا ہے۔

حضرات عبیدہ بن حارث، حمزہ بن عبد المطلب اور علی بن ابی طالبؓ کے عظیم الشان مظاہرہ شجاعت اور قریش کے تین بڑے بڑے لوگوں کا یکبارگی خاتمہ گویا قریش کی صفوں میں جوش انتقام اور بدلے کی آگ بھڑکانے کا باعث ہوا وہ لوگ نہایت غیظ وغضب کے عالم میں بے قابو ہو کر ایک ساتھ مسلمانوں پر حملہ آور ہو گئے لیکن مسلمان بھی پوری طرح تیار اور چوکنا تھے۔ قریش کے بڑھتے قدموں کو

روکنے کا ان میں پورا حوصلہ تھا چنانچہ قریش کے حملہ کا انہوں نے نہایت پامردی سے جواب دینا شروع کیا۔ اگرچہ ان کا موقف مکمل طور پر مدافعانہ تھا لیکن ان کی دلیری، عزم، استقامت اور حوصلہ مندی کے ساتھ مقابلہ کرنا بتا رہا تھا کہ ان میں ہر طرح کی صورتحال کا سامنا کرنے کا ایمانی حوصلہ اور جسمانی قوت موجود ہے۔ جنگ پورے زور وشور سے جاری تھی۔ ادھر رسول اللہؐ اللہ تعالیٰ کے حضور رجوع اور مصروف دعا تھے۔ حضور اقدسؐ بارگاہ ذوالجلال میں عرض کر رہے تھے کہ ''اے اللہ تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اسے پورا فرما دے''۔ حضور انورؐ نہایت تضرع سے دعا کر رہے تھے دوران دعا آقائے دو جہاںؐ کی ردائے مبارکہ شانوں سے ڈھل رہی تھی۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ نے چادر شریف کو درست کی۔ اتنے میں خالق کونین نے فرشتوں کو وحی فرمائی کہ

''میں تمہارے ساتھ ہوں تم اہل ایمان کے قدم جماؤ میں کافروں کے دل میں رعب ڈال دوں گا''

(ق ر سورہ ۸۔ آیت ۱۲)

اور اپنے حبیبؐ کو یہ وحی فرمائی کہ

''(اے محبوب) میں ایک ہزار فرشتوں سے تمہاری مدد کروں گا جو آگے پیچھے آئیں گے۔''

(ق ر سورہ ۸۔ آیت ۹)

اس کے فوری بعد رسول اللہؐ تھوڑی دیر کے لئے ایک خاص کیفیت میں محو ہو گئے پھر حضرت ابوبکرؓ کو یہ خوش خبری دی کہ ''تمہارے پاس اللہ کی مدد آ گئی۔ یہ جبرئیل ہیں جو اپنے گھوڑے کی لگام تھامے اس کے آگے چلتے ہوئے آ رہے ہیں اور گرد وغبار میں اٹے ہوئے ہیں''۔ بعد ازاں رسول اللہؐ اپنے عریشہ سے باہر رونق افروز ہوئے اس وقت سرکار دو جہاںؐ نے زرہ زیب تن کئے ہوئے تھے۔ حضور انورؐ یہ ارشاد حق تعالیٰ دہرا رہے تھے کہ

''عنقریب یہ جماعت شکست کھا جائے گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑی ہوگی''

(ق/سورہ ۵۴۔آیت ۴۵)

حضور انورؐ نے اسی عالم میں ایک مٹھی کنکر اٹھائے اور ''شاهت الوجوه'' یعنی ''چہرے بگڑ جائیں'' فرما کر مشرکین کی طرف پھینکا۔ ہر دشمن خدا کے چہرے تک اس مٹی کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور پہنچا وہ اپنی آنکھیں ملنے لگے اور اسکے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

''(اے محبوب) جب آپ نے پھینکا تو درحقیقت آپ نے نہیں پھینکا بلکہ اللہ نے پھینکا۔''

(ق/سورہ ۸۔آیت ۱۷)

کیفیت رزم

غزوہ بدر میں مسلمانوں کی اعانت کے لئے فرشتوں کا آسمان سے اترنا اور مسلمانوں کے ہمراہ کافروں سے جہاد وقتال کرنا آیات قرآنیہ اور احادیث طیبہ سے بہ صراحت ثابت ہے۔ فرشتوں کا گھوڑوں (ابلق گھوڑوں) پر سوار ہونا بھی روایات سے معلوم ہوتا ہے۔ عالم اسباب کی رعایت سے اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا ظہور اسباب اور وسائط کے ذریعہ فرماتا ہے۔ اسی لئے مجاہدین اسلام کی امداد و اعانت کے لئے فرشتوں کو مردوں کی شکل میں نمودار فرمایا۔ وہ زرد عماموں میں اترے تھے اور شملے مونڈھوں کے درمیان چھوڑے ہوئے تھے۔ سورہ انفال کی آیت شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں کو طریقہ جہاد وقتل کی تعلیم وتربیت بھی کر دی گئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے خاص طریقہ سے غزوہ بدر میں قتل کیا۔ فرشتوں کے ہاتھوں مقتول ہونیوالے کفار علانیہ پہچانے جاتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شدت رزم کے موقع پر عریشہ سے باہر برآمد ہو کر مسلمانوں کو ترغیب دی کہ جہاد وقتال کے ذریعہ رضائے حق تعالیٰ حاصل کریں۔ حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ ''اس ذات پاک کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے آج جو شخص صبر وتحمل اخلاص اور صدق نیت کے ساتھ اللہ کے دشمنوں سے سینہ سپر ہو کر جہاد کرے گا اور پھر اللہ کی راہ میں مارا جائے گا اللہ تعالیٰ اس کو ضرور جنت میں داخل فرمائے گا''۔

عمیر بن حمامؓ کے ہاتھ میں اس وقت کچھ کھجوریں تھیں جنھیں وہ کھا رہے تھے۔ جب حضورؐ کے یہ کلمات مبارک انھوں نے سنے تو فوراً کہہ اٹھے ''واہ واہ میرے اور جنت کے درمیان میں فاصلہ ہی کیا رہ گیا ہے''۔ کھجوریں ایک طرف ڈال کر تلوار لے کر شدت سے جہاد کرنے لگے اور جام شہادت نوش کر گئے۔ اس وقت عوف بن حارثؓ نے حضورؐ سے دریافت کیا کہ ''یا رسول اللہؐ! پروردگار کو بندہ کی کیا چیز خوش کرتی ہے؟'' حضور انورؐ نے فرمایا کہ ''بندہ کا خالی جسم (بے زرہ) ہو کر اللہ کے دشمن سے نبرد آزمائی کرنا''۔ یہ سنتے ہی حضرت عوفؓ نے زرہ اتار دی اور تلوار لے کر قتال شروع کیا یہاں تک کہ خود شہید ہو گئے۔ مسلمانوں میں سے پہلے شہید ہونے والوں میں ان لوگوں کے علاوہ ابن ہشام میں ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ کے آزاد کردہ مہجعؓ اور حارثہ بن سراقہؓ جو بنی عدی بن النجار سے تھے۔

ٹھیک ایسے وقت جب کہ قریش کا جوش وخروش ماند پڑ رہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو جس طرح ترغیب دی اس کے باعث کچھ اس طرح مسلمانوں نے شدت کے ساتھ حملہ کیا کہ مشرکین کی صفوں میں جگہ جگہ شگاف پیدا ہو گئے۔ وہ قریش کی صفوں کو درہم برہم کرتے ہوئے انھیں تہہ تیغ کرتے بڑھنے لگے۔ مسلمانوں کے جوش وخروش میں اضافہ کا باعث یہ بھی ہوا کہ انھوں نے خود حضور علیہ الصلوٰۃ السلام کو زرہ زیب تن اقدس فرمائے ہوئے اپنے درمیان دیکھا اور یہ فرماتے ہوئے سنا کہ

''عنقریب یہ جتھہ (قریش) شکست کھا جائے گا اور پیٹھ پھیر کر بھاگے گا''۔ ساتھ ہی مسلمانوں کی مدد و کمک پر فرشتے تھے۔ حضرت عکرمہؓ کے اس قول کو ابن سعد نے نقل کیا ہے کہ ''اس دن آدمی کا سر کٹ کر گرتا لیکن یہ معلوم نہیں ہوتا کہ اسے کس نے مارا اور آدمی کا ہاتھ کٹ کر گرتا اور پتہ ہی نہیں چلتا کہ اس کو کس نے کاٹا''۔

اسی طرح حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان ایک مشرک کو دوڑا رہا تھا کہ اچانک اس مشرک کے اوپر کوڑے کی مار پڑنے کی آواز آئی۔ اور ایک شہسوار کی آواز آئی کہ ''خیر دم! آگے بڑھ''۔ مسلمان نے اس مشرک کو دیکھا کہ وہ چت گر پڑا اور اس کی ناک پر کوڑے کے مار کا نشان اور چہرہ پھٹا ہوا تھا اور وہ سب ہرا ہو گیا تھا۔ یہ سارا واقعہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیان کیا گیا تو حضور انورؐ نے فرمایا کہ ''یہ تیسرے آسمان کی مدد تھی''۔ (مسلم شریف)

حضرت ابو داوٗدؓ مازنی کہتے ہیں کہ ''میں ایک مشرک کو مارنے کے لئے دوڑ رہا تھا کہ اچانک اس کا سر میری تلوار کے پہنچنے سے پہلے ہی کٹ کر گر پڑا میں سمجھ گیا کہ اسے میرے بجائے کسی اور (فرشتے) نے قتل کیا ہے''۔ اسی طرح حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ جب قید ہو کر لائے گئے تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس انصاری نے قید نہیں کیا بلکہ ایک بے بال کے سر والے نے پکڑا ہے''۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''وہ ایک بزرگ فرشتہ تھا۔ جس نے انصار کی اس اسیری کے لئے مدد کی''۔

جب مسلمان مشرکین کو قید کر رہے تھے تو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عریشہ میں رونق افروز تھے اور حضرت سعد بن معاذؓ اپنے ساتھیوں کے ساتھ محافظت کا فریضہ انجام دے رہے تھے لیکن ان کے چہرہ پر کچھ ناگواری سی دیکھ کر حضور اقدسؐ نے دریافت فرمایا کہ ''اے سعد! معلوم ہوتا ہے تمہیں قیدیوں کی گرفتاری ناپسند ہے''۔ عرض کی ''ہاں یا رسول اللہؐ! یہ بجائے قید کئے جانے کے ختم کر دیئے

جائیں''۔ ابن اسحٰق نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی یہ روایت بیان کی ہے کہ قبل ازیں اس روز حضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا کہ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ بنی ہاشم اور ان کے علاوہ بعض اورلوگوں کو زبردستی (جنگ کے لئے) باہر نکالا گیا ہے اور انھیں ہمارے ساتھ جنگ کرنے سے کوئی سروکار نہیں اس لئے تم میں سے کوئی شخص بنی ہاشم کے کسی شخص سے ملے تو اسے قتل نہ کرے اور جو ابوالبختر ی بن ہشام سے ملے تو اسے قتل نہ کرے اور عباس بن عبدالمطلب سے ملے تو انھیں قتل نہ کرے کیوں کہ وہ زبردستی لائے گئے ہیں''۔

مراحل فتح

ابن اسحاقؒ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابوالبختر ی کے قتل سے اس لئے منع فرمایا تھا کہ وہ حضورؐ کے قیام مکہ کے زمانے میں لوگوں کو حضورانورؐ کو تکلیف پہنچانے سے روکا کرتے تھے اور خود کبھی تکلیف نہیں پہنچائی اور نہ کوئی ایسی بات کی جو حضوراقدسؐ کو بری معلوم ہو۔ انھوں نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کے خلاف لکھے گئے سماجی مقاطعہ کے نوشتہ کے عملاً خلاف ورزی کر کے قریش کو زک بھی دی تھی۔ معرکہ بدر میں ابوالبختر ی کا سامنا مخذر بن زیاد انصاریؓ صحابی سے ہوا۔ تو مخذرؓ نے کہا کہ حضورؐ نے ہمیں تمہارے قتل سے منع کیا ہے۔ ابوالبختر ی نے جب اپنے ایک رفیق کے لئے بھی ایسا چاہا تو حضرت مجذرؓ نے انکار کیا جس پر ابوالبختر ی نے یہ کہہ کر کہ رفیق کو اگر قتل ہونے کے لئے چھوڑ دوں تو مکہ کی عورتیں مجھے طعنہ دیں گی۔ خود حملہ کے لئے آگے بڑھے اور محزرؓ کے ہاتھوں مارا گیا۔ حضرت مجذرؓ نے حقیقت حال سے حضورؐ کو آگاہ کر دیا۔

امیہ بن خلف اور اس کا بیٹا میدان بدر میں حضرت بلالؓ کی زد میں آ گئے۔ یہ دیکھ کر حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ جو امیہ کے قدیمی دوست تھے محض اس خیال سے کہ اگر وہ قتل نہ کیا جائے اور گرفتار کرلیا جائے تو شاید اللہ تعالی اسے اسلام کی توفیق عطا کردے، دوڑ کر امیہ اور اس کے بیٹے کے ہاتھ پکڑ لئے تا کہ قتل کے بجائے گرفتار کرلیں۔ حضرت بلالؓ نے آواز دی کہ کفر کا یہ سردار بچنے نہ پائے ان کی آواز پر انصار دوڑ پڑے۔ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے امیہ کے بیٹے کو آگے کردیا اور وہ چت کردیا گیا۔ امیہ کے بچاؤ کے لئے اس کو زمین پر گرا کر خود اس پر لیٹ گئےلیکن انصار نے اسی حالت میں نیچے سے تلواریں چلا کر اسے ختم کردیا۔ اس کشمکش میں حضرت ابن عوفؓ کے پیر بھی زخمی ہوئے انھوں نے مشرکین کی کچھ زریں پائی تھیں سو وہ بھی بکھر گئیں۔ حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کہا کرتے تھے کہ خدا بلال پر رحم کرے ان کے سبب میری زریں بھی گئیں اور قیدی بھی ہاتھ سے چھوٹ گئے۔ (بخاری) امیہ بن خلف وہ شخص تھا جو مکہ میں حضرت بلالؓ کو اسلام لانے کی سزا کے طور پر گرم ریت پر لٹا کر سینہ پر پتھر رکھا کرتا اور کہتا کہ تم اسی حالت میں رہو گے یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا دین چھوڑ دو گے۔ حضرت بلالؓ ''احد احد'' کہا کرتے تھے۔

جنگ بدر کے موقع پر ابلیس لعین نے بھی مشرکین کی طرف سے سرگرم حصہ لیا تھا۔ اس نے سراقہ بن مالک بن جعشم کی شکل میں شامل ہوا تھا لیکن جب میدان بدر میں ملائکہ کو مسلمانوں کی حمایت میں کاروائیاں کرتے دیکھا تو فرار اختیار کی۔ حارث بن ہشام نے سراقہ بن مالک سمجھ کر روکا تو ابلیس لعین نے اس کے سینہ پر گھونسہ مار کر اسے گرادیا اور خود نکل بھاگا۔

اس قدر گھماسان کا رن پڑا کہ تھوڑی دیر میں مسلمان پوری طرح غالب آ گئے اور قریش کے قدم میدان جنگ سے اکھڑنے لگے۔ مسلمانوں کی نمایاں کامیابی اور واضح فتح کو محسوس کر کے مشرکین حواس

باختہ اپنی جانیں بچانے کی فکر میں تتر بتر ہونے لگے۔ ایسے وقت میں بھی غرور سے اکڑا ہوا ابوجہل اپنی صفوں میں بھگدڑ کی کیفیت دیکھ کر ان لوگوں کے سامنے ڈٹ گیا اور اپنے لشکر کو للکارتا ہوا تکبر آمیز لب ولہجہ میں کہنے لگا کہ سراقہ کے فرار، عتبہ شیبہ اور ولید کے قتل سے بددل نہ ہونا انھوں نے جلد بازی کی تھی۔ ابھی وہ یہ کہہ رہا تھا کہ مسلمانوں نے ایک بھرپور حملہ کیا اور مشرکین کی صفوں کو درہم برہم کرنا شروع کیا۔ ابو جہل اگرچہ اپنے مخالفین کے بیچ میں تھا مگر چند لمحوں بعد اس کے اطراف کے ہجوم کو بھی مجاہدین اسلام نے نہایت تند حملہ کے ساتھ منتشر کر دیا۔

فتح وکامرانی

ادھر مسلمانوں کی صفوں میں جہاں حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کھڑے تھے دو انصاری نوجوان ان کے داہنے بائیں آ کر کھڑے ہو گئے اور ان سے دریافت کیا کہ چچا جان ذرا دکھائیے ابوجہل کون ہے؟ انھوں نے پوچھا کہ تم اسے دیکھ کر کیا کرو گے؟ تب انھوں نے کہا ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کرتا ہے بخدا! ہم اگر اسے دیکھ لیں تو ہم اس کے وجود سے جدا نہ ہوں گے یہاں تک کہ فیصلہ ہو جائے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ ان دونوں نوجوانوں نے حضرت ابن عوفؓ سے یہی باتیں انفرادی طور پر کہی تھیں۔ بہر حال تھوڑی دیر بعد جب ابوجہل نظر آیا تو حضرت ابن عوفؓ نے ان سے کہا دیکھو یہی ہے ابوجہل تمہارا شکار۔ بس کیا تھا، دونوں نوجوان اس پر عقاب کی طرح جھپٹ پڑے اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کافر کا کام تمام کر دیا۔ وہ دونوں انصاری جوان رسول اللہؐ کے پاس حاضر ہوئے اور اپنے اس کارنامہ کا ذکر کیا۔ چوں کہ دونوں ابوجہل کے قتل کے دعویدار تھے۔ حضورؐ

نے ان کی تلواریں دیکھ کر فرمایا کہ تم دونوں نے اس دشمن خدا کا قتل کیا ہے۔(ان کے اسماء معاذؓ بن عمرو بن جموح اور معاذ بن عفراءؓ تھے)۔ (بخاری)

بعض دوسری روایات میں دوسرا نام معوّذ بن عفرا ملتا ہے(ابن ہشام) ابوجہل کا سر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے اس کے تن سے جدا کیا تھا۔ (ابوداؤد)

اللہ تعالی نے غزوہ بدر میں جب مسلمانوں کو فتح وکامرانی سے ہمکنار فرمادیا اور بتدریج معرکہ آرائی کی شدت کم ہونے لگی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''کون ہے جو ابوجہل کی خبر لائے؟'' اس پر صحابہ کرام اس کی تلاش میں مصروف ہوئے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اسے ایک جگہ ایسا پڑا ہوا پایا کہ اس میں کسی قدر جان تھی۔ یہ دیکھ کر وہ آگے بڑھے اور اس کی گردن پر پاؤں رکھ دیا۔ ابو جہل نے مکہ میں ایک بار حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو گرفتار کر کے نہایت سختی اور شدت کی تھی اس دفعہ وہ مغلوب تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس سے کہا ''اے دشمن خدا! آخر کار اللہ تعالی نے تجھے رسوا کیا''۔ مرتے مرتے بھی اس فرعون وقت نے اپنے تکبر اور غرور کا اس طرح اظہار کیا کہ ''کیا تم لوگوں نے مجھ سے بھی زیادہ بلند پایہ آدمی کو قتل کیا ہے؟'' پھر اس نے دریافت کیا کہ '' آج گردش زمانہ کس کے موافق ہے''؟ حضرت ابن مسعودؓ نے جواب دیا کہ ''اللہ اور اس کے رسولؐ کے موافق ہے''۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا اور سر کو لئے ہوئے رسول اللہؐ کے پاس حاضر ہوئے اور ابوجہل کے سر کو حضور اقدسؐ کے سامنے ڈال کر عرض کیا ''یا رسول اللہؐ! یہ رہا دشمن خدا ابوجہل کا سر''۔ حضور انورؐ نے ابوجہل کے سر کو دیکھ کر فرمایا کہ ''لوگو! اللہ ہی کی وہ ذات ہے جس کے سواء کوئی معبود نہیں''۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جنگ بدر کے دوران عکاشہ بن محصنؓ نے اس عمدگی اور شدت کے ساتھ

جنگ کی کہ لڑتے لڑتے ان کے ہاتھ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ وہ اسی حال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ ان کے ہاتھ میں ٹوٹی ہوئی تلوار تھی۔ حضور اکرمؐ نے جلانے کی لکڑیوں سے ایک لکڑی ان کو عطاء کی اور فرمایا کہ "اے عکاشہ! تم اسی سے جنگ کرو" جب انہوں نے وہ لکڑی حضورؐ کے دست مبارک سے لی اور اسے ہلایا تو وہ ان کے ہاتھ میں لمبی سخت پیٹھ والی اور چمکتی (ہوئی) لوہے کی تلوار بن گئی۔ اس سے انہوں نے یہاں تک جنگ کی کہ اللہ تعالی نے مسلمانوں کو فتح عنایت فرمائی۔ اس تلوار کا نام العون تھا۔ وہ ہر وقت حضرت عکاشہؓ کے پاس رہا کرتی تھی۔ وہ غزوات میں اسے ساتھ لے کر شریک ہوتے تھے یہاں تک کہ مرتدین سے جنگ کرتے ہوئے جب حضرت عکاشہؓ شہید ہوئے تھے تو اس وقت بھی وہ تلوار ان کے ساتھ تھی۔ (ابن ہشام)

اسی طرح دوران معرکہ حضرت سلمہؓ بن اسلم کی تلوار بھی ٹوٹ گئی تھی اور حضورؐ نے ان کو کھجور کے گچھے کی جڑ دی اور فرمایا کہ اس سے لڑو۔ انہوں نے جیسے ہی اس کو اپنے ہاتھ میں لیا وہ ایک نہایت بہترین تلوار بن گئی اور اس غزوہ کے بعد ہمیشہ ان کے پاس رہی۔ (سیرت حلبیہ)

حضرت خبیب بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر ایک قریشی نے ان کے دادا پر ایک وار کیا جس سے ان کی ایک پسلی الگ ہوگئی۔ حضور انورؐ نے زخم پر لعاب دہن مبارک لگا کر اس ٹوٹے ہوئے عضو کو وہیں لگایا جس کے بعد وہ پہلے ہی کی طرح جم گیا اور وہ ٹھیک ہو گئے۔ حضرت رفاعہؓ بن مالک سے روایت ہے کہ غزوہ بدر میں انہیں ایک تیر لگا جس سے ان کی آنکھ پھوٹ گئی۔ حضور انورؐ نے ان کی آنکھ میں اپنا لعاب دہن پاک ڈال دیا جس سے وہ اسی گھڑی ٹھیک ہوگئی اور پھر کبھی اس آنکھ میں ان کو کوئی تکلیف نہیں محسوس ہوئی۔ (ایضاً)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا کہ مشرکین کی لاشوں کو گڑھے میں ڈال دیں۔ چنانچہ

حسب فرمان ایسا ہی کیا گیا لیکن امیہ بن خلف کی لاش چوں کہ پھول گئی تھی اس وجہ سے اس پر مٹی ڈال دی گئی لاشوں کے گڑھے میں ڈال دینے کے بعد حضورؐ خود بہ نفس نفیس گڑھے کے کنارے تشریف لائے اور وہاں کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کہ "اے گڑھے والو! تمہارے پروردگار نے جو کچھ تم سے وعدہ کیا تھا کیا تم اسے سچا پایا؟ مجھ سے تو میرے پروردگار نے جو وعدہ فرمایا تھا بے شبہ میں نے سچا پایا"۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابوطلحہؓ کہتے ہیں کہ نبی کریمؐ کے حکم سے بدر کے روز قریش کے چوبیس بڑے بڑے سرداروں کی لاشیں بدر کے ایک کنویں میں پھینک دی گئیں۔ رسول اللہؐ کا دستور تھا کہ حضورؐ جب کسی قوم پر فتحیاب ہوتے تو تین دن میدان جنگ میں قیام فرماتے۔ چنانچہ جب بدر میں تیسرا دن آیا تو حضور اکرمؐ کے حسب الحکم حضورؐ کی سواری پر کجاوہ کسا گیا۔

بدر سے مدینہ منورہ مراجعت

بدر سے واپسی کے لئے سواری خاص پر کجاوہ کسے جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کنویں کے بار (کنارے) کی طرف چلے جس میں مشرکین مکہ کی لاشیں ڈالی گئی تھیں۔ حضور انورؐ کے پیچھے پیچھے صحابہ کرام بھی چلے یہاں تک کہ حضورؐ کنویں کے کنارے پہنچ کر کھڑے ہو گئے پھر انھیں (مقتولین قریش) ان کا ان کی ولدیت کے ساتھ نام لے لے کر مخاطب فرمانا شروع کیا کہ "کیا تمہیں یہ بات خوش آتی ہے کہ تم نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی ہوتی؟ کیونکہ ہم سے ہمارے رب نے جو وعدہ کیا تھا اسے ہم نے برحق پایا تو کیا تم سے تمہارے رب نے جو وعدہ کیا تھا اسے تم نے برحق پایا"؟ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ "یا رسول اللہؐ! آپ ایسے جسموں سے کیا باتیں کر رہے ہیں جن میں روح نہیں؟"

حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے میں جو کچھ کہہ رہا ہوں اسے تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سن رہے ہو۔'' اور ایک روایت میں آیا ہے کہ ''تم لوگ ان سے زیادہ سننے والے نہیں لیکن یہ لوگ جواب نہیں دے سکتے''۔ (متفق علیہ، مشکوۃ/ الرحیق المختوم)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو (مشرکین کی لاشیں) گڑھے میں ڈال دینے کا حکم دیا تو عتبہ بن ربیعہ (کی لاش) کو گھسیٹ کر گڑھے کی طرف لایا گیا تو حضور پاکؐ نے دیکھا کہ ابو حذیفہ بن عتبہ کے چہرے کا رنگ بدل گیا ہے اور وہ رنجیدہ ہیں۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''اے حذیفہ! اپنے باپ کی حالت دیکھنے سے شاید تمہارے دل میں کوئی بات پیدا ہوگئی ہے؟'' انھوں نے عرض کی ''نہیں یارسول اللہؐ! واللہ میں نے اپنے باپ کے کفر یا اس کے مارے جانے کے متعلق کبھی شک نہیں کیا مجھے رنج اس بات کا ہے کہ میرا باپ عقلمند، حلیم الطبع اور اچھی صفات کا حامل تھا مجھے امید تھی کہ یہ باتیں اسے اسلام سے قریب کردیں گی۔ لیکن ایسا نہ ہوسکا۔'' اس پر رسول اللہؐ نے ابو حذیفہؓ کی تعریف فرمائی اور دعائے خیر سے نوازا۔ (ابن ہشام)

غزوہ بدر میں اللہ تعالی نے مسلمانوں کو فتح مبین عطا فرمائی۔ لڑائی کا خاتمہ ہوا۔ بدر میں قریش کے ستر افراد قتل ہوئے اور ستر افراد گرفتار و اسیر ہوئے۔ بدر کی فتح کی خوشخبری سنانے کے لئے عبداللہ بن رواحہؓ اور زید بن حارثہؓ کو مدینہ منورہ بھیجا گیا جنھوں نے علی الترتیب اہل عالیہ اور اہل سافلہ کے پاس جاکر یہ پرمسرت خبر دی۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے ہیں کہ یہ خوشخبری ہم نے ایسے وقت سنی جب کہ رسول اللہؐ کی صاحبزادی حضرت سیدہ رقیہؓ جو حضرت عثمان غنیؓ کی زوجہ محترمہ تھیں ان کے انتقال کے سبب دفن کرکے مٹی دے رہے تھے۔ رسول اللہؐ نے حضرت عثمانؓ کو اسی وجہ سے مدینہ منورہ میں چھوڑ کر بدر کا ارادہ کیا تھا تاکہ وہ حضرت سیدہ رقیہؓ جو اس وقت شدید علیل تھیں ان کی تیمارداری کرسکیں۔ چوں کہ

حضرت عثمانؓ کا رکنا حضورؐ کے حکم کی بناء پر تھا اس وجہ سے انھیں بھی اصحاب بدر میں شمار کیا گیا۔ بہر حال جب تدفین سے فارغ ہوئے تو لوگ حضرت زید بن حارثہؓ کے اطراف جمع ہوئے اور جنگ بدر کی ایک ایک بات بڑے اشتیاق سے کرید کرید کر پوچھنے لگے اور اہل اسلام کی فتح و کامرانی پر اللہ تعالی کا شکر ادا کرنے لگے۔

فتح کی خوش خبری پہچانے والے قاصدوں کی روانگی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ بدر سے مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے بدر کے مال غنیمت کو حضور انورؐ نے حضرت عبداللہ بن کعب انصاریؓ کے سپرد کیا۔ جب مقام روحاء پر پہنچے تو راستے میں کچھ مسلمان ملے اور حضور انورؐ اور صحابہ کرام کو غزوہ بدر میں کامیابی کی مبارکباد پیش کی۔ جب مقام صفراء پر نزول کیا تو مال غنیمت کو طلب کیا اور اصحاب بدر میں اسے تقسیم فرمانا شروع کیا۔ اس سلسلے میں یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔ ●آپ سے مال غنیمت کا حکم پوچھتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ مال غنیمت اللہ کا ہے اور اس کے رسول کا ہے (ق۔۸/۱)

یعنی مال غنیمت کے مالک حق تعالی اور رسول اللہؐ ہیں جو اللہ تعالی کے نائب ہیں اور جس طرح مناسب سمجھیں تقسیم کر دیں۔ (تفسیر قرطبی)

غزوہ بدر میں حصہ لینے والے تمام صحابہ کرام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مال غنیمت تقسیم کیا اور ان آٹھ اصحاب کو بھی حصہ دیا جنھیں خود حضور انورؐ نے حکماً بدر میں شرکت سے رخصت دی تھی یا پھر جنھوں نے حضور اقدسؐ سے قبل از وقت بدر میں حاضر نہ رہنے کی اجازت حاصل کر لی تھی۔ تاہم یہ سب کے سب کسی نہ کسی اہم دینی ذمہ داری، انتظام، تیمارداری یا کسی اور وجہ سے رکے تھے۔ (ابن اثیر)

امام بخاری اور امام ابن جریر کا بعض اصحاب کے برخلاف یہ فرمانا ہے کہ غنائم بدر میں سے خمس نکالا گیا تھا۔

جب مکہ میں قریش کی شکست کی خبر پہنچی

غزوہ بدر میں شرمناک شکست نے قریش کو بری طرح بوکھلا دیا تھا۔ ان میں کے بڑے بڑے سردار قتل ہوئے یا مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہو گئے تھے۔ باقی ماندہ نہایت گھبراہٹ میں میدان جنگ سے بھاگ پڑے تھے۔ انھیں یہ پریشانی اور ندامت تھی کہ مکہ واپس جا کر لوگوں سے کس طرح آنکھیں ملا سکیں گے۔ لیکن سوائے مکہ لوٹنے کے ان کے پاس کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ چنانچہ نہایت افراتفری اور انتشار کے عالم میں وہ لوگ مکہ کی طرف واپس ہوئے۔ حیسمان بن عبداللہ خزاعی سب سے پہلے مکہ پہنچا اسے دیکھ کر مکہ والے اس کی طرف جمع ہو گئے اور صورت حال دریافت کرنے لگے۔ جب اس نے بتایا کہ عتبہ، شیبہ، ابوالحکم (ابوجہل)، امیہ، زمعہ، نبیہ، منبہ اور ابوالبختری سب کے سب قتل ہو گئے یہ ایسی حیران کن خبر تھی کہ لوگوں کو حیسمان کے مجنون ہو جانے کا خیال ہوا۔ چنانچہ صفوان بن امیہ نے لوگوں سے کہا کہ اس شخص کی عقل جاتی رہی ہے۔ ذرا اس سے میرے متعلق تو پوچھو۔ وہ حطیم میں بیٹھا ہوا تھا۔ جب لوگوں نے حیسمان سے صفوان بن امیہ کے متعلق پوچھا تو اس نے جواب دیا ”وہ دیکھو! وہ تو مقام حجر میں بیٹھا ہے“۔ اس کے بعد مکہ میں کہرام سا مچ گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مولی حضرت ابورافعؓ جو اس زمانے میں حضرت عباس بن عبد المطلبؓ کے غلام تھے فرماتے ہیں کہ ہمارے پاس اسلام داخل ہو چکا تھا۔ حضرت عباسؓ کی زوجہ محترمہ اور میں اسلام لا چکے تھے۔ لیکن حضرت عباسؓ نے اسے چھپا رکھا تھا۔ جس دن کہ حیسمان نے قریش کی شکست وخواری کی خبر لایا میں زمزم کے حجرے میں بیٹھا تیر کے دستے بنا رہا تھا اور (حضرت) ام الفضل قریب میں بیٹھی تھی ابولہب آیا اور میری پیٹھ کی طرف اپنی پشت کر کے بیٹھ گیا اتنے میں جب ابو

سفیان بن حارث بن عبد المطلب آئے تو ابولہب نے قریش کے متعلق پوچھا کہ ''کیا خبر لائے ہو؟'' انھوں نے جواب دیا کہ ''ہمارا آمنا سامنا ہوا اور ایسا لگا کہ ہم نے اپنے شانے ان کے حوالے کر دیئے تھے۔ وہ لوگ جس طرح چاہتے تھے ہمارے شانوں سے سر اتار لیتے تھے اور جسے چاہے پکڑ کر قید کر لیتے تھے۔ اللہ کی قسم! اس کے باوجود میں نے ان لوگوں پر ملامت نہیں کی کیونکہ ہم نے دیکھا کہ سامنے گورے گورے لوگوں سے جو ابلق گھوڑوں پر سوار تھے ہمارا مقابلہ تھا وہ کسی چیز کو نہ چھوڑتے تھے''۔ یہ سن کر ابو رافع سے ضبط نہ ہو سکا اور انہوں نے خیمہ کا کنارہ اٹھا کر بے ساختہ کہا کہ ''واللہ! وہ فرشتے تھے''۔ یہ سننا تھا کہ ابولہب آپے سے باہر ہو گیا اور ایک طمانچہ حضرت ابو رافعؓ کے گال پر مارا۔ حضرت ابو رافعؓ نے بھی جواب دیا اور دونوں گتھم گتھا ہو گئے ابولہب نے انھیں اٹھا کر پٹک دیا۔ پھر ان کے سینے پر بیٹھ کر مارنا شروع کیا۔ یہ منظر حضرت ام الفضلؓ دیکھ رہی تھی۔ جب حضرت رافعؓ کو ابولہب نے بے تحاشہ پیٹنا شروع کیا تو برداشت نہ کر سکیں اور خیمہ کی لکڑی کھینچ کر ابولہب کے سر پر اس زور سے ماریں کہ اس کا سر پھٹ گیا۔ انہوں نے کہا کہ اس کا مالک گھر پر نہیں ہے اس لئے مجبور سمجھ کر ظلم کر رہا ہے۔ یہ سن کر ابو لہب ذلت وخواری کے ساتھ واپس ہو گیا۔ اس واقعہ کو گزرے ہوئے سات دن بھی نہ گزرے تھے کہ یہ دشمن خدا و رسول ایک مہلک بیماری میں مبتلا ہو گیا جس میں اس کے جسم پر سرخ دانے نکل آئے اسے چیچک کی ایک قسم بتایا جاتا ہے۔ بعض مورخین نے لکھا ہے کہ ابولہب طاعون کا شکار ہو گیا اور واصل جہنم ہوا اس کے بیٹوں نے بھی اسے تین دن تک بے گور و کفن چھوڑ دیا۔ آخر کار سماج کی ملامت کے ڈر سے ایک گڑھا کھود کر اس میں اسے لکڑی سے ڈھکیل کر مٹی برابر کر دی۔

قریش کے ہر گھر میں واویلا مچ گیا تھا پہلے پہلے تو وہ مقتولین بدر پر نوحہ و ماتم کر رہے تھے لیکن پھر انہیں خیال آیا کہ ان کے اس طرح غم منانے پر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اصحاب کو اطلاع ملے تو وہ خوش ہوں گے لہذا نوحہ وغم پر پابندی لگا دی گئی اور یہ بھی طئے کیا گیا کہ قیدیوں کی رہائی کے سلسلے

میں عجلت نہ کی جائے بلکہ تھوڑا انتظار کریں ورنہ فدیہ کی رقم بڑھا دی جائے گی اور مسلمان فدیہ کے سلسلے میں سختی کرنے لگیں گے۔ شکست خوردہ جھلائے ہوئے پشیمان اور غصہ وغم میں پیچ وتاب کھاتے ہوئے قریشیوں کی ہر حرکت ان کی اندرونی حالت کی غمازی کر رہی تھی۔

جنگ بدر میں اسود بن عبد المطلب کے تین بیٹے مارے گئے تھے۔ وہ ان پر رونا چاہتا تھا لیکن قریش کی قرارداد کی وجہ سے مجبور تھا۔ ایک رات ایک عورت کی نوحہ کی آواز سن کر اس نے دریافت حال کے لئے غلام کو بھیجا کہ کیا رونے اور نوحہ کی اجازت مل گئی ہے؟ جب معلوم ہوا کہ وہ اپنے اونٹ کے گم ہونے پر نوحہ کر رہی ہے تو اسود نے ایک پر درد مرثیہ لکھا کہ رونا ہے تو عقیل و حارث و ابو حکیمہ پر روؤ کیوں کہ وہ بہادر سردار تھے۔ بدر کا معرکہ نہ ہوتا تو وہی سردار ہوتے ان کے نہ ہونے سے ایسے لوگ سردار بن گئے جو ہر گز سردار نہیں بن سکتے تھے۔

جب غزوہ بدر میں رسول اللہ ﷺ کی فتح اور کامیابی کی اطلاع حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو پہنچی تو وہ بے حد خوش ہوا۔ چنانچہ حضرت جعفر بن ابو طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نجاشی نے ان کو اور ان کی ساتھیوں کو اپنے پاس بلایا۔ جب یہ نجاشی کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ پرانے کپڑے پہنے ہوئے مٹی پر بیٹھا ہوا ہے۔ نجاشی نے کہا کہ میں نے تمہیں ایک خوشخبری سنانے کے لئے بلایا ہے جسے سن کر تم لوگ بے حد خوش ہوں گے۔ میرے قاصدوں نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو فتح و نصرت عطا فرمائی ہے اور ان کے دشمنوں میں فلاں فلاں کو ہلاک کر دیا ہے۔ اس نے بہت سے مشرکوں کے نام بتلائے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ آپ ان پرانے کپڑے میں کیوں ہو اور زمین پر کیوں بیٹھے ہوئے ہو؟ تب نجاشی نے کہا کہ ”انجیل میں ہم یہ تعلیم پاتے ہیں کہ بندوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نعمت اور خوش خبری حاصل ہو تو وہ تواضع اور انکساری کا اظہار کریں“۔ (سیرت حلبیہ)

اسیران بدر کے متعلق فیصلہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر سے واپسی میں جب مقام الصفر اء میں توقف فرمایا تو مشرکین کا پرچم اٹھانے والا نضر بن حارث جو قریش کے نہایت خطرناک مجرموں میں سے تھا اور اسلام دشمنی میں سب سے بڑھا ہوا تھا حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں جہنم رسید ہوا اور جب قافلہ رسالت عرق الظبیہ پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بدترین دشمن و گستاخ جو کہ مکہ مکرمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے میں سب سے آگے تھا یعنی عقبہ بن ابی معیط کو حضرت عاصم بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے قتل کر کے جہنم بھیج دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اللہ سے مقابلہ اور مقاتلہ محاربہ اور مجادلہ اگر چہ کہ جرم عظیم اور خسران مبین ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ کلمات زبان سے نکالنا، سب وشتم کرنا، استہزاء کرنا وہ جرم ہے جو محاربہ ومقاتلہ کے جرم سے کہیں زیادہ شدید اور سخت ہے اور یہ دونوں اس جرم کے مرتکب تھے۔ ان کے یہ جرائم جنگی جرائم سے بڑھ کر تھے جس کی انھیں معقول اور واجبی سزا ملی۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ رونق افروز ہوئے تو ہر طرف مسرت وشادمانی اور تہنیت خوانی کا شور تھا۔ اللہ تعالی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ظفرمندی وکامرانی کے ساتھ مراجعت فرما کیا۔ بدر کی فتح کا اطراف واکناف زبردست اثر پڑا خود مدینہ منورہ میں وہ بہت سارے لوگ جو دولت اسلام سے ابھی تک محروم تھے دامن اسلام میں آگئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ تشریف آوری کے دوسرے دن اسیران بدر بھی مدینہ لائے گئے۔ ان کے مدینہ پہنچنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام قیدیوں کو صحابہ کرام میں تقسیم فرما دیا اور یہ حکم فرمایا کہ اپنے اسیروں کے ساتھ بھلائی اور سلوک کریں۔ اس ارشاد مبارکہ کی تعمیل میں صحابہ کرام نے

قیدیوں کے ساتھ ایسا اچھا برتاؤ اور بے مثال سلوک کیا کہ خود قیدیوں کو سخت حیرت اور استعجاب تھا وہ اپنے ساتھ اس قدر اعلیٰ درجہ کا اخلاقی برتاؤ، انسانی سلوک اور لحاظ کا تصور تک نہیں کر سکتے تھے۔ صحابہ پہلے اپنے قیدیوں کو کھلاتے بعد میں خود کھایا کرتے۔ قیدیوں کو عمدہ کھانا دیتے اور خود کھجور وغیرہ پر اکتفاء کرتے تھے۔ ہر وہ صحابی جن کے پاس جنگ کا قیدی تھا ان کا یہی برتاو تھا۔ ہر ایک ارشاد رسول اللہؐ کی تعمیل میں اور جذبہ اتباع میں منفرد تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیدیوں کے بارے میں صحابہ کرام سے مشاروت فرمائی۔ حضرت ابوبکرؓ نے فدیہ کے عوض ان کی رہائی کا مشورہ دیا جب کہ حضرت عمرؓ نے اس کے برخلاف ان تمام کے قتل کی رائے دی۔ حضور اکرمؐ نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے کو پسند فرمایا۔

اسیران بدر میں ابو وداعہ بھی تھا۔ اس کے بیٹے کے بارے میں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ ”مکہ میں اس کا ایک ہوشیار لڑکا ہے جو تاجر اور مالدار ہے۔ گویا وہ تمہارے (یعنی صحابہ) کے پاس اپنے باپ کا فدیہ دے کر چھڑانے کے لئے آ گیا ہے“۔ مکہ میں قریشوں نے قیدیوں کی رہائی کے سلسلہ میں عجلت نہ کرنے کی قرارداد کی تھی لیکن ابو وداعہ کے لڑکے مطلب نے اگرچہ ان کی ہاں میں ہاں ملائی لیکن راتوں رات مکہ سے چل پڑا اور مدینہ پہنچ کر چار ہزار درہم دے کر اپنے باپ کو چھڑا کر واپس لے گیا۔ قیدیوں میں قریش کا بڑا زبان آور خطیب سہیل بن عمرو بھی تھا جس کے مثلہ کرنے کی حضرت عمرؓ نے اجازت طلب کی تھی تو حضورؐ نے منع فرمایا تھا اسے رہائی دلانے کے لئے مکرز بن حفص آیا۔ سہیل، مالکؓ بن الاختم کی قید میں تھا۔ مکرز نے مالکؓ کو اس بات پر راضی کر لیا کہ سہیل کے عوض میں قید ہو جائیں گے تا کہ سہیل اپنے فدیہ کا انتظام کر کے بھیجیں۔ مالکؓ نے ایسا ہی کیا۔ عمرو بن ابی سفیان کو حضرت علی بن ابی طالبؓ نے اسیر کیا تھا۔ ایک انصاری صحابی حضرت سعد بن نعمانؓ عمرہ کے لئے مکہ گئے ہوئے تھے ابی

سفیان نے انہیں قید کرلیا اور عمرو بن ابی سفیان کی رہائی کے عوض حضرت سعدؓ کو چھوڑنے کی شرط رکھی۔ بنی عمرو بن عوف یعنی حضرت سعدؓ کے قبیلہ والوں کی درخواست پر حضور انورؐ نے حضرت سعد بن نعمانؓ کے عوص عمرو بن ابی سفیان کو رہا کردینے کا حکم دیا۔

قیدیوں کے فدیہ کے طور پر مقدار رقم ایک ہزار درہم سے چار ہزار درہم تک رکھی گئی تھی۔ اس کے باوجود نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت سارے قیدیوں پر نگاہ مرحمانہ اور احسان خاص فرمایا اور بغیر فدیہ لئے انہیں رہا کیا گیا ایسے لوگوں میں مطلب بن حنطب، صیفی بن ابی رفاعہ اور ابوعزہ جمحی بھی شامل تھے۔ قیدیوں میں چند ایسے بھی تھے جنھیں لکھنا پڑھنا آتا تھا۔ حضورؐ نے ان کا فدیہ دس دس بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھانا مقرر فرمایا۔

ایک اہم اسیر بدر

اسیران بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے داماد یعنی حضورؐ کی صاحبزادی شہزادی دارین حضرت سیدہ زینبؓ کے شوہر حضرت ابو العاص بن ربیع تھے جنھیں خراشؓ بن صمہ نے قید کرلیا تھا۔ ابو العاص، ام المومنین حضرت سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے تھے۔ ان کی والدہ کا نام ہالہ بنت خویلد تھا۔ حضرت سیدہ بی بی خدیجہؓ، ابوالعاص یعنی اپنے جھانجے کو اپنی اولاد کی طرح عزیز رکھتی تھیں۔ بعثت شریف سے پہلے حضرت سیدہ خدیجہؓ کی ہی درخواست پر رسول اللہؐ نے اپنی بڑی صاحبزادی حضرت سیدہ زینبؓ کو جو حضرت بی بی خدیجہؓ کے بطن اطہر سے تھیں، ابوالعاص بن ربیع کے نکاح میں دے دیا تھا۔ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو اعلان نبوت کا حکم فرمایا تو اہل بیت میں ام المومنین سیدہ خدیجہؓ اور آپ کی

صاحبزادیوں نے ایمان لایا لیکن ابوالعاص اپنے پرانے عقیدہ پر ہی قائم رہے تھے۔ اگرچہ کہ قریش نے ان پر بی بی زینبؓ سے علیحدگی اختیار کر لینے پر اصرار کیا لیکن انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ وہ حضرت سیدہ زینبؓ سے کسی طور پر جدا ہونا نہیں چاہتے تھے جب بدر کا مرحلہ درپیش ہوا تو قریش کے ساتھ ابوالعاص بھی آئے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوئے۔

اہل مکہ نے جب اپنے اپنے قیدیوں کے لئے فدیہ بھیجا اور انہیں چھڑانے لگے تو شہزادئ دارین حضرت بی بی سیدہ زینبؓ نے بھی اپنے شوہر ابوالعاص کی رہائی کے لئے فدیہ میں ایک ہار بھیجا۔ وہ ہار شادی کے وقت ان کی والدہ ماجدہ ام المومنین حضرت سیدہ خدیجہؓ نے انہیں پہنایا تھا۔ جب ابوالعاص کے فدیہ کے طور پر وہ ہار حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ملاحظہ میں آیا تو اسے دیکھ کر حضورؐ ملول خاطر ہو گئے اور اس وقت حضورؐ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ ''اگر تمھیں مناسب معلوم ہو تو اس قیدی (ابو العاص) کو چھوڑ دو اور اس کا مال اسے لوٹا دو (یعنی وہ ہار واپس کر دو جوان کے فدیہ میں آیا ہے)۔'' صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ''ہم ایسا ہی کریں گے''۔ چنانچہ انہوں نے ابوالعاص بن ربیع کو رہا کر دیا اور سیدہ بی بی زینبؓ جو ہار بطور فدیہ روانہ کیا تھا اسے بھی بخوشی واپس کر دیا۔ رسول اللہؐ نے ابوالعاص سے یہ وعدہ لیا کہ وہ مکہ پہنچ کر صاحبزادی زینبؓ کو بھیج دیں۔ ابوالعاص نے اس بات کا عہد کیا اور مکہ پہنچ کر اپنے وعدہ کو واقعتاً پورا کیا اور اپنے بھائی کنانہ بن ربیع کے ہمراہ حضرت سیدہ زینبؓ بنت رسول مقبولؐ کو مدینہ منورہ بھیج دیا۔

کنانہ بن ربیع نے علانیہ طور پر ایک دوپہر اپنی بھاوج حضرت سیدہ زینبؓ کو سواری پر سوار کروایا اور خود تیر کمان لے کر تمام قریش کے سامنے سے مدینہ منورہ کے لئے نکلے۔ ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو ایک انصاری ساتھی کے ساتھ روانہ کیا اور ہدایت فرمائی کہ ''تم

دونوں بطن یاجج (مقامات) میں جا کر رہو جب (حضرت سیدہ) زینبؓ ادھر سے گزریں تو ان کے ساتھ ہو جاؤ اور انہیں میرے پاس پہنچا دینا''۔ ابن ہشام میں ہے کہ رسول اللہؐ نے ابوالعاص سے اقرار لے لیا تھا یا انہوں نے خود حضورؐ سے وعدہ کر لیا تھا کہ حضرت سیدہ زینبؓ کو حضورؐ کے پاس بھیج دیں گے یا سیدہ زینبؓ کو اپنے پدر بزرگوارؐ کے پاس بھیج دینا ابوالعاص کی رہائی کے شرائط میں شامل تھا لیکن یہ بات کسی جانب سے ظاہر نہ ہوئی۔ بہرحال جب ابوالعاص چھوڑ دیئے گئے تو انہوں نے اپنی زوجہ محترمہ حضرت سیدہ بی بی زینبؓ کو ان کی والد محتشمؐ کے پاس مدینہ منورہ بھیج دیا لیکن اثنا راہ قریش مزاحم ہو گئے۔

حضرت سیدہ بی بی زینبؓ ہودج میں بیٹھی تھیں اور کنانہ بن ربیع اونٹ کی نکیل کھینچتے جب مکہ سے نکل رہے تھے اور ابھی چار پانچ میل کا فاصلہ بھی طے نہ ہو سکا تھا کہ مقام ذی طوی میں قریش والوں نے انہیں گھیر لیا ہبار بن اسود نے ہودج کی طرف برچھی مار کر حضرت سیدہ بی بی زینبؓ کو خوفزدہ کیا جس کے صدمہ سے آپ کا حمل ساقط ہو گیا۔ کنانہ بن ربیع نے ابتداء میں قریشوں کو سمجھایا لیکن جب وہ اڑ گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صاحبزادی کو جانے نہ دیں گے تو کنانہ بن ربیع بھی مقابلہ پر اتر آئے اور اپنی کمان سنبھال لی اور بہ آواز بلند کہا کہ جو شخص ہو وج یا میرے قریب آئے گا اسے اپنے تیر کا نشانہ بنا دوں گا۔ آخرش لوگ واپس ہو گئے لیکن ابوسفیان آئے ان کے ساتھ قریش کے کچھ لوگ بھی تھے۔ انہوں نے کنانہ سے کہا کہ ہمیں (حضرت) محمدؐ کی بیٹی کو روکنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے لیکن ان حالات میں جب کہ ہمیں سخت حیرانی ہے اور بدر کا واقعہ ہو کر زیادہ عرصہ بھی نہیں گزرا ہے اگر اس طرح (حضرت سیدہ) زینب (رضی اللہ عنہا) کو لے جاؤ تو اس میں بڑی ذلت ہے نیز یہ مشورہ بھی دیا کہ قوم کی بات رکھنے انہیں اس وقت واپس لے چلو اور موقع دیکھ کر کبھی رات کو وقت لے کر نکل جاؤ اور انہیں ان کے والدؐ بزرگوار کے پاس پہنچا دو۔ کنانہ اس بات کو منظور کیا اور ایسا ہی کیا۔ رات کے وقت انھیں مکہ سے

لے چلے اور جب مقام بطن یاجج پہنچے تو زیدؓ بن حارثہ اوران کے ساتھی سے ملاقات ہوئی اور حضرت سیدہ زینبؓ کوان کی نگرانی میں مدینہ منورہ روانہ کردیا اور خود مکہ واپس ہوگئے۔

حضرت عباسؓ۔اسیری اور فدیہ

اسیران بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا (حضرت) عباس بن عبدالمطلب بھی تھے جنھیں حضرت کعبؓ بن عمرو ابوالیسر نے گرفتار کیا تھا۔ (حضرت) عباس خوب اونچے، پورقوی اور جسیم تھے جب کہ حضرت ابوالیسر قصیر القامت، نحف اور ضعیف القویٰ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دیکھ کر ابوالیسرؓ سے دریافت کیا کہ عباس جیسے شخص کو جو نہایت قوی ہیں کیسے گرفتار کیا؟ تو انہوں نے عرض کیا کہ ''یارسول اللہؐ! (حضرت) عباس کو گرفتار کرتے وقت ایک ایسے شخص نے میری مدد کی جسے میں کبھی نہیں دیکھا تھا اور نہ اس واقعہ کے بعد نظر آیا''۔ پھر انہوں نے اس کے حلیہ وہیت کے بارے میں بتایا۔تب حضورؐ نے فرمایا کہ ''تحقیق ایک محترم فرشتے نے اس کام میں تمہاری مدد کی''۔

(حضرت) عباس کی بندش ذرا سخت تھی جس کی وجہ سے انہیں تکلیف ہو رہی تھی اور کراہ رہے تھے۔ ان کی کراہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مضطرب ہوگئے۔ یہ دیکھ کر انصار مدینہ نے (حضرت) عباس کی بندش ڈھیلی کردی اور گرہ کھول دی جس کے باعث انہیں آرام وسکون محسوس ہوا۔ انصاریوں نے اسی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ حضورؐ سے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم اپنے بھانجے (حضرت) عباس کا فدیہ بھی چھوڑ دیں۔ تب رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا ''نہیں، خدا کی قسم ان سے ایک درہم بھی نہ چھوڑنا''۔ جب (حضرت) عباس سے بھی فدیہ کا مطالبہ کیا گیا تو انھوں نے رسول اللہؐ سے اپنی ناداری کا

عذر کیا تب حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''اچھا وہ مال کہاں ہے جو تم نے اور تمہاری بیوی ام فضل نے مل کر دفن کیا تھا؟'' یہ سننا تھا کہ (حضرت) عباس کی حیرت کی انتہا نہ رہی اور وہ بے ساختہ کہہ اٹھے ''بے شک میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ یقیناً اللہ کے رسول ہیں''۔ (حضرت) عباس کو معلوم تھا کہ مال چھپانے کی بات سوائے ان کے اور ان کی زوجہ محترمہ کے کسی کو معلوم نہ تھی اس وقت جب حضورؐ نے اس کا اظہار کیا تو حضرت عباسؓ کو یقین کامل ہو گیا کہ حضورؐ نبی برحق ہیں اور (حضرت) عباسؓ نے اقرار کرلیا۔ رسول اللہؐ نے حضرت عباس پر ایک سو اوقیہ فدیہ لگایا جو تمام قیدیوں میں سب سے زیادہ تھا اسی طرح (حضرت) عقیل بن ابی طالب کا فدیہ اسّی (۸۰) اوقیہ مقرر فرمایا۔ (ایک اوقیہ چالیس درہم کے برابر ہوتا ہے)۔

حضرت عباسؓ کو اس بات کا خیال بار بار آرہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محض قرابت کی وجہ سے ان کا فدیہ سب سے زیادہ مقرر فرمایا ہے چنانچہ اس بات کا آپ نے حضورؐ کے سامنے اظہار بھی کیا۔ ان کے ایسا کہنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پر اس آیت جلیلہ کا نزول فرمایا۔

''اے نبی! آپ ان قیدیوں سے کہہ دیجئے جو آپ کے قبضہ میں ہیں کہ (تم اس فدیہ پر کچھ افسوس نہ کرو) اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دل میں کچھ بھلائی دیکھے گا (یعنی دل سے اسلام لے آئیں گے) تو جو تم سے لیا گیا ہے اس سے کہیں زیادہ اور بہتر تم کو عطا فرمائے گا۔ اور تمہاری مغفرت بھی فرمائے گا۔ اور اللہ بڑا بخشنے والا اور مہربان ہے''۔ (ق/سورہ ۸ آیت ۷۰)

حضرت عباسؓ قریش کے ان دس سرداروں میں سے تھے جنھوں نے جنگ بدر میں لشکر قریش کے کھانے کی ذمہ داری لی تھی اور وہ اپنے ساتھ بیس اوقیہ سونا لے کر آئے تھے لیکن انہی کی باری کے دن جنگ چھڑ گئی اور کھانا کھلانے کی فرصت و مہلت نہ ملی تو یہ سونا ان کے پاس رہ گیا جب وہ گرفتار ہوئے تو ان

سے یہ سونا لے لیا گیا تھا۔ فدیہ کے تعین کے وقت انھوں نے یہ استدعا کی تھی کہ یہ سونا ان کے فدیہ میں محسوب کرلیا جائے لیکن حضور انورؐ نے ان کے لئے سب سے زیادہ فدیہ تجویز فرمایا اسی طرح ان کے بھتیجے نوفل بن حارث نے اپنے چھپائے ہوئے ایک ہزار نیزوں کی بات حضوانورؐ سے سن کر ایمان لائے اور وہ نیزے فدیہ میں دیئے۔ حضرت عباسؓ نے اپنی مجبوری و ناداری میں پیش آئندہ مالی مشکلات کے اندیشوں کا اظہار کیا تو حضور اقدسؐ نے اس مال سے متعلق فرمایا جس کا ذکر ہو چکا تھا اور جب حضرت عباس اور ان کے بھتیجے حضرات عقیل و نوفل (رضی اللہ عنہم) بھی مشرف بہ اسلام ہو چکے تو ایک وقت ایسا آیا کہ ان کے فدیوں کے مال سے کہیں زیادہ اور اچھا مال اللہ تعالی نے انھیں عطا فرمایا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بحرین کا مال آیا جس کی مقدار اسّی ہزار دینار تھی تو حضور انورؐ نے نماز ظہر کے لئے وضوء فرمایا اور نماز سے پہلے کل مال تقسیم کر دیا اور حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ اس میں سے لے لو۔ جتنا ان سے اٹھ سکا انہوں نے لے لیا۔ حضرت عباسؓ فرماتے ہیں اس سے زیادہ اور بہتر ہے جو مجھ سے لیا گیا تھا۔ اللہ تعالی نے انہیں خوب نوازا اور برکتوں سے مالا مال کیا تھا ان کے بیس غلام تھے جو سب کے سب تاجر اور متمول تھے۔ حضورؐ نے حضرت عباسؓ اور حضرت نوفلؓ کے درمیان مواخاۃ قائم کی تھی۔ وہ دونوں گزشتہ ایام میں بھی آپس میں گہرے دوست تھے۔

عمیر بن وہب کا قبول اسلام

قریش کے اشرار میں عمیر بن وہب جمحی کا نام بھی ملتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو تکلیف پہچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ ہجرت سے قبل اس نے ممکنہ طریقہ سے

اذیتیں پہنچائیں اور جتنا ہو سکا مسلمانوں کو ستایا۔ جنگ بدر میں اس کا بیٹا وہب بن عمیر مسلمانوں کے ہاتھوں اسیر ہوا اور مدینہ میں قیدیوں میں پڑا ہوا تھا۔ ایک دن عمیر بن وہب، صفوان بن امیہ کے ساتھ حطیم میں بیٹھا ہوا مقتولین بدر کو یاد کرتے ہوئے کہنے لگا کہ جو لوگ مارے گئے ان کے بعد زندگی بے مزہ لگتی ہے صفوان نے بھی ہاں میں ہاں ملائی اور کہا کہ ان لوگوں کے بعد زندگی میں کوئی بھلائی نہ رہی۔ عمیر بن وہب کو اپنے بیٹے کی بھی فکر لاحق تھی کہ وہ نہ صرف عیال دار تھا بلکہ بہت مقروض بھی تھا۔ چنانچہ اس نے اس بات پر افسوس ظاہر کرتے ہوئے کہ وہ چاہتے ہوئے بھی مدینہ جا کر اپنا انتقام نہیں لے سکتا اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے فوراً صفوان بن امیہ نے کہا کہ تم اپنے قرض اور بال بچوں کی فکر نہ کرو میں تمہارا قرض ادا کر دوں گا اور تمہارے بچے میرے بچوں کے ساتھ رہیں گے، میں ان کی کفالت کروں گا۔ یہ سنتے ہی عمیر نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو میں جلد ہی مدینہ جا کر اپنا کام کروں گا۔ البتہ اس بات کو نہایت راز رکھا گیا صفوان بن امیہ نے عمیر بن وہب کی اس آمادگی پر بے حد خوشی کا اظہار کیا اور اس کے ذمہ تمام قرض اور اس کے غیاب میں اس کے بچوں کی نگہداشت اور اخراجات کی پابجائی کا بندوبست کر دیا اس نے ایک تلوار صیقل کروا کر زہر میں بجھائی اور عمیر کے حوالے کر دی۔ عمیر بن وہب نے مکمل تیاری کے ساتھ مدینہ کا سفر کیا۔ چوں کہ اس کا بیٹا قید تھا اس وجہ سے اس کی مدینہ پہنچنے پر لوگوں کو کوئی اور خیال نہ آیا سبھی نے سمجھا کہ وہ بیٹے کو رہا کروانے آیا ہے۔ عمیر نے اپنا اونٹ مسجد نبوی کے دروازے پر روکا عمیر کو خاص انداز سے آتا ہوا دیکھ کر حضرت عمر بن خطابؓ کھٹک گئے اور اس کے تیور سے سمجھ گئے کہ اس کا ارادہ پاک نہیں ہے چنانچہ عمیر کے اونٹ سے اترتے ہی حضرت عمرؓ نے اسے پکڑ کر اس پر قابو پا لیا اور گھسیٹتے ہوئے رسول اللہؐ کے سامنے حاضر کیا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو اور پھر عمیر بن وہب سے

دریافت فرمایا کہ ''کیسے آنا ہوا؟''۔ عمیر نے کہا کہ ''اپنے قیدی کو چھڑانے آیا ہوں''۔ رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ ''سچ بتاؤ! کیا اس غرض سے آئے ہو؟ یا کوئی اور ارادہ لایا ہے؟'' پھر حضور اقدس ؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''بولو! تمہارے اور صفوان بن امیہ کے درمیان کیا معاہدہ ہوا جب کہ وہ اور تم حطیم میں بیٹھے ہوئے مشورہ کر رہے تھے۔'' اس پر عمیر سٹپٹا گیا اور اسے کچھ کہا نہ گیا وہ دم بخود رہ گیا۔ جب رسول اللہ ؐ نے فرمایا کہ ''تم نے میرے قتل کا ذمہ لیا تھا اور صفوان نے تیرے قرض کی ادائیگی اور تیرے اہل وعیال کی خبر گیری کرنے عہد کیا''۔ اتنا سننا تھا کہ عمیر بے ساختہ کہہ اٹھا ''میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس واقعہ کا سوائے میرے اور صفوان کے کسی کو علم نہ تھا بلا شبہ اللہ تعالی نے آپ کو اس واقعہ سے مطلع فرمایا ہے لہذا میں ایمان لاتا ہوں اللہ پر اور اس کے رسول پر''۔ اس کے بعد عمیر بن وہب نے کہا کہ میں اللہ تعالی کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے اسلام کی ہدایت عطا فرمائی اور اس دولت کے لئے یہاں تک لایا۔ عمیر بن وہب ؓ کے مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد حضور اکرم ؐ نے صحابہ کرام کو ہدایت فرمائی کہ انہیں قرآن پڑھائیں اور دین کے احکام سے آگاہ کریں مزید یہ احسان فرمایا کہ ان کے قیدی کو اسی وقت رہا کر کے ان کے حوالے کر دیا گیا۔

حضرت عمیر بن وہب ؓ نے چند دن بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اجازت لے کر مکہ مکرمہ مراجعت کی اور دین حق اسلام کی اشاعت کے سلسلے میں ممکنہ جدو جہد کا عزم وارادہ کر لیا ادھر صفوان بن امیہ مکہ میں ہر ایک سے یہ کہنا شروع کر دیا کہ چند دنوں میں تمھیں ایسی خوش خبری سناؤں گا کہ تم سب بدر کے غم کو یکسر بھول جاؤ گے۔ اسے کیا معلوم تھا کہ اللہ تعالی نے حضرت عمیر ؓ کے دل کو حق کی طرف پھیر دیا اور رسول اللہ ؐ کا سچا فدائی بنا دیا تھا حضرت عمیر ؓ مکہ واپس آ کر دین کی تبلیغ واشاعت کے ذریعہ اپنی گزشتہ سرگرمیوں کی تلافی کرنے کے متمنی تھے اسی اثناء میں جب صفوان کو عمیر ؓ کے مسلمان ہو جانے کی خبر

ملی تو وہ جل بھن گیا اور عہد کرلیا کہ عمیرؓ سے بات تک نہیں کرے گا اور اپنی ذات سے انہیں ذرہ برابر فائدہ نہیں پہنچنے دے گا۔ دولت اسلام نے حضرت عمیرؓ کو اتنا مستغنی کر دیا تھا کہ انہیں صفوان کی ذراہ برابر پرواہ نہ رہی۔ مکہ پہنچ کر انہوں نے پوری سنجیدگی سے دین اسلام کی اشاعت کے کام میں اپنے آپ کو مشغول کر دیا حضرت عمیر بن وہبؓ کی کوششوں سے بہت سارے لوگ نور ایمان سے مالا مال ہوئے لوگوں میں ان کی مخالفت کی ہمت نہ تھی اور اگر کوئی جراءت کرتا تو حضرت عمیر اس کی خوب تادیب کرتے اللہ تعالیٰ نے اس طرح ان کے ذریعہ اپنے دین کی خدمت لی۔

حضرات بدریین (مہاجرین)

شرکائے غزوہ بدر کی تعداد کے بارے میں محدثین اور ارباب سیر کی مختلف اقوال ہیں تاہم مشہور ترین روایت تین سو تیرہ کی ہے۔ ان میں مہاجرین اور انصار دونوں شامل ہیں جن کے مختلف خاندانوں سے شریک بدر ہونے والے اصحاب کے اسماء مبارکہ کی تفصیل اس طرح ملتی ہے۔

مہاجرین میں سے جن حضرات نے شرکت کی ان میں بنی مطلب سے سید المہاجرین امام البدریین واشرف الخلائق اجمعین خاتم النبیین والمرسلین سیدنا ومولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۲) حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ (۳) حضرت علی بن ابی طالبؓ (۴) حضرت عبیدہ بن الحارثؓ (۵) حضرت طفیل بن الحارثؓ (۶) حضرت حصین بن الحارثؓ (۷) حضرت عوف بن اثاثہؓ (۸) حضرت زیدؓ بن حارثہ (۹) حضرت انسہؓ (حضورؐ کے آزاد کردہ) (۱۰) حضرت ابو کبشہؓ (حضورؐ کے آزاد کرہ۔ فارسی) (۱۱) حضرت کناز بن حصینؓ (۱۲) حضرت مرثد بن ابی مرثدؓ (حضرت حمزہؓ کے حلیف)

بنی تیم بن مرہ سے (۱) حضرت ابوبکرؓ صدیق (۲) حضرت بلالؓ رباح (ابوبکرؓ صدیق کے آزاد کردہ) (۳) حضرت عامر بن فہیرؓہ (ابوبکرؓ صدیق نے انہیں خریدا تھا) (۴) حضرت صہیبؓ بن سنان (آپ رومی تھے ان کے متعلق رسول اللہؐ نے فرمایا کہ "صہیب تمام رومیوں پر سبقت رکھتے ہیں" (۵) حضرت طلحہ بن عبید اللہ تیمیؓ (یہ شام کے رہنے والے تھے) یہ رسول اللہؐ کی بدر سے مراجعت کے بعد آئے تھے حضور انورؐ نے انہیں بھی غنیمت بدر میں سے حصہ عنایت فرمایا۔

بنی عدی بن کعب سے (۱) حصرت عمر بن خطابؓ (۲) حضرت زید بن خطابؓ (۳) حضرت مہجع (حضرت عمر کے آزاد کردہ، مسلمانوں میں سب سے پہلے شہید ہونے والے، آپ یمن والوں میں سے تھے) (۴) حضرت عمروؓ بن سراقہ (۵) حضرت عبد اللہؓ بن سراقہ (۶) حضرت واقدؓ بن عبد اللہ (حلیف) (۷) حضرت خولیؓ بن ابی خولی (۸) حضرت مالکؓ بن ابی خولی (۹) حضرت عامر بن ربیعہؓ (حلفائے آل خطاب سے تھے) (۱۰) حضرت عامرؓ بن بکیر (۱۱) حضرت عاقلؓ بن بکیر (۱۲) حضرت خالدؓ بن بکیر (۱۳) حضرت ایاسؓ بن بکیر (بنی عدی بن کعب کے حلیف) (۱۴) حضرت سعیدؓ بن زید (یہ شام میں تھے، رسول اللہؐ کی بدر سے واپسی کے بعد آئے تھے ان کے معروضہ پر حضورؐ نے انہیں بھی غنیمت بدر میں سے حصہ عنایت فرمایا اور اجر کی نوید بھی سنائی)۔

بنی عبد شمس سے (۱) حضرت عثمانؓ بن عفان (آپ اپنی زوجہ محترمہ حضرت بی بی رقیہؓ بنت رسول مقبولؐ کی تیمارداری کے لئے مدینہ میں رہ گئے تھے۔ حضور انورؐ نے انہیں بدر کی غنیمت سے حصہ عطا فرمایا اور اجر کی خوش خبری بھی دی) (۲) حضرت ابوحذیفہؓ بن عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس (۳) حضرت سالمؓ (حضرت ابوحذیفہ کے آزاد کردہ) (۴) حضرت صبیحؓ (ابوالعاص بن امیہ کے آزاد کردہ۔ حضرت صبیح جنھوں نے رسول اللہؐ کے ساتھ نکلنے کی تیاری کر لی تھی لیکن بیمار ہو گئے تو حضرت ابوسلمہ بن عبد الاسدؓ انھیں

اپنے اونٹ پر اٹھالے گئے)۔

بنی اسد بن خزیمہ سے (حلفاء بنی عبد شمس کی شاخ) (۱) حضرت عبدؓ اللہ بن جحش (۲) حضرت عکاشہؓ بن محصن (۳) حضرت شجاع بن وہبؓ (۴) حضرت عقبہؓ بن وہب (۵) حضرت یزیدؓ بن رقیش (۶) حضرت ابوسنانؓ بن محصن (۷) حضرت سنانؓ بن ابی سنان (۸) حضرت محرزؓ بن نضلہ (۹) حضرت ربیعہ بن اکثمؓ ۔

بنی کبیر کے حلیف اور بنی نوفل سے (۱) حضرت ثقفؓ بن عمرو (۲) حضرت مالکؓ بن عمرو (۳) حضرت مدلج بن عمروؓ ۔بنی نوفل سے دو اصحاب (۴) حضرت عتبہؓ بن غزوان اور (۵) حضرت خبابؓ (حضرت عتبہ بن غزوان کے آزاد کردہ)۔

بنی اسد بن عبد العزی سے (۱) حضرت زبیرؓ بن العوام (۲) حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ (۳) حضرت سعدؓ (حضرت حاطبؓ کے آزاد کردہ)

بنی عبد الدار بن قصی سے (۱) حضرت مصعبؓ بن عمیر (۲) حضرت سویبطؓ بن سعد

بنی زہرہ سے (۱) حضرت عبد الرحمانؓ بن عوف (۲) حضرت سعدؓ بن ابی اوقاص (۳) حضرت عمیرؓ بن ابی اوقاص (۴) حضرت مقداد بن عمروؓ (حلفاء سے) (۵) حضرت عبد اللہؓ بن مسعود (۶) حضرت مسعود بن ربیعہؓ (۷) حضرت عمیرؓ ذوالشمالین بن عبد عمرو (۸) حضرت خباب بن الارتؓ ۔

بنی مخزوم سے (۱) حضرت ابوسلمہؓ بن عبد الاسد (نام عبد اللہ) (۲) حضرت شماس بن عثمانؓ (۳) حضرت ارقم بن ابی الارقم (۴) حضرت عمارؓ بن یاسر (۵) حضرت معتبؓ بن عوف (حلفاء بنی مخزوم سے تھے)۔

بنی جمح اور بنی سہم سے (۱) حضرت عثمان بن مظعون (۲) حضرت سائبؓ بن عثمان (۳) حضرت

قدامہؓ بن مظعون (۴) حضرت عبداللہؓ بن مظعون (یہ دونوں حضرت عثمانؓ بن مظعون کے بھائی تھے) (۵) حضرت معمر بن حارث (۶) حضرت خنیس بن حذافہ۔

بنی مالک بن حسل سے جو بنی عامر بن لوئ کی شاخ سے ہے (۱) حضرت ابوسیرۃؓ بن ابی اُہم (۲) حضرت عبداللہ بن مخرمہ (۳) حضرت عبداللہ بن سہیلؓ (یہ اپنے والد سہیل بن عمرو کے ساتھ مکہ سے نکلے تھے اور جب بدر میں آ کر اترے تو حضرت عبداللہؓ بھاگ کر سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آگئے تھے اور آپ کے ساتھ غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور مشرکین مکہ کے خلاف مقابلہ کیا) (۴) حضرت عمیرؓ بن عوف (سہل بن عمرو کے آزاد کردہ) (۵) حضرت سعدؓ بن خولہ (حلفاء سے)۔

بنوحرث بن فہرہ سے (۱) عامر بن عبداللہ الجراح (ابوعبیدہؓ) (۲) عمروؓ بن حرث (۳) صفوان بن وہبؓ (۴) عمروؓ بن ابی سرح

جملہ مہاجرین جو بدر میں حاضر تھے اور جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حصہ واجر عطاء فرمایا وہ سب تراسی تھے۔ (ابن ہشام) تاہم بہت سے اہل علم نے تین اور اصحاب کا ذکر کیا ہے جو مہاجرین سے تھے اور شریک غزوہ بدر میں رہے۔ اس طرح یہ تعداد ۸۶ ہوتی ہے۔ حضرات بدریین کی تعداد کے متعلق اقوال مختلفہ کا سبب شاید یہی روایتیں ہیں لیکن جیسا کہ مذکور ہوا مہاجرین اور انصار میں سے شرکائے بدر کی تعداد ۳۱۳ مشہور ہے جن کے منجملہ مہاجرین کے اسماء مبارکہ بیان ہو چکے ہیں۔

حضرات بدریین (انصار)

ذیل میں مدنی قبائل اوس اور خزرج سے تعلق رکھنے والے انصاری شرکائے بدر کی تفصیل ہے۔

ابن اسحاقؒ کے بموجب اوس کی شاخ بنی عبدالاشہل سے پندرہ انصاری صحابہ کرام نے شرکت کی (۱) حضرت سعدؓ بن معاذ (۲) حضرت عمروؓ بن معاذ (۳) حضرت حارثؓ بن انس (۴) حضرت سعد بن زیدؓ (بنی عبید بن کعب بن عبدالاشہل میں سے) (۵) حضرت حارثؓ بن اوس بن معاذ (۶) حضرت سلمہ بن سلامہؓ (۷) حضرت عبادؓ بن بشر (۸) حضرت سلمہ بن ثابتؓ (۹) حضرت رافعؓ بن یزید (۱۰) حضرت حارثؓ بن خزامہ (۱۱) حضرت محمد بن مسلمہؓ (بنی حارثہ) (۱۲) حضرت سلمہؓ بن اسلم (بنی حارثہ) (۱۳) حضرت ابوالہیثمؓ بن التیہان (۱۴) حضرت عبیدؓ بن التیہان (۱۵) حضرت عبد اللہ بن سہلؓ (بنی زعوراء سے)۔

بنی سواد سے جو بنی ظفر کی شاخ ہے (۱) حضرت قتادہ بن النعمانؓ (۲) حضرت عبیدہؓ بن اوس (انھیں مقرن کہا جاتا ہے کیونکہ انہوں نے یوم بدر چار قریشیوں کو قید کیا تھا)۔

بنی عبد بن زراخ سے تین اصحاب (۱) حضرت نصرؓ بن حارث (۲) حضرت معتبؓ بن عبید (۳) حضرت عبداللہ بن طارقؓ (حلفاء سے)۔

بنی حارثہ سے (۱) حضرت مسعودؓ بن سعد (۲) حضرت ابوعبسؓ بن جبیر (۳) حضرت ابو بردہؓ بن دینار (حلفاء سے)۔

بنی ضبیعہ سے جو بنی عمرو بن عوف بن اوس کی شاخ ہے (۱) حضرت عاصمؓ بن ثابت (۲) حضرت معتبؓ بن قشیر (۳) حضرت ابوملیلؓ بن الازعر (۴) حضرت عمروؓ بن معبد (۵) حضرت سہیلؓ بن حنیف۔

بنی امیہ بن زید سے (۱) حضرت مبشرؓ بن عبد المنذر (۲) حضرت رفاعہؓ بن عبد المنذر (۳) حضرت سعدؓ بن عبید (۴) حضرت عویمؓ بن ساعدہ (۵) حضرت رافعؓ بن عنجدہ (۶) حضرت عبیدؓ بن ابی عبید (۷) حضرت ثعلبہؓ بن حاطب (۸) حضرت ابولبابہؓ بن عبدالمنذر (۹) حضرت حارث بن

حاطبؓ ۔موخر الذکر دو احباب اگرچہ کہ مدینہ منورہ سے حضور اقدسؐ کے ساتھ نکلے تھے لیکن رسول اللہؐ نے دونوں کو مقام الروحاء سے واپس مدینہ لوٹا دیا حضرت ابولبابہ کو مدینہ منورہ پر ناظم فرمایا تھا۔حضور اکرمؐ نے ان دونوں اصحاب کا حصہ نکالا تھا۔

بنی عبید بن زید سے (۱) حضرت انیسؓ بن قتادہ (۲) حضرت معنؓ بن عدی (حلفاء سے) (۳) حضرت ثابتؓ بن اقرم (۴) حضرت عبداللہؓ بن سلمہ (۵) حضرت زیدؓ بن اسلم (۶) حضرت ربعیؓ بن رافعہ (۷) حضرت عاصمؓ بن عدی (انھیں رسول اللہؐ نے واپس کر دیا تھا۔البتہ ان کا حصہ اصحاب بدر کے ساتھ نکالا گیا تھا)۔

بنی ثعلبہ بن عمرو سے (۱) حضرت عبداللہؓ بن جبیر (۲) حضرت عاصمؓ بن قیس (۳) حضرت ابوضیاح بن ثابتؓ (۴) حضرت ابو حبہؓ (یہ ابوضیاح کے بھائی تھے) (۵) حضرت سالمؓ بن عمیر (۶) حضرت حارثؓ بن نعمان (۷) حضرت خواتؓ بن جبیر (انھیں اصحاب بدر کے ساتھ حصہ عطاء ہوا تھا)۔

انصار مدینہ میں اوس کے خاندان بنی حجحجی بن کلفہ (بن عمرو بن عوف) سے (۱) حضرت منذرؓ بن محمد بن عقبہ (۲) ان کے حلفاء میں بنی انیف سے حضرت ابوعقیل بن عبداللہؓ۔

بنی غنم بن سلم سے (۱) حضرت سعدؓ بن خثیمہ (۲) حضرت منذر بن قدامہ بن عرفجہؓ (۳) حضرت مالکؓ بن قدامہ (۴) حضرت حارثؓ بن عرفجہ (۵) حضرت تمیمؓ (بنی غنم کے آزاد کردہ)۔

بنی معاویہ بن مالک سے (۱) حضرت جبیرؓ بن عتیک (۲) حضرت مالکؓ بن نمیلہ (ان کے حلیف بنی مزینہ سے) (۳) حضرت نعمان بن عصرؓ (حلیف بنی ملی سے)۔

انصار مدینہ میں قبیلہ خزرج کے سردار (۱) حضرت سعد بن عبادہؓ

قبیلہ خزرج کی شاخ بنی امرئ القیس سے (۱) حضرت خارجہؓ بن زید (۲) حضرت سعدؓ بن ربیعہ

(۳) حضرت عبداللہؓ بن رواحہ (۴) حضرت خلادؓ بن سوید۔

بنی زید سے (۱) حضرت بشیرؓ بن سعد (۲) حضرت سماکؓ بن سعد۔

بنی عدی سے (۱) سبیعؓ بن قیس (۲) حضرت عبادؓ بن قیس (۳) حضرت عبداللہؓ بن عبس۔

بنی احمر سے (۱) حضرت یزید بن الحارثؓ۔

بنی جشم سے (۱) خبیبؓ بن اساف (۲) حضرت عبداؓللہ بن زید (۳) حضرت حریثؓ بن زید۔

بنی کعب بن زید سے (۱) حضرت سفیانؓ بن بشر۔

بنی جدارہ سے (۱) حضرت تمیمؓ بن یعار (۲) حضرت عبداللہؓ بن عمیر (۳) حضرت زیدؓ بن مزین

(۴) حضرت عبداللہؓ بن عرفطہ۔

بنی ابجر سے (۱) عبداللہؓ بن ربیع۔

بنی عوف سے (۱) حضرت عبداللہؓ بن عبداللہ (۲) حضرت اوسؓ بن خولی۔

بنی جزء بن عدی سے (۱) حضرت زیدؓ بن ودیعہ (۲) حضرت عقبہؓ بن وہب (حلفاء سے)

(۳) حضرت رفاعہؓ بن عمرو (۴) حضرت عامرؓ بن سلمہ یمنی (حلفاء سے) (۵) حضرت ابوخمیصہ معبدؓ بن

عباد (۶) حضرت عامرؓ بن بکیر (حلفاء سے)

بنی سالم سے (۱) حضرت نوفل بن عبداللہؓ۔

بنی احرم سے (۱) حضرت عبادہؓ بن صامت (۲) حضرت اوسؓ بن صامت۔

بنی وعد سے (۱) حضرت نعمانؓ بن مالک۔

بنی قربوس سے (۱) حضرت ثابتؓ بن ہزال۔

بنی مرضخہ سے (۱) حضرت مالکؓ بن الدخشم

بنی لوذان سے (۱) حضرت ربیع بن ایاسؓ (۲) حضرت ورقہ بن ایاسؓ (۳) حضرت عمرو بن ایاسؓ یمنی (حلفاء سے)۔

بنی غصینہ سے (۱) حضرت مجذرہؓ بن زیاد (۲) حضرت عبادؓ بن خشخاش (۳) حضرت نحابؓ بن ثعلبہ (۴) حضرت عبداللہ بنؓ ثعلبہ (۵) حضرت عتبہؓ بن ربیعہ (حلفاء سے)۔

بنی ساعدہ سے (۱) حضرت ابودجانہؓ (۲) حضرت المنذرؓ بن عمرو۔

بنی بدی بن عامر سے (۱) حضرت ابواسیدؓ مالک بن ربیعہ (۲) حضرت مالک بن مسعودؓ۔

بنی طریف سے (۱) حضرت عبدربہؓ بن حق۔

بنی جہینہ سے (۱) حضرت کعبؓ بن جماز غیثانی (۲) حضرت ضمرہؓ (۳) حضرت زیادؓ (۴) حضرت بسبسؓ بن عمرو (۵) حضرت عبداللہؓ بن عامر (بنی بلی والے) حلفاء سے۔

بنی جشم سے (۱) حضرت خراشؓ بن الصمہ (۲) حضرت حبابؓ بن المنذر (۳) حضرت عمیر بن الحمامؓ (۴) حضرت تمیمؓ (حضرت خراشؓ بن الصمہ کے آزاد کردہ) (۵) حضرت عبداللہؓ بن عمرو (۶) حضرت معاذؓ بن عمر بن الجموح (۷) حضرت معوذ بن عمروؓ (۸) حضرت خلادؓ بن عمرو (۹) حضرت عقبہؓ بن عامر (۱۰) حضرت حبیبؓ بن اسود (آزاد کردہ) (۱۱) حضرت ثابتؓ بن ثعلبہ (۱۲) حضرت عمیرؓ بن حارث۔

بنی عبید سے (۱) بشیر بن براءؓ بن معرور (۲) حضرت طفیلؓ بن مالک بن خنساء (۳) حضرت طفیل بن نعمانؓ (۴) حضرت سنانؓ بن صیفی (۵) حضرت عبداللہؓ بن الجد (۶) حضرت عتبہ بن عبداللہؓ (۷) حضرت جبارؓ بن صخر (۸) حضرت خارجہؓ بن حمیر (۹) حضرت عبداللہؓ بن حمیر۔

بنی خناس سے (۱) حضرت یزید بن منذرؓ (۲) حضرت معقلؓ بن منذر (۳) حضرت عبداللہؓ بن

نعمان (۴) حضرت ضحاکؓ بن حارثہ (۵) حضرت سوادؓ بن زریق (۶) حضرت معبدؓ بن قیس (۷) حضرت عبداللہ بن قیسؓ۔

بنی نعمان سے (۱) حضرت عبداللہؓ بن عبد مناف (۲) حضرت جابرؓ بن عبداللہ (۳) حضرت خلیدہؓ بن قیس (۴) حضرت نعمانؓ بن سنان (آزاد کردہ)۔

بنی سواد بن غنم سے (۱) حضرت ابوالمنذر یزید بن عامرؓ (۲) حضرت سلیم بن عمروؓ (۳) حضرت قطبہؓ بن عامر (۴) حضرت عنترہؓ (حضرت سلیم بن عمروؓ کے آزاد کردہ) ان کا تعلق بنی ذکوان سے تھا۔

بنی عدی بن نابی سے (۱) حضرت عبسؓ بن عامر بن عدی (۲) حضرت ثعلبہ بن غنمہ بن عدیؓ (۳) حضرت ابو الیسر کعبؓ بن عمرو (۴) حضرت سہل بن قیسؓ (۵) حضرت عمروؓ بن طلق (۶) حضرت معاذ بن جبلؓ (ابن سعد نے معاذ بن جبلؓ کو بنی سواد میں اس لئے شمار کیا ہے کہ وہ انہیں میں رہتے تھے اگرچہ وہ ان میں سے نہیں تھے) جن لوگوں نے بنی سلمہ کے بتوں کو توڑا وہ معاذ بن جبل، عبداللہ بن انیسؓ اور ثعلبہ بن غنمہؓ تھے۔

بنی زریق کی شاخ بنی مخلد بن عامر سے (۱) حضرت قیسؓ بن محصن بن خالد بن مخلد (۲) حضرت ابو خالدؓ الحارث بن قیس (۳) حضرت جبیرؓ بن ایاس (۴) حضرت ابوعبادہؓ سعد بن عثمان (۵) حضرت عقبہؓ بن عثمان بن خلدہ (۶) حضرت ذکوان بن عبدقیسؓ (۷) حضرت مسعود بن خلدہ بن عامر۔

بنی خالد سے (۱) حضرت عباد بن قیس بن عامر بن خالدؓ۔

بنی خلدہ سے (۱) حضرت سعدؓ بن یزید (۲) حضرت فاکہ بن بشر (۳) حضرت معاذ بن ماعص (۴) حضرت عائذ بن ماعص (۵) حضرت مسعودؓ بن سعد

بنی عجلان سے (۱) حضرت رفاعہؓ بن رافع بن مالک (۲) حضرت خلادؓ بن رافع (۳) حضرت

عبید بن زیدؓ۔

بنی بیاضہ سے (۱) حضرت زیاد بن لبیدؓ (۲) حضرت فردہؓ بن عمر (۳) حضرت خالد بن قیس (۴) حضرت رجیلہ بن ثعلبہ (۵) حضرت عطیہ بن نویرہؓ (۶) حضرت خلیفہ بن عدی۔

بنی حبیب سے (۱) حضرت رافع بن المعلاؓ

بنی ثعلبہ سے (۱) حضرت ابوایوب خالد بن زیدؓ

بنی عسیرہ سے (۱) حضرت ثابت بن خالدؓ

بنی عمرو سے (۱) حضرت عمارہ بن حزمؓ (۲) حضرت سراقہ بن کعبؓ

بنی عبید بن ثعلبہ سے (۱) حضرت حارثہ بن نعمانؓ (۲) حضرت سلیم بن قیسؓ۔

بنی عائذ بن ثعلبہ سے (۱) حضرت سہیلؓ بن رافع (۲) حضرت عدی بن ابی الزغباءؓ (حلیف جہنیہ سے تھے)۔

بنی زید بن ثعلبہ سے (۱) حضرت مسعود بن اوسؓ (۲) حضرت ابوخزیمہ بن اوسؓ (۳) حضرت رافع بن الحارثؓ۔

بنی سواد بن مالک بن غنم سے (۱) حضرت عوفؓ (۲) حضرت معوذؓ (۳) حضرت معاذؓ (یہ تینوں الحارث بن رفاعہ بن سواد کے بیٹے عفراء کے بطن سے تھے) (۴) حضرت النعمانؓ بن عمرو (۵) حضرت عامر بن مخلدؓ (۶) حضرت عبداللہ بن قیسؓ (۷) حضرت عصیمہؓ (حلیف بنی اشجع سے) (۸) حضرت ودیعہؓ بن عمرو (حلیف بنی جہینہ سے) (۹) حضرت ثابت بن عمروؓ (۱۰) حضرت ابوالحمراءؓ (الحارث بن عفراء کے آزاد کردہ)

بنی عامر بن مالک سے (۱) حضرت ثعلبہ بن عمروؓ (۲) حضرت سہل بن عتیکؓ (۳) حضرت

الحارثؓ بن الصمہ

بنی عمرو سے (۱) حضرت ابی بن کعبؓ (۲) حضرت انس بن معاذ بن انس بن قیسؓ

بنی عدی بن عمرو سے (۱) حضرت اوس بن ثابتؓ (۲) حضرت ابوشیخ ابی بن ثابت (۳) حضرت ابوطلحہ زید بن سہلؓ

بنی عدی بن عامر النجار سے (۱) حضرت حارثہ بن سراقہؓ (۲) حصرت عمرو بن ثعلبہؓ (۳) حضرت سلیط بن قیسؓ (۴) حضرت اسیرہ بن عمروؓ (۵) حضرت ثابت بن خنساءؓ (۶) حضرت عامر بن امیہؓ (۷) حضرت المحرز بن عامرؓ (۸) حضرت سواد بن غزیہؓ

بنی حرام سے (۱) حضرت ابوزید قیس بن سکن (۲) حضرت ابوالاعور بن الحارث (۳) حضرت سلیم بن ملحان (۴) حضرت حرام بن ملحانؓ

بنی مازن بن النجار سے (۱) حضرت قیس بن ابی صعصعہؓ (۲) حضرت عبد اللہ بن کعبؓ (۳) حضرت عصیمہؓ (حلیف بنی اسد بن خزیمہ سے)

بنی خنساء سے (۱) ابوداود عمیرؓ بن عامر (۲) حضرت سراقہ بن عمروؓ

بنی ثعلبہ بن مازن سے (۱) حضرت قیس بن مخلدؓ

بنی دینار بن النجار سے (۱) حضرت النعمانؓ بن عبد عمرو (۲) حضرت الضحاکؓ بن عبد عمرو (۳) حضرت سلیمؓ بن الحارث (۴) حضرت جابر بن خالدؓ (۵) حضرت سعد بن سہیل بن عبدالاشہلؓ

بنی قیس سے (۱) حضرت کعبؓ بن زید (۲) حضرت بجیر بن ابی بجیرؓ (حلیف)

دیگر شرکاء بدر صحابہ (۱) حضرت عتبانؓ بن مالک (بنی عجلان) (۲) حضرت ملیلؓ بن وبرہ (۳) حضرت عصمہ بن الحصین (۴) حضرت ہلالؓ بن المعلیٰ

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جملہ اصحاب بدر (مہاجرین و انصار) اور جنھیں حصہ دیا گیا اور اجر عطا ہوا (وہ سب) تین سو چودہ آدمی تھے (مشہور روایت ۳۱۳ کی ہے، اس میں وہ اصحاب بھی شامل ہیں جنھیں حصہ دیا گیا اور البتہ ایک صحابی جنھیں اثناء راہ زخمی ہو جانے کے باعث مدینہ منورہ لوٹا دیا گیا تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں حصہ عطاء فرمایا اور ان کے اجر کے متعلق بھی فرما دیا تھا، اس لحاظ سے عدد میں اضافہ ہوا ہے) غزوہ بدر میں مہاجرین کی تعداد (بموجب ابن ہشام) تراسی (۸۳) اور انصار مدینہ میں اوس سے اکسٹھ (۶۱) اور خزرج سے ایک سو ستر (۱۷۰) صحابہ کرام شریک تھے۔

بدریین (ملائکہ)

غزوہ بدر کے موقع پر اہل ایمان کی اعانت کے لئے ملائکہ کا آسمان سے اترنا اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر کفار قریش سے مقابلہ و مقاتلہ میں شریک ہونا آیت قرآنیہ اور احادیث شریفہ سے ثابت اور معلوم ہے۔ ہزاروں فرشتے جو میدان بدر میں مسلمانوں کی حمایت میں مشرکین سے لڑ رہے تھے ان سبھوں کے ناموں کی تفصیل نہیں ملتی ہے۔ احادیث میں تین فرشتوں کے نام معلوم ہو سکے ہیں (۱) افضل الملائکۃ المکرمین حضرت جبرئیل علیہ السلام (بخاری) (۲) حضرت میکائیل علیہ السلام (۳) حضرت اسرافیل علیہ السلام (احمد، ابویعلی، حاکم، بیہقی اور خصائص کبری)۔

غزوہ بدر میں کفار و مشرکین کی امداد کے لئے ابلیس لعین اپنا لشکر لے کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لئے آیا تھا اس لئے حق جل وعلا نے مسلمانوں کی حمایت و اعانت کے لئے حضرات جبرئیل و میکائیل و اسرافیل علیہم السلام کی سرکردگی میں آسمان سے فرشتوں کا لشکر نازل فرمایا چوں کہ شیطان خود سراقہ بن

مالک کی شکل میں اور اس کے لشکر کے لوگ بنی مدلج کے مردوں کی شکل میں ظاہر ہوئے (بیہقی، ابونعیم بروایت ابن عباسؓ) اسی وجہ سے فرشتے بھی مردوں ہی کی شکل میں نمودار ہوئے (سہیلی و قرطبی) اور جن حضرات کی امداد اور اعانت کے لئے آسمان سے فرشتے اترے وہ حضرات اگرچہ صورتاً انسان تھے مگر معناً فرشتے تھے اور بلاشبہہ اس کا مصداق تھے۔

شہدائے بدر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ نہ خیال کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں روزی پاتے ہیں شاد ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منا رہے ہیں اپنے پچھلوں کی جو ابھی ان سے نہ ملے کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ کچھ غم''۔ (ق ر ۳/۱۶۹، ۱۷۰)

غزوہ بدر میں شرف شہادت پانے والے مہاجر و انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد چودہ تھی ان کے اسماء گرمی اور احوال شہادت کچھ اس طرح ملتے ہیں۔

(۱) حضرت عبیدہ بن الحارث بن مطلبؓ۔ غزوہ بدر کے موقع پر جب کہ گھمسان کی لڑائی ہو رہی تھی حضرت عبیدہؓ کا پیر کٹ گیا تھا مقام صفراء میں پہنچنے کے بعد انھوں نے وفات پائی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں وہیں دفن کرنے کا حکم فرمایا۔ اس واقعہ کے بہت بعد میں ایک مرتبہ حضورؐ نے اپنے صحابہ کے ساتھ صفراء میں منزل کی اس جگہ سے خوشبو کے بکھرنے کے متعلق فرمایا تھا کہ ''یہاں خوشبو کیوں نہ پھیلے گی۔ یہاں ابو معاویہ عبیدہ بن الحارثؓ کی قبر ہے''۔ (۲) حضرت عمیر بن ابی وقاصؓ۔ آپ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے برادر خرد ہیں۔ جنگ بدر کے دن انھیں یہ اندیشہ تھا کہ کم سنی کے

سبب واپس نہ کر دئے جائے چنانچہ ایسا ہوا کہ جب انھیں کم عمری (١٦ سال) کے باعث قطار سے نکالا جانے لگا تو بے ساختہ رو پڑے۔ ان کے اس ذوق جہاد کی بناء پر کم عمری کے باوجود انہیں جہاد وقتال میں حصہ لینے کی جازت مل گئی۔ حضرت عمیر بن ابی وقاصؓ کو جنگ میں شرکت کی اجازت ملنے کی دیر تھی کہ آپ میدان کارزار میں جوش وخروش سے اتر پڑے اور مشرکین کے ساتھ بے پناہ قوت ارادی کے بل پر مقابلہ شروع کیا آخر کار جام شہادت نوش کیا۔ (٣) حضرت ذوالشمالین بن عبد عمروؓ (٤) حضرت عاقل بن البکیرؓ۔ مذکورہ بالا تین مجاہدین کی طرح حضرت عاقل بن البکیرؓ بھی مہاجرین سے تعلق رکھتے تھے اور سابقون الاولون سے تھے جنہیں دار ارقم میں مشرف بہ ایمان ہونے کا موقع ملا۔ ٣٤ سال کی عمر میں اس معرکہ حق و باطل میں شہید ہوئے۔ (٥) حضرت مہجع بن صالح مولی عمر بن الخطابؓ۔ قتال کے وقت کہہ رہے تھے کہ "میں مہجع ہوں اور اپنے پروردگار کی طرف لوٹنے والا ہوں اس کے بعد چند ساعتوں میں شہید ہوئے۔ (٦) حضرت صفوان بن بیضاءؓ۔ ابن اسحاق اور موسیٰ بن عقبہ کے بموجب آپ نے طعیمہ بن عدی کے ہاتھوں شہادت پائی۔ (٧) حضرت سعد بن خثیمہ انصاریؓ۔ بنی عمرو کے نقیب تھے اور بدر میں شہید ہوئے (٨) حضرت مبشر بن عبدالمنذر انصاریؓ (٩) حضرت یزید بن حارث انصاریؓ (١٠) حضرت عمیر بن الحمامؓ۔ انہیں شہید ہونے کا یقین تھا سو پورا ہوا بڑی شجاعت سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ (١١) حضرت رافع بن معلیٰ انصاریؓ (١٢) حضرت حارثہ بن سراقہ انصاریؓ۔ جنگ بدر میں شہید ہوئے ان کی والدہ نے رسول اللہؐ سے بشارت پائی کہ حارثہؓ جنت الفردوس میں ہے۔ (١٣) حضرت عوف بن حارث انصاریؓ اور (١٤) حضرت معوذ بن حارثؓ۔ یہ دونوں بھائی تھے ان کی والدہ کا نام عفراء تھا۔

غزوہ بدر میں شہادت پانے والے ١٤ صحابہ کے متعلق رسول اللہؐ کے جو اصحاب بدر میں شہید ہوئے حق تعالیٰ نے ان پر تجلی فرمائی اور اپنے دیدار سے نوازا۔ (طبرانی بہ روایت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ)

بدر میں قریش کے مقتول

روایات صحیحہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ جنگ بدر میں ستر کافر قتل ہوئے اور اتنی ہی تعداد میں کفار قریش مسلمانوں کے قیدی بنے۔ علامہ ابن ہشام نے محمد بن اسحاق کے حوالے سے ان تمام مقتولین اور قیدیوں کے نام تحریر کئے ہیں۔ عیوان الاثر میں علامہ حافظ ابن سید الناسؒ نے بھی بدر میں قریش کی طرف سے مارے جانے والوں اور مسلمانوں کے ہاتھوں اسیر ہونے والے لوگوں کی تفصیلات دی ہیں بدر کے روز مشرکین قریش میں سے جو قتل ہوئے ان کی کیفیت یہ ہے۔

بنی عبد شمس بن عبد مناف سے۔ (۱) حنظلہ بن ابی سفیان (حضرت زید بن حارثہؓ کے ہاتھوں) (۲) حارث بن الحضرمی (بنی عبد شمس کا حلیف اسے قبیلہ اوس کے حلیف النعمان بن عصر سے) (۳) عامر بن الحضرمی (بنی عبد شمس کا حلیف اسے حضرت عمار بن یاسرؓ نے قتل کیا) (۴) عمیر بن ابی عمیر (آزاد کردہ حضرت ابو حذیفہؓ کے آزاد کردہ حضرت سالمؓ کے ہاتھوں) (۵) عمیر کا بیٹا (۶) عبیدہ بن سعید بن العاص (حضرت زبیر بن العوامؓ کے ہاتھوں) (۷) العاص بن سعید (حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے) (۸) عقبہ بن ابی معیط (حضرت عاصم بن ثابتؓ نے بحالت اسیری یا بر روایت دیگر حضرت علیؓ نے) (۹) عتبہ بن ربیعہ کو (عبیدہ بن حارث نے یا بقول دیگر حضرات حمزہ و علیؓ نے مشترکہ طور پر) (۱۰) شیبہ بن ربیعہ (حضرت حمزہؓ کے ہاتھوں) (۱۱) ولید بن عتبہ بن ربیعہ (حضرت علی کے ہاتھوں) (۱۲) عامر بن عبد اللہ جو بنی انمار کا حلیف تھا (حضرت علیؓ کے ہاتھوں)۔

بنی نوفل بن عبد مناف سے۔ (۱۳) الحارث بن عامر (حضرت خبیب بن اسافؓ کے ہاتھوں)

(۱۴) طعیمہ بن عدی (حضرت علی بن ابی طالبؓ کے ہاتھوں)۔

بنی اسد بن عبدالعزی سے۔(۱۵) زمعہ بن الاسود (حضرت ثابت بن الجذعؓ یا بعض کا کہنا ہے کہ حضرات حمزہؓ، علیؓ اور ثابتؓ نے مل کر) (۱۶) حارث بن زمعہ (حضرت عمار بن یاسرؓ نے قتل کیا) (۱۷) عقیل بن الاسود (حضرات حمزہ وعلیؓ نے) (۱۸) ابوالبختری (المجذر نے) (۱۹) نوفل بن خویلد (حضرت علی بن ابی طالبؓ نے)۔

بنی عبدالدار سے۔(۲۰) النضر بن حارث کو (بمقام صفراء بہ حالت اسیری حضرت علی بن ابی طالبؓ کے ہاتھوں) (۲۱) زید بن ملیص عمیر بن ہاشم کا آزاد کردہ (حضرات بلال بن رباحؓ اور زیدؓ جو بنی ماذن بن مالک سے تھے اور بنی عبدالدار کے حلیف تھے کے ہاتھوں)

بنی تیم بن مرہ سے۔(۲۲) عمیر بن عثمان (اسے حضرت علیؓ یا بقول دیگر حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ نے) (۲۳) عثمان بن مالک کو (حضرت صہیب بن سنان کے ہاتھوں)۔

بنی مخزوم سے۔(۲۴) ابوجہل بن ہشام اس کا نام عمرو بن ہشام تھا۔(حضرت معاذ بن عمرو بن الجموحؓ نے اس کا پاؤ کاٹ ڈالا عکرمہ بن ابوجہل نے حضرت معاذؓ پر وار کر کے ان کا ہاتھ الگ کر دیا اس کے بعد حضرت معوذ بن عفرء نے زبردست حملہ کر کے ابوجہل کو زمین پر گرا دیا اور اس حالت میں چھوڑ دیا کہ اس میں کچھ جان باقی تھی۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اسے تلاش کر کے اس کا کام تمام کر دیا اور سر کاٹ لائے) (۲۵) العاص بن ہشام (حضرت عمر بن خطابؓ کے ہاتھوں) (۲۶) یزید بن عبداللہ (حضرت عمار بن یاسرؓ کے ہاتھوں) (۲۷) ابومسافع الاشعری جو بنی مخزوم کا حلیف تھا (ابودجانہ الساعدی کے ہاتھوں) (۲۸) حرملہ بن عمرو حلیف بنی مخزوم (حضرت خارجہؓ بن زید یا حضرت علیؓ کے ہاتھوں) (۲۹) مسعود بن ابی امیہ (حضرت علی بن ابی طالبؓ کے ہاتھوں) (۳۰) ابوقیس بن الولید

(حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ نے یا بقول دیگر حضرت علی بن ابی طالبؓ کے ہاتھوں) (۳۱) ابوقیس بن الفاکہ (حضرت علی بن ابی طالبؓ نے یا بروایت ویگر حضرت عمار بن یاسرؓ نے) (۳۲) رفاعہ بن ابی رفاعہ (حضرت سعد بن ربیعؓ کے ہاتھوں) (۳۳) المنذر بن ابی رفاعہ (بنی عبید کے حلیف معن بن عدیؓ کے ہاتھوں) (۳۴) عبداللہ بن المنذر (حضرت علی بن ابی طالبؓ کے ہاتھوں) (۳۵) السائب بن ابی السائب (حضرت زبیر بن العوامؓ کے ہاتھوں) (۳۶) الاسود بن عبد الاسد (حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ کے ہاتھوں) (۳۷) حاجب بن السائب (حضرت علی بن ابی طالبؓ کے ہاتھوں) (۳۸) عویمر بن السائب (حضرت نعمان بن مالکؓ کے ہاتھوں) (۳۹) عمر بن سفیان (یزید بن رقیشؓ کے ہاتھوں) (۴۰) جابر بن سفیان (حضرت ابو بردہؓ کے ہاتھوں) عمر و اور جابر بنی مخزوم کے حلیف اور بنی طے سے تھے۔

بنی سہم سے۔ (۴۱) منبہ بن الحجاج (حضرت ابو الیسرؓ کے ہاتھوں) (۴۲) عاص بن منبہ (حضرت علی بن ابی طالبؓ کے ہاتھوں) (۴۳) بنیہ بن الحجاج (حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ اور حضرت سعد بن ابی اوقاصؓ کے ہاتھوں) (۴۴) ابو العاص بن قیس (حضرت علی بن ابی طالبؓ یا بروایت دیگر نعمان بن مالکؓ قوقلی یا ابو دجانہؓ کے ہاتھوں) (۴۵) عاصم بن ابی عوف (حضرت ابو الیسرؓ کے ہاتھوں)۔

بنی جمح سے۔ (۴۶) امیہ بن خلف (بنی ماذن کے ایک انصاری صحابی یا بعض اقوال کے موافق اسے حضرات معاذ بن عفراءؓ، خارجہ بن زید اور خبیب بن اسافؓ کے ہاتھوں) (۴۷) علی بن امیہ (حضرت عمار بن یاسرؓ کے ہاتھوں) (۴۸) اوس بن معیر (حضرت علی بن ابی طالبؓ یا برویت دیگر حضرات حصین بن حارثؓ اور عثمان بن مظعونؓ کے ہاتھوں)

بنی عامر سے ۔(۴۹) معاویہ بن عامر جو بنی عامر کا حلیف تھا (حضرت علی بن ابی طالبؓ یا بقول دیگر حضرت عکاشہ بن محضؓ کے ہاتھوں) (۵۰) معبد بن وہب جو بنی عامر کا حلیف تھا (حضرات خالد بن بکیرؓ وراياس بن بکیر یا حضرت ابودجانہؓ کے ہاتھوں) ۔

ستر مقتولین بدر کے منجملہ جن لوگوں کا علامہ ابن اسحٰق نے ذکر نہیں کیا ہے ابن ہشام نے ان میں سے چند کے نام تحریر کئے ہیں جو یہ ہے۔

بنی عبد شمس بن عبد مناف ۔(۵۱) وہب بن الحارث (یہ بنی انمار بن بغیض سے تھا اور اس کی بنی عبد شمس سے محالفت تھی (۵۲) عامر بن زید (یمن والوں میں سے تھا۔حلیف) ۔

بنی اسد بن عبد العزیٰ سے ۔(۵۳) عقبہ بن زید (یمن والوں میں سے تھا۔حلیف) (۵۴) عمیر (بنی اسد کا آزاد کردہ)

بنی عبد الدار بن قصی سے ۔(۵۵) بنیہ بن زید (۵۶) عبید بن سلیط (حلیف) ۔

بنی تیم بن مرہ سے (۵۷) مالک بن عبید اللہ بن عثمان (یہ اگرچہ قید ہوا تھا اور قید ہی میں مر گیا تھا اس لئے اس کو بھی مقتولوں میں شمار کیا گیا) ۔(۵۸) عمرو بن عبید اللہ بن جدعان ۔

بنی مخزوم بن یقظہ سے ۔(۵۹) حذیفہ بن ابی حذیفہ بن المغیرہ (حضرت سعد بن ابی اوقاصؓ کے ہاتھوں) (۶۰) ہشام بن ابی حذیفہ بن المغیرہ (حضرت صہیب بن سنانؓ کے ہاتھوں) (۶۱) زہیر بن ابی رفاعہ (حضرت ابواسید مالک بن ربیعہؓ کے ہاتھوں) (۶۲) السائب بن ابی رفاعہ (حضرت عبد الرحمان بن عوفؓ کے ہاتھوں) (۶۳) عائذ بن السائب (یہ قید کرلیا گیا تھا اس کے بعد فدیہ دے کر رہا ہوا لیکن حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ کے ہاتھوں اسے جو زخم لگے تھے ان زخموں سے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ لوٹتے وقت وہ جانبر نہ ہوسکا۔اس لئے اس کا شمار مقتولین بدر میں کیا گیا ہے) (۶۴) عمیر (بنی طے سے

تھا۔حلیف) (٦٥) خیار (بنی القارہ میں سے تھا۔حلیف)

بنی جمح بن عمرو سے۔(٦٦) سیرہ بن مالک (حلیف)

بنی سہم سے۔(٦٧) الحارث بن منبہ بن الحجاج (صہیب بن سنانؓ کے ہاتھوں) (٦٨) عامر بن ابی عوف بن ضبیرہ (برادر عاصم) (اسے حضرت عبداللہ بن سلمہؓ العجلانی یا حضرت ابودجانہؓ نے قتل کیا)

ان کے علاوہ مزید دو قریش کے لوگ تھے جو غزوہ بدر میں مسلمانوں کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہنچے۔

بدر میں قریش کے اسیر (بنی ہاشم)

غزوہ بدر میں قریش کے جتنے لوگ جہنم رسید ہوئے ٹھیک اتنی ہی تعداد میں مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے جملہ ستر اسیران بدر مدینہ منورہ لائے گئے ان کی تفصیلات یہ ہیں

بنی ہاشم عبد مناف۔(١) حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ (آپ رسول اللہؐ کے عم محترم (چچا) تھے۔ یہ حضور انورؐ سے دو یا تین سال عمر میں زیادہ تھے قریش کے سردار تھے اور عمارت بیت الحرام ان کے سپرد تھی و نیز منصب سقایہ یعنی حاجیوں کو پانی پلانا ان کے ہاتھ میں تھا)۔

حضرت عباسؓ عقبہ کی رات جس میں انصار نے عقد بیعت کی تھی حضور انورؐ کے ساتھ تھے اس مجلس میں انہوں نے فرمایا تھا اے گروہ انصار تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لوگوں میں بزرگ اور عظیم ہیں مبادا اس وقت جو تم عہد و پیمان باندھ رہے ہو تم توڑ نہ دو خوب اچھی طرح سوچ سمجھ لو"۔

صاحب صفوہ ابوعمرو نے بیان کیا ہے کہ حضرت عباس اپنے اسلام کو پوشیدہ رکھتے تھے اور (بدر میں) مشرکوں کے جبر و قہر کی بناء پر (ان کے) ساتھ آئے تھے اس لئے حضور اقدسؐ نے حکم دے دیا تھا کہ

جس کسی کو حضرت عباس ملیں وہ ان کو قتل نہ کرے اس لئے کہ انہیں جبراً لایا گیا ہے یعنی وہ نا گواری اور عدم رضا سے ساتھ آئے ہیں۔ اہل سیر کہتے ہیں کہ بدر سے پہلے وہ مسلمان تھے اور حضور اکرم ؐ کو مشرکوں کے حالات اور ان کی خبریں لکھ کر بھیجا کرتے تھے اور مکہ مکرمہ میں باقی مسلمانوں کی اطلاعیں دیا کرتے تھے اور حضور انور ؐ ان کی اطلاع پر اعتماد فرماتے تھے۔ حضور ؐ نے انہیں ایک موقع پر کہلا بھیجا تھا کہ میرے لئے آپ کا مکہ مکرمہ میں رہنا ہی بہتر ہے۔ حضرت عباس ؓ حالات کی نزاکت کے پیش نظر اظہار اسلام سے گریز کرتے رہے تھے۔ میدان بدر میں حضور انور ؐ کی ہدایت کے موافق لوگوں نے حضرت عباس ؓ کے قتل سے پرہیز کیا البتہ انہیں کعب بن عمرو ابوالیسر ؓ نے گرفتار کیا تھا۔ حضرت عباس ؓ کی بندشوں کو جب ڈھیلا کیا گیا کہ وہ آرام پا سکیں تو حضور انور ؐ نے تمام قیدیوں کی بندشوں کو ڈھیلا کرنے کا حکم دیا۔ حضرت عباس ؓ سے بھی اوروں کی طرح فدیہ لیا گیا اور انہیں رہا کیا گیا حضرت عباس بن عبدالمطلب ؓ نے فتح مکہ سے کچھ قبل علانیہ طور پر اسلام کا اظہار فرمایا۔

(۲) (حضرت) عقیل بن ابی طالب بن عبدالمطلب ؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی تھے۔ ابی طالب کے فرزندوں میں طالب کے بعد پیدا ہوئے۔ یہ حضرت جعفر ؓ سے دس سال اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے بیس سال بڑے تھے۔ تمام اہل علم و ارباب سیر اس بات پر متفق ہیں کہ عقیل بن ابی طالب بھی ان لوگوں میں سے تھے جنہیں بنی ہاشم سے ہونے کے باوجود قریش زبردستی پکڑ کر لائے تھے اور مجبوراً بدر میں شریک ہونا پڑا تھا۔ حضرت عقیل بن ابی طالب اسی دن گرفتار کر لئے گئے ان کے پاس کوئی مال نہ تھا (حضرت) عباس بن عبدالمطلب نے ان کا فدیہ ادا کیا تھا۔ حضرت عقیل صلح حدیبیہ کے زمانہ میں مشرف بہ ایمان ہوئے۔ ابن سعد کی روایت ہے کہ انہوں نے ہجرت کی اور سنہ ۸ ہجری میں مدینہ منورہ آ گئے اور غزوہ موتہ میں شریک ہوئے۔

(۳) (حضرت) نوفل بن الحارث بن عبدالمطلب۔نوفل بن الحارث بھی حضور اکرمؐ کے برادر عم زاد اور قبیلہ بنی ہاشم سے تعلق رکھتے تھے۔عہد رسالت پناہی میں بنی ہاشم کے جتنے لوگ موجود اور مشرف بہ اسلام تھے ان سبھوں میں سن رسیدہ تھے قریش نے انہیں بھی بدر میں گھسیٹا تھا وہ زبردستی بدر میں آئے تھے اور مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار کر لئے گئے تھے۔عبداللہ بن الحارث بن نوفل سے مروی ہے کہ نوفل بن الحارث بدر میں گرفتار کئے گئے تو ان سے رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ''اے نوفل! اپنی جان کا فدیہ دو''۔انہوں نے عرض کیا کہ ''یارسول اللہؐ! میرے پاس تو کچھ بھی نہیں جس سے میں اپنی جان کا فدیہ دوں''۔حضور انورؐ نے فرمایا کہ ''اپنی جان کا فدیہ ان نیزوں سے ادا کرو جو جدہ میں ہیں''۔عرض کی ''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بے شک اللہ کے رسول ہیں''۔نوفل ان ہی نیزوں سے اپنی جان کا فدیہ ادا کیا اور وہ تعداد میں ایک ہزار تھے۔حضرت نوفل مکہ واپس گئے انہوں نے اور حضرت عباس نے بعد میں رسول اللہؐ کے پاس ہجرت کی اور رسول اللہؐ نے ان کے اور حضرت عباسؓ کے درمیان مواخاۃ کروائی حضرت نوفل بن حارث بن عبد المطلبؓ حضور انورؐ کے ساتھ فتح مکہ اور حنین و طائف میں حاضر ہوئے۔غزوہ حنین میں رسول اللہؐ کے ہمرکاب ثابت قدم رہے۔یوم حنین انھوں نے رسول اللہؐ کی خدمت عالیہ میں تین ہزار نیزوں کا ہدیہ پیش کیا۔رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''ابوالحارث! گویا میں تمہارے نیزوں کو مشرکین کی پشتوں میں ٹوٹتا ہوا دیکھتا ہوں''۔

(۴) السائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم (۵) نعمان بن عمرو۔

اسیران بدر (دیگر قبائل)

بنی عبد شمس کے اسیران۔(٦) عمرو بن ابی سفیان بن حرب بن امیہ (۷) الحارث ابی وجرہ

(۸) ابو العاص بن نوفل بن عبد شمس (۹) حضرت ابو العاص بن الربیع (۱۰) ابو ریشہ بن ابی عمرو (حلیف) (۱۱) عمرو بن الازرق (حلیف) (۱۲) عقبہ بن الحارث الحضرمی (حلیف)

بنی نوفل و بنی عبد الدار سے۔ (۱۳) عدی بن الخیار (۱۴) عثمان بن عبد شمس (حلیف) (۱۵) ابو ثور (حلیف) (۱۶) ابو عزیز بن عمیر (۱۷) اسود بن عامر (حلیف)

بنی اسد سے۔ (۱۸) السائب بن ابی جیش بن مطلب بن اسد (۱۹) الحویرث بن عباد بن عثمان بن اسد (بقول ابن ہشام یہ الحارث بن عائذ بن عثمان بن اسد ہے) (۲۰) سالم بن شماخ (حلیف)۔

بنی مخزوم بن یقظ بن مرہ سے۔ (۲۱) خالد بن ہشام بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم (۲۲) امیہ بن ابی حذیفہ بن المغیرہ (۲۳) الولید بن ولید بن المغیرہ (۲۴) عثمان بن عبد اللہ بن المغیرہ (۲۵) صیفی بن ابی رفاعہ (۲۶) ابو المنذر بن ابی رفاعہ (۲۷) ابو عطاء عبد اللہ بن ابی السائب بن عائذ (۲۸) المطلب بن حنطب بن الحارث بن عبید (۲۹) خالد بن الاعلم (حلیف) اس کے متعلق لوگ بیان کرتے ہیں کہ یہی وہ پہلا شخص تھا جو شکست کھا کر پیٹھ پھیر کے بھاگا تھا اور اسی نے یہ شعر بھی کہا تھا کہ جس کا مطلب ہے ”ہم وہ نہیں کہ ہمارا خون ہماری پیٹھ کے زخموں سے (بہے) ہم وہ ہے کہ خون ہمارے سامنے کے حصوں پر بہتا ہے“۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ خالد بن الاعلم خزاعہ میں سے تھا اور بعض کہتے ہیں کہ بنی عقیل میں سے تھا۔

بنی سہم سے۔ (۳۰) ابو وداعہ بن ضبیرہ (یہی وہ پہلا شخص تھا جو بدر کے قیدیوں میں سے فدیہ پر رہا ہوا۔ اس کا فدیہ اس کے بیٹے المطلب بن ابی وداعہ نے ادا کیا) (۳۱) فردہ بن قیس بن عدی بن حذافہ بن سعد بن سہم (۳۲) حنظلہ بن قمیصہ بن حذافہ (۳۳) الحجاج بن الحارث بن قیس۔

بنی جمح سے۔ (۳۴) عبد اللہ بن ابی بن خلف (۳۵) ابو عزہ عمرو بن عبد اللہ بن عثمان بن وہب

(۳۶) الفاکہ، امیہ بن خلف کا آزاد کردہ (۳۷) وہب بن عمیر (۳۸) ربیعہ بن دراج

بنی عامر سے۔ (۳۹) سہیل بن عمرو بن عبد شمس (۴۰) عبد بن زمعہ ین قیس

بنی حارث سے۔ (۴۱) الطفیل بن ابی قنیع (۴۲) عتبہ بن عمرو بن جحدم

قریش کے قیدیوں کے جو نام ابن اسحاق نے بیان نہیں کئے ہیں ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

بنی ہاشم بن عبد مناف سے۔ ایک اور شخص (۴۳) عتبہ (جو بنی فہر میں سے ان کا حلیف تھا)

بنی المطلب بن عبد مناف سے (۴۴) عقیل بن عمرو (حلیف) (۴۵) تمیم بن عمرو (۴۶) ابن تمیم

بنی عبد شمس بن عبد مناف۔ (۴۷) خالد بن اسید بن ابی العیص (۴۸) ابو الفریض یسار جو العاص بن امیہ کا آزاد کردہ تھا۔

بنی نوفل بن عند مناف۔ (۴۹) بنہان، ان کا آزاد کردہ۔

بنی اسد بن عبد العزیٰ سے۔ (۵۰) عبد اللہ بن حمید بن زہیر بن الحارث

بنی عبد الدار بن قصی سے۔ (۵۱) عقیل (یمنی حلیف)

بنی تیم بن مروہ سے۔ (۵۲) مسافح بن عیاض بن صخر (۵۳) جابر بن الزبیر (حلیف)

بنی مخزوم بن یقظہ سے۔ (۵۴) قیس بن السائب

بنی جمح بن عمرو سے۔ (۵۵) عمرو بن ابی خلف (۵۶) ابو رہم بن عبد اللہ (حلیف) (۵۷) ایک اور حلیف، امیہ بن خلف کا آزاد کردہ (۵۸) نسطاس (آزاد کردہ) (۵۹) ابو رافع (امیہ بن خلف کا غلام)

بنی سہم بن عمرو سے۔ (۶۰) اسلم بن نبیہ بن الحجاج کا آزاد کردہ

بنی عامر بن لوی سے۔ (۶۱) حبیب بن جابر (۶۲) السائب بن مالک

بنی الحارث بن فہر سے۔(۶۳) شافع (۶۴) شفیع (یمنی حلیف)

ان کے علاوہ مزید چھ اسیران قریش تھے جو مسلمانوں کے ہاتھوں قید ہوئے تھے۔

غازیان بدر

غزوہ بدر میں اصحاب بدر کے ہاتھوں مشرکین و کفار قریش کی ایک بڑی تعداد واصل جہنم ہوئی روایات سے ان کا شمار ستر ہوتا ہے کس غازی صحابی کے ہاتھوں کتنے کافر مقتول ہوئے اس کی یہ تفصیل ملتی ہے۔

غزوہ بدر کے غازی و بطل شیر خدا حیدر کرار حضرت سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہ تھے جن کے ہاتھوں جملہ ۲۰ کافر قتل ہوئے جن کے منجملہ نو (۹) ایسے تھے جنہیں حضرت سیدنا علیؓ نے تنہا واصل جہنم کیا اور گیارہ قریشی ایسے تھے جنھیں آپ نے اور ساتھی غازیوں کے ساتھ مل کر ختم کیا۔

غازیان بدر میں دوسرا اہم نام حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ کا ہے آپ نے تنہا تین کو اور مشترکہ طور پر چار کو قتل کیا اس طرح آپ کے ہاتھوں مقتول ہونے والے کی تعداد سات تھی۔تیسرا مقام حضرت عمار بن یاسرؓ کا تھا جنھوں نے تنہا پانچ کافروں کو دوزخ بھیجا۔حضرت ابو دجانہؓ نے تنہا ایک اور مشترکہ طور پر تین کافروں کا خاتمہ کیا اس طرح آپ کے ہاتھوں چار قریشی مقتول ہوئے۔حضرت صہیب بن سنانؓ نے تین،حضرت خبیب بن اسافؓ نے تین (جن میں سے دو مشترکہ) حضرت زبیر بن العوامؓ نے دو،حضرت ابوالسیرؓ نے دو،حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے دو (ایک مشترکہ) حضرت عبد الرحمان بن عوفؓ نے دو (ایک مشترکہ) حضرت زید بن حارثہؓ نے دو (ایک مشترکہ) حضرت نعمان بن

مالکؓ نے دو (ایک مشترکہ) حضرت نعمان بن عصرؓ ایک، حضرت سالمؓ ایک، حضرت عاصم بن ثابتؓ ایک، حضرت عبیدہ بن حارثؓ ایک (مشترکہ)، حضرت ثابت بن جذع ایک، حضرت المجذر ایک، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ایک (آپ نے ابوجہل کا سر جدا کیا تھا) حضرت عمر بن خطابؓ ایک، حضرت سعد بن ربیعؓ ایک، حضرت معن بن عدیؓ ایک، حضرت یزید بن رقیشؓ ایک، حضرت ابو بردہؓ ایک، حضرت ابواسید مالک بن ربیع ؓ نے ایک قریشی کو ختم کیا۔

مشترکہ طور پر مشرکین و کفار کو ڈھیر کر کے رضائے حق تعالی وخوشنودئ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانے والوں میں حضرت بلال بن رباح ؓ ہیں جنھوں نے ایک کو جہنم رسید کیا۔ اسی طرح حضرت زید ماذنیؓ (ایک)، حضرت خارجہ بن زیدؓ (ایک)، حضرت معاذ بن عفراء (ایک) حضرت حصن بن حارثؓ (ایک)، حضرت عثمان بن مظعون (ایک)، حضرت عکاشہ بن محصن (ایک)، حضرت ایاس بن بکیرؓ (ایک)، حضرت خالد بن بکیرؓ (ایک) اور حضرت عبداللہ بن سلمہ العجلانیؓ (ایک) شامل ہیں جب کہ حضرات معاذ بن عمروؓ اور معوذ بن عفراءؓ نے ابوجہل کو زخمی کر کے لاچار بنا دیا تھا کہ وہ اٹھ نہ سکتا تھا۔

اثرات فتح بدر

غزوہ بدر اہل ایمان اور مشرکین کے درمیان سب سے بڑا تصادم تھا جس میں اللہ تعالی نے اہل حق کو فتح سے مالا مال کیا اور باطل کو زبردست شکست ہوئی۔ یہ ایک طرح فیصلہ کن معرکہ تھا جس کے نتیجہ پر تمام عربوں کی نگاہ تھی۔ مشرکین کی دل گرفتگی تو ظاہر ہے لیکن یہود کی پریشانی الگ طرح سے تھی قریش کی ہزیمت اور مسلمانوں کی کامیابی سے انہیں اپنے لئے بڑے خطرات محسوس ہونے لگے ان کی مذہبی اور

اقتصادی پوزیشن فتح بدر کے باعث ڈانواڈول ہوگئی۔ یوں مشرکین اور یہود ہر دو کو اہل اسلام کی کامیابی نے جلا بھنا دیا تھا۔ یہ دو جماعتیں تو مسلمانوں کی سخت معاند و مخالف تھیں ہی ان کے علاوہ منافقین اور لوٹ مار کرنے والے راہزن اور ڈاکو بھی پریشان تھے۔

منافقین کو اپنا مفاد عزیز تھا۔ وہ بڑے مضطرب تھے بیک وقت یہود اور مسلمانوں دونوں کو راضی رکھنا چاہتے تھے کیونکہ ان میں کسی ایک سے بھی بگاڑ ان کے لئے نقصاندہ تھا لہذا انھوں نے اپنے چھپے ہوئے کفر کے باوجود مسلمانوں کے ساتھ میل جول بڑھایا اور بظاہر اسلام میں داخل ہوئے۔

دوسری طرف بدو راہزن اور ڈاکوؤں کو اندیشہ تھا کہ مدینہ میں ایک مستحکم اور طاقتور حکومت کا قیام امن وامان کا ضامن ہوگا اور راہزنی اور ڈاکہ لامحالہ بند ہو جائے گا۔ اس وجہ سے وہ مسلمانوں کے سخت دشمن بن گئے۔ گویا غزوہ بدر کی کامیابی کا ردعمل یوں ہوا کہ مختلف سمتوں سے اہل حق کے خلاف مفاد پرست اور مغرور طاقتیں اپنے اپنے اندیشوں کے ہاتھوں گرفتار اٹھ کھڑی ہوئیں جن کے منجملہ تین قومیں تو کھل کر سامنے آئی تھیں لیکن ایک جماعت اپنے حال کو چھپائے ہوئے مسلمانوں کی صف میں در آئی تھی اور منافقت کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ ان میں سے ہر دشمن کا معاندانہ رویہ مسلمانوں کے خلاف جداگانہ تھا۔

بدر کی کامیابی کے بعد دشمنان دین اپنے اپنے طریقہ سے اہل اسلام کو پریشان کرنے کی تدبیریں کرنے لگے۔ قریش کا مکہ میں ایک اور معرکہ کے لئے منصوبہ بند طور پر تیاریوں کا آغاز، یہودی قبائل کا اپنے طور پر مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے سلسلے میں اضطراب اور منافقین کا مسلمانوں کے درمیان انتشار پیدا کرنے اور درپردہ سازشیں و نیز راہزن قبائیلوں کی اپنے طور پر کوششیں پورے زور سے شروع ہوگئیں۔

واقعات ما بعد بدر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کی مدینہ منورہ مراجعت کے بعد پہلی اطلاع جو اس سلسلے میں ملی وہ بنو سلیم غطفانی کی مدینہ منورہ پر حملہ کی تیاریوں سے متعلق تھی۔ معلوم ہوا کہ وہ اس غرض سے فوج کو جمع کر رہے تھے چناں چہ اس خبر کے ملنے کے بعد حضور انورؐ نے دوسو سواروں کے ساتھ قبیلہ غطفان کی طرف اقدام کیا اور خود ان کے علاقے میں اچانک داخل ہو کر انھیں حیران و منتشر کر دیا مسلمانوں کی اس اچانک آمد پر ان میں بھگدڑ مچ گئی اور وہ اتنے بوکھلا گئے کہ وادی میں جہاں وہ مجتمع تھے اپنے پانچ سو اونٹوں کو چھوڑ کر راہ فرار اختیا کی۔

بنو سلیم کے مفرور لوگوں کے اونٹوں پر اللہ تعالی نے مسلمانوں کو تصرف عطاء کیا۔ یہ اونٹ مجاہدین کے قبضہ میں آ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا خمس نکالا اور مابقی اونٹوں کو مجاہدین میں تقسیم فرما دیا۔ ہر ایک کو دو اونٹ ملے۔ اسی غزوہ میں ایک غلام جس کا نام یسار تھا مسلمانوں کے ہاتھ لگا رسولؐ اللہ نے اس غلام کو آزاد کر کے اس کے ساتھ احسان فرمایا۔ اس غزوہ کو غزوہ بنی سلیم کہا جاتا ہے جو بہ مقام کدر پیش آیا اور ماہ شوال المکرم سنہ ۲ ھ میں بدر سے مراجعت فرمائی کے ایک ہفتہ بعد ہوا۔ اس غزوہ کو غزوہ کدر بھی کہا جاتا ہے کدر دراصل مٹیالے رنگ کی ایک چڑیا ہوتی ہے لیکن یہاں بنو سلیم کا ایک چشمہ مراد ہے جو نجد میں مکہ سے (براہ) نجد شام جانے والی کاروانی شاہراہ پر واقع ہے۔ ابن ہشام میں ہے کہ اسے اوحینہ کے قریب بتایا جاتا ہے۔ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے درمیان بئر معونہ کے نزدیک ہے یاقوت کے بیان کے مطابق یہ مدینہ منورہ سے کوئی چھیانوے میل تھا۔ غزوہ کدر کے زمانے میں مدینہ

منورہ پر سباع بن عرفطہؓ غفاری کو منتظم مقرر فرمایا تھا بعض کا کہنا ہے کہ حضرت ابن ام مکتومؓ ناظم مدینہ بنائے گئے تھے۔

غزوہ بدر سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مختلف طریقوں سے اذیت پہنچانے والی یہودیہ عصمآء کا کام تمام کیا گیا یہ بدبخت عورت ہجو میں اشعار کہا کرتی تھی اور لوگوں کو حضورؐ اور اسلام سے برگشتہ کیا کرتی تھی۔ ابھی حضور انورؐ بدر سے مراجعت فرما نہیں ہوئے تھے کہ عصمآء نے پھر سے اسی قسم کے گستاخانہ اشعار کہے جسے سن کر صحابی حضور اکرمؐ حضرت عمیر بن عدیؓ کو جو نابینا تھے بے حد جوش آ گیا اور انھوں نے منت مانی کہ حضورؐ کے مدینہ منورہ واپس آنے کے بعد اس گستاخ یہودیہ کا خاتمہ کر دوں گا۔ اللہ تعالی کے فضل وکرم سے رسول اللہؐ جب غزوہ بدر سے مظفر ومنصور واپس تشریف فرمائے تو حضرت عمیرؓ نے منت پوری کرنے کی غرض سے شمشیر بکف بوقت شب عصمآء کو تلاش کیا اور اس کو کیفر کردار تک پہنچا دیا۔ نذر پوری کر کے صبح بارگاہ رسالتؐ میں حاضری دی اور رات کا واقعہ بیان کیا اور دریافت کیا کہ "یا رسول اللہؐ! مجھ پر اس بارے میں کچھ مواخذہ تو نہ ہوگا؟" فرمایا "نہیں"۔ اس بارے میں صحابہ کرام سے حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ "اگر ایسے شخص کو دیکھنا چاہتے ہو جس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی غائبانہ نصرت کی ہو تو عمیر بن عدی کو دیکھ لو"۔ بلاشبہ رسول اللہؐ کے اس قول سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ "حضورؐ کی شان اقدس واعلی میں گستاخی کرنے والے کا قتل قابل مواخذہ نہیں بلکہ اعظم قربات اور افضل عبادات میں سے ہے جس میں کوئی نزاع ہی نہیں کر سکتا جانور بھی اس کو حق سمجھتے ہیں۔"

حضرت عمیرؓ کے اس عشق رسول پر مبنی فعل سے سبھی مسرور تھے۔ جب حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ "اس اعمیٰ (نابینا) کو دیکھو تو سہی کہ کس طرح چھپ کر اللہ کی اطاعت کے لئے روانہ ہوا"۔ یہ سن کر حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کہ "ان کو اعمیٰ (نابینا) نہ کہو یہ تو بصیر (بینا) ہیں"۔ یعنی یہ اگرچہ

آنکھوں سے ظاہراً نابینا ہیں لیکن دل کے بصیر و بینا ہیں۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے ایک مرتبہ جب حضرت عمیرؓ علیل ہو گئے تھے تو حضورؐ نے ان کی عیادت کا ارادہ کیا اور یہ فرمایا کہ ''ہم کو اس بینا کے پاس لے چلو جو بنی واقف میں رہتا ہے''۔

بدر سے واپسی کے بعد ماہ شوال ہی میں حضرت سالم بن عمیرؓ نے ایک اور گستاخ رسول ابی عفک یہودی کو واصل جہنم کیا۔ یہ خبیث ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی کیا کرتا تھا۔ ہجو میں شعر کہتا اور لوگوں کو حضورؐ کے خلاف ابھارتا تھا۔ جب اس کی دریدہ دہنی حد سے متجاوز ہو گئی تو حضرت سالم بن عمیرؓ نے منت مان لی کہ یا تو ابی عفک کو ختم کر دوں گا یا خود ختم ہو جاؤں گا۔ چنانچہ عزت و حرمت حبیب کبریاؐ کی خاطر ایک گرم رات میں گھر سے نکلے اور ابی عفک کے گھر پہنچے اسے دیکھا اور بلا تاخیر حضرت سالم بن عمیرؓ نے اس کے سینہ پر وار کر کے خاتمہ کر دیا۔ مابعد فتح بدر رونما ہونے والے واقعات میں یہود کی عہد شکنی اور ہجرت کے بعد رسول اللہؐ کے ساتھ کئے گئے معاہدہ کی خلاف ورزی بھی ہے۔

یہود کی شرارتیں اور عہد شکنی

یہود کے مختلف قبائل جو مضافات مدینہ میں رہتے تھے یعنی بنو قنیقاع، بنو قریظہ اور بنو نضیر نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ ہم نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کریں گے اور نہ حضور انورؐ کے دشمن کو کسی قسم کی مدد دیں گے۔ مگر یہود اپنے حسد کی وجہ سے اس معاہدہ کے پابند نہ رہ سکے اور انہوں نے عہد شکنی کی۔ رسول اللہؐ نے اس معاہدہ کے سلسلے میں مسلمانوں کو پابند کر دیا تھا کہ اس کی پوری پابندی کی جائے اور شرائط کا لحاظ رکھا جائے چنانچہ آقائے دو جہاںؐ کے ارشاد کے موافق مسلمانوں نے معاہدہ کی پوری پوری

پابندی کی اور ایسا کوئی قدم نہیں اٹھایا جو اس معاہدہ کے ایک حرف کے بھی خلاف ہو لیکن یہود نے اپنی روایتی عہد شکنی، دغابازی اور دھوکہ دہی کے مزاج کا مظاہرہ کرنا شروع کیا۔ عہد شکنی کے سلسلے میں انہوں نے ایک نئی چال چلی یعنی خود مسلمانوں کی صفوں میں خلیج پیدا کرنے کے لئے سازشیں تیار کیں اور آپسی پھوٹ ڈلوانے کے لئے نت نئے سامان کرنے شروع کر دیئے۔ اس سلسلے میں یہود کے جملہ قبائل کے لوگ لگے ہوئے تھے وہ مسلمانوں کو لڑانے اور بھڑکانے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتے تھے یا خود ایسے حالات پیدا کر دیتے تھے کہ مسلمان آپس میں ایک دوسرے کے مدمقابل ہو جائیں اس ضمن میں علامہ ابن اسحاق نے ایک واقعہ بطور مثال بیان کیا ہے۔

یہود کا ایک کہنہ سال شریر شاش بن قیس جو مسلمانوں سے عداوت اور دشمنی میں بڑا مشہور تھا اسے مسلمانوں کے آپسی اتحاد و اتفاق، محبت و جذبہ اخوت سے بڑی کڑھن ہوتی تھی۔ وہ حاسد چاہتا تھا کہ کسی طرح مسلمان پھوٹ کا شکار ہو جائیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ شاش صحابہ کرام کی ایک جماعت پر سے گزرا اور دیکھا کہ سارے مومنین ایک دوسرے سے گھل مل کر بات چیت کر رہے ہیں ان میں مہاجر بھی تھے اور انصار بھی اور انصاریوں میں اوس والے بھی تھے اور خزرج کے لوگ بھی۔ اسلام نے مہاجرین اور انصار کو، اوس اور خزرج کو باہمی رشتہ الفت و اخوت میں جوڑ کر اجتماعیت کی نعمت سے مالا مال کر دیا تھا۔ شاش کو یہ منظر دیکھا نہ گیا اور اس نے اپنے آپ بڑبڑانا شروع کیا کہ اس شہر میں قبیلہ کے اشراف آپس میں متحد ہو گئے ہیں ان کا یہ اتحاد اور یکجہتی ہمارے لئے بہتر نہیں اگر وہ یونہی متحد و متفق رہے تو پھر ہمارا گزر مشکل ہوگا شاش بن قیس نے اپنے ایک ساتھی نوجوان یہودی کو پابند کیا کہ وہ ان لوگوں کے درمیان جا کر بیٹھ جائے اور اوس و خزرج کے درمیان قدیمی عداوت اور جنگوں کا تذکرہ چھیڑ دے بالخصوص جنگ بعاث کا ذکر کرے اور فریقین کی طرف سے اس جنگ کے موقع پر کہے گئے اور اس جنگ سے متعلق لکھے گئے

اشعار کو دہرائے تا کہ وہ بھڑک اٹھیں اور آپس میں دست وگریباں ہوجائیں۔

اس نوجوان یہودی نے شاش بن قیس کی ہدایت کے موافق انصاریوں کی مجلس میں پہنچا جہاں اوس اور خزرج کے شرفاء باہم شیر وشکر نظر آرہے تھے۔ اس یہودی نے جنگ بعاث کے اشعار سنانے شروع کر دیئے اور تھوڑی دیر میں اوس اور خزرج والوں میں باہمی بحث وتکرار شروع ہوگئی۔ ہر ایک اپنے اسلاف کے کارناموں کا فخریہ اظہار شروع کر دیا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے تھوڑی ہی دیر میں فریقین میں ٹھن گئی۔ شاش بن قیس کی سازش کام کر گئی اوس اور خزرج والوں نے اپنے اپنے گھروں کا رخ کیا اور ہتھیاروں سے لیس ہو کر لڑنے کے لئے حرہ کی طرف نکل آئے۔ قریب تھا کہ ان میں آپسی جنگ اور خونریزیاں شروع ہوجاتیں کہ اس تکلیف دہ خبر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں رونق افروز ہوئے اور اوس وخزرج کے لوگوں سے خطاب فرمایا کہ ”اے ایمان والو! اللہ اللہ کیا میرے رہتے ہوئے جاہلیت کی پکار! اور وہ بھی اب جب کہ اللہ تعالی نے تمہیں ایمان اور اسلام کی دولت سے بہرہ مند کر دیا ہے۔ تمھیں ہدایت سے سرفراز کر دیا گیا ہے اس نعمت کے وسیلہ سے اللہ نے تمھیں جاہلیت سے نکال کر کفر سے نجات دے کر تمہارے قلوب کو جوڑ دیا ہے“۔

حضورؐ کے ارشاد مبارک نے انصاریوں کو ہوش میں لایا اور انھیں احساس ہوا کہ ایمان نے ان سے جاہلیت کی تمام خرابیوں، برائیوں، دشمنی، انتقام، وحشت، قتل وغارتگری، فخر وتکبر اور جملہ نخوتوں کو دور کر دیا ہے۔ اب وہ آپس میں بھائی بھائی اور راہ حق میں یکساں رواں دواں ہیں انھیں ہدایت اور نجات کا راستہ ملا۔ انھیں پورا احساس ہوگیا کہ شیطان نے اپنی چال چلی ہے تا کہ انھیں آپس میں متصادم کر کے انوار وبرکات اسلام سے دور کر دے۔ اس احساس نے انھیں تڑپا دیا اور وہ سب بے ساختہ رونے لگ گئے اور وقتی طور پر جو باتیں ہوگئیں اس پر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے آپس میں گلے مل کر اس آلودگی کو

صاف کرنے لگے۔ انھوں نے صدق دل کے ساتھ آئندہ کسی سازش کے شکار نہ ہونے کا ارادہ کر کے رسول اللہؐ کے سامنے حاضر ہوئے اور اللہ تعالی نے شاش بن قیس کی لگائی ہوئی اس آگ کو بجھا دیا اور پھر سے اوس اور خزرج کے انصار صحابہ کرام ایک دوسرے کے ساتھ شیر و شکر ہو گئے اور ان کا جذبہ محبت و اخوت مزید مضبوط ہو گیا۔

بنو قینقاع کی شر انگیزیاں

یہود کے قبائل میں سب سے زیادہ شر پسند اور کینہ توز بنو قینقاع تھے ان کی بود و باش اندرون مدینہ منورہ ہی تھی ایک محلہ کا نام ان ہی سے موسوم تھا۔ بنو قینقاع زرگری، لوہاری اور برتن سازی کے پیشے اور صنعت سے وابستہ تھے۔ یہ اپنے فنون اور کاموں کی وجہ سے بڑے مالدار تھے اور ان کے ہاں ساز و سامان اور جنگی آلات کی بہتات تھی ان کے غرور و تکبر کا یہ بھی ایک سبب تھا۔ ان کے جنگو مردوں کی تعداد بھی اور قبائل کے مقابلہ میں زیادہ تھی۔ انھیں اپنی بہادری اور حربی تجربات پر بڑا گھمنڈ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہود مدینہ منورہ سے جو معاہدہ فرمایا تھا اس میں بنو قینقاع بھی شامل تھے لیکن وقتاً فوقتاً معاہدہ کی شرائط کی خلاف ورزی کا ارتکاب کیا کرتے تھے۔ مسلمان محض اس امید پر کہ جلد یا بدیر ان لوگوں پر اسلام کی حقانیت آشکار ہو جائے گی اور وہ دامن اسلام میں آ جائیں گے، ان سے درگزر کیا کرتے تھے اور ان شرارتوں پر باوقار انداز سے صبر کیا کرتے تھے۔ لیکن جب غزوہ بدر میں اللہ تعالی نے اپنے حبیبؐ کو فتح و کامرانی عطاء فرمائی اور مسلمان ظفر مند ہوئے تو مشرکین و کفار حسد کے مارے جل بھن گئے۔ یہودیوں کو جتنی تکلیف پہنچی اس کا اندازہ ان کی تلملاہٹ سے ہو سکتا ہے بالخصوص بنو

قینقاع کو سب سے زیادہ صدمہ ہوا اور وہ مارے حسد کے علانیہ مخالفانہ مہم اور اظہار دشمنی کرنے لگے مسلسل معاہدہ کی خلاف ورزی ہونے لگی شرارت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے مسلمان جب بازاروں میں خرید و فروخت کے لئے نکلتے تو ان کے ساتھ مذاق و استہزاء کیا کرتے اور طرح طرح سے انہیں اذیتیں پہنچاتے۔

بنو قینقاع حضرت عبداللہ بن سلامؓ کی برادری کے لوگ تھے۔ لیکن اپنی اسلام دشمنی اور مذہبی عصبیت کے سبب ان سے ناطہ توڑ بیٹھے تھے۔ بنو قینقاع کو اپنی شجاعت و دلیری پر بہت ناز تھا اسی غرور کے تحت وہ مسلمانوں سے عمداً چھیڑ چھاڑ کرتے اور انہیں ستایا کرتے تھے۔ جب ان کی شرارتیں اور بدتمیزیاں حد سے تجاویز کر گئیں تو ایک روز آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی نصیحت و ہدایت کا ارادہ فرمایا اور ان کے بازار تشریف لے جا کر انہیں مخاطب فرمایا کہ ''اے گروہ یہود! اللہ سے ڈرو جیسے بدر میں قریش پر اللہ کا عذاب نازل ہوا کہیں اسی طرح تم پر بھی نازل نہ ہو''۔ پھر حضورؐ نے انہیں اس طرح دعوت اسلام دی کہ ''اسلام لے آؤ اس لئے کہ تحقیق تم خوب پہنچانتے ہو کہ میں بالقین اللہ کا نبی ہوں اور اس کا رسول ہوں جس کو تم اپنی کتابوں میں لکھا پاتے ہو اور اللہ نے تم سے اس کا عہد لیا ہے''۔

ان ارشادات نے بنو قینقاع کو ایک طرح دہلا دیا اور اپنی عداوت اور اسلام دشمنی کے باعث بھڑک اٹھے اور نہایت نامناسب لب و لہجہ میں یہ کہنا شروع کیا کہ آپ کا مقابلہ ایک ناتجربہ کار اور ناآشنائے رموز جنگ قوم سے ہوا تھا اس وجہ سے آپ نے انھیں شکست دے دی اگر آپ کا ہم سے سامنا ہو تا تو پتہ چل جاتا کہ ہم کس قدر بہادر، دلیر اور جیوٹ ہیں۔ بنو قینقاع کے اس طرح کہنے پر یہ آیت جلیلہ اتری

''جن دو گرہوں میں ٹکر ہوئی ان میں تمہارے لئے نشانی ہے۔ ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا (گروہ) کافر تھا یہ ان کی اپنی کھلی آنکھوں سے دوچند دیکھے تھے اور اللہ اپنی مدد کے ذریعہ جس کی

تائید چاہتا ہے کرتا ہے اس میں یقیناً نظر والوں کے لئے عبرت ہے"۔ (ق/سورہ ۳/۱۳)

بنو قینقاع کا رویہ، گفتگو کا طرز اور انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو جواب دیا وہ کھلے طور پر جنگ کا اعلان تھا۔ اس موقع پر حضورؐ نے نہایت صبر اور غایت تحمل فرمایا مسلمانوں نے بھی صبر و ضبط سے کام لیا حالانکہ یہود اپنی طرف سے اشتعال انگیزی میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ اس کے بعد بھی بنو قینقاع کی شرارتیں فتنہ انگیزیاں اور ہنگامہ پروری میں کوئی کمی نہ آئی وہ آئے دن کوئی نہ کوئی قضیہ کھڑا کر دیتے، مسلمانوں کو ستانے اور ان کی توہین کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے۔ چنانچہ ایک نہایت گھناؤنی حرکت یہ کی کہ ان کے بازار میں ایک سنار کی دوکان پر ایک مسلمان خاتون کے ساتھ شرارت اور اس کی توہین کی جس پر بلوہ ہو گیا۔ دونوں مسلمان اور یہود متصادم ہو گئے طرفین کے ایک ایک فرد کے مارے جانے پر واقعات نے سنگین موڑ اختیار کر لیا۔ مسلمانوں کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اس کے بعد رسول اللہؐ نے ایک فیصلہ کن اقدام کا عزم فرما لیا۔

تادیب بنو قینقاع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ میں ابولبابہ بن عبد المنذر انصاریؓ کو انتظامات کا نگران مقرر فرمایا۔ حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ کے ہاتھ میں پرچم سونپا اور صحابہؓ کے ساتھ بنو قینقاع کے علاقہ کی طرف رخ فرمایا۔ یہود بنو قینقاع قلعہ بند ہو گئے۔ مسلمانوں نے ان کے قلعے کو گھیر لیا۔ شوال ۲ھ کی ۱۵ تاریخ سے غرہ ذی قعدہ تک جملہ ۱۵ دن مسلسل محاصرہ جاری رہا۔ مسلمانوں کی ہیبت سے یہود لرزہ بر اندام تھے مسلسل محاصرہ نے انہیں بے حد خوفزدہ کر دیا تھا۔ بالآخر مجبور ہو کر سولھویں دن قلعہ سے باہر

نکل آئے اور اپنے آپ کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ حضور انورؐ نے ان کی مشکیں باندھنے کا حکم دیا ایسے وقت جبکہ یہود میں ہر ایک کو اس بات کا یقین تھا کہ ان کا انجام بہت برا ہے حضورؐ نے راس المنافقین عبد اللہ بن ابی سلول کی الحاح وزاری پر یہود کے قتل سے درگزر فرمایا اور انہیں جلاوطنی کا حکم دیا ان سب کی جاں بخشی ایک ایسی رحمت تھی جس کا انہیں تصور تک نہ تھا۔ یہود شام کی طرف نکل گئے۔ جہاں اکثر لقمہ اجل بن گئے۔ یہود کے اموال جو مسلمانوں کو بطور غنیمت ملے اس میں سے خمس نکالا گیا اور مابقی غنیمت تمام صحابہ میں تقسیم ہوئی۔ بنو قینقاع کی شر انگیزیاں اور عہد شکنی نے انہیں اس برے انجام تک پہنچایا۔

حضرت عبادہ بن صامتؓ کے بنی قینقاع سے دوستانہ مراسم اور حلیفانہ تعلقات تھے۔لیکن جب انہوں نے عملاً قینقاع والوں کی شرارتیں اور بدعہدی دیکھی تو یکلخت ان سے منہ موڑ لیا اور تعلقات ختم کر لئے اور حضور انورؐ سے یوں عرض گزار ہوئے "یا رسول اللہؐ! میں آپ کے دشمنوں سے بری اور بیزار ہو کر اللہ اور اس کے رسول کی طرف آتا ہوں اور اللہ اور اس کے رسول اور اہل ایمان کو اپنا دوست اور حلیف بناتا ہوں اور کافروں کی دوستی اور عہد سے بالکلیہ طور پر بری اور علیحدہ ہوتا ہوں"۔

غزوہ سویق

غزوہ بدر میں مسلمانوں کی شاندار فتح اور قریش کی نہایت شرمناک ہزیمت نے کفار و مشرکین کو غم وغصہ سے بوکھلا دیا تھا شکست خوردہ قریش جب مکہ واپس لوٹے تو روسائے قریش میں سے ہر ایک نہایت گھناؤنے منصوبوں کی ترتیب میں الجھا ہوا تھا ہر ایک کے دماغ میں بس ایک ہی سودا سمایا ہوا تھا کہ کس طرح مسلمانوں سے بدلہ و انتقام لیا جائے اور اپنی شکست کا حساب چکائیں اسی مضطرب اور خجل

ماحول میں ابوسفیان نے مسلمانوں کے خلاف ایک ایسے اقدام کے متعلق سوچا جس میں اہل مکہ پر زیادہ بار نہ پڑے اوراس کے نتائج سے مسلمان زیادہ نقصان اٹھائیں یہی نہیں بلکہ یہ نذر بھی مان لی کہ جب تک اپنی قوم کی آبرو اور عزت کا تحفظ نہیں ہو جاتا اس وقت تک غسل نہیں کروں گا۔ چنانچہ اپنی قسم کو پوری کرنے کی غرض سے دوسو سواروں کے ساتھ نکل کر مدینہ منورہ کی راہ لی اور تیزی سے سفر کرتے ہوئے جب یہ کفار مقام شیب پہنچے تو پڑاؤ کیا۔ یہ مقام مدینہ منورہ سے بارہ میل کے فاصلہ پر تھا۔ یہاں سے رات کے وقت ابوسفیان بن حرب نے چھپے چھپاتے بنی نضیر کے گھروں کے پاس پہنچ کر حیی بن اخطب کے دروازہ کو کھٹ کھٹایا جب اس نے دروازہ نہ کھولا تو وہاں سے لوٹ کر سلام بن مشکم کے گھر دستک دی۔ اس نے نہ صرف یہ کہ ابوسفیان کے لئے دروازہ کھولا بلکہ اس نے خوب اوبھگت اور مدارت کی۔ عمدہ کھانا کھلایا اور شراب پلائی یہاں ابوسفیان نے اپنے خطرناک عزائم کا رازدارانہ طور پر اظہار کیا تو ابن مشکم اس سازش میں شریک ہو گیا اور ممکنہ معلومات فراہم کیں و نیز ہر طرح تعاون کا وعدہ کیا۔ اس طرف سے مطمئن ہو کر ابوسفیان نے مراجعت کی اور اپنے خیمہ پر پہنچ کر حملے کی تیاریاں کیں۔ اپنے ساتھ آئے ہوئے قریشوں میں سے چند منتخب لوگوں کو عریض نامی جگہ پر شب خون کے لئے بھیجا۔ اس دستے نے وہاں پر کھجوروں کے چند درختوں کو کاٹ ڈالا اور چند کو آگ لگادی اس جگہ انہیں ایک انصاری صحابی اور ان کے حلیف نظر آئے تو کفار نے انہیں گھیر کر دردناک انداز سے شہید کر ڈالا اور راہ فرار اختیار کی۔ ابوسفیان نے اس واقعہ کے بعد اپنے ساتھیوں کے ساتھ مڑ کر مکہ کی طرف واپسی کا سفر کیا۔

مدینہ منورہ میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو حضورؐ نے بلا تاخیر صحابہ کے ساتھ نکل کر تعاقب فرمایا۔ ابوسفیان اور جملہ ساتھی وحشتناک رفتار سے راستہ طے کرتے ہوئے اپنے ساتھ لائے ہوئے ''سویق'' ستو کو گراتے چلے جارہے تھے تاکہ وزن کم ہو اور سفر میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔ انہیں اپنے انجام کا اندازہ ہو چکا تھا اسی لئے وہ مسلمانوں کی گرفت سے نکل کر مکہ میں جلد از جلد پہنچ جانا

اور ساتھیوں کو بچالینا، ابوسفیان اور اس کے ساتھ آئے ہوئے تمام لوگوں کا مقصد تھا۔

ابوسفیان اور مکہ مکرمہ سے آئے ہوئے اس کے ساتھی مسلمانوں کی گرفت سے بچنے کے لئے دیوانہ وار بھاگ کر کسی طرح نکل گئے اور اپنی جانوں کا تحفظ کرلیا۔ خود انہوں نے اپنے ساز و سامان راستہ بھر دونوں کناروں پر پھینک دیا تا کہ ان کا اور ان کی سواریوں کا بوجھ ہلکا ہو اور وہ آسانی کے ساتھ فرار ہوسکیں رسول اللہؐ مقام قرقرۃ تک تشریف لے جا کر رک گئے پھر مدینہ منورہ مراجعت فرما ہوئے۔ ابوسفیان کے تعاقب میں گئے ہوئے صحابہؓ نے قریش مکہ کے سامان کو راستوں کے دونوں جانب بکھرا ہوا پایا جس میں سویق یا "ستو" بھی تھا اور تمام چیزوں میں سویق ہی زیادہ مقدار میں ملا صحابہؓ نے اسے اٹھا کر جمع کرلیا۔ سویق کو صحابہؓ میں انصاری حضرات بہت شوق و رغبت سے کھایا کرتے تھے چنانچہ انصار مدینہؓ نے راستہ میں دونوں جانب سے ستو کی بھاری مقدار میں حاصل کی۔ اس وجہ سے اس معرکہ کو "غزوہ سویق" سے موسوم کیا جاتا ہے۔ غزوہ سویق کے متعلق ابوسفیان کے کہے ہوئے اشعار کو مختلف سیرت و تذکرہ نویس حضرات نے اپنی کتابوں میں جگہ دی ہے۔ غزوہ سویق ذی الحجہ ۲ ھ یعنی غزوہ بدر کے دو ماہ چند روز بعد ہوا۔ غزوہ سویق سے مراجعت کے بعد بقیہ ذی الحجہ رسول اللہؐ مدینہ منورہ ہی میں رونق افروز رہے۔

پہلی بقرعید

غزوہ سویق سے واپسی ۹ ذی الحجہ ۲ ھ کو ہوئی اور اس کے دوسرے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت نماز عید ادا فرمائی اور دو مینڈھے قربان کئے اور مسلمانوں کو قربانی کا حکم دیا۔ مسلمانوں کی یہ پہلی عید الاضحیٰ (بقرعید) تھی ۔

شہزادی کونینؓ کی شادی

۲ ھ میں (اور اس بارے میں اختلاف ہے کہ مہینہ کونسا تھا) رسول اللہؐ نے اپنی سب سے چھوٹی صاحبزادی شہزادی کونین خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہراءؓ کا عقد نکاح شیر خدا حیدر کردار سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہ سے فرما دیا۔ حضرت سیدہ فاطمہ بتولؓ سے عقد کی سعادت کے قبل ازیں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ بھی خواہشمند تھے۔ چنانچہ ان دونوں حضراتؓ نے یکے بعد دیگرے حضور اکرمؐ سے اس ضمن میں معروضات بھی کئے تھے۔ لیکن سرکار دو عالمؐ نے دونوں کی عرضداشت کے جواب میں سکوت اختیار فرمایا تھا۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ آقائے دو جہاںؐ نے فرمایا تھا کہ اس سلسلہ میں میں حکم الٰہی کا منتظر ہوں۔ پھر ان دونوں بزرگوں نے یعنی حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہ کو مشورہ دیا کہ آپ اپنے واسطے شہزادی کونینؓ کا پیام دیں۔ حضرت علیؓ نے اپنے ان دونوں خیر خواہوں کے مخلصانہ مشورہ کو قبول کیا اور اسی بناء پر حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ استدعاء کی۔ رسول اللہؐ نے نزول حکم الٰہی کے بموجب حضرت علیؓ کے پیام کو منظور فرمایا۔ (معجم طبرانی میں ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ فاطمہ کا علی (رضی اللہ عنہما) سے نکاح کر دوں۔ اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں) (زرقانی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حصرت علیؓ سے دریافت فرمایا کہ ”تمہارے پاس مہر میں دینے کے لئے کوئی چیز ہے؟“ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ ”نہیں“ حضور انورؐ نے پھر دریافت فرمایا کہ ”وہ زرہ جو تم کو جنگ بدر میں ملی تھی کہاں ہے؟“ حضرت علیؓ نے عرض کی ”وہ تو موجود ہے“۔ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا کہ ”بہتر ہے، وہی زرہ فاطمہؓ کو مہر میں دے

دینا'' (اصابہ) حضرت علیؓ نے اس زرہ کو حضرت عثمانؓ کے ہاتھوں ۴۸۰ درہم میں فروخت کیا اور وہ تمام رقم لاکر حضور انورؐ کے سامنے رکھ دی۔ تب حضورؐ نے فرمایا اس میں خوشبو اور کپڑوں کا انتظام بھی کرلو۔ رسول اللہؐ نے اپنی صاحبزادی شہزادی کونین سیدہ نساء عالمین بی بی فاطمہ زہراءؓ کو بطور جہیز جو سامان عطا فرمایا تھا اس کی تفصیل کتب سیر میں ملتی ہے۔ اصابہ میں ہے کہ وہ سامان ایک لحاف، ایک چمڑے کا گدا جس میں بجائے روئی کے کسی درخت کی چھال بھری ہوئی تھی، دو چکیاں، ایک مشکیزہ اور دو مٹی کے گھڑے تھے۔ (درحقیقت مالک دو جہاں کے محبوب، وجہ تخلیق کائنات تاجدار مدینہ سرکار دو عالمؐ کی صاحبزادی جنھیں عورات عالم کی سیادت اور نساء اہل جنت کی سرداری عطا ہوئی ان کے جہیز کا یہ سامان پوری امت کے عموماً اور غربا و مساکین، نادار و مجبور لوگوں کے لئے خصوصاً ایک اعلیٰ نمونہ سادگی اور ڈھارس ہے۔ تکلفات، اصراف، نمود و نمائش، قرض و پریشانیوں سے بچانے کی عملی تربیت ہے ورنہ شہنشاہ کونینؐ کے پاس کیا کمی ہے۔ اپنی شہزادی کو سارے عالمین اور خاتونان جنت کی سرداری دے دی تو دنیا اور دنیوی چیزوں کی کیا حقیقت لیکن آقائے دو جہاںؐ کو اپنی امت کا مصائب و مشکلات میں مبتلا ہونا گوارا نہیں اسی وجہ سے اپنی صاحبزادی کی شادی کے موقع پر بھی اپنے اسوۂ حسنہ سے امت کو نہایت روشن، اعلیٰ، قابل اتباع اور آسان راستہ کی ہدایت فرمائی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا اس پر اطمنان و مسرت فرمانا بھی ایک نموہ عمل ہے۔ جہیز کے سلسلہ میں دینے اور لینے والے ہمیشہ ان اعلیٰ، منور اور قابل عمل مثالوں کو اپنا کردار اور طریقہ بنا کر سعادتوں کے حصول کو آسان بنالیں)۔

رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ اور حضرت سیدہ بی بی فاطمہؑ زہرا کے نکاح کا خطبہ پڑھا جس کا ایک حصہ یہ ہے ''اس خدائے پاک کا شکر ہے جو اپنی نعمتوں کے اعتبار سے تمام تعریفوں کا سزاوار ہے اپنی قدرت کے اعتبار سے عبادت کئے جانے کا سزاوار ہے اور جس نے اپنی قدرت سے مخلوق کو پیدا فرمایا اور اپنی

حکمتوں سے مخلوق کو ایک دوسرے سے ممتاز فرمایا پھر حق تعالیٰ نے شادی بیاہ کو نسب اور سسرالی رشتے داروں کا ذریعہ بنایا۔ پس تیرے رب کو ہر بات کی قدرت حاصل ہے۔ پھر مجھے اللہ تبارک وتعالیٰ نے حکم فرمایا کہ میں فاطمہ کو علی کے ساتھ چار سو مثقال چاندی کے عوض بیاہ دوں۔ پس اے علی! کیا تم اس نکاح پر راضی ہو؟''۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا میں راضی ہوں۔ (سیرت حلبیہ)

جب عروسی کا وقت آیا حضور انورؐ کے ارشاد پر حضرت علیؓ نے ایک مکان کرایہ پر لے لیا۔ بعد میں حضرت حارثہ بن النعمانؓ نے اپنے مکانات میں سے ایک مکان حضرت علیؓ اور سیدہ فاطمہؓ کی رہائش کے لے پیش کیا جس پر حضور اقدسؐ نے خوشنودی کا اظہار فرمایا اور حضرت حارثہؓ کو دعائے برکت دی۔ حضرت علیؓ اور سیدہ بی بی فاطمہ زہراؓ اپنے گھر منتقل ہو گئے۔

نکاح ہو جانے کے بعد رسول اللہؐ نے چھوہاروں کا ایک تھال منگایا اور اسے اپنے سامنے رکھ کر حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ ''لوٹو اور کھاؤ''۔ (سیرت حلبیہ)

حضورؐ نے شہزادی کونین حضرت سیدہ بی بی فاطمہ زہراؓ سے فرمایا کہ ''میں نے تمہاری شادی اس شخص سے کی ہے جو دنیا اور آخرت کا سردار ہے اور جو اسلام کے لحاظ سے میرا سب سے پہلا صحابی ہے۔ علم کے لحاظ سے سب سے زیادہ ہے اور مروت و بردباری کے لحاظ سے سب سے بڑا ہے''۔ (ایضاً)

سلسلہ غزوات (غزوہ غطفان اور غزوہ بحران)

غزوہ سویق سے مراجعت کے بعد سے اختتام ذی الحجہ ۲ھ تک حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ سے باہر کہیں تشریف نہیں لے گئے مدینہ طیبہ میں ہی مقیم رہے۔ اسی اثناء میں یہ خبر پہنچی کہ قبیلہ غطفان کی شاخیں بنی ثعلبہ اور بنی محارب مقام ذی امر میں اکٹھا ہو رہے ہیں اور انہوں نے مشترکہ طور پر

اس بات کا قصد کیا ہے کہ اطراف سے مدینہ منورہ کا محاصرہ کر کے ممکنہ طو پر لوٹ مار کریں ۔ ان قبائل کو بھڑکانے والا اور ان لوگوں کو اس ارادۂ بد پر آمادہ وجمع کرنے والا شخص بنی حارب کا سردار دعثور غطفانی تھا جس کے باپ کا نام حارث تھا ذی امر مقام النخیل کے نواح میں واقع تھا، رہتا تھا جہاں پر غطفان کے اشرار اکٹھا ہوئے یہ علاقہ نجد کی جانب ہے ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو جمع کر کے صورت حال سے متعلق ارشاد فرمایا۔ چار سو پچاس صحابہ کرام نے اس شرارت کے سد باب کے لئے اپنی خدمات پیش کیں ۔ چنانچہ مدینہ منورہ پر حضور اکرمؐ نے حضرت عثمان بن عفانؓ کو ناظم مقرر کر کے نجد کی طرف توجہ کی ۔حضور اقدسؐ کے ہمراہ صحابہ کرام کی یہ جماعت نجد کی طرف بڑھنے لگی ۔ اثناء راہ ایک شخص ملا جس کا نام جبار تھا لوگ اسے اپنے ساتھ لے کر حضور اقدسؐ کے پاس آئے اس نے غطفان کے شر پسندوں کے متعلق معلومات بہم پہنچائیں اس نے کہا کہ اگر ان لوگوں کو آپ کی آمد کی اطلاع مل جائے تو وہ کسی صورت میں آپ کا سامنا یا مقابلہ نہیں کریں گے بلکہ پہاڑوں میں پناہ گزیں ہو جائیں گے ۔اس شخص کا تعلق غطفان کی شاخ بنو ثعلبہ سے تھا۔حضور انورؐ نے جب اسے دعوت حق دی تو وہ اسلام لے آیا اور بطور رہبر مسلمانوں کے ساتھ ہو گیا۔

غطفان والوں کو جب مسلماوں کی آمد کی خبر ہوئی تو وہ بجائے مقابلہ یا جدال کے لئے سامنے آنے اور دو بدو صف آرا ہونے کے منتشر ہو گئے اور پہاڑوں کی چوٹیوں کی آڑ سے مسلمانوں کو دیکھنے لگے ۔ مسلمانوں نے اسی جگہ پڑاؤ ڈال دیا اور بنو ثعلبہ اور بنو محارب کے لوگوں کا انتظار کرنے لگے ۔لیکن وہ اتنے خوفزدہ ہو گئے کہ کھل کر سامنے آنے کی جراءت نہ کر سکے ۔ اسی اثناء میں ایک دن خوب زوردار بارش ہوئی جس کے باعث سبھی بھیگ گئے ۔اس دن کہ جس روز بارش ہوئی اس کے رک جانے کے بعد رسول اللہؐ ایک درخت کے نیچے استراحت فرمانے کے لئے لیٹے تھے کہ بنو محارب کا شریر سردار اچانک پہنچ گیا اور

اس کے ہاتھ میں تلوار تھی وہ حضورؐ کے سرہانے کھڑا ہو گیا اور زور سے کہنے لگا کہ ''بتائیے آج آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟'' رسول اللہؐ نے اسے دیکھا اور پورے یقین و توکل کے ساتھ فرمایا ''اللہ'' یہ سنتے ہی دعثور بن حارث (سردار بنو محارب) پر لرزہ ساطاری ہو گیا اور اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر گر پڑی۔ پھر حضور انورؐ نے اس کی گری ہوئی تلوار اٹھائی اور ارشاد فرمایا کہ ''اب بتا تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟'' دعثور نے ہیبت زدگی کے عالم کہا کہ ''کوئی نہیں'' پھر وہ کلمہ شہادت پڑھ کر ایمان لے آیا اور اللہ تعالی نے انھیں ایسی توفیق دی کہ وہ جب اپنے قبیلہ میں واپس ہوئے تو ان کی رنگت پوری طرح تبدیل ہو چکی تھی۔ اب تک کے اسلام کے مخالف دعثورؓ اب زبردست مبلغ اسلام بن گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام نے بلا جدال و قتال مدینہ منورہ مراجعت کی۔ غزوہ غطفان سے واپسی کے بعد اطلاع ملی کہ بنی سلیم بحران کے مقام پر جو الفرع کے نواح میں ہے (مدینہ سے فرع کے درمیان ۹۶ میل کا فاصلہ ہے) جمع ہو رہے ہیں اور ان کے ارادے بھی ٹھیک نہیں ہیں، مسلمانوں کے درپے ہیں۔ اس خبر کے ملنے کے بعد حضور اقدسؐ نے تین سو صحابہ کرام کو ساتھ لے کر بحران کی سمت پیش قدمی فرمائی۔ مدینہ منورہ میں حضرت ابن ام مکتومؓ کو مقرر فرمایا گیا تاکہ وہ انتظامات و تحفظ شہر کی ذمہ داریاں نبھائیں۔ یہ سفر بڑی تیز رفتاری سے پورا ہوا اور دیکھتے ہی دیکھتے بحران میں وردو ہو گیا۔ بنی سلیم کے لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ حضورؐ ان کے ارادوں سے واقف ہو کر جاں نثار صحابہ کرام کی ایک مستحکم جماعت کے ساتھ بحران آرہے ہیں تو ان میں کھلبلی سی مچ گئی اور حضور اکرمؐ کے پہنچتے ہی وہ سب منتشر ہو گئے۔ اور جلد از جلد اپنے مقامات کو واپس ہو کر ہی دم لیا۔ اس غزوہ میں بھی جنگ و جدال اور مقابلہ و مقاتلہ نہیں ہوا۔ دس روز کے بعد رسول اللہؐ صحابہ کرام کے ساتھ مدینہ منورہ مراجعت فرما ہوئے۔

گستاخ رسولؐ اللہ کا انجام

کعب بن اشرف

یہودی شریر کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ ربیع الاول سنہ ۳ھ کا ہے اس بدنہاد کو اسلام سے بغض اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سخت عداوت اور مسلمانوں سے دلی حسد تھا۔ اس کا تعلق قبیلہ طی کی شاخ بنونبھان سے تھا اور اس کی ماں قبیلہ بنونضیر سے تھی۔ یہ شخص یہود کے امیر لوگوں میں شمار ہوتا تھا خود شاعر تھا اور ظاہری شکل وصورت کے لحاظ سے اپنے لوگوں میں نمایاں تھا اس کا رہائشی قلعہ مدینہ منورہ کے جنوبی حصے میں بنونضیر کی آبادی کے عقب میں واقع تھا۔ یہ دشمن حق ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخانہ اشعار لکھا کرتا تھا۔ اور ہمیشہ کفار کو آپ کی دشمنی پر ابھارا کرتا تھا۔ بالخصوص کفار قریش کو سرکار دوعالمؐ کے خلاف بھڑکاتا اور مائل جنگ کیا کرتا تھا۔ کعب بن اشرف مسلمانوں کی ایذا دہی کا کوئی موقع نہیں گنواتا تھا۔ اس کی ان تمام تر شرانگیزیوں کے باوجود حضور اقدسؐ ہمیشہ صبر فرماتے اور مسلمانوں کو بھی تحمل کی ہدایت فرماتے۔

غزوہ بدر میں مسلمانوں کی فتح کی خبر جب مدینہ منورہ پہنچی تو اس طاغوت کعب بن اشرف کو بڑا صدمہ ہوا اور کہا کہ اگر یہ خبر صحیح ہے تو اشراف مکہ جو مارے گئے ہیں ان کے لئے بطن زمین بہتر ہے یعنی مر جانا اچھا ہے تاکہ ان کی آنکھیں مسلمانوں کے مقابل اپنی ذلت ورسوائی کو نہ دیکھیں اور جب قریش کی شکست اور مسلمانوں کی ظفرمندی کی تصدیق ہوگئی تو کعب بن اشرف شریر نے قریش سے مقتولین بدر کی تعزیت کرنے کی غرض سے مدینہ سے مکہ کا سفر اختیار کیا اور جو کفار بدر میں مارے گئے تھے ان کا نام بنام مرثیہ لکھا جنھیں پڑھ کر خوب روتا رلاتا تھا اور لوگوں کو حضور انورؐ اور مسلمانوں کے خلاف ممکنہ طریقوں سے

جوش دلایا کرتا تھا۔

ایک دن ماحول کو اس قدر گرم کر دیا کہ سارے قریش حرم میں سمٹ آئے اور اس کے اکسانے پر بیت اللہ کے پردہ کو تھام کر مسلمانوں کے قتال کی قسمیں کھائیں۔ یہ بدنفس جب واپس لوٹا تو نئی شرارت یہ کی کہ مسلمان عورتوں کی شان میں توہین آمیز اشعار کہنا شروع کئے وہ کسی طور پر اپنی سفلی حرکتوں سے مسلمانوں کو مشتعل کرتے رہنا چاہتا تھا۔ اس بدبخت فریبی نے دشمنی کی انتہا کر دی کہ ایک مرتبہ حضورؐ کو دعوت کے بہانے سے بلایا اور کچھ آدمی متعین کر دیئے کہ جب حضور انورؐ تشریف لائیں تو دھوکہ سے حملہ کر دیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کو اس کے ارادۂ بد کی خبر فرما دی۔ حضرت جبرئیلؑ آئے اور پیام حق پہنچایا اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبؐ کی مکمل حفاظت فرمائی۔

اس واقعہ کے سبب کعب بن اشرف کو کیفر کردار تک پہنچانے کا وقت آ گیا تھا چنانچہ اس دشمن خدا اور رسول کے قتل کا فرمان جاری ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ”تم میں سے کعب بن اشرف کے خاتمہ کے لئے کون تیار ہے؟ اس نے اللہ اور اس کے رسول کو بہت ایذا پہنچائی ہے“۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ ”تحقیق اس شخص نے ہم کو اپنے اشعار سے ایذا اور تکلیف دی اور مشرکین مکہ کو ہمارے مقابلہ میں قوت پہنچائی“۔ یہ سنتے ہی حضرت محمد بن مسلمہؓ کھڑے ہو گئے اور اس کام کو انجام دینے کا عہد کیا اور رضائے حق تعالیٰ وخوشنودی رسول کریمؐ کے مورد و مستحق بن گئے۔

حضرت محمد بن مسلمہؓ نے خود کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی ابونائلہ سلکان بن سلامہ کے علاوہ عبادؓ بن بشر، حارث بن اوس اور ابوعبس بن جبیرؓ سے اس سلسلے میں مشاورت کی اور ان کے ساتھ مل کر رسول اللہؐ کے پاس حاضر ہوئے اور حصول دعاء کے بعد اپنی مہم پر نکلے۔ نہایت ہی دلیری کے ساتھ اس کے قلعہ تک پہنچے اور اسے بلایا۔ کعب بن اشرف جب نیچے آیا تو حضرت محمد بن مسلمہؓ نے فوراً اس پر قابو پا

لیا اور اسے واصل جہنم کر دیا۔ اس واقعہ کی یہود میں بہت جلد اطلاع پہنچی کعب بن اشرف جیسے رئیس شاعر اور شکیل شخص کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ دشمنی کا ایسا خمیازہ بھگتنا دیکھا تو سارے اشرار یہود سہم گئے ۔ کعب بن اشرف کا انجام دیکھ کر دشمنان خدا و رسولؐ کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ سب مرعوب ہو گئے ۔ جب حضرت محمد بن مسلمہؓ اخیر شب رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آقائے دو جہاںؐ نے فرمایا کہ ''ان چہروں نے فلاح پائی اور کامیاب ہوئے'' ۔ روایات حدیث میں کعب بن اشرف کے قتل کے جو وجوہ آئے ہیں ان کے منجملہ چند یہ ہیں ۔ نبی اکرم خاتم النبیینؐ کی شان اقدس میں دریدہ دہنی، سب وشتم اور گستاخانہ اشعار کہنا، مسلمان عورتوں کی توہین پر مبنی اشعار کہنا، قریش کو حضور اقدسؐ کے مقابلہ کے لئے ابھارنا اکسانا اور آمادہ جنگ کرنا، دعوت کے بہانے قتل کی سازش کرنا اور دین اسلام پر طعن کرنا وغیرہ۔

ابن سبینہ اور ابو رافع

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گستاخوں، اسلام دشمنوں اور مسلمانوں کے حاسدوں کے انجام بد کا سلسلہ رکا نہیں بلکہ کعب بن اشرف کے خاتمہ کے بعد صحابہ کرام کو یہ فرمان ملا کہ ایسے شریر اور بدنفس یہود جہاں کہیں پائے جائیں کیفر کردار تک پہنچا دیئے جائیں ۔ چنانچہ محیصہ بن مسعودؓ نامی صحابی نے ایک دریدہ دہن بد باطن یہودی ابن سبینہ کو اپنے قابو میں کر کے قتل کر دیا۔ محیصہؓ کے ایک بڑے بھائی حویصہ نامی تھے اور ابھی تک اسلام سے دور تھے انہیں جب اپنے تجارتی شرکت دار ابن سبینہ کے قتل کی خبر ملی کہ خود ان کے بھائی نے اسے ختم کر دیا ہے تو نہایت غصہ اور برہمی کے عالم میں حضرت محیصہؓ کے پاس آئے اور انھیں پکڑ کر پیٹنا شروع کیا۔ حویصہ کو غصہ کی وجہ سے خود پر قابو نہ تھا۔ وہ کہے جا رہے تھا کہ ''تم نے ایک ایسے شخص کو مار دیا ہے جس کے مال سے بننے والی کتنی چربی ابھی تمہارے شکم میں ہے'' ۔ اپنے کافر

بھائی کی زبان سے یہ سن کر اور ان کی مار پیٹ کو برداشت کرتے ہوئے حضرت محیصہ ؓ نے جذبہ ایمان سے سرشار یہ کہہ دیا کہ "اللہ کی قسم! مجھ کو اس کے ختم کرنے کا حکم ایسی ذات اطہرؐ نے دیا ہے کہ اگر وہ ذات عالی بابرکات تمہارے قتل کر دینے کا حکم دیتے تو میں تمہیں بھی ختم کر دینے سے دریغ نہیں کرتا۔ ابن سینہ کے قتل کی کیا حقیقت ہے"۔ اپنے چھوٹے بھائی حضرت محیصہ ؓ کی زبانی یہ بات سن کر حویصہ حیران و ششدر رہ گیا اور فوراً پوچھا کہ کیا واقعی اللہ کی قسم! اگر (حضرت) محمدؐ تجھ کو میرے قتل کر دینے کا حکم دیں تو کیا تم مجھ کو قتل کر ڈالو گے۔ حضرت محیصہ ؓ نے بے ساختہ کہا کہ "ہاں اللہ کی قسم! اگر تمہاری گردن مارنے کا حکم دیتے تو میں ضرور تمہاری گردن اڑا دیتا۔ رسول اللہؐ کے حکم کے بعد میں ذرہ برابر بھی اس بات کا خیال نہیں کرتا کہ تو میرا بھائی ہے مجھ سے بڑا ہے میں کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتا"۔

حضرت محیصہ ؓ کے یہ الفاظ گویا حویصہ کے دل پر خاص طرح اثر کر گئے اور وہ سوچنے لگے کہ واقعتا کوئی ایسی سچائی ہے جس نے دلوں کو یقین و وفاء سے مالا مال کر دیا ہے کہ جس کے سامنے دنیا بھر کی دولت اور خزانے، خون کے رشتے اور دنیوی نعمتیں سب ہیچ ہو جاتی ہیں۔ اس لمحہ حویصہ کے دل میں چراغ عرفان جل اٹھا اور وہ بے ساختہ بول اٹھے کہ "اللہ کی قسم! یہی دین حق ہے جو قلوب میں ایسا نور بھر دیا ہے اور اس درجہ رسخ و مستحکم ہو گیا ہے اور رگ و پے میں جاری و ساری ہے کہ مومن رضائے حق تعالیٰ و خوشنودیٔ رسولؐ کی خاطر جو ممکن ہے کر سکتا ہے"۔ اس کے بعد حویصہ بن مسعود نے یکبارگی ایک فیصلہ کیا اور حضورؐ کی بارگاہ بیکس پناہ میں بصد ہزار ادب و احترام حاضر ہوئے اور سچے دل کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ حضرت محیصہ ؓ نے ابن سینہ کے قتل اور پھر اس کے بعد اپنے بھائی سے ہوئی گفتگو کے بارے میں اشعار کہے جسے ابن ہشام نے نقل کئے ہیں۔

ابو رافع ایک یہودی تھا کامیاب تجارت کی وجہ سے بڑا مالدار بن گیا تھا۔ اس کا اصلی نام عبداللہ

بن ابی الحقیق تھا اور ابورافع کنیت تھی وہ سلام بن ابی الحقیق سے بھی شہرت رکھتا تھا۔ یہ شر پسند کعب بن اشرف کا دوست اور اسلام دشمنی میں اس کا بڑا قریبی رفیق اور مددگار تھا یہ بھی ذات اطہرؐ سے سخت بغض اور کینہ رکھتا تھا۔ اپنی گستاخیوں اور دریدہ دہنی کے سبب تمام اشرار یہود میں مقبول تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایذا پہنچانے، تکلیف دینے اور حضور اقدسؐ کی شان اقدس میں گستاخی کرنے میں کعب بن اشرف سے کم نہ تھا یہ بھی قریش مکہ کو حضور انورؐ کے خلاف ہمیشہ بھڑکاتا رہتا تھا اور مسلمانوں کی عداوت میں نیم پاگل واندھا ہو گیا تھا۔ کعب بن اشرف کو کیفر کردار تک پہنچانے والے صحابی حضرت محمد بن مسلمہؓ کے کارنامے کی سارے مدینہ میں دھوم مچی ہوئی تھی۔ حضرت مسلمہؓ کا تعلق مدینہ کے قبیلہ اوس سے تھا یہ دیکھ کر قبیلہ خزرج کے اصحاب کو خیال آیا کہ ہمیں بھی بارگاہ رسالتؐ کے گستاخ ابورافع کو انجام تک پہنچا کر رسول اللہؐ سے نسبت غلامی کا حق ادا کر کے سعادت حاصل کرنی چاہیئے اور دارین کی عزت ورفعت سے مالا مال ہونا چاہیئے یہ طے کر کے وہ نکلے اور حضورؐ سے اذن پا کر اپنی مہم پر روانہ ہوئے۔ اس جماعت میں حضرات عبداللہ بن عتیکؓ ،مسعود بن سنانؓ ،عبداللہ بن انیسؓ ،ابوقتادہ حارث بن ربعیؓ اور خزاعی بن اسودؓ شامل تھے جن کے امیر حضرت عبداللہ بن عتیکؓ تھے۔ رسول اللہؐ کے گستاخ ابورافع کے خاتمہ کے لئے نکلنے والی اس جماعت کو پابند کر دیا گیا تھا کہ وہ کسی بچہ اور عورت کو اپنا نشانہ نہ بنائیں۔

دین حق اسلام کے بدخواہ اور مسلمانوں کے حاسد ابورافع کو اس کے انجام تک پہنچانے کی غرض سے مدینہ منورہ سے نکلنے والی عاشقان رسولؐ کی ایک جماعت جانب خیبر روانہ ہوئی۔ صحابی رسول مقبول حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ غروب آفتاب کے بعد جب لوگ اپنے جانور چراگاہ سے واپس لا چکے تھے اس وقت عاشقان رسول اللہؐ کی یہ ٹکڑی خیبر پہنچی اور ابورافع کے قلعہ کے نزدیک پہنچے تو عبداللہ بن عتیکؓ نے قلعہ کے اندر پہنچنے کے لئے تدبیر کیا اور قلعہ کے دروازے کے نزدیک اس طرح بیٹھے کہ

دربان نے قلعہ کا آدمی سمجھ کر اندر آجانے کے لئے کہا تا کہ دروازہ بند کرلیا جا سکے۔ رات دیر گئے جب دربان نے کنجیاں کھونٹی سے ٹانگ دی اور نیند کے لئے لیٹ گیا تو حضرت عبداللہ بن عتیکؓ نے کنجیاں لے کر بالاخانہ کا رخ کیا جہاں ابورافع سکونت پذیر تھا۔ ابورافع کی خواب گاہ میں پہنچ کر حضرت عبداللہ بن عتیکؓ نے اندازے پر ابورافع پر وار کیا جو خالی گیا۔ وہ بڑبڑا کر اٹھ بیٹھا حضرت عبداللہ بن عتیکؓ نے دریافت کیا اے ابورافع کیا ہوا؟ اس نے انہیں قلعہ کا آدمی سمجھ کر کہا کہ کسی نے مجھ پر حملہ کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عتیکؓ نے آواز کی سمت وار کیا۔ نشانہ لگ گیا اور ابورافع گستاخ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ قلعہ سے اترتے ہوئے حضرت عبداللہؓ کا پیر زخمی ہو گیا لیکن اس کی پرواہ کئے بغیر وہ قلعہ سے باہر نکل آئے اور اپنے ساتھیوں کو بارگاہ رسالتؐ میں اس کی اطلاع دینے روانہ کر دیا۔ صبح جب فصیل سے ابورافع کی موت کی خبر سنی تو خود بھی مدینہ کی طرف روانہ ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوے اور ابورافع کے انجام کی خوشخبری دی۔

سریہ زیدؓ بن حارثہ

غزوہ احد سے پہلے جو اہم واقعات رونما ہوئے ان میں حضرت زید بن حارثہؓ کا قردہ نامی مقام پر قریش پر اپنے ایک سو سوار ساتھیوں کے ساتھ یلغار کا واقعہ نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ یہ سریہ جمادی الآخر سنہ ۳ھ میں پیش آیا۔ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی فتح مندی نے قریش کو اس قدر دہلا دیا کہ وہ اپنی شکست کو یاد کر کے لرزتے تھے۔ انہیں اس پر بے حد رنج واضطراب تھا۔ وہ مسلمانوں سے اس درجہ مرعوب اور ہیبت زدہ تھے کہ ان کو ہر دم یہ کھٹکا سا لگا رہتا کہ کہیں پھر سے ایسی صورت حال پیش نہ آئے۔ چنانچہ وہ اس

بات کوٹالتے رہنا چاہتے تھے کہ مسلمانوں سے آمنا سامنا ہو۔

قریش کا پیشہ تجارت تھا وہ موسم سرما میں حبشہ اور موسم گرما میں شام بغرض تجارت جایا کرتے تھے۔ جب گرمیوں کا زمانہ شروع ہوا تو انہیں شام کی طرف مال تجارت لے کر جانا ناگزیر تھا۔لیکن بدلے ہوئے حالات میں ان کے لئے یہ بات فکر وتشویش کا باعث تھی کہ راستوں پر مسلمانوں کا اثر قائم ہے۔ باشندگان ساحل مسلمانوں کے موئید وہمدرد تھے جس کی وجہ سے تجارتی شاہراہ قریش کے لئے پر ازصعوبت بن گئی تھی اگر وہ قدیمی راستے سے سفر کرتے تو ان کے جان ومال کی کوئی ضمانت نہ تھی۔ اس سال صفوان بن امیہ کو قریش کے تجارتی کاروان کا سربراہ وذمہ دار بنایا گیا تھا۔ چنانچہ سب سے زیادہ اسی کو یہ فکر لاحق تھی کہ کس طرح محفوظ طریقہ سے شام کی طرف جانا اور آنا ہوگا کیونکہ مسلمان ساحل چھوڑ کر ہٹتے ہی نہ تھے اور عام لوگ ان کے ساتھ تھے۔ قریش کے لئے شام جانے کے واسطے ساحلی راستہ قریبی اور سہولت بخش تھا۔ مگر فتح بدر کے بعد یہ راستہ ان کے لئے نہایت خطرناک بن گیا تھا۔ صفوان نے قریش کے سامنے اپنے اندیشوں کا اظہار کیا اور رائے طلب کی کہ کونسا راستہ اختیار کیا جانا چاہئیے۔ تمام قریشوں نے اس مسئلہ پر بڑی سنجیدگی کے ساتھ غور وخوض کرنا شروع کیا آخر کار طے ہوا کہ ساحل کا راستہ ترک کر کے عراق کے راستہ سے شام کا سفر کیا جائے۔ اگرچہ کہ یہ راستہ طوالت کے لحاظ سے ساحلی رستہ سے کہیں زیادہ تھا اور مدینہ منورہ کی مشرقی سمت میں فاصلہ سے گزرتا تھا۔ اگرچہ قریش اس راستہ سے ناواقف تھے لیکن جب یہ قرارداد ہوئی تو ایک رہبر کو ساتھ رکھ لیا گیا۔ یہ فرات بن حیان تھا جو بکر بن وائل کے قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔

صفوان بن امیہ کی سرکردگی میں یہ کاروان روانہ ہوا اس کے ساتھ قریش کے اہم تجار تھے اور بے حد وحساب مال تجارت ہمراہ تھا نئے راستے سے سفر کرنے کا سارا حال جب مسلمانوں کے علم میں آیا تو ایک رسالہ حضرت زید بن حارثہؓ کے زیر کمان مدینہ منورہ سے روانہ ہوا اور بڑی تیزی کے ساتھ سفر کر کے بے

خبر قریشیوں کے قردہ نامی مقام پہنچ کر خیمہ زن ہوتے ہی پہنچ گیا اور اچانک قریش کے کاروان کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ صفوان بن امیہ اور دیگر قریشی بھاگ کھڑے ہوئے کیونکہ فرار کے سواء ان کے ہاں کوئی چارہ نہ تھا۔ فرات بن حیان اور دیگر دو افراد اسیر ہوئے۔ ظروف چاندی اور دیگر ساز و سامان بطور غنیمت ہاتھ آیا جسے خمس نکال کر سریہ کے تمام مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا۔ فرات بن حیان جب بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہوئے تو صدق دل کے ساتھ حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

اس واقعہ کو حضرت حسانؓ بن ثابت نے نہایت موثر الفاظ میں نظم کیا ہے جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔ ابن ہشام میں اصل اشعار موجود ہیں۔ حضرت حسانؓ نے قریشیوں کی ملامت کرتے ہوئے کہا کہ "شام کی نہروں کو اب چھوڑ دو کہ ان کے (اور تمہارے) درمیان ایسی تیز (تلواریں) حائل ہو گئی ہیں جو پیلو کے درخت کھانے والی حاملہ اونٹنیوں کی طرح (خوفناک) ہیں۔ (مذکورہ تلواریں) ان لوگوں کے ہاتھوں میں ہیں جنھوں نے اپنے پروردگار اور اپنے حقیقی مدد کرنے والے کی طرف ہجرت کی ہے اور فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں۔ بطن عالج کی نشیب کی طرف کوئی (قافلہ) چلے تو اس سے کہہ دینا کہ ادھر راستہ نہیں۔"

غزوہ بدر کے بعد اہل قریش کا یہ زبردست نقصان تھا جس نے ان کے رنج و ملال اور غیض و غضب میں اضافہ کر دیا۔ مکہ میں اس واقعہ پر ایک تہلکہ مچ گیا قریش نے سر جوڑ کر سوچا کہ اب انھیں کیا کرنا چاہئیے۔ مسلمانوں سے صلح و دوستی کا کوئی تصور نہ تھا اب صرف لڑائی اور انتقام کا راستہ ہی قریش کو نظر آ رہا تھا۔

جنگ احد سے پہلے
قریش کی تیاریاں

قریش بدر کے معرکہ میں اپنی شرمناک شکست اور شدید جانی نقصانات پر بڑے پیچ وتاب کھارہے تھے۔ انہیں رہ رہ کر اپنے صنادید اور اکابر کا قتل غم وغصہ میں ڈبو رہا تھا محض اپنی انا اور پندار کی خاطر کھلے طور پر سے آہ زاری سے بھی رکے ہوئے تھے اور مسلمانوں کے پاس اسیر اپنے لوگوں کی رہائی کے لئے وہ عجلت سے گریز کررہے تھے کہ کہیں اہل اسلام کو ان کے اضطراب اور بودے پن کا احساس نہ ہوجائے حالانکہ وہ درحقیقت بالکلیہ مایوس، پریشان، غم والم اور ناامیدی کے شکار اور بے بس ہوچکے تھے۔ اپنے سینوں میں دہکتی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی خاطر ان کفار قریش نے آپس میں مل بیٹھ کر یہ طے کیا کہ مقتولین بدر کا انتقام لینے کے لئے ایک بار پھر پورے جوش وخروش کے ساتھ اس کی تیاریاں شروع کریں۔ بدر کی ذلت آمیز شکست کا یوں تو سارے اہل مکہ کو رنج وملال اور شرمندگی اور احساس رسوائی تھا لیکن جن کے عزیز واقارب غزوہ بدر میں مقتول ہوئے تھے ان کا غیظ وغضب اور انتقامی جوش وجذبہ بہت تیز تھا ایسے لوگوں میں عکرمہ بن ابی جہل، صفوان بن امیہ، ابوسفیان بن حرب اور عبداللہ بن ربیعہ بہت نمایاں تھے اور وہ پوری قوم کو طرح طرح سے اکسانے میں مشغول تھے۔ ان لوگوں کے باپ، بھائی، بیٹے یا بھتیجے میدان بدر میں مارے گئے تھے۔

قریش کے علم میں یہ بات تھی کہ وہ کاروان تجارت جسے ابوسفیان ساحلی راستے سے بحفاظت نکال لایا تھا اس میں بے پناہ مال ومتاع محفوظ تھا جو اصل سرمایہ کے ساتھ زرمنافع کی کثیر تعداد دولت پر مشتمل

تھا اسے دار الندوہ میں بطور امانت رکھا گیا تھا۔ چنانچہ قریش نے ابوسفیان اور دیگر تجار سے جن کا مال اور نفع لوگوں کے جذبات انتقام کے لئے سامان تشفی بن سکتا تھا یوں کہا کہ ''اے گروہ قریش (حضرت) محمدؐ نے تمہارا قلع قمع کر دیا ہے تمہارے بہترین آدمیوں کو موت کے منہ میں جھونک دیا ہے۔ اس لئے ان سے انتقام لینے کے لئے تمہیں چاہئے کہ اپنے مال و متاع سے ہماری مدد کرو تا کہ ہم (حضرت) محمدؐ سے جنگ کر کے اپنا حساب چکائیں اور جذبہ انتقام کی تسکین کر لیں''۔

ایک تفصیل یہ بھی ملتی ہے کہ قریشوں نے ابوسفیان اور اس کے تجارتی رفقاء کا وہ مال جو انہوں نے بچا کر نکال لایا تھا اسے بہ اصرار ان سے حاصل کر لیا تا کہ جنگی اخراجات کی تکمیل ہو سکے اور اپنا سرمایہ و نفع دونوں مسلمانوں سے انتقام لینے کی خاطر ان کے حوالے کر دیا۔ یہ مال ایک ہزار اونٹوں اور پچاس ہزار دینار کے اسباب پر مشتمل تھا جسے بیچ کر ساری رقم جنگ کے لئے استعمال میں لائی گئی۔ ان ہی لوگوں کے بارے میں قرآن فرماتا ہے۔

بے شک جو لوگ کفر پر مصر ہیں وہ اپنے اموال کو اس مقصد سے خرچ کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اللہ کے راستے میں رکاوٹیں پیدا کر سکیں۔ لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ اموال کو خرچ کر کے بجز حسرت و یاس کے اور کچھ نہ پائیں گے اور جن لوگوں نے کفر اختیار کر رکھا ہے وہ بالآخر جہنم میں اکٹھا کئے جائیں گے۔

(ق ر سورہ الانفال آیت ۳۶)

قریش کے ناعاقبت اندیش اور غصہ سے حواس باختہ سرداروں کے جوش دلانے پر نہ صرف ابو سفیان کے تجارتی ساتھی بلکہ اور لوگوں نے بھی جنگ کی تیاریوں کیلئے ممکنہ طور پر مال حوالے کیا اور مسلمانوں کے خلاف انتقامی جنگ کے لئے جمع ہو گئے۔ انہوں نے اس سلسلے میں عام اعلان کیا کہ جو رضا کارانہ طور پر اس مہم میں حصہ لینا چاہے آسکتا ہے اور پرچم قریش کے نیچے جمع ہو جائے۔ چنانچہ قبائل

کنانہ کے لوگ اور اہل تہامہ نے قریش کی اپیل پر اس مہم میں شمولیت اختیار کی ۔قریش انتقامی جوش میں اس قدر از خود رفتہ ہو گئے کہ ہر وہ کام اس مقصد کے لئے کرنا چاہ رہے تھے جو ان کے لئے تسکین اور مسلمانوں کے لئے ضرر ونقصان کا باعث بن سکے ۔ انہوں نے ترغیب وتحریص کی ہر امکانی صورت کو آزمایا یہاں تک کہ ابوعزہ شاعر جو اسیر بدر تھا اور جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ازراہ کرم اس وعدہ پر کہ وہ مسلمانوں کے خلاف آئندہ کوئی دریدہ دہنی اور عملی اقدام نہ کرے گا رہا فرما دیا تھا اسے صفوان بن امیہ نے ابھارا کہ وہ قبائل عرب میں جا کر انہیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بھڑکائے اور ابوعزہ سے اس کام کے لئے خوب مال ومتاع دینے کا وعدہ کیا اور اسے اس کام پر لگا دیا۔ اس بدبخت نے حضورؐ سے کئے ہوئے وعدہ کو پس پشت ڈال کر قبائل کے جذبات حمیت کو ابھارنے والے اشعار کہے اور انہیں بھڑکانا شروع کیا۔ قریش نے اور لوگوں کو بھی اس کام کے لئے خریدا چنانچہ ایک اور شاعر مسافع بن عبد مناف کو بھی انہوں نے اس کام پر لگا دیا اور کئی طریقوں سے وہ اپنی اس مہم کو کامیاب بنانے میں جٹ گئے ۔تحریص وترغیب کے علاوہ انہوں نے ڈرا دھمکا کر بھی بہت سارے لوگوں کو اپنے ساتھ کر لیا۔ اس دوران غزوہ سویق میں بے نیل مرام فرار اختیار کرنے والے ابوسفیان نے لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف مجتمع کرنے میں کچھ زیادہ ہی سرگرمی کا مظاہرہ کیا۔ ابھی یہ لوگ انتقامی جنگ کا سامان کر ہی رہے تھے کہ سریہ زیدؓ بن حارثہ سے قریش کو جو زبردست نقصان پہنچا اس نے گویا جلتے پر تیل کا کام کیا۔ قریش اس واقعہ پر بلبلا اٹھے اور بہ عجلت ایک فیصلہ کن جنگ کرنے کے لئے اپنی تیاریوں اور کوشش کو تیز کر دیا۔ اسباب جنگ اکٹھا کئے جانے لگے اور لوگ جوق در جوق جمع ہونے لگے ۔

حضور انورؐ کو اطلاع اور صحابہ سے مشاورت

مکہ میں مسلمانوں کے خلاف انتقامی جنگ کے لئے قریش کی سرگرمیوں اور پر جوش تیاریوں کے متعلق حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ نے ایک مکتوب میں تفصیل سے لکھا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بھیج دیا۔ خط ملنے کے بعد حضور انورؐ نے حضرات انسؓ اور مونسؓ کو قریش کی خبر لینے کے لئے روانہ فرمایا۔ حضرت عباسؓ نے قریش کے لشکر کے حرکت میں آتے ہی بہ عجلت ممکنہ ایک تیز رو قاصد کے ذریعہ مدینہ منورہ خبر بھیجی تھی۔ چنانچہ تحقیق حال کو گئے ہوئے حضرات انسؓ و مونسؓ نے واپس لوٹ کر اطلاع دی کہ قریش کا لشکر مدینہ منورہ کے قریب پہنچ رہا ہے۔ بعد ازاں حضور اکرمؐ نے حضرت حباب بن منذرؓ کو لشکر قریش کی تعداد اور طاقت کا اندازہ لگانے کے لئے روانہ فرمایا جنھوں نے نہایت عمدگی اور تحقیق کے ساتھ ان کی تفصیلات معلوم کر کے رسول اللہؐ کے سامنے روئیداد رکھی۔

قریش کے لوگوں کے ساتھ ان کے حلیفوں اور احابیش کو ملا کر کل تین ہزار کا لشکر تھا انہوں نے لڑنے والوں کی ہمت بندھانے اور انھیں جنگ کے دوران غیرت مند رکھنے کے لئے عورتوں کو بھی ساتھ لے لیا جن کی تعداد پندرہ تھی۔ بار برداری کے لئے تین ہزار اونٹ ساتھ لئے اور دو سو گھوڑوں کو بغیر سواری کے لے کر نکلے تھے۔ ہتھیاروں کی بڑی تعداد کے علاوہ سات سو زرہیں ان کے سامان میں شامل ہیں۔

حضرات انسؓ و مونسؓ اور حباب بن منذرؓ کی اطلاعات کے باعث مدینہ منورہ میں ہنگامی صورت حال کے تحت عام چوکسی اختیار کر لی گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مہاجرین و انصار صحابہ کرام سے مشاروت فرمائی۔ حضرات سعدؓ بن معاذ، اسید بن حضیرؓ اور سعد بن عبادہؓ نے مسجد نبوی اور کاشانہ اقدس پر پہرہ کی ذمہ داری قبول کی اور ساری ساری رات جاگ کر اپنے فرائض انجام دینے لگے۔ کچھ دستے

مدینہ منورہ کے راستوں پر متعین ہوئے تا کہ کسی اچانک حملہ کی صورت میں بھرپور مدافعت ہو سکے۔

قریش کا لشکر مکہ سے مدینہ منورہ عام تجارتی شاہراہ پر آگے بڑھ رہا تھا اور مدینہ منورہ کے نزدیک پہنچ کر وادی عقیق سے گزرتے ہوئے کوہ احد کے قریب مقام عینین میں وادئ قناہ کے کنارے خیمہ زن ہو گیا۔ یہ جمعہ ۶ رشوال سنہ ۳ ہجری کا واقعہ تھا۔

صحابہ اکرم سے مشورہ کے نتیجہ میں دو رائیں سامنے آئیں۔ پہلی یہ کہ مدینہ منورہ ہی میں پناہ گزیں ہو کر قریش کے حملے کا مقابلہ کیا جائے۔ یہ اکابرین مہاجرین وانصار کی رائے تھی جب کہ نوجوانوں اور پر جوش صحابہ کرام نے جنھیں جنگ بدر میں شرکت کا موقع نہ مل سکا تھا ان الفاظ میں تجویز پیش کی کہ ہمارا جہاد شوق شہادت اور راہ حق میں فدا ہو جانے کا جذبہ اس بات پر مصر ہے کہ مدینہ منورہ سے باہر نکل کر دشمنان خدا اور رسول سے مقابلہ کریں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی رائے کو بڑے زوردار انداز سے پیش کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا رویائے مقدس بیان فرمایا کہ ''میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک مضبوط زرہ میں ہوں اور ایک گائے ہے کہ ذبح کی جا رہی ہے''۔ جس کی تعبیر یوں ارشاد فرمائی کہ مدینہ منورہ بمنزلہ مضبوط زرہ کے ہے اور ذبح بقر سے اس طرف اشارہ ہے کہ میرے اصحاب میں سے کچھ لوگ شہید ہوں گے''۔ حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ ''میں نے دیکھا کہ میری تلوار کے سرے پر کچھ شکستگی ہے اور یہ بھی دیکھا کہ میں نے اپنا ہاتھ ایک محفوظ زرہ میں داخل کیا ہے''۔ اس کی تعبیر یہ بتلائی کہ حضور انورؐ کے گھر کا کوئی فرد شہید ہو گا۔ ایک دوسری روایت کے بموجب تلوار کے سرے کی شکستگی سے مطلب یہ کہ کچھ صحابہ کی شہادت ہو گی اور زرہ کی یہ تعبیر بتلائی کہ اس سے مراد شہر مدینہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رجحان اقدس بھی دفاعی حکمت عملی کے سلسلے میں اس طرف تھا کہ مدینہ منورہ سے باہر نہ نکلیں بلکہ شہر کے اندر ہی قلعہ بند ہو جائیں۔ اگر قریش اپنے پڑاؤ میں مقیم رہتے ہیں تو

یہ ان کے لئے بے مقصد ہو جائے گا اور اگر مدینہ میں داخل ہو تے ہیں تو مسلمان گلی کوچوں کے موڑ اور سڑکوں پر ان سے مقابلہ کریں گے اور عورتیں چھتوں کے اوپر سے خشت باری کریں گی ۔ یہی ارشاد مبارک نہایت اعلیٰ، مفید، قابل عمل اور صحیح تھا اور سارے اکابر صحابہ کرام بھی اس سے متفق و مطمئن تھے ۔

راس المنافقین عبداللہ بن ابی جو خزرج کے نمائندے کی حیثیت سے مجلس مشاروت میں موجود تھا اور چاہتا تھا کہ جنگ سے دور رہے اور کسی کو اس کا اندازہ بھی نہ ہو سکے ۔ اس نے مدافعانہ نقطہ نظر سے نہیں بلکہ اپنی غرض کے پیش نظر مدینہ میں رہ کر مقابلہ کرنے سے اتفاق کیا۔لیکن اللہ تعالی کا یہ منشا تھا کہ عبداللہ بن ابی اپنے ساتھیوں کے ساتھ برسر عام رسوا ہو جائے اور اس کا کفر و نفاق سب پر ظاہر ہو جائے ۔ پیش آنے والے واقعہ نے اس کے نفاق کو عیاں کر دیا۔

اکثر صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نہایت ادب اور جذبہ فدائیت کے ساتھ اپنے شوق شہادت کی کیفیت کے زیر اثر اصرار کیا کہ مدینہ منورہ سے نکل کر ہی مشرکین سے مقابلہ کا حکم سرفراز فرمائیں ۔ وہ کہہ رہے تھے کہ یا رسول اللہؐ! ہم اس موقع کے لے دعائیں مانگ رہے تھے اب جب کہ وہ وقت آ گیا ہے تو ہمیں باہر نکل کر دشمن کو مزہ چکھانے کی اجازت مرحمت فرمائیں مبادا وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ ہم خوفزدہ ہو گئے ہیں ۔ اصرار کرنے والوں میں حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب، حضرت نعمان بن مالکؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ کے نام ملتے ہیں ۔ اس وقت صحابہ کرام کی بڑی جماعت باہر نکل کر مقابلہ کرنے کی تائید میں تھی ۔

احد کی طرف روانگی

قریش کے حملے کا مدینہ منورہ سے نکل کر جواب دینے کی رائے اکثریت کی تھی اور اس پر اصرار کرنے والے جذبہ ایمان کے ساتھ مشتاق جنت تھے ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب دیکھا کہ

شوق شہادت اور طلب جنت کا صحابہ کرام میں جذبہ بہت شدید ہے تب حضور اقدسؐ نے ارادہ فرمایا کہ مدینہ سے باہر جا کر مقابلہ کیا جائے۔ یہ جمعہ کا دن تھا جمعہ کی نماز سے فراغت کے بعد حضور انورؐ نے وعظ فرمایا اور لوگوں کو جہاد کی ترغیب دی اور مشرکین سے مقابلہ کے لئے تیاری کا حکم دیا۔ یہ سنتے ہی پرستاران توحید اور شمع رسالتؐ کے پروانوں میں خوشی و مسرت کی لہر سی دوڑ گئی اور سب آخرت کے بہترین اجر کے حصول کے لئے بصد ہزار شوق تیاریاں کرنے لگے۔ عصر کے وقت تک مجاہدین پوری تیاریوں کے ساتھ آمادہ جہاد ہو چکے اور سارے لوگ مسجد نبوی میں جمع ہونے لگے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا فرمائی حجرہ شریفہ میں تشریف لے گئے۔ اسی اثناء میں باہر جمع لوگوں میں دوبارہ یہ بات زیر بحث آئی کہ شہر سے باہر نکل کر مقابلہ پر اصرار کیوں کیا گیا جب کہ مدینہ میں رہ کر بہترین طریقہ سے مشرکین سے نپٹا جا سکتا تھا۔ یہ بات حضرات سعدؓ بن معاذ اور اسید بن حضیرؓ کی جانب سے اٹھائی گئی اس پر باہر جا کر مقابلہ پر اصرار کرنے والوں کو بھی احساس ہوا اور اب آپس میں گفتگو کا حال نکل آیا کہ یہ بات حضور انورؐ پر چھوڑ دی جائے اور حضور اکرمؐ کے منشاء کے موافق ہو گا۔ سرکار دو عالمؐ نے عمامہ شریف باندھا، زرہیں زیب تن فرمائیں، تلوار حمائل کی اور ہتھیاروں سے آراستہ ہو کر باہر رونق افروز ہوئے۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ''یا رسول اللہؐ! ہم نے غیر ضروری طور پر اصرار کیا کہ مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے جو کسی طرح مناسب اور زیبا نہ تھا آپ صرف اپنی رائے پر عمل فرمائیں''۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''کسی نبی کے لئے یہ جائز نہیں کہ ہتھیار لگا کر اتار دے یہاں تک کہ وہ اللہ کے دشمنوں سے مقابلہ کرے''۔ دیگر کتب احادیث میں یہ ارشاد نبویؐ ملتا ہے کہ ''کوئی نبی جب اپنا ہتھیار پہن لے تو مناسب نہیں کہ اسے اتارے تا آں کہ اللہ اس کے اور اس کے دشمن کے درمیان فیصلہ فرما دے''۔ آقائے دو جہاںؐ نے مزید ہدایت فرمائی کہ ''اب اللہ کے نام پر چلو اور میں جو حکم

دوں وہ پورا کرو۔ اور سمجھ لو کہ تم جب تک صابر اور ثابت قدم رہو گے تو فتح و نصرت الٰہی تمہارے لئے ہی ہے"۔

۱۱رشوال المکرم یوم جمعہ بعد نماز عصر آقائے دو جہاںؐ ایک ہزار کی جمعیت کے ساتھ مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ حضورؐ گھوڑے پر رونق افروز تھے حضرات سعدؓ بن معاذ اور اسید بن حضیرؓ زرہ پہنے ہوئے حضورؐ کے آگے آگے چل رہے تھے اور تمام مجاہدین صحابہ کرام داہنے بائیں حضورؐ کے ساتھ رواں دواں تھے۔ سب سے پہلے حضورؐ نے مقام شیخین (مدینہ منورہ اور احد کے درمیان دو ٹیلوں کا ایک مقام) پہنچ کر لشکر اسلام کا جائزہ لیا ان میں جو کمسن شامل ہو گئے تھے انہیں واپس مدینہ منورہ بھیج دیا جن میں حضرات اسامہ بن زید، زید بن ثابت، ابوسعید خدری، عبداللہ بن عمر، اسید بن ظہیر، عرابۃ بن اوس، براء بن عازب اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہم اجمعین کے اسماء مبارک کتب مغازی و سیر میں مرقوم ہیں تاہم ایک قول یہ بھی ہے کہ حضور انورؐ کی خدمت میں سترہ صحابی ایسے پیش ہوئے تھے جن کی عمر چودہ سال تھی۔ آقائے دو جہاںؐ نے ان سب کو واپس کر دیا۔ ان کمسنوں میں رافع بن خدیجؓ بھی تھے جنھوں نے شوق شہادت کے تحت صف میں اپنے انگوٹھوں کے بل پر کھڑے ہو کر دراز قامت ہونے کا احساس دلانے کی ایمانی سعی کی تھی۔ حضور اقدسؐ نے تبسم فرماتے ہوئے انہیں شرکت جہاد کی اجازت دی تو حضرت سمرہ بن جندبؓ جو انھیں کے ہم عمر تھے انہوں نے بڑی حسرت بھری آواز میں اپنے علاتی والد مری بن سنانؓ سے کہا کہ "رافع کو اجازت دی گئی لیکن میں رہ گیا حالانکہ میں ان سے زیادہ قوی ہوں یہاں تک کہ میں ان کو کشتی میں پچھاڑ سکتا ہوں"۔ یہ بات حضرت مری بن سنانؓ نے بارگاہ رسالتؐ میں عرض کی تب حضور انورؐ نے ارشاد فرمایا کہ "رافع اور سمرہ میں کشتی کرائی جائے"۔ چنانچہ جب دونوں کے درمیان کشتی ہوئی حضرت سمرہؓ نے حضرت رافعؓ کو پچھاڑ دیا اور اس پر رسول اللہؐ نے حضرت رافعؓ بن خدیج کے ساتھ حضرت سمرہؓ بن جندب کو بھی شرکت غزوہ کی اجازت عطاء فرمائی۔

غزوہ احد

جنگ کے لئے صف بندی

احد کے نزدیک ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رات گزارنے کا فیصلہ فرمایا چنانچہ مغرب اور عشاء کی نماز پڑھ چکنے کے بعد پچاس نفوس پر مشتمل دستہ خیموں کی نگرانی کے لئے متعین ہوا جو رات بھر گشت لگاتے ہوئے اپنے فرائض انجام دے رہا تھا اس دستہ کے ذمہ دار اور قائد حضرت محمد بن مسلمہؓ بنے۔ رسول اللہؐ کے خیمہ مبارک پر حضرت ذکوان بن قیسؓ کی تعنیاتی ہوئی وہ رات بھر پہرہ کی سعادت حاصل کرتے رہے۔ آخر شب یہاں سے احد کی طرف روانگی عمل میں آئی اور مقام شوط پر نماز فجر کی ادائیگی ہوئی۔ یہ جگہ ایسی تھی جہاں سے مشرکین بہ آسانی نظر آرہے تھے۔ اسی مقام پر راس المنافقین عبداللہ بن ابی جس نے اپنے ساتھ تین سو آدمی لائے تھے بے وفائی، غداری اور تمرد کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہہ کر کہ مدینہ کے اندر رہ کر لڑائی کرنے کی اس کی تجویز نہیں مانی گئی لہذا اپنی جانوں کو ہم کیوں خطرہ میں ڈالیں، لشکر چھوڑ کر اپنے ساتھیوں سمیت نکل گیا۔ اس کی اس حرکت پر خالق کونین نے اس آیت کا نزول فرمایا۔

''اور دیکھ لوان کو جو نفاق کرتے تھے۔ اور کہا گیا ان سے آؤ لڑو اللہ کی راہ میں یا بچاؤ کرو (اپنے شہر کا) بولے اگر ہم جانتے کہ جنگ ہوئی تو ہم ضرور تمہاری پیروی کرتے، وہ کفر سے اس روز زیادہ قریب تھے بہ نسبت ایمان کے، کہتے ہیں اپنے منہ سے (ایسی باتیں) جو نہیں ہیں ان کے دلوں میں اور اللہ تعالی خوب جانتا ہے جسے وہ چھپاتے ہیں۔ (ق ر ۳ ر ۱۶۷)

حقیقت وہ نہیں تھی جس کا منافقین اظہار کر رہے تھے بلکہ راس المنافقین مسلمانوں کو پریشان

کرنے کا ارادہ بد سے عین وقت پر ایسا اقدام کرنا چاہتا تھا کہ عام آدمی الگ ہو کر لشکر اسلام کی عددی قوت گھٹا دے اور مسلمانوں کے بلند ایمانی حوصلوں پر اثر انداز ہو۔ اس کے لئے اس نے جو حیلہ بنایا وہ اس کی بدنیتی اور شرارت کا آئینہ دار تھا اگر اسے مدینہ سے نکل کر جنگ نہ کرنے کے متعلق اپنی رائے کے بارے میں اس قدر اصرار تھا تو یہاں تک نہ آتا اور اپنے آدمیوں کو بھی ساتھ نہ لاتا وہ دراصل یہی چاہتا تھا کہ کسی طرح مسلمانوں کو تکلیف اور پریشانی ہو اس لئے وہ ایسے وقت جب کہ دشمن سامنے صف آراء تھے یکا یک پلٹ پڑا تا کہ دشمنوں کو فائدہ پہنچے۔ اس نے اوس وخزرج کے چند اور لوگوں کو بھی ورغلانا شروع کیا بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے چند لوگ اس کے بہکانے کے باعث مضطرب ہو رہے تھے۔ لیکن اللہ تعالی نے ان کے دلوں کو مضبوط فرما دیا اور وہ لوگ لشکر اسلام کے ساتھ ڈٹے رہے صرف راس المافقین اپنے آدمیوں کے ساتھ نکل گیا اس کے چلے جانے کے بعد بھی مسلمانوں کے اس لشکر کی تعداد سات سو تھی جن کے منجملہ ایک سو صحابہ کرام زرہ پوش تھے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لشکر کی جانب متوجہ ہوئے اور صفوں کی ترتیب اس طرح فرمائی کہ سامنے مدینہ منورہ اور پیچھے احد تھا۔ گویا دشمنوں کا لشکر مسلمانوں کی صفوں اور مدینہ منورہ کے درمیان آ گیا دشمنوں کو درمیان میں لینے کے لئے ایسا راستہ اختیار کیا گیا جس کی رہبری کا حضرت ابوخثیمہؓ کو موقع عطاء ہوا تھا۔ رسول اللہؐ نے پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ جبل احد کے پیچھے بٹھلا دیا تا کہ قریش پیچھے سے حملہ نہ کر سکیں اور حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو اس کا امیر مقرر فرمایا اور حکم دیا کہ اگر ہم کو مشرکین پر غالب ہوتے دیکھو تب بھی یہاں سے نہ ہٹنا اور اگر مشرکین کو ہم پر غالب ہوتے دیکھو تب بھی اس جگہ سے نہ سرکنا اور نہ ہماری مدد کے لئے آنا۔

قریش کی پہل

قریش کا لشکر کچھ پہلے ہی یہاں پہنچ چکا تھا اور احد کے دامن میں پڑاؤ کیا ہوا تھا۔ قریش نے اپنے لشکر کے میمنہ پر خالد بن ولید کو اور میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل کو اور پیادوں پر صفوان بن امیہ اور عمرو بن العاص کو اور تیر اندازوں پر عبد اللہ بن ابی ربیعہ کو افسر بنایا تھا (یہ پانچوں بعد میں مشرف بہ اسلام ہو گئے)۔ جب دونوں طرف صف بندیاں ہو چکیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک تلوار ہاتھ میں لے کر فرمایا کہ "کون ہے جو کہ اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ لے؟" اتنا سننا تھا کہ بہت سارے ہاتھ اس سعادت عظیم کے لئے آگے بڑھے مگر حضورؐ نے تلوار ابھی کسی کے حوالہ نہیں کی کہ اتنے میں حضرت ابو دجانہؓ اٹھے اور ادب سے عرض کیا "یا رسول اللہؐ! اس تلوار کا کیا حق ہے"؟ حضورؐ نے فرمایا کہ "اس کا حق یہ ہے کہ اللہ کے دشمنوں پر اتنا چلے کے خم ہو جائے"۔ ایک اور روایت میں آیا کہ "اس سے کسی مسلمان کو قتل نہ کرنا اور اس کو لے کر کبھی کافر کے مقابلہ سے نہ فرار ہونا"۔ حضرت ابو دجانہؓ نے عرض کیا کہ "یا رسولؐ اللہ! میں اس کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں (یعنی اس کا حق ادا کروں گا)"۔ حضورؐ نے وہ تلوار حضرت ابو دجانہؓ کو مرحمت فرما دی۔ حضرت ابو دجانہؓ بڑے شجاع اور بہادر تھے جنگ کے وقت ان پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی تھی آپ لڑائی کے وقت سرخ عمامہ باندھ لیتے اور خراماں خراماں چلتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میمنہ پر حضرت منذرؓ بن عمرو کو مقرر فرمایا اور میسرہ پر حضرت زبیرؓ بن العوام کو متعین فرمایا جن کے مددگار حضرت مقداد بن اسودؓ بنائے گئے۔ حضرت زبیر بن العوامؓ کے ذمہ خالد بن ولید اور ان کے شہ سوار ساتھیوں کو روکنے کا کام بھی تفویض تھا۔ شنبہ ۷ شوال المکرم سنہ ۳

ہجری کی صبح فوج کی ترتیب وتنظیم ہو جانے کے بعد آقائے دو جہاںؐ نے سب سے اہم فرمان یہ جاری کیا کہ جب تک حکم نہ ملے لڑائی شروع نہ کی جائے۔ حضور اقدسؐ نے مسلمانوں کو راہ حق میں استقامت وثابت قدمی کی ہدایت فرمائی۔

قریش مکہ نے بھی اپنی صفوں کو درست کرلیا۔ سپہ سالار قریش ابوسفیان نے درمیان لشکر اپنے لئے جگہ رکھی۔ عبدالدار والوں کے پاس قریش کا پرچم تھا۔ قریش نے روایتی انداز سے مسلمانوں کے درمیان نزاع پیدا کرنے کی کوشش کی اور انصاریوں کے پاس کہلا بھیجا کہ ہمیں تم لوگوں سے کوئی مخاصمت نہیں ہمیں ہمارے قریش کے قبائل سے تعلق رکھنے والوں (یعنی مہاجرین) سے لینا دینا ہے اگر تم لوگ درمیان سے ہٹ جاؤ تو ہم تمہاری طرف رخ بھی نہیں کریں گے۔ یہ سن کر تمام انصار جاں نثار نے جواب دیا کہ رشتہ ایمان کے باعث ہم اور مہاجرین ایک ہیں تم ہماری موجودگی میں ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے اور تمہیں ہمارے رسول کریمؐ کے ساتھ زیادتیوں کی بڑی بھاری قیمت چکانی ہے۔ اس کے ساتھ انصاریوں نے اور بہت کچھ کہا جس سے قریش جھلا گئے اور لڑائی کا آغاز ہو گیا۔

قریش کی جانب سے ابوعامر سامنے آیا۔ یہ کینہ پرور شریر النفس اگرچہ کہ قبیلہ اوس کا سردار اور مدینہ کا متوطن تھا لیکن مدینہ منورہ میں نور اسلام کے پھیلنے پر یہ حاسد برداشت نہ کرسکا اور مدینہ چھوڑ کر مکہ چلا گیا تھا اور قریش کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے میں پیش پیش رہنے لگا اور حاسدانہ روش کی بناء پر ہمیشہ مسلمانوں کی ترقی اور اسلام کے پھیلاو پر جلتا رہتا تھا۔ جب احد کے لئے قریش نکلے تو یہ بھی اپنے پچاس غلام اور پندرہ قبیلہ والوں کے ساتھ چلا آیا۔ میدان احد میں اترنے والا یہ پہلا فاسق تھا۔ وہ یہ سمجھتا تھا کہ انصار (قبیلہ اوس) جب اسے میدان میں دیکھیں گے تو اس کے ساتھ ہو جائیں گے۔ حالانکہ اس نے اپنا تعارف بھی کروایا کہ اے اوس والوں! میں ابوعامر ہوں۔ لیکن سارے خداترس عاشقان رسولؐ انصاریوں

نے ایک آواز میں اس کو جواب دیا کہ "تو اللہ کا نافرمان اور فاسق ہے۔ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے فاسق فرمایا تھا اس وجہ سے وہ انصاریوں میں فاسق سے مشہور ہو گیا تھا) اور ہم ایمان و دین سے مالا مال ہیں تیرا ہم سے کیا تعلق؟''۔ یہ سن کر اس فاسق کو بے حد خجالت ہوئی اور وہ یہ کہتا ہوا کہ میری قوم کی حالت بدل گئی لشکر میں واپس آ گیا۔ یہ دراصل قریش کی ایک گھناونی چال تھی کہ انصاریوں میں افتراق پیدا کرنے اور مسلمانوں کو منتشر کرنے کے لئے انہوں نے ابوعامر فاسق کو میدان میں اتار کر یہ سمجھتے تھے کہ اسے دیکھ کر انصار اس جنگ سے دست بردار ہو جائیں گے۔ لیکن ایمان کے کیف وسرور نے اہل ایمان انصاریوں کو سوائے حق وصداقت کے ہر ایک فریب اور دھوکہ سے بے نیاز کر دیا تھا وہ ابوعامر کی گمراہی اور حسد سے بخوبی واقف ہو گئے تھے۔ اس وجہ سے اس کو دیکھتے ہی بیک وقت تمام انصار مدینہ اوس وخزرج دونوں سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں نے اس سے منہ پھیر لیا اور اس کے روبرو اس کی حقیقت اسے سمجھا دی۔

قریش کی یہ بازی بھی الٹ گئی قریش کی یہ حرکتیں اور سازشی روش ثابت کرتی ہے کہ بظاہر اپنی تعداد اسلحہ اور سامان جنگ کی کثرت کے باوجود وہ مسلمانوں سے حد درجہ خائف اور پریشان تھے۔ انھیں غزوہ بدر میں معلوم ہو چکا تھا کہ مسلمانوں کی ایمانی قوت کے سامنے دنیا کی بڑی سے بڑی طاقت بھی بے بس ہے۔ اب قریش نے خود اپنے لشکر کی ہمت بڑھانے کے لئے ساتھ آئی ہوئی عورتوں کو ان کے ذمہ کام کے لے آگے کیا۔ یہ عورتیں جن کی قیادت ہند بنت عتبہ کر رہی تھی دف بجا بجا کر اور سارے لشکر میں گھوم کر قریش کے لوگوں کو جنگ کا جوش دلا رہی تھیں۔

مشرکین کے نقصانات

میدان احد میں جب باضابطہ حق و باطل کے درمیان معرکہ آرائی کا آغاز ہو گیا تو مشرکین قریش کا علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ میدان کارزار میں اترا اور نہایت غرور کے ساتھ مسلمانوں سے کہنے لگا کہ کیا تم میں کوئی ہے جو میری تلوار سے جنت میں پہنچ جائے یا اپنی تلوار کے وار سے مجھے جہنم میں بھیج دے۔ اتنا سننا تھا کہ حیدر کردار حضرت سیدنا علی المرتضی کرم اللہ وجہ مسلمانوں کی صف سے نکلے اور اس کی اس گھمنڈی للکار کا جواب اپنی ذوالفقار سے ایسا دیا کہ ایک ہی وار میں وہ خاک چاٹنے لگا۔ اس کا ایک پیر کٹ گیا اور اس طرح زمین پر گر پڑا کہ اس کا ستر تک کھل گیا۔ حضرت علیؓ نے حیاء کی اور پھر حضرت علیؓ نے دوسرا وار یوں کیا کہ اس مغرور مشرک کا سر دو حصوں میں بٹ گیا اور وہ ازلی شقی واصل جہنم ہو گیا۔

(ابن جریر وابن سعد)

طلحہ بن طلحہ کے خاتمہ اور حضرت علیؓ کی بہادری کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ اکبر کہا اور تمام مسلمانوں نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ قریش کے بہادر ترین شہوار اور ماہر جنگ طلحہ بن ابی طلحہ کے چشم زدن میں مارے جانے سے قریش کے ہوش اڑنے لگے۔ چوں کے طلحہ علمبردار بھی تھا اس کی وجہ سے اس کی ہلاکت نے منصب لواء کے حامل قریشوں میں جوش پیدا کر دیا اور فوراً عثمان بن ابی طلحہ نے پرچم قریش سنبھالا اور رجز پڑھتا ہوا مسلمانوں کے مقابلہ پر آیا۔ حضرت شیر خدا حمزہ بن عبد المطلبؓ نے آگے بڑھ کر اس کی طرف ایسا وار کیا کہ عثمان بن ابی طلحہ کے دونوں ہاتھ شانوں سے الگ ہو گئے اور علم اس کے ہاتھوں سے چھوٹ گیا اور پھر تھوڑی دیر بعد اس کا خاتمہ ہو گیا۔

بعد ازاں ابوسعد بن ابی طلحہ نے قریش کا جھنڈا سنبھالا اور میدان میں اپنے کمال فن جنگ کا مظاہرہ کرنا چاہ رہا تھا کہ حضرت سعد بن ابی اوقاص رضی اللہ عنہ نے ایک تیر تاک کر اس کے حلق پر چلایا جس کے صدمہ و اثر سے اس کی زبان نکل پڑی اور وہیں زمین پر ڈھیر ہو کر تڑپنے لگا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے آگے بڑھ کر اس پر ایک زوردار وار کیا اور اسے جہنم کا ایندھن بنا دیا۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ ابوسعد نے باہر نکل کر دعوت مقابلہ دی تھی جس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اس کا مقابلہ کیا۔ دونوں نے اگرچہ کہ تلوار کے ایک دوسرے پر وار کئے لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اسے ختم کر دیا۔

قریش کے پرچم اٹھانے والے عبدالدار کے بہادر یکے بعد دیگرے ختم ہونے لگے۔ ابوسعد بن ابی طلحہ کے بعد مسافع بن طلحہ نے آگے بڑھ کر پرچم اٹھایا۔ اس کا مقابلہ ابھی کسی سے دو بہ دو ہونا باقی تھا کہ حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ نے دور ہی سے اسے اپنے تیر کا نشانہ بنالیا اور ایک ہی حملہ میں اس کا خاتمہ کر دیا۔

مسافع بن طلحہ کے ڈھیر ہوتے ہی اس کا بھائی حارث بن طلحہ بن ابی طلحہ نے علم سنبھالا اور یہ بھی حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ کے وار کی تاب نہ لا سکا اور قتل ہو گیا۔ ایک اور روایت کے بموجب حارث بن طلحہ بن ابی طلحہ حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ کی شجاعت و بہادری کے سامنے ٹھہر نہ سکا اور آپ کے حملہ سے قتل ہوا۔

کلاب بن طلحہ بن ابی طلحہ بنی عبدالدار کا پانچوں علمبردار تھا جس نے حارث کے ہاتھ سے جھنڈا لیا تھا۔ اس کے میدان میں نکلتے ہی حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ نے آگے بڑھ کر اس قدر زوردار وار کیا کہ میدان میں اس کی لاش تڑپنے لگی۔

کلاب کے قتل کر دیئے جانے کے بعد قریشوں کا پرچم جلاس بن طلحہ بن ابی طلحہ کے ہاتھوں میں آیا۔ جلاس کو دیکھ کر حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے اسے قابو میں کرنے کے لئے اقدام کیا پھر اسے پوری طرح مغلوب کر لیا۔ جلاس حضرت طلحہ کی گرفت سے بچ نہ سکا اور قتل ہو گیا۔ ایک روایت میں یہ بھی آیا ہے

کہ جلاس حضرت عاصمؓ کے تیر کا نشانہ بنا تھا۔ یہ تمام ایک ہی گھرانے کے افراد تھے۔ یعنی بنی عبدالدار کے، جن کے پاس قریش کا عہدہ لواء تھا یہ چھ قریشی جنگجو ابوطلحہ عبداللہ بن عثمان کے بیٹے اور پوتے تھے۔ قریش کے علمبردار یکے بعد دیگر مارے جانے لگے جن کی تعداد چھ تک پہنچ گئی۔ یہ سب اپنے قبیلہ کے منصب کو نبھاتے ہوئے مسلمانوں کے ہاتھوں واصل جنہم ہونے لگے۔

میدان کارزار میں سپہ سالار کا عہدہ اور اس کی اہمیت سے ہر ایک واقف ہے تاہم علمبردار کی حیثیت بھی کلیدی اہمیت رکھتی ہے۔ کیونکہ فوج میں ہر ایک کی نظر جھنڈے پر ہوا کرتی ہے۔ دونوں فریقین ایک دوسرے کے جھنڈے کو نیچا کرنے کے لئے کوشیاں رہتے ہیں اس لحاظ سے ہر معرکہ میں علمبردار پر بھاری ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہی اپنے پرچم کو بلند اور محفوظ رکھ کر لڑنے والوں کے حوصلوں کو بنائے رکھتا ہے قریش میں علمبردار عبدالدار کے ذمہ تھی جس کی حفاظت ان کے لئے عزت و وقار کا مسئلہ تھا لہذا ابوطلحہ کے گھرانے کے لوگوں میں سے چھ کا مسلسل ختم ہونا اسی کے زیر اثر تھا۔ آخر کار اسی قبیلہ کے ایک اور فرد ارطاۃ بن شرحبیل نے قریشی جھنڈا سنبھالا لیکن یہ بھی حضرت علیؓ کے ہاتھوں اپنے انجام کو پہنچا۔ ایک اور روایت سے پتہ چلتا ہے کہ ارطاۃ کو حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ نے واصل جہنم کیا۔

ارطاۃ بن شرحبیل کے گرتے ہی قریش کی طرف سے شریح بن قارظ بڑھا اور علم ہاتھ میں لیا لیکن اس کا بھی آناً فاناً خاتمہ ہو گیا۔ شریح کے بعد عبدالدار کا غلام صواب حبشی نے جھنڈا سنبھالا اور اخر وقت تک اس کا بچاؤ کرتا رہا۔ آخر کار وہ بھی مارا گیا۔ اسے کس نے ختم کیا اس بارے میں مختلف نام ملتے ہیں قریش کی طرف سے دیکھتے ہی دیکھتے بائیس افراد قتل ہو گئے۔ ان میں اکثریت اکابر قریش سرداروں کی تھی۔

حضرت ابودجانہؓ کی بہادری

لوگوں میں گھمسان کی لڑائی جاری تھی اور جنگی سرگرمیاں نقطہ عروج پر تھیں اتنے میں لوگوں نے دیکھا کہ حضرت ابودجانہؓ جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی تلوار عطاء فرمائی تھی اور جو نہایت شجاع اور بہادر تھے انہوں نے اپنے سر پر سرخ عمامہ باندرکھا تھا اور نہایت ہی خاص جوشیلی چال چلتے ہوئے میدان میں نمودار ہوئے۔ ان کی زبان پر شعری آہنگ میں یہ الفاظ جاری تھے کہ ''میں وہی ہوں جس سے میرے خلیل (رسول اللہؐ کہ جن کی محبت میرے اندرون قلب سرایت کرگئی ہے) نے عہد لیا ہے جب کہ ہم دامن کوہ میں نخلستان کے قریب تھے کہ میں صف میں پیچھے کھڑا نہ رہوں گا اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی تلوار سے اللہ کے دشمنوں کا خاتمہ کرتا رہوں گا''۔ حضورؐ نے ابودجانہؓ کے اکڑتے ہوئے چلنے کے انداز پر ارشاد فرمایا کہ ''سوائے اس وقت کے کسی اور وقت اللہ تعالیٰ کو یہ چال سخت ناپسند ہے'' (یعنی محض اللہ اور اس کے رسولؐ کے دشمنوں کے مقابلہ میں اگر ایسا اکڑتے ہوئے چلنا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ اپنے نفس کے لئے ہو تو منع ہے) جب جنگ پورے شباب پر تھی تو حضرت ابودجانہ لڑتے ہوئے دشمنوں کی صفوں کو چیرنے لگے اور جہاں تک ممکن ہوا قلب دشمن میں اندر گھستے چلے گئے۔ حضرت زبیر بن العوامؓ برابر ان پر نظر رکھے ہوئے تھے تا کہ دیکھیں کہ وہ رسول اللہؐ کی تلوار کا حق کس طرح ادا کرتے ہیں۔ حضرت زبیرؓ کا بیان ہے کہ حضرت ابودجانہؓ کے مقابلہ پر جو بھی آتا تھا اس کا خاتمہ ہو جاتا تھا۔ مشرکوں میں ایک ایسا شخص بھی تھا جو مسلمانوں پر سخت حملہ کر رہا تھا۔ پھر یوں ہوا کہ ابودجانہؓ اور وہ شخص ایک دوسرے کے قریب ہو رہے ہیں۔ حضرت زبیرؓ نے دعاء کی کہ ''اے اللہ! ان دونوں میں مدبھیڑ ہو جائے''۔ اللہ کا کرنا

ایسا ہوا کہ دونوں میں مقابلہ ہو ہی گیا۔ دونوں طرف سے تلواریں چلنے لگیں۔ مشرک نے حضرت ابو دجانہؓ پر وار کیا جسے انھوں نے اپنی تلوار پر لیا اور بچ نکلے پھر حضرت ابو دجانہؓ نے اس شدت کے ساتھ اس پر وار کیا کہ کہ وہ مشرک وہیں ڈھیر ہو گیا۔

پھر حضرت ابو دجانہؓ کی تلوار ہند بنت عتبہ کے سر پر تھی کہ خود ہی یہ وار روک لیا۔ جب ابو دجانہؓ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انھوں نے کہا کہ "میں نے ایک شخص کو دیکھا کہ لوگوں کو جنگ پر اکسا رہا ہے میں اس کی طرف رخ کر لیا (تا کہ اس کا بھی خاتمہ کر دوں) اور جب تلوار اس پر اٹھائی تو بلبلا نے لگا۔ دیکھا تو عورت تھی۔ میں نے سوچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلوار سے ایک عورت کو کیا ماروں اس سے تو ایک پروقار تلوار کو پاک رکھنا ہی بہتر ہے"۔

حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ کی شہادت عظمی

حضرت حمزہ بن عبدلمطلبؓ میدان جنگ میں اپنی سیف کے جوہر دکھا رہے تھے۔ اس قدر شدت اور دلیری کے ساتھ مصروف جدال وقتال تھے کہ جس طرف نکلتے دشمنوں کا صفایا ہوتا جا رہا تھا۔ کفار آپ کے حملوں سے پریشان تھے ارطاۃ بن شرحبیل آپ ہی کا نشانہ بنا تھا۔ پھر حضرت حمزہؓ نے مشہور قریشی سباع بن عبدالعزی کا خاتمہ کیا۔ کوئی ان کے مقابلہ میں ٹھہرنے کی جسارت کر نہیں سکتا تھا اس موقع پر جبیر بن مطعم کا غلام وحشی نے حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ کو دیکھا کہ وہ قریشیوں کا صفایا کرتے جا رہے ہیں جبیر کا چچا طعیمہ بن عدی جنگ بدر میں حضرت حمزہؓ کے ہاتھوں ہی جہنم رسید ہوا تھا اور جبیر نے وحشی کو اسی لئے آمادہ کیا تھا کہ اگر حضرت حمزہؓ سے بدلہ لے لے تو وہ آزاد کر دیا جائے گا اسی قرارداد پر وہ احد میں

آیا تھا۔ جب حضرت حمزہؓ سباع بن عبد العزی سے نپٹ رہے تھے اور اسے ختم کر چکے اس وقت وحشی ایک پتھر کی آڑ میں بیٹھا حضرت حمزہؓ کو تاک رہا تھا۔ جب وہ سامنے سے گزرے تو وحشی نے تاک کر پیچھے سے نیزہ پھینک مارا جو سید الشہداء حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کے بدن مبارک کے آر پار ہو گیا۔ حضرت حمزہؓ نے پلٹ کر تعاقب بھی کیا مگر زخم شدید تھا اور اس کے اثر سے آپ زمین پر آ رہے یہاں تک کہ جاں بحق ہو گئے۔ اس سانحہ عظمیٰ کا رسول اللہ ﷺ کو بے حد رنج و ملال ہوا۔ وحشی حضرت حمزہؓ کو شہید کرنے کے بعد جنگ سے علیحدہ ہو کر ایک جگہ جا بیٹھا کیونکہ آزادی کی خاطر اس کا مقصد پورا ہو گیا تھا۔

شیر خدا و رسول ﷺ حضرت حمزہ بن عبدلمطلبؓ کی شہادت عظمیٰ کے باوصف مسلمانوں کے حوصلے برابر بلند رہے۔ حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی کا کہنا تھا کہ وہ محض اپنی آزادی کی قیمت کے طور پر حضرت حمزہؓ کے قتل کے لئے آیا تھا۔ یہی وحشی فتح مکہ کے بعد وفد طائف کے ساتھ جب بارگاہ رسالت ﷺ میں شرف یاب اسلام ہونے کے لئے حاضر ہوا تو لوگوں نے اسے دیکھ کر (پکڑ لیا اور) کہا "یا رسول اللہ ﷺ! یہ وحشی ہے یعنی آپ کے عم محترم حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ کا قاتل"، تب حضور رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "اس کو چھوڑ دو"۔ پھر حضور انور ﷺ نے اس سے حضرت حمزہؓ کی شہادت کا واقعہ دریافت فرمایا۔ وحشی نے نہایت خجالت و ندامت کے ساتھ محض حضور اقدس ﷺ کے ارشاد کی تکمیل میں سارا واقعہ کہہ سنایا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وحشی کو داخل اسلام فرمایا البتہ یہ ارشاد فرمایا کہ "اگر ہو سکے تو میرے سامنے نہ آیا کرو اس لئے کہ تم کو دیکھ کر چچا حمزہؓ کا صدمہ تازہ ہو جاتا ہے"۔ وحشیؓ کو چوں کہ حضور ﷺ کو ایذا پہنچانا مقصود نہ تھا اس لئے جب بھی حاضر خدمت ہوتے تو بجائے حضور انور ﷺ کے سامنے بیٹھنے کے

پس پشت مبارک بیٹھا کرتے اور ہمیشہ انہیں اس بات کا خیال اور دھن لگی رہتی کہ اس کا کوئی کفارہ کروں چنانچہ انہوں نے کفارہ میں مسیلمہ کذاب کو اسی نیزہ سے مار کر واصل جہنم کیا۔ انہوں نے ایک خیر الناس کے قتل کی ایک شر الناس کے قتل سے مکافات کی۔

مسلمانوں کا پلہ بھاری

حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ کی شہادت نے مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا تھا تاہم مسلمانوں کے جذبہ ایمان، ذوق جہاد اور شوق شہادت نے انھیں دشمنوں پر بھاری رکھا۔ مسلمان پورے عزم و استقامت، شجاعت و دلیری، پامردی و جانبازی کے ساتھ دشمنوں کے مقابلہ میں ڈٹے ہوئے داد شجاعت دے رہے تھے۔ ان ہی اللہ کی راہ میں سر بکف ہستیوں میں سے ایک حضرت حنظلہؓ بھی تھے جو حجلہ عروسی سے سیدھے میدان جہاد میں کود پڑے تھے اور نہایت شدت سے جنگ کرتے ہوئے قریشیوں کی صفوں کو چیرتے اندر تک پہنچ گئے جہاں قریشی سپہ سالار ابوسفیان تھے وہاں تک اس دلیر اعظم نے اقدام کیا۔ ابوسفیان ان کے نشانہ پر تھے کہ پیچھے سے شداد بن اوس نے حضرت حنظلہؓ پر ایسا وار کیا کہ عشق الٰہی و محبت رسولؐ میں سرشار اس غازی نے منزل شہادت تک رسائی پالی۔ یہ وہی حضرت حنظلہؓ ہیں جنھیں رسول اللہؐ نے "غسیل الملائکہ" سے ملقب فرمایا حضور انورؐ نے فرمایا کہ "میں نے فرشتوں کو دیکھا کہ حنظلہ کو ابر کے پانی سے چاندی کے برتنوں میں غسل دے رہے ہیں"۔ حضرت حنظلہؓ کی زوجہ محترمہ جمیلہؓ صحابیہ تھیں۔ ان سے دریافت کیا تو انھوں نے عرض کیا کہ حضرت حنظلہؓ ان کے پاس سے حالت جنابت ہی میں جہاد کے لئے روانہ ہو گئے تھے اور اسی حالت میں جام شہادت نوش کیا تھا۔ جس روز حضرت حنظلہؓ

شہید ہونے والے تھے اسی شب ان کی بیوی حضرت جمیلہؓ نے خواب دیکھا کہ آسمان کا ایک دروازہ کھلا اور حنظلہؓ اس میں داخل ہوئے اور ان کے داخل ہونے کے بعد دروازہ بند کرلیا گیا۔ حضرت جمیلہؓ اس خواب سے سمجھ گئیں کہ حضرت حنظلہؓ اب اس عالم سے رخصت ہونے والے ہیں ۔ چنانچہ جب جنگ کی منادی ہوئی تو وہ اپنی نئی نویلی دلہن کے پاس سے اٹھ کر جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوئے اور جب وہ شہید ہو چکے تو ان کی لاش کی تلاش کی گئی تو اس عالم میں دستیاب ہوئی کہ ان کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔

حضرت حنظلہؓ کے جوش ایمان، جذبہ جہاد و شوق شہادت کی طرح ہر مجاہد کفار و مشرکین کے مقابلہ میں ایسا ہی سرشار تھا اور ایسے ہی دلیرانہ اور جاں بازانہ انداز سے برسر پیکار تھا کہ قریش کے میدان جنگ سے پاؤں اکھڑنے لگے اور وہ ادھر اُدھر منہ چھپا کر اور پشت دکھا کر بھاگنے لگے اور عورتیں بھی پریشان حالی کے عالم میں بدحواس ہو کر پہاڑوں کی طرف بھاگنے لگیں۔

مسلمان تیر اندازوں نے بھی اس معرکہ میں بحسن و خوبی اپنے کمالات فن کا مظاہرہ کیا اور دوبدو، دست بہ دست مقابلہ کرنے والوں کی تائید و موافقت میں اتنی عمدگی سے تیر چلا رہے تھے کہ ان کے ہر نشانہ پر ایک نہ ایک کافر زد میں آتا تھا۔ قریشیوں نے متعدد مرتبہ پشت کی طرف سے حملہ کرنے کی کوششیں کیں ۔ اس ضمن میں خالد بن ولید اور ابو عامر فاسق نے پورا زور لگایا کہ کس طرح مجاہدین کے ایک بازو کو توڑ کر لشکر اسلام کے عقبی حصہ میں پہنچ جائیں لیکن انھیں ہر بار تیر اندازوں کے شدید جواب کے باعث ناکامی ہوئی ۔ تیر اندازوں نے اس قدر زیادہ اور تیزی سے تیر چلائے کہ ان کے بدن چھلنی ہو گئے اور قریشیوں کے اس جتھ کو تین مرتبہ سخت ہزیمت ہوئی اور جانی نقصان اٹھانے پڑے۔

احد میں قریش اگرچہ کہ تین ہزار کی کثیر تعداد میں تھے اور ان کے پاس ہتھیاروں کی کمی نہ تھی لیکن اس کے باوصف انھیں سات سو مسلمانوں کا مقابلہ کرنے میں تا حال سخت مشکلات اور پریشانیوں کا سامنا

تھا۔ جنگ پوری شدت سے جاری تھی ۔ مسلمانوں کو ایمان ویقین نے وہ حوصلہ بخشا اور ہمت سے نوازا تھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ پورے احد پر چھا گئے ۔ مشرکین کی صفیں درہم برہم ہونے لگیں وہ مسلمانوں کے سامنے باوجود کثرت تعداد و اسلحہ اپنے آپ کو بے بس اور لاچار محسوس کر رہے تھے ۔ انتہاء یہ کہ صواب حبشی علمبردار کے قتل کے بعد پھر کسی قریشی کی ہمت نہ ہوئی کہ اپنے زمین پر گرے ہوئے جھنڈے کو ہاتھ بھی لگائے مسلمانوں نے انھیں پسپا کرنا شروع کیا اور قریشی ہر تکبر و غرور کو بھول کر راہ فرار اختیار کرنے لگے ۔

میدان احد میں مسلمانوں کے زبردست دباؤ اور مسلسل کامیابیوں کا دشمن پر خاطر خواہ رعب پڑا اور ان کے قدم اکھڑ گئے وہ تتر بتر ہو کر راہ فرار اختیار کرنے لگے ۔ مسلمانوں کی بہادری ، بے جگری، حوصلہ و جراءت اور جانبازیاں رنگ لائیں مشرکین کے چھکے چھوٹ گئے ان کے حوصلے پست ہو گئے اور بازو کی قوت جواب دینے لگی ۔ مشرکین میں بھگدڑ مچ گئی اور ان کے ساتھ آئی ہوئی عورتیں پہاڑ کی طرف بھاگنے لگیں ۔ کسی کو کسی کا ہوش و خیال نہ رہا ہر ایک اپنے بچاؤ کے لئے دیوانہ وار دوڑ رہا تھا۔ غازیان اسلام ان پر پوری قوت سے مسلط تھے ان کے تعاقب میں تیزی سے سرگرم تھے ۔ ساتھ ہی مال غنیمت کو بھی اکٹھا کرتے جا رہے تھے ۔

صورتحال کی تبدیلی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے درہ کی حفاظت کے لئے تیر اندازوں کے جس جتھ کو متعین فرمایا تھا اور جس کی قیادت حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کو سونپی گئی تھی انہوں نے پوری ذمہ داری کے ساتھ اپنے

فرائض کو نبھاتے اور مسلمانوں کی فتح، مشرکین کے فرار اور مجاہدین کی بہادرانہ سعی کو دیکھ رہے تھے اس کے باوجود وہ ارشاد نبویؐ کی پابندی و تعمیل میں اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہیں ہٹے۔ لیکن کچھ دیر بعد بدقسمتی سے تیر اندازوں میں سے زیادہ لوگ اس فتح و کامرانی کے منظر کو اپنی جگہ سے دیکھتے رہنے کے عہد کی پابندی اپنے جذبات مسرت و شادمانی کے تحت نہ کر سکے اور حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کے روکتے رہنے کے باوجود ان لوگوں نے اپنی جگہوں کو چھوڑ کر مال غنیمت کے سمیٹنے میں دیگر مجاہدین کے ساتھ شامل ہو گئے اور درہ کی حفاظت کی ضمن میں انہیں یہ یقین ہو چلا تھا کہ اب اُدھر سے دباؤ یا حملہ کا کوئی خطرہ نہیں ہے کیونکہ مشرکین میں سخت گھبراہٹ پھیلی ہوئی ہے ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ بھی اپنی جگہ سے ہٹ گئے تھے لیکن فوراً پلٹ آئے۔ درہ کے پاس سے ہٹنا جنگی نقطہ نظر سے ایک نہایت ہی خوفناک اور نامناسب امر تھا جو تیر اندازوں کی اکثریت سے ہوا۔ یہ لوگ فتح کے یقین کے سبب غنیمت جمع کرنے والوں کے پاس چلے آئے حالانکہ حضرت ابن جبیرؓ نے انھیں لاکھ سمجھایا اور حضور علیہ السلام کی تاکید یاد دلائی کہ اس جگہ سے کسی حالت میں بھی نہ ہٹنا مگر تیر اندازوں کی اچھی خاصی تعداد وہاں سے ہٹی اور صرف حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے دس رفیق ہی وہاں رہ گئے۔ ایک طرح سے درہ کی حفاظت کا نظم بالکل کمزور پڑ گیا۔

قریش کے ماہر جنگ خالد بن ولید جو قبل ازیں کئی بار درہ کی طرف سے حملہ کی کوششیں کر چکے تھے لیکن تیر اندازوں کی مستعدی، تیر اندازی اور جانبازی کے باعث انہیں کامیابی نہ مل سکی تھی اور ہر بار وہ بے نیل و مرام واپس لوٹے تھے۔ انہوں نے جب دیکھا کہ درہ کا محاذ تقریباً کھل گیا ہے اس کی حفاظت کرنے والی بڑی جماعت ہٹ گئی ہے صرف چند لوگ یہاں باقی رہ گئے ہیں اور یہ راستہ تقریباً صاف ہے تو خالد بن ولید جو مشرکین کے میمنہ پر تھے موقع کو غنیمت جان کر پہاڑی مورچے پر پشت سے زوردار

حملہ کیا۔انہوں نے ایسی تیزی سے ہلہ بولا کہ تیر اندازوں کے امیر حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اوران کے تمام ساتھی یکلخت شہید ہوگئے اور دیکھتے ہی دیکھتے میدان جنگ کا نقشہ بدل گیا۔مسلمان جو فتح ہوجانے کے یقین کے باعث لڑنے سے توجہ ہٹا چکے تھے پشت کی طرف سے بڑھنے والے طوفان کو دیکھ کر حیران وفکر مند نظر آنے لگے۔مشرکین کے اس اچانک اور ناگہانی حملہ نے انھیں درہم برہم سا کر دیا مشرکین نے اپنے اس اقدام کو زیادہ پر جوش بنانے اور بھاگنے والوں قریشیوں کو باخبر کرنے کے لئے ایک زور دار نعرہ بلند کیا جس سے مشرکین کو جدید تبدیلی کا علم ہوا اور انہوں نے پلٹ کر دوبارہ مسلمانوں پر حملے شروع کر دیئے۔قبیلہ بنو حارث کی ایک عورت نے مشرکین کے پرچم کو جو زمین پر پڑا ہوا تھا اٹھالیا جسے دیکھ کر بکھرے ہوئے مشرکین اکٹھا ہونے لگے۔کچھ ایسی افراتفری مچی ہوئی تھی کہ کسی کو کچھ سجھائی نہ دے رہا تھا۔مسلمان بکھرے ہوئے نظر آرہے تھے۔ایک طرح مشرکین نے انہیں گھیر سالیا جو نکل سکے اس نرغے سے نکلے، چند پہاڑ کے اوپر نظر آنے لگے، کچھ مدینہ منورہ پہنچ گئے اور مسلمانوں کا ایک بڑا گروہ مشرکین سے نبرد آزمائی کے لئے پلٹ پڑا اور ڈٹ کر مقابلہ کرنے لگا۔تاہم دونوں لشکر ایسے گڈمڈ ہو گئے تھے کہ کون کس سے مقابلہ کررہا ہے تمیز کرنا مشکل ہو گیا دشمن، رسول اللہؐ کے نزدیک پہنچنے کے لئے کوشاں تھے مگر عاشقان رسول مقبول اس کی راہ میں مانع تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پوری استقامت نبوت اور جلالت شان کے ساتھ مسلمانوں کو حوصلہ عطاء فرمارہے تھے۔صحابہ کرام کی ایک جماعت حضور اقدسؐ کے اطراف محافظت کا فریضہ انجام دے رہی تھی۔غزوہ احد کے اندوہناک اور پر صعب واقعات میں حضرت مصعب بن عمیرؓ کی شہادت ہے احد میں جب مسلمانوں کو حیرانی و پریشانی کا سامنا تھا ابن قمیہ ملعون حضرت مصعبؓ بن عمیر کی طرف متوجہ ہوا۔حضرت مصعبؓ کے ہاتھوں میں مہاجرین کا پرچم تھا اس کے سبب مشرکین چاہتے تھے کہ حضرت

مصعبؓ کو جلد از جلد نشانہ بنائیں چنانچہ ابن قمئہ نے حضرت مصعبؓ کے پرچم والے دست مبارک پر تلوار سے وار کیا اور آپ کا دہنا ہاتھ کاٹ دیا۔ انہوں نے علم بائیں ہاتھ میں لے لیا یہ دیکھ کر ملعون نے آپ کے دوسرے ہاتھ پر وار کیا اور اسے بھی تن سے جدا کر دیا تاہم حضرت مصعبؓ نے دونوں بازوؤں سے علم کو پکڑ کر اپنے سینے سے ملا لیا۔ اس کے بعد اس شقی ازلی نے ایک تیر ان پر مارا اور وہ زمین پر آ رہے۔ جب علم زمین پر آ رہا تھا تو ان کے بھائی ابوالروم نے اور بہ روایت دیگر حضرت علیؓ آگے بڑھ کر علم کو اٹھا لیا۔

شجاعان احد میں وہب بن قابوس مزنی اور ان کے بھتیجے حارث بن عتبہؓ بھی تھے جنھوں نے اس وقت نہایت پامردی اور جانبازی کے نقش بنائے اور داد شجاعت دی جب کہ خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابو جہل پیچھے سے حملہ کر رہے تھے۔

صحابہ کی جاں نثاری

مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان دوسرے مرحلے میں اس شدت کے ساتھ مقابلہ ہو رہا تھا کہ سارے احد میں ایک ہنگامہ پرور شور سا مچا تھا۔ مسلمان پوری بے جگری سے مشرکین سے نبرد آزما تھے۔ نئی صورت حال نے مسلمانوں کو اتنا پرجوش بنا دیا تھا کہ جو سامنے آتا نشانہ بن جاتا اور اس ہماہمی میں اپنے و بیگانے کا امتیاز بھی نہ رہا تھا۔ چنانچہ حضرت حذیفہؓ کے والد یمانؓ بھی اس کشمکش کے باعث زد میں آ گئے۔ حضرت حذیفہؓ نے دور سے دیکھا کہ ان کے والد بھی مسلمانوں کا نشانہ بن رہے ہیں تو دور ہی سے پکار کر کہا ''اے لوگو! اے اللہ کے بندو! میرے والد ہیں'' مگر اس ہنگامہ میں کس کو سنائی دیتا؟ آخر کار وہ مجاہدین ہی کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ جب مسلمانوں کو پتہ چلا کہ یہ حضرت یمانؓ ہیں تو انہیں بڑی

ندامت ہوئی اور انہوں نے حضرت حذیفہؓ سے کہا کہ "اللہ کی قسم! ہم نے آپ کے والد کو پہچانا نہیں"۔ تب حضرت حذیفہؓ نے کہا کہ اللہ تمھیں معاف کرے وہ ارحم الرحمین ہے۔ بعدہٗ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حذیفہؓ کو ان کے والد کی دیت (خوں بہاں) دینا چاہا مگر حضرت حذیفہؓ نے اپنی طرف سے معاف کر دیا۔ حضورؐ نے ان کے اس جذبہ ایثار پر انہیں دعاؤں سے مالا مال فرمایا۔ اسی ہنگامے میں حضرت اسید بن حضیرؓ اور حضرت ابو بردہؓ کو بھی مسلمانوں ہی سے دو دو زخم لگے تھے۔

خالد بن ولید کے یکبارگی حملہ نے جہاں عام حواس باختگی پیدا کر دی تھی وہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اطراف موجود صحابہ کرام کے پائے ثبات اور استقلال میں رمق برابر بھی جنبش نہ ہوئی بالخصوص آقائے دو جہاںؐ کا عزم مبارک، شان نبوت اور استقلال اقدس کو دیکھ کر پہاڑوں کی جبینیں عرق آلود ہو رہی تھیں۔ پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں لیکن رسول اللہؐ اپنی جگہ سے ہٹ نہیں سکتے۔ حضور اقدسؐ کی تنہا شجاعت کل کائنات کی قوت و شجاعت سے کہیں زیادہ وزنی، بھاری اور عظیم ہے۔

حضرت مقدادؓ فرماتے ہیں کہ "قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ (حضور انورؐ) کو حق دے کر بھیجا۔ آپ کا قدم مبارک ایک بالشت بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹا اور بلا شبہ آپ دشمن کے مقابلہ پر ثابت قدم رہے۔ صحابہ کرام کی ایک جماعت کبھی آپ کے پاس آتی تھی اور کبھی جاتی تھی اور بسا اوقات میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ بہ نفس نفیس خود کھڑے ہوئے ہیں۔ (دلائل بیہقی)

اس اضطراب اور ہلچل کے ماحول میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ صحابہ کرام کی ایک جماعت برابر محافظت پر مامور رہی۔ اس جماعت میں مہاجرین و انصار دونوں شامل تھے جنھیں دیکھا گیا کہ وہ کبھی حضورؐ کے نزدیک فریضہ محافظت کی سعادت حاصل کر رہے ہیں اور کبھی دشمنوں کی صفوں میں داخل ہو کر ان سے مقاتلہ کر رہے ہیں۔ وہ جدھر بڑھتے دشمن اپنی حفاظت کے لئے سرگرداں نظر آتا۔

صحابہ کرام صفوں کو چیرتے دور دور تک پہنچ کر مشرکین کو واصل جہنم کرتے پھر پلٹ کر حضورؐ کے نزدیک آجاتے۔

جنگ کی شدت کے باعث حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محافظین خاص کو بھی وقفہ وقفہ سے مشرکین کو روکنے کے لئے ان کے قریب جا کر مقابلہ کرنا پڑ رہا تھا۔ اس وجہ سے سرکار دو عالمؐ کے پاس صحابہ کرام کی تعداد گھٹتی بڑھتی رہ رہی تھی۔ ابن سعد کے بموجب یہ تعداد سات سے چودہ تک ہوا کرتی تھی جب کے منجملہ سات مہاجرین اور سات انصاری صحابہ تھے۔ حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں کہ محافظین صحابہ کرام بارہ تھے۔ (بخاری) حضرت جابرؓ کی روایت میں گیارہ اسماء ملتے ہیں (نسائی و دلائل بیہقی)۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ وہ کبھی سات رہے (مسلم) صورت حال کے پیش نظر صحابہ کرام کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس رہنا اور پھر مقابلہ یا کسی اہم کام کے لئے کچھ دیر ہٹنا قابل فہم ہے۔ اس لحاظ سے ہر روایت اپنی جگہ درست ہے ان میں کوئی تعارض نہیں ہے۔

جب قریش حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک پہنچے اور ہجوم کیا تو حضور اکرمؐ نے صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کہ "کون ہے جو ان کو مجھ سے ہٹائے اور جنت میں میرا رفیق بنے"۔ انصار میں سے سات صحابہ کرام جو حضورؐ کے نزدیک تھے جاں نثارانہ انداز سے آگے بڑھے اور مشرکین سے لڑتے ہوئے یکے بعد دیگر شہید ہوتے گئے۔ رسول اللہؐ پر جان نچھاور کر دینے کے اپنے ایمانی جذبہ سے ایک ایسی مثال قائم کی جو ہر مسلمان کو محبت رسولؐ کی روشنی سے مالا مال کرتی رہے گی۔ ان میں سب سے پہلے حضور اقدسؐ پر نچھاور ہونے والے حضرت زیاد بن سکنؓ ہیں جنھیں لڑتے ہوئے لاتعداد زخم آئے تھے انھیں حضور اکرمؐ نے اپنے قریب طلب فرمایا۔ جب حضرت زیاد بن سکنؓ حضورؐ کے قریب لائے گئے تو انھوں نے اپنا رخسار آقائے دو جہاںؐ کے قدوم مبارک پر رکھ دیا اور اسی حالت میں اپنی جان جان آفریں کے حوالے

کردی۔ ان کے بعد جب موجود تمام چھ انصاری صحابہ کرام حضورؐ کی حفاظت کا فریضہ انجام دیتے ہوئے ایک ایک کر کے شہید ہو گئے تو حضرات مہاجرین میں سے حضرت سعد بن ابی اوقاصؓ اور طلحہ بن عبید اللہؓ نے عظیم الشان حوصلہ مندی، بہادری اور جانبازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے قریش کے ہر حملہ کا جواب دیا اور ان کی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا۔ وہ دونوں اعلی پائے کے تیر انداز تھے انھوں نے اس شدت کے ساتھ دشمنوں پر تیر برسائے کہ قریش لاکھ کوششوں کے باوجود قریب آنے کی ہمت نہ کر سکے۔

حضرت سعد بن ابی اوقاصؓ اس مہارت اور عمدگی کے ساتھ تیر برسا رہے تھے کہ عرب کے جملہ تیر اندازوں کو ان کے آگے خجالت کا احساس ہو رہا تھا۔ وہ ماہر تیر انداز تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ترکش کے سارے تیر انھیں عطاء فرمائے اور جہاں تک حضرت طلحہؓ کی بات ہے حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ ''جب محافظ انصاری صحابہ کرام شہید ہو گئے تو رسول اللہؐ کی محافظت کی خدمت کی سعادت حضرت سعدؓ اور حضرت طلحہؓ کا مقدر بنی۔ حضرت طلحہؓ نے گیارہ آدمیوں کے برابر تنہا لڑائی کی''۔

غزوہ احد میں حضرت علیؓ

روز احد صحابہ کرام نے کارہائے نمایاں انجام دیئے انہوں نے ایمان، اخلاص اور محبت خدا و رسولؐ کا حق ادا کر دیا۔ بعض اصحاب شہادت سے مشرف ہوئے بعض باقی و سلامت رہے۔ حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہ سے مروی ہے کہ جب کفار نے مسلمانوں پر غلبہ کیا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری نظروں سے اوجھل ہو گئے تو میں آقائے دو جہاںؐ کو ہر جگہ تلاش کیا یہاں تک کہ شہداء میں بھی تلاش کیا مگر نظر نہ آئے تو میں نے اپنے آپ سے کہا کہ ممکن ہے حق تعالی نے ہمارے فعل کی بناء پر ہم پر غضب فرمایا اور

اپنے محبوب ؐ کو آسمان پر اٹھا لیا ہو۔ میں نے خود سے کہا اس سے بہتر یہی ہے کہ میں خوب جنگ کروں یہاں تک کہ میں شہید ہو جاؤں۔ میں نے تلوار سونت کر مشرکوں پر حملہ کر دیا اور ان کے پرے کے پرے الٹ دیئے اچانک میں نے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو دیکھا کہ الحمد اللہ صحیح وسلامت ہیں میں نے جان لیا کہ حق تبارک تعالی نے اپنے فرشتوں کے ذریعہ آپ کی محافظت فرمائی ہے۔

حضرت علیؓ نے بارگاہ رسالتؐ میں حاضری دی ابھی کچھ عرض کرنا چاہتے تھے کہ مشرکین کی ایک جماعت حملہ آور ہوئی۔ حضورؐ نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا کہ ''اے علی! میری خدمت ونصرت کا حق بجا لانا''۔ حضرت علیؓ اس ٹولی کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کے حصار کو توڑ کر انھیں متفرق کر دیا ان میں سے بہت ساروں کو واصل جہنم کر دیا۔ اس وقت حضرات جبرئیلؑ و میکائیلؑ حضور اکرمؐ کے دونوں طرف کھڑے حفاظت حبیب کبریا کا فریضہ انجام دے رہے تھے۔ ارباب سیر کا بیان ہے کہ جب حضرت علیؓ نے کمال بہادری دکھائی اور حضورؐ کی نصرت کا حق ادا کیا تو حضرت جبرئیلؑ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا کہ ''علی مرتضیٰ نے آپ کے ساتھ کمال بہادری وجواں مردی دکھائی۔'' بلاشبہ حضرت علیؓ نے مقابلہ ومحاربہ اور مجادلہ وشجاعت کا حق ادا کر دیا۔

صحابہ کرام کی شجاعت

روز احد ایک تیر حضرت قتادہ بن نعمانؓ کی آنکھ میں لگا اور ان کی آنکھ نکل کر ان کے رخساروں پر آپڑی۔ پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آنکھ کو اس کے حلقہ میں لوٹا کر فرمایا کہ ''اے اللہ! ان کو حسن وجمال عطاء فرما''۔ ان کی یہ آنکھ دوسری آنکھ سے زیادہ تیز وروشن اور خوبصورت ہوگئی۔

حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو کھجور کی ٹہنی عنایت فرمائی۔ یہ ٹہنی ان کے ہاتھ میں تلوار بن گئی جس طرح بدر میں حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کو عنایت فرمائی تھی۔ اور انہوں نے اس کا نام عون رکھا تھا۔ اس طرح حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن جحش نے اپنی اس تلوار کا نام عرجون رکھا۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ کی وہ تلوار جس کا نام عون رضی اللہ عنہ تھا امیر معتصم باللہ کے ہاتھ دوسو دینار میں فروخت کی گئی۔

(بحوالہ مدراج النبوۃ)

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ اللہ کی راہ میں سب سے پہلے تیر چھوڑنے کی سعادت سے متصف تھے اور روز احد بھی ان کی تیر اندازی کی شان سب سے جدا اور نرالی تھی۔ وہ جب مشرکین کی طرف تیر برسا رہے تھے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے یہ فرما رہے تھے۔ ''ارم یا سعد فداک ابی وامی''۔ یہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لے کائنات میں سب سے بڑا اعزاز تھا۔ مالک بن زبیر ایک کافر تھا اور اس نے بہت مسلمانوں کو زخمی اور شہید کیا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس کی آنکھ پر تیر مارا جو اس کی گدی سے باہر نکل گیا اور وہ جہنم رسید ہو گیا۔ مسلمانوں کو اس کے ظلم اور شیطانیت سے نجات ملی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سعد بن ابی اوقاص رضی اللہ عنہ کے لئے یہ دعاء فرمائی کہ ''اللہ تعالی تمہاری دعائیں قبول فرمائے اور تمہارے تیر کا نشانہ درست رکھے''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء کی برکت سے حضرت سعد رضی اللہ عنہ ایسے مستجاب الدعوات ہوئے کہ لوگ ان کی دعاء کے لئے متلاشی رہا کرتے تھے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی دلاوری کا موثر مظاہرہ دنیا نے میدان احد میں دیکھا۔ انھوں نے حمایت حق میں عظیم قتال کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''طلحہ ان لوگوں میں سے ہیں جنھوں نے اپنا حق پورا پورا ادا کیا''۔ ارباب سیر و مغازی کا کہنا ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈھال بنا رکھا تھا اور ابن قمیہ کی تلوار کے واروں کو آپ اپنے ہاتھ پر روکتے رہے یہاں تک کہ ان زخموں سے ان کا ہاتھ شل ہو گیا تھا۔

شجاعانِ احد اور ان کے حوصلے

حضرت طلحہؓ نے غزوہ احد میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محافظت کا فریضہ ادا کرتے ہوئے جاں نثاری کا بے مثال مظاہرہ کیا۔ انھوں نے اپنے ہاتھ کو دشمنوں کے تیروں کو روکنے کیلئے بطور ڈھال استعمال کیا۔ ایک تیر ان کی چھوٹی انگلی پر لگا اور وہ بے کار ہو گئی۔ اس دن انھوں نے ۸۰ زخم کھائے لیکن اپنے فرض کو کما حقہٗ نبھایا اور حضورؐ کی حفاظت کا حق ادا کرتے رہے۔ ایک مرتبہ تلوار کی دو ضربیں ان کے سر پر پڑیں اور وہ انتہائی الم کی حالت میں گر کر بے ہوش ہو گئے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آکر ان کے چہرے پر پانی کے چھینٹے دیئے اور ان کو ہوش میں لائے۔ ہوش میں آتے ہی انھوں نے پہلا سوال یہ کیا کہ مجھے بتاؤ رسول اللہؐ کا کیا حال ہے؟ جب حضرت ابوبکرؓ نے انھیں بتایا کہ حضورؐ بخیریت ہیں اور حضورؐ ہی نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے تو حضرت ابوطلحہؓ نے یہ سن کر کہا ''الحمد اللہ اب ہر وہ مصیبت جو اس کے بعد ہو آسان ہے''۔

حضرت انس بن نضرؓ کی شجاعت کا بے مثال مظاہرہ غزوہ احد میں دیکھا گیا آپ حضرت انس بن مالکؓ کے چچا تھے۔ وہ بدر میں حاضر نہ تھے اور چاہتے تھے کہ معرکہ احد میں اس کی تلافی کریں۔ وہ روز احد جس وقت کہ مسلمان بہت پریشان تھے تلوار کھینچ کر دشمنوں پر حملہ آور ہوئے۔ جب انھوں نے حضرت سعد بن معاذؓ کو دیکھا تو ان سے کہا کہ مجھے احد سے جنت کی خوشبو آرہی ہے۔ اس کے بعد لشکر کفار کے قلب پر حملہ کیا اور خوب داد شجاعت دی اور اسّی زخم کھا کر شہید ہو گئے۔

دلاورانِ میدانِ جلاوت و شجاعانِ معرکہ احد میں سے حضرت وہب بن قابوس مزنی اور ان کے بھتیجے

حارثؓ بن عتبہ بن قابوس تھے۔ اگرچہ اول امر میں جب کہ مسلمانوں نے اخذ غنیمت میں شغف دکھایا تھا یہ بھی غارت وتاراج میں دست درازی کے لئے نکل آئے تھے لیکن جب خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل ان کے عقب میں داخل ہو گئے تو وہبؓ اور حارثؓ دونوں نے برابر کھڑے ہو کر داد شجاعت دی اور ثابت قدم رہے۔ اسی اثنا میں جب کافروں کا ایک غول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف متوجہ ہوا تو حضورؐ نے فرمایا کہ ''کون ہے جو اس غول کا مقابلہ کرے اور انھیں دفع کرے؟'' اس وقت حضرت وہبؓ نے عرض کی کہ ''میں ہوں یا رسول اللہؐ! اس کے بعد تیر اندازی کرنے لگے اور ان کافروں کو بھگا دیا۔ اس کے بعد دشمنوں کا ایک اور غول نمودار ہوا۔ اس وقت پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ''کون ہے جو ان شیطانوں کو دور کرے۔؟'' حضرت وہبؓ نے پھر وہی جواب دیا اور ان سب کو یا تو تلوار کی دھار پر رکھ کر جہنم بھیج دیا یا بھگا دیا۔ اس کے بعد پھر ایک اور ٹولہ نمودار ہوا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ان کے لئے کون ہے؟ حضرت وہبؓ نے عرض کیا کہ ''میں ہوں یا رسول اللہؐ!'' ۔تب رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''قائم رہو اور جنت کی بشارت لو'' ۔حضرت وہبؓ اس بشارت سے سرفراز ہو کر کفار کی صف میں داخل ہو گئے اور کافروں نے انھیں گھیر کر شمشیر وسناں سے مجروح کر کے زمین پر گرا دیا ان کے بعد ان کے بھتیجے حضرت حارثؓ نے بہت ساروں کو جہنم رسید کر کے جام شہادت نوش کیا۔

حضرت عمر بن خطابؓ فرمایا کرتے کہ ''میں ایسی موت سے محبت رکھتا ہوں جیسی موت مزنی برادروں نے پائی'' ۔حضرت سعد بن ابی وقاصؓ فرماتے ہیں کہ میں روز احد جیسی دلاوری اور پامردی حضرت وہبؓ بن قابوس مزنی میں دیکھی ہے کسی معرکہ میں کسی کی نہیں دیکھی کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزنی کے سرہانے ان کے شہید ہونے کے بعد کھڑے ہو کر فرمایا کہ ''اللہ تم سے راضی ہو گیا اور میں بھی تم سے راضی ہو گیا'' ۔اس کے بعد دیکھا کہ حضور انورؐ نے اپنے قدم اقدس پر کھڑے ہو کر ان کو

قبر میں اتارا اور وہ علم جو حضرت وہب مزنیؓ اٹھائے ہوئے تھے اس علم سرخ سے ان کو ڈھانپا۔

ان صحابہ کرام میں سے بعض حضرات ایسے ہیں جن کے حال پر اس دن عنایت الٰہی دست گیر ہوئی اور خود ہدایت ان کے دل میں جلوہ افروز ہوئی جیسے کہ عمرو بن ثابت اور قیس ہیں۔ وہ دین اسلام میں شک رکھتے تھے باوجود یہ کہ ان کی قوم ایمان لے آئی تھی اور وہ سب اسے ثبات اور استقامت کی نصیحتیں کرتے تھے۔ مگر ان پر کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ اتفاقاً اسی روز جس دن مسلمان غزوہ احد کو جا رہے تھے عمرو بن ثابت کے دل سے غفلت کا قفل کھلا اور نور ہدایت و یقین ان کے دل میں جاگزیں ہوا۔ اپنے ہتھیار اٹھائے اور میدان جہاد میں آگئے اور اس بہادری و شجاعت سے جنگ کی کہ زخمی و ناتواں ہو کر شہید ہو گئے۔ حضور انورؐ نے فرمایا کہ ''یہ جنتیوں میں سے ہیں''۔

روز احد اسلام کی حقانیت کے جلوے، مسلمانوں کی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری، دین حق اسلام کے ساتھ قلبی وابستگی، حفاظت ایمان کی خاطر مال، اولاد یہاں تک کہ جان نچھاور کر دینے کے عملی مظاہر دیکھ کر مشرکین و کفار حیرت زدہ تھے اور یہی باتیں یہود و نصاریٰ کو بھی بے حد متاثر کر رہی تھیں چنانچہ ایک نہایت ہی اثر انگیز واقعہ رونما ہوا۔ احبار بنی اسرائیل میں سے ایک جس کا نام مغریق تھا وہ نہ صرف مذہبی حیثیت سے بلکہ مال و دولت کے لحاظ سے بھی بڑا نمایاں مقام رکھتا تھا۔ وہ کتب سابقہ کا پڑھنے والا اور مذہبی معلومات کے لحاظ سے ممتاز تھا۔ وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف جمیلہ کا قدیم صحائف میں موجود تذکروں سے بخوبی واقف تھا لیکن دین یہودیت ہی پر قائم و برقرار تھا۔ تاہم جس دن آقائے دو جہاںؐ احد کی طرف تشریف لائے تو اس کے دل میں جوش اسلام موجزن ہوا اور اس نے قبولیت اسلام کا ارادہ کر لیا۔ پھر اس نے اپنی قوم کو بھی اسلام لانے کی دعوت دی اور پرزور انداز سے کہا کہ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ (حضرت) محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ لہذا ان پر

ایمان لاکر ان کی نصرت وحمایت ہی میں ہمارے لئے دارین کی سعادتیں ہیں۔ یہودیوں نے ہفتہ کا دن ہونے کا عذر کیا اور جنگ سے پہلوتہی کی لیکن مغریق نے یہ کہہ کر دین یہودیت کی شریعت محمدیہ ناسخ ہے۔ ہفتہ کی ممانعت یہودی شریعت کے لحاظ سے ہے جب کہ اسلام اس کی اجازت دیتا ہے۔ اس کے بعد مغریق اٹھ کھڑے ہوئے ہتھیار سنبھالے اور سب سے پہلے حضور اقدس ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضری کا شرف حاصل کیا اور صدق دل کے ساتھ اسلام قبول کیا اور اپنے مال کے متعلق وصیت کی کہ میرے بعد یہ تمام دولت حضور ﷺ کے غلاموں کے لئے ہے۔ پھر وہ نہایت ہی اعتماد کے ساتھ میدان میں مشرکین کا مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ درجہ شہادت پر پہنچ کر داخل جنت ہوئے۔ اس کے بعد ان کی وصیت کے موافق ان کے مال کو تقسیم کر دیا گیا۔

دختر اسلام (حضرت نسیبہ رضی اللہ عنہا) کی بہادری

غزوہ احد میں صحابہ کرام کی شجاعت و بہادری پورے عروج و کمال پر تھی۔ مرد حضرات کی نبرد آزمائی، قوت و طاقت، عزم و استقلال اور میدان جہاد میں کارہائے نمایاں سے جہاں مشرکین پر لرزہ طاری تھا اس کے ساتھ ساتھ صحابیات کی شجاعت و دلیری کا حال دیکھ کر مشرکین انگشت بدندان تھے۔ وہ مسلمان عورتوں کی ایسی بسالت و بے جگری کا تصور نہ کر سکتے تھے۔ صحابیات کے جدال و قتال میں حصہ لینے کے موثر واقعات میں سب سے نمایاں حضرت نسیبہ نبت کعب رضی اللہ عنہا کی معرکہ آرائی کا ہے وہ اپنے شوہر حضرت زید بن عاصم رضی اللہ عنہ اور اپنے دونوں لڑکوں عمارہ رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ میدان احد میں اپنی بہادری اور شیر دل ہونے کا سب کو احساس دلا رہی تھی۔ اس شجاع دختر اسلام نے جو کارہائے نمایاں انجام دیئے بلا

شبہ وہ تاریخ شجاعت نسوانی میں آب زر سے لکھے گئے ہیں۔

حضرت نسیبہؓ فرماتی ہیں کہ میں روز احد مشکیزہ اٹھا کر مسلمانوں کو پانی بہم پہنچا رہی تھی۔ جنگ کے دوران میں نے جب دیکھا کہ کفار کی چیرہ دستیاں بڑھتی جا رہی ہیں اور وہ مسلمانوں کے ساتھ نہایت زیادتی کر رہے ہیں تو میں نے پانی کا کام روک دیا اور کافروں کے ساتھ قتال میں مشغول ہو جانا پسند کیا۔ چنانچہ اپنی تلوار کو بے نیام کیا اور مشرکین پر ٹوٹ پڑی اور اس شدت کے ساتھ لڑائی کی کہ خود مجھے تیرہ زخم پہنچے ان میں سے ایک زخم اس قدر کاری اور گہرا تھا کہ اس کو مندمل ہونے میں ایک سال سے زیادہ عرصہ لگا۔ کسی نے حضرت ام عمارہ نسیبہؓ سے دریافت کیا کہ یہ زخم کس نے لگائے تھے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ ابن قمئہ ملعون نے یہ زخم پہنچائے تھے اگرچہ کہ میں نے بھی برابر تابڑ توڑ اس پر وار کئے تھے لیکن اس سے کچھ نہیں ہوا کیونکہ وہ دو زرہ پہنے ہوئے تھا۔ اس وجہ سے اس پر کوئی ضرب موثر نہ ہو سکی۔ جس وقت مجھے زخم پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے فرزند عمارہؓ کو حکم دیا کہ جلد اپنی ماں کے پاس پہنچو اور اس کی مرہم پٹی کرو کیونکہ وہ شدید مجروح ہو گئی ہیں حضرت عمارہؓ نے تعمیل ارشاد کی۔ روز احد حضرت نسیبہؓ کے دونوں لڑکے رسول اللہؐ کے آگے کھڑے ہوئے دشمنوں کا نہایت استقامت کے ساتھ مقابلہ کر رہے تھے۔ اکثر لوگ حضورؐ کے آگے سے نکل جا رہے تھے۔ حضرت ام عمارہؓ فرماتی ہیں کہ میرے پاس ڈھال نہ تھی۔ حضورؐ نے دیکھ کر ایک صحابی کو حکم دیا کہ ام عمارہ کو ڈھال دو۔ چنانچہ انھوں نے ڈھال مہیا کی۔ حضرت ام عمارہؓ نے ہاتھ میں ڈھال اٹھا کر رسول اللہؐ کے گرد مشرکین کے ہونے والے حملوں کو روک رہی تھی۔ اور اس تیز رفتاری اور شدت سے مدافعت اور مشرکین پر جھپٹ کر حملہ آور ہو رہی تھی کہ دیکھنے والے آپ کی بہادری پر رشک کر رہے تھے۔ آپ نے ایک مشرک کے وار کو بچا کر اسے گھوڑے سے نیچے زمین پر گرا دیا اور پھر اس پر حملہ کیا ہی تھا کہ آپ کے دونوں فرزند حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام کے ارشاد پر اپنی ماں کے قریب پہنچے اور اپنی ماں کی زد میں آئے ہوئے دشمن کو قابو میں کیا۔ حضرت ام عمارہؓ اور ان کے دونوں صاحبزادوں نے اس کو واصل جہنم کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن نسیبہؓ کہتے ہیں کہ احد کے دن مشرکوں نے انھیں زخمی کیا جس کے سبب خون رکتا نہ تھا۔ یہ دیکھ کر میری والدہ نے میرے زخموں کو مرہم پٹی کی اور پھر مجھے کھڑا کر کے کہا کہ جاؤ اور اللہ کی راہ میں جہاد وقتال کرو۔ ان کے ایسا کہنے پر حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ "اے عمارہ کی ماں! جو طاقت و ہمت اور حوصلہ و بہادری تم رکھتی ہو ایسی ہمت کس میں ہے؟" یہ گویا حضرات ام عمارہؓ کے لئے دربار رسالت سے تمغہ امتیاز تھا۔ اسی اثناء میں وہ شخص جس نے مجھے زخمی کیا تھا ہمارے آگے سے گزرا۔ حضورؐ نے میری ماں سے ارشاد فرمایا کہ "اے ام عمارہ! یہی وہ شخص ہے جس نے تمہارے بیٹے کو زخمی کیا تھا"۔ یہ سن کر حضرت ام عمارہؓ نے اسے تاکا اور اس کافر کی پنڈلی پر اس زور سے تلوار ماری کہ وہ لڑکھڑا گیا پھر آپ نے اس پر دوبارہ ایسا وار کیا کہ وہ سنبھل نہ سکا اور حضورؐ کے قدوم اقدس کے قریب گر پڑا۔ اس پر حضورؐ نے تبسم فرمایا اور حضرت نسیبہؓ بنت کعب سے ارشاد فرمایا کہ "اے ام عمارہ! تم نے اپنے بیٹے کا قصاص اور بدلہ خوب لیا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے تم کو اپنے دشمن پر ظفر مند کیا اور تمہاری آنکھوں کے سامنے اس کو ہلاک کر کے تمہاری آنکھوں کو روشن کر دیا"۔ یہ ارشاد گرامی سن کر حضرت ام عمارہ نسیبہؓ نے عرض کیا کہ "یارسول اللہؐ! دعاء فرمائیے کہ میں جنت میں آپ کے رفیقوں میں سے اہل بیت کے ساتھ رہوں"۔ ان کے اس معروضہ پر رسول اللہؐ نے دعاء فرمائی کہ "اے اللہ! ان سب کو جنت میں میرا رفیق بنا"۔ حضرت ابن ام عمارہؓ کی والدہ نے اس دعاء کو سن کر کہا کہ "ہر وہ مصیبت جو اس دعاء کے بعد مجھے پہنچے مضائقہ نہیں"۔

ارباب سیر کہتے ہیں کہ حضرت نسیبہؓ معرکہ مسیلمہ کذاب میں بھی موجود تھیں۔ حضرت نسیبہؓ بیان

کرتی ہیں کہ روز یمامہ میں مسیلمہ کذاب کو تلاش کر رہی تھی اچانک ایک شقی نے اپنی تلوار کا مجھ پر وار کیا اور میرا ایک ہاتھ کٹ کر گر گیا۔ اس کے باوجود اللہ کی قسم! میں قتال سے باز نہ آئی۔ ایک لحظہ کے بعد میں نے اس ملعون کو قتل کیا ہوا پایا۔ میں نے اپنے لڑکے عبداللہ کو دیکھا کہ وہ اس کے سر پر کھڑا ہے اور اپنی تلوار کو اس کے خون ناپاک سے پاک کر رہا ہے۔ اس وقت میں نے سجدہ شکر ادا کیا اور اپنے زخم کی مرہم پٹی میں مشغول ہوئی۔ حضرت ام عمارہؓ کیا خوب دختر اسلام صحابیہ اور شجاع خاتون تھیں جو اپنی بہادری کے سبب بہت سے مردوں سے فائق تھیں۔ ایک بزرگ کا قول ہے کہ آدمی میں عمل چاہیے خواہ مرد ہو یا عورت شیر جب اپنے کچھارے سے نکلتا ہے تو ہر ایک یہی کہتا ہے کہ شیر نکل آیا کوئی یہ نہیں کہتا کہ یہ مادہ ہے یا نر۔

حساس لمحات

محاربہ اصحاب اور اس غزوہ میں ان کا کفار کے ساتھ جنگ کرنا، کفار کو قتل کرنا، صحابہ کرام کا شہید ہونا، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جاں نثاری کرنا اور ایفائے عہد کرنا اور اپنی وابستگی دین وایمان کا حق ادا کرنا جیسے توقعات سے کہیں زیادہ واقعات ہیں لیکن اسی میں سید عالمؐ کی ذات مبارکہ کو جو شدت ومحنت، ایذا وآزار پہنچا وہ جدا ہے۔ ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ کفار فجار میں سے پانچ آدمیوں نے باہم عہد کیا تھا کہ سید کائناتؐ کو (معاذ اللہ!) شہید کریں گے۔ ان میں سے ایک عبداللہ بن قمئہ تھا جو اپنی قوم میں امجر واغلظ اور اشد تھا۔ دوسرا عتبہ بن ابی وقاص (جو حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کا بھائی تھا جس کے ہاتھ سے حضورؐ کے لب ودندان شریف شکستہ ہوئے تھے) تیسرا عبداللہ بن شہاب زہری اور چوتھا ابی بن خلف۔ (کتب سیر، مدراج النبوہ ج ۲ صفحہ ۲۲)

● ''یہ کفار چاہتے تھے کہ اللہ کے نور کو اپنے پھونکوں سے بجھادیں حالانکہ اللہ اپنے نور کو مکمل فرمانے والا ہے اگرچہ یہ کفار کتنا ہی برامانیں۔'' (ق ر التوبہ۔ ۳۲)

ابن قمئہ ملعون نے ایسی سنگباری کی کہ رخسار پاک خون آلود ہو گیا اور حضورؐ کی کڑیاں رخساروں میں پیوست ہو گئیں اور جب حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح نے ان کڑیوں کو روے انور سے کھینچی تو یکے بعد دیگر ان کے دو دانت ٹوٹ کر گر پڑے انھوں نے خود کو اپنے دانتوں سے کھینچا تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی مبارک بھی زخمی ہوئی تھی۔ حضورؐ چادر مبارک سے خون صاف کرتے ہوے فرماتے جاتے ''وہ قوم کس طرح نجات پاے گی جو اپنے نبی کے ساتھ یہ سلوک کرے حالاں کہ وہ نبی اللہ کی طرف ہی بلاتا ہے''۔ ایک روایت میں ہیں کہ حضور اکرمؐ خون کو صاف کرتے رہتے تھے اور اتنا موقع نہ آنے دیتے کہ خون کا قطرہ زمین پر پڑ سکے۔ کیوں کہ آقاے دو جہاںؐ نے فرمایا اگر اس خون کا کوئی جزو زمین پر آرہے تو یقیناً اہل زمین پر آسمان سے ایسا عذاب نازل ہو جس سے وہ سب ہلاک ہو جائیں اور اس کے بعد زمین پر کوئی چیز نہ اگے۔ حضور رحمۃ للعلمینؐ نے دعا مانگی ''اے اللہ میری قوم کو معاف فرمادے کیوں کہ وہ مجھے جانتے نہیں اور وہ میری حالت کی حقیقت کو پہچانتے نہیں ہے۔'' (مدراج النبوہ)

آخری مناظر

روز احد حضور خواجہ کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس کو ایذا اور تکلیف دہی کا ارتکاب کرنے والے اشقاء میں ابن قمئہ، عتبہ بن ابی وقاص اور عبد اللہ بن شہاب زہری کے نام نمایاں تھے۔ علاوہ ازیں ابی بن خلف اور عبد اللہ بن حمید نے بھی ان ظالمانہ سرگرمیوں میں حصہ لیا تھا۔ ان پانچوں

ملاعن نے اپنی ان قبیح حرکتوں سے اپنی مقدر سیاہ کرلیا۔ عذاب الٰہی کے سزاوار ہوے اور اپنی دنیا برباد کرلی۔ نہایت برے انجام کو پہنچے اور دائما جہنم کا ایندھن بنے رہنے کا اپنے ہاتھوں سامان کیا تو دوسری طرف شہزادی کونین خاتون جنت حضرت سیدہ فاطمہ زہرہؓ، شیر خدا حضرت علی المرتضیٰؓ، حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح، حضرت مالکؓ بن سنان اور حضرت طلحہؓ نے ان حساس اور ہنگامہ خیز لمحات میں محبوب کردگار احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمات خاص کے ذریعہ اپنے نصیبوں کو چمکا لینے اور رضائے حق تعالیٰ کے حصول اور انعامات الٰہیہ پالینے کا موقع ہاتھوں سے جانے نہ دیا۔

قریشی نامراد صحن معرکہ میں ادھر ادھر پاگلوں کی طرح دوڑنے لگے اور اپنے تئیں رجز خوانی اور خوشی و شادمانی کا اظہار کرنے لگے۔ ان کی عورتیں مسلمان شہداء کے پاس آئیں اور حضرت حنظلہؓ غسیل الملائکہ کے سوا تمام شہیدوں کا مثلہ کرنے لگیں۔ ان کے شکموں کو چاک کرتیں کلیجے نکالتیں، ناک کان کاٹتیں اور انھیں ڈوروں میں پرو کر گلے میں ہار کی طرح پہنتیں۔

ابوسفیان نے چاہا کہ صحیح صورت حال کا پتہ چلے چنانچہ اس نے احد کے قریب آ کر چیختے ہوے کہا کہ ''کیا اس قوم میں محمدؐ ہیں؟'' حضور انورؐ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ ''اسے جواب نہ دو''۔ پھر اس نے پکارا کہ ''کیا اس قوم میں ابن ابی قحافہ (حضرت ابوبکرؓ) ہیں؟'' اس مرتبہ بھی حضور اقدسؐ نے جواب نہ دینے کی تاکید فرمائی۔ وہ پھر پکار کر پوچھنے لگا کہ ''کیا اس قوم میں ابن الخطاب (حضرت عمرؓ) ہیں؟'' اس بار بھی جواب نہ دینے کا حکم کے باعث صحابہ کرام خاموش رہے۔ کچھ جواب نہ پا کر ابوسفیان نے اپنے لوگوں سے کہا کہ اگر وہ موجود ہوتے تو جواب دیتے۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ بے چین ہو گئے اور اپنے آپ کو اس کا جواب دینے سے روک نہ سکے اور زور سے کہا کہ ''او خدا کے دشمن! تو جھوٹ بکتا ہے، جتنوں کے تو نے نام لئے ہیں الحمد اللہ سب سلامت اور موجود ہیں، اللہ تعالیٰ نے تیرے رنج وغم کا سامان ابھی باقی رکھ

چھوڑا ہے''۔ اس کے بعد ابوسفیان بتوں کی تعریف کرنے لگا اس نے وطن وقوم کے ایک بت کا اس طرح نعرہ لگایا ''اے ہبل! تو بلند ہو، اے ہبل! تیرا دین بلند ہو''۔ یہ سن کر حضورؐ نے حضرت عمرؓ سے ارشاد فرمایا اس کے جواب میں تم یہ کہو ''اللہ اعلیٰ وجل''، یعنی اللہ ہی سے سب سے اعلیٰ وارفع اور بزرگ و برتر ہے''۔ پھر ابوسفیان نے کہا کہ ''ہمارے پاس عزیٰ (بت) ہے تمہارے پاس عزیٰ نہیں''۔ رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ ''اس کا یہ جواب دو ''اللہ مولنا ولا مولی لکم''، اللہ ہمارا آقا و والی و معین و مددگار ہے تمہارا اوالی نہیں۔ یعنی عزت صرف اللہ سبحان سے تعلق میں ہے (عزیٰ کے تعلق میں عزت نہیں ذلت ہے) ابوسفیان نے کہا ''یہ دن بدر کے دن کا جواب ہے (کبھی اوپر اور کبھی نیچے)''۔ ایک روایت میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ ''اے عمر! تم کہو ہمارے شہداء جنت میں ہیں اور تمہارے مقتولین جہنم میں''۔

ابوسفیان نے کہا کہ ''تمہارے مقتولین کو مثلہ کر دیا گیا ہے مگر میں نے اس کا حکم نہیں دیا تھا۔ اور اسے ناپسند بھی نہیں کرتا''۔ پھر کہا کہ ''ہماری اور تمہاری ملاقات آئندہ سال بدر میں ہوگی۔'' پھر لشکر قریش روانہ ہو گیا۔ وہ اپنے گمان میں کامیاب لوٹ رہا تھا حالانکہ کفار قریش سارے مخذول ومقہور لوٹے۔

جب مشرکین مکہ لوٹ گئے تو صحابہ کرام کے دلوں میں دغدغہ ہوا کہ کہیں وہ پلٹ کر مدینہ پر تاخت و تاراج نہ کریں۔ اس بناء پر حضور کرام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہ سے فرمایا کہ ''دشمنوں کے تعاقب میں جائیں اور اس بات کی تحقیق کریں۔'' حضرت علیؓ ان کے تعاقب میں دور تک گئے اور پھر واپس لوٹ آئے اور کہا کہ مشرکین مکہ کی طرف چلے گئے ہیں۔ حضور انورؐ نے فرمایا ''آج کے بعد کفار قریش ہم پر کبھی بھی کامیاب نہ ہوں گے اور انشاء اللہ تعالیٰ ہمیں مکہ مکرمہ کی فتح نصیب ہوگی''۔

مشرکین کے اوپس لوٹ جانے کے بعد مسلمانوں نے اپنے شہداء کی تلاش وجستجو کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرات زید بن ثابتؓ، ابی بن کعبؓ اور محمد بن مسلمہؓ میں سے کسی ایک کو

حضرت سعد بن ربیع انصاریؓ کو ڈھونڈنے کے لئے بھیجا اور تلاش کرنے والوں نے انہیں شہیدوں کے درمیان پایا اس وقت زندگی کی کچھ رمق ان میں باقی تھیں۔ متلاشی صحابی نے انھیں حضورؐ کا سلام پہنچایا تو انھوں نے جواباً کہا میرا اسلام بارگارہ رسالتؐ میں عرض کرنا اور یہ بھی معروضہ کرنا کہ سعدؓ کہتا ہے اللہ تعالی ہماری طرف سے آپ کو یا رسول اللہؐ! جزا مرحمت فرمائے اس سے افضل جو نبی کو اپنی امت کی طرف سے جزاء ملے۔ اسی طرح تمام صحابہ کو میرا اسلام کہہ دینا۔ میری قوم انصار سے یہ کہنا کہ اگر حضورؐ کو کوئی تکلیف پہنچتی درآں حال کہ تم میں سے ایک آنکھ بھی دیکھنے والے موجود ہو یعنی تم میں سے کوئی ایک بھی زندہ ہو تو سمجھ لینا کہ اللہ کے یہاں تمہارا کوئی عذر مقبول نہ ہوگا۔ اس کے بعد حضرت سعدؓ کی روح پرواز کر گئی اور جب صحابہ کرام نے واپس آکر حضور اکرمؐ کو حضرت سعدؓ کے متعلق بتایا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ ''اللہ تعالی سعد پر رحم فرمائے وہ اللہ اور اس کے رسول کا خیر خواہ رہا اور وفادار رہا زندگی میں بھی اور مرتے وقت بھی''۔

حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ کو کفار قریش نے شہید کر دیا تھا اور لاش کا مثلہ کیا تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حمزہؓ کی لاش مبارک کو دیکھا تو اس قدر آزردہ خاطر ہو گئے کہ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ حضورؐ کی ہچکی بندھ گئی اور ارشاد فرمایا کہ ''قیامت کے دن اللہ کے نزدیک تمام شہیدوں کے سردار حمزہ ہوں گے''۔ ایسی ہی ایک روایت حضرت علی کرم اللہ وجہ سے بھی منقول ہے اسی وجہ سے حضرت حمزہؓ ''سید الشہداء'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔

شہدائے احد میں سب سے پہلے حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ کی نماز جنازہ پڑھی گئی۔ ان کے بعد جو جنازہ آتا رہا حضرت حمزہؓ کے قریب رکھا جاتا اور اس پر نماز پڑھی جاتی رہی یہاں تک کہ ستر نمازیں حضرت حمزہؓ پر گزاری گئیں۔ اکثر ائمہ محدثین کا قول یہ ہے کہ نماز بار بار نہیں پڑھی گئی۔ حضور اقدسؐ نے

فرمایا کہ ''شہداء کے لئے غسل کا حکم نہیں ہے انھیں خون آلود کپڑوں میں دفن کریں''۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ ''حق تعالیٰ روزِ قیامت ان کو اس حال میں اٹھائے گا کہ ان کے زخموں سے خون بہتا ہوگا''۔ حضورؐ نے مزید یہ فرمایا کہ ''رنگ تو خون کا ہوگا مگر اس کی خوشبو مشک کی مانند ہوگی''۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ''کسی شہید کو یہاں سے کسی دوسری جگہ نہ لے جائیں اور اگر کوئی اپنے شہید کو دوسری جگہ لے گیا ہے تو وہ دوبارہ یہیں لے آئے''۔ حضرت جابرؓ اپنے والد حضرت عبداللہؓ کو مدینہ منورہ لے گئے تھے۔ مگر فرمانِ نبویؐ کے بعد دوبارہ احد میں لائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جن شہداء کے درمیان الفت و محبت زیادہ تھی ان کو ایک ہی قبر میں دفن کریں۔ چنانچہ حضرت حمزہؓ کے ساتھ حضرت عبداللہ بن جحشؓ جو ان کے بھانجے تھے ایک قبر میں رکھا گیا۔ اسی طرح کسی قبر میں تین تین شہیدوں کو یکجا دفن کیا گیا۔ اس غزوہ میں ستر صحابہ کرام شہید ہوئے جن میں اکثر انصار تھے۔ بے سروسامانی کا یہ عالم تھا کہ کفن کی چادر بھی کسی کے پاس پوری نہ تھی۔ چنانچہ حضرت مصعب بن عمیرؓ کے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا کہ کفن کی چادر اس قدر چھوٹی تھی کہ سر اگر ڈھانکا جاتا تو پاؤں کھل جاتے تھے۔ اور اگر پاؤ ڈھانکے جاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا۔ بالآخر یہ ارشاد ہوا کہ سر ڈھانک دو اور پیروں پر اذخر (ایک قسم کی گھاس) ڈال دو۔ اور بعض کے لئے یہ بھی میسر نہ آیا۔ دفن کے وقت حضور اکرمؐ دریافت فرماتے کہ ان میں زیادہ قرآن کس کو یاد ہے۔ جس کی طرف اشارہ کیا جاتا اسی کو قبلہ رخ لحد میں آگے رکھنے کا حکم فرماتے اور یہ ارشاد ہوتا کہ ''قیامت کے دن میں ان لوگوں کے حق میں شہادت دوں گا''۔

دن کے آخری حصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرمائی۔ ہر قبیلہ کے مرد و خواتین حضورؐ کے استقبال کے لئے نکل آئے اور یہ سب حضورؐ کی سلامتی اور بقائے ذات

اقدس پر اللہ کا شکر بجالا رہے تھے اور ہر شخص جس کو جو مصیبت پہنچی تھی حضور انورؐ کی سلامتی کے مقابلہ میں اپنی اس مصیبت کو آسان سمجھ رہا تھا۔ ایک عورت ایسی تھی کہ جس کا باپ، بیٹا اور شوہر کے علاوہ جملہ اقارب شہید ہو گئے تھے۔ مگر وہ لوگوں سے دریافت کرتی پھرتی کہ رسول اللہؐ سلامت ہیں؟ اگر حضورؐ سلامت ہیں تو کسی کے مرنے کا مضائقہ نہیں جب آپ سلامت ہیں تو گویا سب موجود ہیں۔ حضور اکرمؐ جس سواری پر رونق افروز تھے اس کی لگام حضرت سعد بن معاذؓ تھامے ہوئے تھے۔ سواری اقدس قبیلہ بنی عبدالاشہل پہنچی۔

دختر حضرت حمزہؓ کا اضطراب

عبدالاشہل حضرت سعد بن معاذؓ کا قبیلہ تھا۔ احد سے مراجعت کے وقت جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری اقدس عبدالاشہل کے مکانات کے پاس پہنچی تو حضرت سعدؓ بن معاذ کی والدہ کبشہؓ بنت رافع باہر نکلیں اور حضور انورؐ کے روئے اقدس کے دیدار سے آنکھوں کی روشنی وٹھنڈک کا سامان کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے بیٹے عمرو بن معاذؓ کی شہادت پر ان سے تعزیت فرمائی اور بشارت دی کہ جن لوگوں نے شہادت پائی وہ سب منازل جنت میں ہیں اور ان کی شفاعت ان کے گھر والوں کے حق میں مقبول ہے۔ حضرت کبشہؓ نے عرض کیا ''یا رسول اللہؐ! جب میں نے آپ کو سلامت پالیا تو ہر مصیبت کا گھونٹ پی سکتی ہوں'' اور پھر بشارت شفاعت پر عرض کیا ''یا رسول اللہؐ! ہم اس حال میں راضی ہیں'' اور حضور انورؐ سے دعاء کا معروضہ کیا۔ حضورؐ نے ان کے لئے دعاء فرمائی ''اے اللہ! ان کے دلوں کے غم کو دور فرما اور ان کی مصیبتوں کا اجر دے'' اور پھر حضورؐ نے عبدالاشہل کے زخمیوں کو اجازت دی کہ وہ

اپنے گھروں کو جائیں اور علاج کریں۔

جب مدینہ منورہ کے مصیبت زدگان نے سواری مبارک کو دیکھا تو راستے کے کنارے کھڑے ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا استقبال کیا۔ حضرت فاطمہؓ (دختر حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ) بھی ایک طرف کھڑے ہو کر حضورؐ کے ساتھ واپس ہونے والے لشکر کو بغور دیکھ رہی تھیں۔ جوق در جوق لوگ آتے جا رہے تھے۔ وہ اپنے والد حضرت حمزہؓ کو تلاش کر رہی تھیں۔ انھیں ابوبکرؓ نظر آئے تو ان سے دریافت کیا کہ ''میرے ابو کہاں ہیں؟ ان کو میں لشکر میں نہیں دیکھ رہی ہوں۔'' حضرت صدیق اکبرؓ کا دل بھر آیا اور چشم پرنم ہو گئیں۔ انھوں نے دختر حضرت حمزہؓ سے کہا کہ ''ابھی رسول اللہؐ تشریف لاتے ہیں'' اور جب سواری اقدس قریب آئی اور حضرت فاطمہؓ بنت حمزہ کو اپنے والد نظر نہ آئے تو حضورؐ کی لگام تھام کر عرض کرنے لگیں ''یا رسول اللہؐ! میرے والد کہاں ہیں؟'' حضورؐ نے فرمایا کہ ''میں تمہارا والد ہوں''۔ عرض کیا کہ ''یا رسول اللہؐ! اس کلام مبارک سے مجھے ان کے شہید ہو جانے کا اندازہ ہو رہا ہے۔'' ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس منظر کی صحابہ کرام بھی تاب نہ لا سکے اور سب رو پڑے۔ اس کے بعد حضرت فاطمہ بنت حمزہؓ نے عرض کیا کہ ''یا رسول اللہؐ! میرے والد کی شہادت کی کیفیت بیان فرمائیے'' حضورؐ نے فرمایا کہ ''اے بیٹی! اگر میں اس کی کیفیت بیان کروں تو تمہارا دل قابو میں نہ رہے گا''۔ اس بات کو سن کر حضرت فاطمہؓ بنت حضرت حمزہؓ کی چیخ نکل گئی۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنو عبد الاشہل اور بنوظفر سے تعلق رکھنے والے انصاریوں کے ایک مکان کے پاس سے گزرے تو آپ نے عورتوں کو اپنے شہداء پر نوحہ و بکا کرتے ہوئے سنا۔ حضور اقدسؐ کی چشمان مبارک سے بھی آنسو نکل پڑے پھر حضورؐ نے فرمایا کہ ''لیکن حمزہ پر رونے والی عورتیں نہیں''۔ جب سعد بن معاذؓ اور اسیدؓ بن حضیر بن عبد الاشہل کے مکان کی طرف

لوٹے تو انھوں نے اپنی عورتوں سے کہا کہ جائیں اور رسول اللہؐ کے چچا پر نوحہ کریں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب رسول اللہؐ نے حضرت حمزہؓ پر رونے کی آواز سنی تو باہر تشریف لائے۔ وہ مسجد کے دروازے ہی پر نوحہ کر رہی تھیں۔ حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ ''اللہ تم پر رحم فرمائے تم واپس چلی جاؤ تم نے اپنی طرف سے تسلی کا سامان اور حق ادا کر دیا''۔

ابن ہشام نے کہا کہ اسی روز سے نوحہ کرنے کی ممانعت کر دی گئی۔

مدارج النبوۃ میں ارباب سیر کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب رسول اللہؐ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو اکثر انصار کے گھروں سے عورتوں کی رونے کی آواز سنائی دی تو فرمایا کہ ''حمزہ کے لئے کوئی عورت رونے والی نہیں ہے'' انصار نے جب یہ بات سنی تو انھوں نے اپنی عورتوں سے کہا کہ پہلے حضرت حمزہؓ کے گھر جاؤ اور ان کے لئے روؤ اس کے بعد اپنے گھر آ کر اپنے شہیدوں کے لئے رونا۔ انصار کی عورتوں نے شام اور سونے کے وقت کے درمیان حضرت حمزہؓ کے گھر آئیں اور آدھی رات تک ان کے لئے روتی رہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواب گاہ میں تشریف لے جا چکے تھے۔ جب بیدار ہوئے تو حضرت حمزہؓ کے گھر سے رونے کی آواز سماعت فرما کر دریافت فرمایا ''یہ کیسی آوزیں ہیں؟'' عرض کیا گیا ''یہ اپ کے چچا پر انصار عورتوں کے رونے کی آواز ہے۔'' پھر حضور اکرمؐ نے دعاء کی اور فرمایا اللہ تعالیٰ تم سے اور تمہاری اولاد سے اور تمہاری اولاد کی اولاد سے راضی ہو''۔ (مدارج النبوۃ)

بعض روایات میں اتنا زیادہ ہے کہ فرمایا ''میرا مقصد یہ نہ تھا کہ عورتیں آئیں اور حضرت حمزہ پر روئیں'' اور آپ نے نوحہ کرنے سے منع فرمایا۔ (روضۃ الاحباب)

غزوۂ احد کے دوسرے دن

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے احد سے مراجعت کے بعد اپنے کاشانہ اقدس میں قدم رنجائی فرمائی تو اپنی تلوار اپنی صاحبزادی شہزادی کونین سیدہ فاطمہ بتول زہراؓ کو مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ لو بیٹی! اس کا خون دھوڈالو یہ جنگ کے موقع پر بڑی سچی ثابت ہوئی۔شیر خدا حضرت علی المرتضی کرم اللہ وجہ نے بھی اپنی تلوار حضرت فاطمہ زہراؓ کو دے کر فرمایا کہ اس تلوار کو بھی لے لو اور اس کا خون بھی دھوڈالو۔ خدا کی قسم جنگ میں یہ تلوار بڑی سچی نکلی۔اس پر رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''اگر تم جنگ میں ثابت قدم رہے تو تمہارے ساتھ سہل بن حنیفؓ اور ابودجانہؓ بھی ثابت قدم رہے''۔ابن ہشام کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ کی تلوار کو ذوالفقار کہا جاتا تھا اور مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ ابن نجیح نے بتایا کہ جنگ احد کے موقع پر کسی نے یہ ندا لگائی تھی ''لاسیف الا ذوالفقار ولافتی الاعلی'' یعنی تلوار تو صرف ذوالفقار تلوار ہے اور کوئی جوان علیؓ جیسا جوان نہیں۔ابن ہشام آگے بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا کہ حضورؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ ''مشرک اس جیسی تلوار کو اس وقت تک گزند نہیں پہنچا سکتے جب تک اللہ تعالی انہیں ہم پہ فتح نہ دے دے''۔

غزوہ احد کی تاریخ میں بھی اختلافات ہے۔ابن ہشام جوامع السیرۃ وغیرہ کے مطابق یہ غزوہ ۱۵ شوال المکرم ۳ھ (م ۳۱ مارچ ۶۲۵ء) کو پیش آیا۔دن ہفتے کا تھا۔طبقات ابن سعد میں اس کی تاریخ ۷ شوال المکرم ۳ھ (م ۲۳ / مارچ ۶۲۵ء) مرقوم ہے اس روز بھی ہفتہ تھا (رسول رحمتؐ) دوسرے دن اتوار تھا۔ہفتہ اور اتوار کی درمیانی شب مدینہ منورہ میں صحابہ کرام نے ہنگامی حالت میں گزاری اگرچہ

کہ دن بھر کی جنگ نے انھیں بے حد تھکا دیا تھا۔ اس کے باوجود وہ سب رات بھر جاگتے رہے اور مدینہ آنے والے تمام راستوں اور گزرگاہوں کی نگرانی میں مصروف رہے۔ صبح منادی نے رسول اللہؐ کی طرف سے اعلان کیا کہ جو لوگ کل (شنبہ کو) ہمارے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہوئے وہ دشمن کے تعاقب میں نہ چلیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فیصلہ فرمالیا تھا کہ دشمن کا تعاقب کیا جائے اور اسے کسی طرح استیصال کا موقع نہ دیا جائے۔ اس غرض سے حضور اکرمؐ نے کوچ کا اعلان فرمایا۔ چوں کہ شرط یہ تھی کہ وہی آدمی چل سکتا ہے جو کل شریک معرکہ احد تھا یہ سن کر حضرت جابر بن عبداللہؓ نے رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی ''یارسول اللہؐ! کل میرے والد نے مجھے میری سات بہنوں کے لئے نگرانی کے لئے چھوڑا تھا اور کہا تھا بیٹا! یہ بات نہ میرے لئے مناسب ہے نہ تمہارے لئے کہ ہم ان عورتوں کو ایسی حالت میں چھوڑ دیں۔ جب ان پر کوئی نگران نہ ہو اور تم ایسے نہیں کہ حضورؐ کے ساتھ ہو کر جہاد کرنے کے سلسلے میں تمہیں اپنے آپ پر ترجیح دوں اس لئے تم بہنوں کی نگرانی کے لئے یہیں رہ جاؤ۔ اس بناء پر میں پیچھے رہ گیا تھا۔'' حضورؐ نے اس عذر معقول کو قبول کرتے ہوئے جابر بن عبداللہؓ کو تعاقب میں شرکت کی اجازت مرحمت فرمائی اور جابرؓ حضور اکرمؐ کے ساتھ نکلے۔ تعاقب سے مقصد و مدعا صرف یہ تھا کہ دشمن خوفزدہ ہو جائے جان لے کہ رسول اللہؐ معرکہ آرائی فرمانے کی غرض سے باہر آئے ہیں اور مسلمانوں میں بہرحال پوری طرح مقابلہ اور معرکہ آرائی کی قوت وحوصلہ برقرار رہے۔ احد کی صورتحال کی وجہ سے اس میں کوئی کمی پیدا نہیں ہوئی ہے۔ ایک صحابی جو بنو عبدالاشہل میں سے تھے اور غزوہ احد میں رسول اللہؐ کے ساتھ تھے انھوں نے کہا میں اور میرا بھائی دونوں حضورؐ کے ساتھ جنگ احد میں شریک ہوئے تھے جب لوٹے تو زخمی ہو کر لوٹے پھر دشمن کے تعاقب کے لئے اعلان ہوا تو میں نے اپنے بھائی سے کہا یا بھائی نے مجھ

سے کہا کہ کیا رسول اللہؐ کے ساتھ غزوہ میں ہماری شرکت رہ جائے گی خدا جانتا ہے کہ ہمارے پاس کوئی جانور بھی نہیں کہ سوار ہو جائیں اور ہم میں سے ہر ایک خاصا زخمی تھا پھر بھی ہم دونوں رسول اللہؐ کے ساتھ نکل ہی پڑے۔ میں بھائی کی نسبت ذرا کم زخمی تھا۔ بھائی جب ذرا شکستہ نظر آتا تو اسے اٹھالیتا اور سب کے پیچھے پیچھے چلتا آخر ہم دونوں مسلمانوں کے ساتھ اسی جگہ پہنچ گئے جہاں پہنچنا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ سے نکل کر حمراء الاسد پہنچے جو آٹھ میل کے فاصلے پر تھا اور ازروئے روایت ابن ہشام مدینہ پر ابن ام مکتومؓ کو ناظم قرار دیا گیا تھا۔ حضور انورؐ اس جگہ پر پیر اور منگل اور بدھ کو قیام کیا پھر مدینہ منورہ مراجعت فرما ہوئے۔

غزوہ احد اور آیات ربانی

غزوہ احد سے متعلق کلام پاک میں کئی آیتیں آئی ہیں جن میں ان حالات کا تذکرہ ہے جو غزوہ احد میں پیش آئے۔

- ”اور (وہ وقت یاد کیجئے) جب آپ صبح کو اپنے گھر والوں (کے پاس) سے نکلے مسلمانوں کو قتال کے لئے مناسب مقامات پر لے جاتے ہوئے اور اللہ بڑا سننے والا ہے بڑا جاننے والا ہے“۔ (ق ۳/۱۲۱)

شنبہ ۷/شوال ۳ ہجری بوقت صبح حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حجرہ حضرت عائشہؓ سے برآمدگی اور احد میں صفوں کی ترتیب اور معرکہ آرائی کے لئے مناسب جگہوں پر مجاہدین کی تعیناتی جسے عرب کی اصطلاح میں ”محاذ“ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ آیت شریف میں صفات سمع و بصر سے اشارہ ملتا ہے کہ اعداء ورفقاء ہر ایک کی بات اور نقل وحرکت اللہ تعالی کے علم میں ہے اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

● ”جب تم میں سے دو جماعتیں اس کا خیال کر بیٹھی تھیں کہ ہمت ہار دیں درآں حالیکہ اللہ دونوں کا مددگار تھا اور مسلمانوں کو تو اللہ ہی پر اعتماد رکھنا چاہیئے۔“ (ق ۳/ ۱۲۲)

قرآن کریم نے جن دو گروہوں کا ذکر فرمایا ہے ان میں سے ایک بنو سلمہ بن جشم بن خزرج تھے اور دوسرا قبیلہ اوس میں سے بنو حارثہ بن نبیست تھا اور یہی دونوں فوج کے دونوں بازو سنبھالے ہوئے تھے ان دونوں دستوں نے عبداللہ بن ابی کو دیکھ کر ذرا سی کمزوری اور کم حوصلگی محسوس کی تھی لیکن اللہ تعالی نے ان کی مدد فرمائی اور ان کی یہ حالت جلد ہی ختم کر دی۔ آیت شریفہ میں ان گروہوں پر عتاب نہیں بلکہ ان پر عنایت والتفات ہے اسی لئے فرمایا کہ آئندہ ناامیدی اور بدہمتی کو اپنے پاس نہ آنے دیں اللہ ہی پر اعتماد کامل رکھیں۔

● ”اور یقینا اللہ نے تمہاری نصرت کی بدر میں حالاں کہ تم پست تھے، تو اللہ سے ڈرتے رہو عجب کیا کہ شکر گزار بن جاؤ“۔ (۳/ ۱۲۳)

بدر کا معرکہ جمعہ ۱۷/ رمضان المبارک ۲ ہجری (۱۱/ مارچ ۶۲۴ء) کو ہوا تھا مسلمانوں کو پچھلی نظیر سے ثابت قدمی کی ترغیب۔ بدر میں نہایت حساس وقت جب مومنین نے اللہ تعالی پر کامل بھروسہ کیا تو باوجود تعداد میں کمی اور آلات حرب کی قلت کے فضل الہی نے فقید المثال کامیابی سے ہمکنار کر دیا تھا اور اس وقت بھی اللہ سے ڈرو اور اس پر توکل ہو۔ اسی کی ذات سے امید ہو اس صورت میں شکر گزار بن جاؤ گے۔

● ”(وہ وقت یاد کیجئے) جب آپ مومنین سے کہہ رہے تھے کہ کیا یہ تمہارے لئے کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار تمہاری مدد تین ہزار اتارے ہوئے فرشتوں سے کرے کیوں نہیں بشرطیکہ تم نے صبر و تقوی قائم رکھا۔ اور اگر وہ تم پر فوراً آپڑیں گے تو تمہارا پروردگار تمہاری مدد پانچ ہزار نشانہ کئے ہوئے فرشتوں سے

کرے گا۔" (۱۲۵،۱۲۴/۳)

میدان بدر میں جب یہ خبر اڑ گئی تھی کہ دشمن کو زبردست کمک پہنچ گئی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اہل ایمان کو تسلی دے رہے تھے کہ کیا تمہاری تسکین و تسلی کے لئے یہ کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار تمہاری مدد تین ہزار فرشتوں سے کرے۔ اس وقت میدان جنگ میں صحابہؓ نے اطاعت رسول اللہؐ سے منہ نہ موڑا۔ یہاں یہ بات واضح ہوگئی کہ صبر و ثابت قدمی اور اطاعت رسولؐ بڑی چیز ہے۔ اب معرکہ احد میں بھی یہی ہدایت ہے کہ تم اللہ کے دشمن کے مقابلے میں صبر و استقلال سے کام لو گے اور اللہ کے احکام کی تعمیل کرو گے پھر دشمن اس طور پر فوراً تم پر حملہ آور ہوں گے تو اللہ پانچ ہزار فرشتوں سے جو نشان زدہ ہوں گے تمہاری مدد کرے گا۔ یہ تمہاری ہمت و حوصلہ کے لئے کتنی بڑی خوشخبری ہے ابن ہشام نے کہا کہ مُسَوِّمِیْن کے معنی معلمین ہیں یعنی جن پر علامت لگائی گئی ہو۔ سفید اون سے ان فرشتوں کے گھوڑوں کی دموں اور پیشانیوں پر نشان بنایا گیا تھا۔ ابن اسحٰق نے کہا کہ جنگ بدر میں فرشتوں کی علامت یہ تھی کہ ان کے سروں پر سفید عمامے باندھے ہوئے تھے۔

● "اور یہ تو اللہ نے اس لئے کیا کہ تم خوش ہو جاؤ اور تمہیں اس سے دلجمی حاصل ہو جائے ورنہ نصرت تو بس زبردست اور حکمت والے اللہ ہی کی طرف سے ہے۔" (۱۲۶/۳)

اللہ تعالی فرماتا ہے کہ میں نے اپنے فرشتوں کی فوج تمہارے لئے مقرر کی تو مقصد بجز اس کے کچھ نہ تھا کہ تمہیں خوش خبری ملے اور دلوں کو اطمینان حاصل ہو کیوں کہ میں تمہاری کمزوری کو جانتا تھا اور مدد تو صرف میرے پاس سے آسکتی ہے ☆ اللہ تعالی اس پر قادر ہے کہ جب اور جس کو چاہے بلا اسباب ظاہری بلکہ خلاف اسباب فتح دلا دے اور کامیاب کرا دے اللہ تعالی حکیم ہے یعنی عام فطرت بشری کی رعایت سے اسباب ظاہری کا جمع کر دینے والا نصرت حقیقی تو واقعی اللہ کی طرف سے ہے۔

● ''(اور یہ نصرت اس غرض سے تھی) یا کہ کفر کرنے والوں میں سے ایک گروہ کو ہلاک کردے یا انھیں خوار کردے کہ وہ ناکام ہوکر واپس جائے''۔ (۱۲۷/۳)

یعنی کافروں کو تمہارے ہاتھوں تباہ وہلاک کرادے جیسا کہ جنگ بدر کے موقع پر ہوا کہ قریش کے سرغنوں میں سے ستر مقتول اور اتنے ہی اسیر ہوئے انھیں دنیا کی نظروں میں ذلیل ورسوا کریں۔(ماجدی)

● ''نہیں ہے آپ کا اس معاملہ میں کوئی دخل چاہے تو اللہ ان کی توبہ قبول فرمالے اور چاہے تو عذاب دے انھیں پس بے شک وہ ظالم ہیں''۔ (۱۲۸/۳)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان لوگوں کے حق میں بدعا کرنے کے لئے اللہ تعالی سے اجازت طلب کی تو یہ آیت نازل ہوئی ☆ اس آیت کریمہ کا یہ مدعا نہیں کہ حضورؐ کی دعا بددعا کا اللہ کی جناب میں کوئی وزن نہیں۔ اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ ہر کہ ومہ حقیر وعزیز سب کچھ بلا استثناء اللہ تعالی کے قبضہ قدرت میں ہے وہ نہ چاہے تو کوئی کچھ بھی نہیں کرسکتا لیکن اسی طرح اس میں بھی ذرہ برابر شک نہیں کہ حضور محمد مصطفیؐ کا ہاتھ اٹھے تو اجڑے دیار میں بہار آجاتی ہے۔ انگلی کا اشارہ ہو تو چاند دوٹکڑے ہوجاتا ہے اور ان کی نظر کرم ہو تو کفر وشرک اور فسق وفجور کی تاریکیاں دور ہوجاتی ہیں۔

" **ولسوف يعطيك ربك فترضى** " اللہ کا وعدہ ہے اور اللہ کا وعدہ سچا ہوتا ہے اور خواہ کسی کی جبیں پر بل پڑیں وہ پورا کرکے رہتا ہے۔

وہی ہے طور جہاں پڑگئی نگاہ تری   وہی چمن ہے جہاں مسکرادیا تو نے

(ضیاء القرآن)

☆

● ''اور نہ (تو) ہمت ہارو اور نہ غم کرو اور تمھیں سربلند ہوگے اگر تم سچے مومن ہو''۔ (۱۳۹/۳)

احد میں پیش آنے والے ہوش ربا حادثات ممکن تھا کہ مسلمانوں کی کمر ہمت توڑ دیتے اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ گھبراؤ نہیں تم ہی غالب و منصور ہو گے اگر تم سچے ایمان دار ہو۔ تاریخ شاہد ہے کہ اس کے بعد حضور علیہ والصلوٰۃ والسلام کے عہد مبارک میں اس کے بعد جب بھی باطل سے صحابہ کرام ؓ کی جنگ ہوئی صحابہ ہی فتح یاب ہوئے حتیٰ کہ ہر وہ لشکر جس میں ایک بھی صحابی شامل ہو اس نے کبھی شکست نہیں کھائی اور یہ صحابہ کرام کے مومن کامل ہونے کی واضح دلیل ہے۔ (ضیاء القرآن)

اس کا یہ مطلب بھی بیان ہوا ہے کہ میرا رسول ؐ جو کچھ میری طرف سے تمہارے پاس لایا ہے اگر تم اس کی پوری پوری تصدیق کرتے رہے تو غلبہ و نصرت سے تمہیں سرفراز ہو گے۔ (ابن ہشام)

● ’’(احد میں) اگر لگی ہے تمھیں چوٹ تو (بدر میں) لگ چکی ہے (تمہاری دشمن) قوم کو بھی چوٹ ایسی ہی اور یہ (ہار جیت کے) دن ہم پھراتے رہتے ہیں انھیں لوگوں میں یہ اس لئے کہ دیکھ لے اللہ تعالیٰ ان کو جو ایمان لائے اور بنالے تم میں سے کچھ شہید اور اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا ظالموں کو۔ (۳/۱۴۰)

بعض لوگوں کی آزمائش اور امتحان کے لئے ایک وقت کسی کو اور دوسرے وقت کسی کو طاقت و حکومت دیتے ہیں۔ مقصود یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ مومن اور منافق میں امتیاز کر دے۔ اور اہل ایمان میں سے جسے وہ چنے اسے وہ شہادت کے شرف سے نواز دے۔ اس جگہ ظالموں سے مراد منافق ہیں جو زبان سے ایمان کا اعلان کرتے تھے مگر دل میں کفر چھپائے ہوئے تھے۔ اور نافرمانی پر تلے بیٹھے تھے۔ (ایضا)

ایک تفسیر یہ بھی ہے کہ اور تا کہ مسلمان اس شہادت اور ہزیمت کی بدولت گناہوں سے پاک اور صاف ہو جائیں اور جو خطائیں ان سے صادر ہوتی ہیں وہ اس شہادت کی برکت سے معاف ہو جائیں اور تا کہ اللہ تعالیٰ اپنے دشمنوں کو مٹا دے اس لئے جب اللہ کے دوستوں کی اس طرح خونریزی ہوتی ہے تو غیرت حق جوش میں آجاتی ہے اور اللہ کے دوستوں کا خون عجیب رنگ لاتا ہے جس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ

جن دشمنان خدا نے دوستان خدا کی خونریزی کی تھی وہ عجیب طرح سے تباہ و برباد ہوتے ہیں۔

(سیرت المصطفیٰ)

● ''اور اس لئے نکھار دے اللہ تعالیٰ انھیں جو ایمان لائے اور مٹا دے کافروں کو''۔ (۳/۱۴۱)

یعنی مسلمانوں میں سے سچے ایمان والوں کی آزمائش بھی ہو جائے اور یہ معلوم ہو جائے کہ ان میں کتنا صبر و ضبط ہے اور یقین ہے۔ منافق دل میں چھپے ہوئے کفر کے خلاف جو اپنی زبان سے اسلام اور ایمان کا لفظ استعمال کرتے تھے اسے باطل کر دے اور ان کا وہ کفر کھول دے جو دلوں میں چھپائے ہوئے تھے۔ (ابن ہشام)

● ''کیا تم گمان رکھتے ہو کہ (یونہی) داخل ہو جائیں گے جنت میں حالاں کہ ابھی دیکھا ہی نہیں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جنھوں نے جہاد کیا تم میں سے اور دیکھا ہی نہیں (آزمائش میں) صبر کرنے والوں کو''۔

(۳/۱۴۲)

یعنی کیا تمہارا خیال ہے کہ تم یونہی جنت میں پہنچ جاؤ گے اور میری طرف سے عزت و شرف کا ثواب حاصل کر لو گے حالاں کہ ابھی میں نے مصائب و شدائد میں ڈال کر تمہارا امتحان نہیں لیا تا کہ نمایاں ہو جاتا تم میں سے کتنے آدمی مجھ پر ٹھیک ٹھیک معنی میں ایمان رکھتے ہیں اور میرے لئے مصیبتیں برداشت کرنے میں ثابت قدم رہ سکتے ہیں تم دشمن سے (غزوہ احد میں) نبرد آزما ہونے سے قبل اس حق کے لئے جس پر تم قائم ہو شہادت دینے کی آرزو کر رہے تھے۔ اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دشمن کی طرف نکال کر لائے تھے کہ بدر میں شریک نہ ہو سکیں اب اس کی تلافی کر سکیں۔ (ایضاً)

● ''اور تم تو آرزو کرتے تھے موت کی اس سے پہلے کہ تم سے ملاقات کرو سواب دیکھ لیا تم نے اس کو اور تم (آنکھوں سے) مشاہدہ کر رہے ہو''۔ (۳/۱۴۳)

یعنی تمہارے اور دشمن کے درمیان جو تلواریں چل رہی تھیں ان میں موت کو منڈلاتے ہوئے تم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا لیکن اللہ نے دشمنوں کو تم سے دفع کر دیا۔ (ایضاً)

● ''اور نہیں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مگر (اللہ کے) رسول، گزر چکے ہیں آپ سے پہلے کئی رسول تو کیا اگر وہ رحلت فرمائیں یا شہید کر دئے جائیں پھر جاؤ گے تم الٹے پاؤں (دین اسلام سے) اور جو پھرتا ہے الٹے پاؤں تو نہیں بگاڑ سکے گا اللہ کا کچھ بھی اور جلدی اجر دے گا اللہ تعالی شکر کرنے والوں کو''۔ (۳/ ۱۴۴)

(جنگ احد میں) بعض نومسلموں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر جو کمزوری دکھائی اس پر انھیں تنبیہ کی جا رہی ہے کہ خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰؐ رسول ہیں خدا نہیں۔ اس دنیا میں حضورؐ کے قیام کے مدت مقرر ہے جب وہ فانی دنیا چھوڑ کر رفیق اعلی کی طرف رحلت فرمائیں تو کیا تم ان کا دین چھوڑ دو گے اور اسلام کی خاطر لڑنا بند کر دو گے؟ ایسا کیا تو خود ہی نقصان اٹھاؤ گے اللہ تعالی کے دین کو تمہارے اس رویہ سے کوئی ضرر نہیں پہنچے گا۔ (ضیاء القرآن)

☆

● ''اور کسی شخص کے لئے یہ ممکن نہیں کہ وہ مر جائے بجز اس کے کہ لکھے ہوئے وقت مقررہ کے مطابق اللہ کا حکم ہو، اور جو شخص دنیا ہی کا ثواب چاہتا ہے ہم اسے دنیا ہی کا ایک حصہ دے دیتے ہیں اور جو شخص آخرت کا ثواب چاہتا ہے ہم اسے آخرت کا ثواب دے دیتے ہیں اور ہم بہت جلد حق شناس شکر گزاروں کو بدلہ دینے والے ہیں''۔ (۳/ ۱۴۵)

شہدائے احد کی شان یہ ہے کہ انھوں نے راہ حق میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کیا ان کے متعلق جو فرمایا گیا اس کا مفہوم ہے کہ یہی شکر گزار بندے ہیں جنھوں نے نعمت اسلام کو پہچانا، اس کی قدر کی اور اس کے لئے اپنی جان دے کر اس بے مثل نعمت کا شکریہ ادا کر دیا۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ موت کا ایک دن

معین ہے بزدلی سے زندگی بڑھ نہیں سکتی اور شجاعت ودلیری سے گھٹ نہیں سکتی پھر جہاد سے جی چرانے سے کیا حاصل۔ جولوگ دینا طلب کرتے ہیں اور آخرت سے انھیں کوئی دلچسپی نہیں ہوتی اللہ تعالی انھیں ان کے مقسوم کے مطابق رزق عطاء فرماتا ہے اور اس سے زیادہ انھیں کچھ نہیں ملتا اور آخرت کے حصہ سے وہ محروم رہ جاتے ہیں ان کے برخلاف جو آخرت کے طالب ہوتے ہیں انھیں اللہ تعالی نہ صرف دولت اخروی سے نوازتا ہے بلکہ دنیا میں بھی انھیں بہت کچھ عطا ہوتا ہے اور یہ جزاء خاص شکر گزاروں کے لئے مخصوص ہے آگے ان لوگوں سے متعلق ارشاد ہے جن کے قدم ڈگمگا گئے تھے۔ یہاں ایک مثال کے ساتھ واضح فرمایا گیا۔

● ”اور کتنے ہی نبی گزرے ہیں کہ جہاد کیا ان کے ہمراہ بہت سے اللہ والوں نے سو نہ ہمت ہاری انھوں نے بوجہ ان تکلیفوں کے جو پہنچیں انھیں اللہ کی راہ میں اور نہ کمزور ہوے اور انھوں نے نہ ہار مانی اور اللہ محبت کرتا ہے (تکلیفوں میں) صبر کرنے والوں سے۔ اور نہیں تھی ان کی گفتگو بغیر اس کے کہ کہا انھوں نے اسے ہمارے رب! بخش دے ہمارے گناہ اور جو زیادتیاں کیں ہم نے اپنے کام میں اور ثابت رکھ ہمیں اور فتح دے ہم کو قوم کفار پر۔ تو دے دیا ان کو اللہ تعالی نے دنیا کا ثواب (یعنی کامیابی) اور عمدہ ثواب آخرت کا (یعنی نعیم جنت اور لذت وصل) اور اللہ تعالی محبت کرتا ہے نیکو کاروں سے“۔ (۳/۱۴۶ تا ۱۴۸)

ابن اسحق نے کہا کہ مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! جیسا کہ ان سابق امتوں کے لوگوں نے کہا وہی تم کہو اور یہ بات سمجھ لو کہ جو ہوا وہ تمہارے گناہوں کی وجہ سے ہوا۔ انھیں لوگوں کی طرح تم بھی استغفار کرو اور اپنے دین پر قائم رہ کر اسے نافذ کرتے رہو جیسا کہ وہ لوگ اپنے دین پر قائم رہے اور تم دین چھوڑ کر الٹے نہ پھر و اور پہلے لوگوں کی طرح اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہو پھر جس طرح ان لوگوں نے کافروں پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے دعاء کی تم بھی دعاء کرو یہ تمام باتیں وہی ہیں جو پہلی امتوں میں لوگ کر چکے ہیں

ان کے نبی کو قتل کیا گیا مگر انھوں نے وہ نہیں کیا جو تم نے کیا۔ اللہ تعالی نیکوں سے محبت کرتا ہے۔

● ''اے ایمان والو! اگر پیروی کرو گے تم کافروں کی تو وہ پھیر دیں گے تمھیں الٹے پاؤں (کفر کی طرف) تو تم لوٹو گے نقصان اٹھاتے ہوئے۔ بلکہ اللہ حامی ہے تمہارا اور وہ سب سے بہتر مدد فرمانے والا ہے۔ ابھی ہم ڈال دیں گے کافروں کے دلوں میں رعب اس لئے کہ انھوں نے شریک بنا لیا اللہ کے ساتھ اس کو جس کے لئے نہیں اتاری اللہ نے کوئی دلیل اور ان کا ٹھکانہ آتش (جہنم) ہے اور بہت بری جگہ ہے ظالموں کی''۔ (۳/ ۱۴۹ تا ۱۵۱)

اس سے قبل کی آیت میں انبیائے سابقین کے انصار و اعوان کی اقتداء کا حکم دیا گیا اور یہاں کفار کی اطاعت سے روکا گیا کیونکہ کفار کی پیروی سے دین کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے یا کم از کم گرفت ڈھیلی پڑ جاتی ہے۔ اس کا مظاہرہ جنگ احد میں ہو ہی گیا۔ کفار نے پلٹ کر عقب سے حملہ کر کے مسلمانوں کو سراسیمہ کر دیا تھا۔ ان کی صفیں درہم برہم ہو گئی تھیں۔ ان کی کثیر تعداد شہید اور فوج کا بیشتر حصہ بری طرح زخمی ہو چکا تھا۔ اگر وہ اس وقت مدینہ پر یلغار کرتے تو ظاہری حالات ایسے تھے کہ شاید انھیں کسی قابل ذکر مزاحمت کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ لیکن اللہ تعالی نے ان کے دلوں کو اتنا مرعوب اور خوفزدہ کر دیا کہ انھوں نے وہ مہم جس کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لئے پورے طمطراق سے آئے تھے اور اپنی عورتوں کو بھی ساتھ لائے تھے اس کو نامکمل چھوڑ کر واپس ہونے میں ہی اپنی عافیت سمجھی راستے میں انھیں اپنی اس غلطی کا احساس بھی ہوا کہ وہ اپنے کام کو ادھورا چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ چنانچہ انھوں نے واپسی کا قصد بھی کیا لیکن ہمت نے جواب دے دیا۔ ان زخم خوردہ مسلمانوں نے اپنے نبی کی قیادت میں مدینہ سے اٹھ میل دور حمراء الاسد تک ان کا تعاقب کیا۔ رعب بھی فتحیابی کا بہت بڑا سبب ہے بسا اوقات دشمن لڑے بغیر ہتھیار ڈال دیتا ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ دشمن ایک ماہ کی مسافت

پر ہراساں رہتا ہے۔ (بحوالہ ضیاء القرآن)

☆

● ''اور بے شک سچ کر دکھایا تم سے اللہ نے اپنا وعدہ جب کہ تم قتل کر رہے تھے کافروں کو اس کے حکم سے یہاں تک کہ جب تم بزدلوں کی طرح ہو گئے اور جھگڑنے لگے۔ (رسول کے) حکم کے بارے میں اور نافرمانی کی تم نے اس کے بعد کہ اللہ نے دکھا دیا تھا تمھیں جو تم پسند کرتے تھے۔ بعض تم میں سے طلبگار ہیں دنیا کے اور بعض تم میں سے طلبگار ہیں آخرت کے پھر پیچھے ہٹا دیا تمھیں ان کے تعاقب سے تا کہ آزمائے تمھیں اور بے شک اس نے معاف فرما دیا تم کو اور اللہ تعالی بہت فضل و کرم فرمانے والا ہے مومنوں پر''۔ (۱۵۲/۳)

یعنی میں نے تمہارے دشمن کے خلاف تمہاری مدد کرنے کا جو وعدہ کیا تھا وہ پورا کر دیا اور میرا وعدہ اس وقت پورا ہو گیا جب تم کفار کو تلواروں سے خوب قتل کر رہے تھے کیونکہ یہ سب کچھ میرے حکم سے ہو رہا تھا۔ تمہارے ہاتھ ان پر چل رہے تھے اور ان کے ہاتھوں کو تم سے روک رہا تھا ☆ تمہارے نبی نے جو ہدایت دی تھی اور جو ذمہ داری تم پر ڈالی تھی وہ پوری نہ کی اس سے مراد تیر انداز ہیں جو مال غنیمت حاصل کرنے کے لئے اپنا مورچہ چھوڑ گئے اور ''بعض تم میں سے طلبگار ہیں آخرت کے'' سے مراد حضرت عبداللہ بن جبیرؓ اور ان کے وہ دس ساتھی ہیں جو اپنی جگہ جمے رہے اور شہید ہوئے۔ ☆ زبردست سرزنش کرنے کے بعد اب ان کو مژدہ سنایا جا رہا ہے کہ تمہاری اس خطا کو تمہارے مولا کریم نے معاف فرما دیا ہے بے شک اللہ تعالی مومنوں پر اپنا فصل و کرم فرمانے والا ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ جن سے یہ لغزش ہوئی وہ مومن تھے اب جب اللہ تعالی ان کو مومن کہے اور ان کی لغزش معاف کر دے تو آج کون ہے جسے یہ حق پہنچتا ہے کہ ان نفوس قدسیہ کے ایمان میں شک کرے یا ان پر زبان طعن دراز کرے۔ (ضیاء القران)

● ''یاد کرو جب تم دور بھاگے جا رہے تھے اور مڑ کر دیکھتے بھی نہ تھے کسی کو اور رسول کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بلا رہے تھے تمہیں پیچھے سے پس اللہ پہنچایا تمھیں غم کے بدلے غم تا کہ تم نہ غمگین ہو اس چیز پر جو کھو گئی ہے تم سے اور نہ اس مصیبت پر جو پہنچی ہے تمھیں اور اللہ تعالی خبر دار ہے جو کچھ تم کر رہے ہو''۔

(۱۵۳/۳)

احد میں افراتفری کا حال بیان ہو رہا ہے دشمن کے ناگہانی دو طرفہ حملہ سے جو دہشت اور خوف پھیل گیا تھا اس میں بڑے بڑے بہادروں کی کمر ٹوٹ گئی، پاؤں ڈگمگا گئے اور جان بچانے کی فکر میں ادھر ادھر بھاگ کھڑے ہوئے لیکن اللہ کے پیارے محبوبؐ اور سچے رسولؐ اپنی جگہ پر جمے رہے نہ دل میں ہراس نہ چہرہ پر مایوسی اور نہ زبان پر شکوہ اور نہ حرکات میں بیضا بطگی۔ شجاعت رسالت اور وقار نبوت کا مظاہرہ ایسا ہوا کہ صرف بارہ جاں نثار پاس ہیں اور دشمن کا ٹڈی دل لشکر چاروں طرف سے امڈ چلا آ رہا ہے لیکن پیشانی اقدسؐ پر بل تک نہیں۔ اس وقت بھی زبان پاک سے ''اے اللہ کے بندو! میری طرف آؤ اے اللہ کے بندوں میری طرف آؤ'' کے الفاظ نکل رہے ہیں ☆ تم نے حکم نبوی سے سرتابی کر کے حضورؐ کو رنج پہنچایا۔ اس کے بدلے تمھیں بھی غم سے دوچار ہونا پڑا، جیتا ہوا میدان ہاتھ سے نکل گیا، تعداد کثیر شہید ہو گئی اور حضورؐ کی شہادت کی خبر وحشت اثر نے تو دنیا ہی تاریک کر دی۔ ☆ ایک مفہوم تو یہ ہے کہ غم پر غم رنج پر رنج اس لئے دیا کہ تم ان کے خوگر ہو جاؤ اور آئندہ کبھی ایسی صورت پیش آئے تو صبر و استقامت سے کام لو۔ دوسرا مفہوم یہ ہے کہ اس جملہ کا تعلق ''لقد عفا عنکم'' سے ہے یعنی اس لغزش کے باوجود تمھیں اس لئے معاف کر دیا کہ غلطی کا احساس تمھیں ہمیشہ حزیں و غمگین نہ بنائے رکھے۔ احساس خطا کے اس تکلیف دہ زخم پر اللہ نے عفو و کرم کا مرہم لگا دیا۔ (قرطبی بحوالہ ایضا)

ابن ہشام میں اس آیت کے تحت لکھا ہے کہ تمہارے بعض بھائیوں کا قتل، دشمن کا چڑھ آنا اور وہ

گھبراہٹ جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شہادت کی افواہ سن کر تم میں پیدا ہوئی یہ سب بے چینیاں یکے بعد دیگرے (غَمًّا بِغَمٍّ) تمہارے اندر اس لئے پیدا کریں کہ تم اس پر غم نہ کرو جو تمہارے ہاتھ سے نکل گئی یعنی، جو غلبہ تمہیں قریش پر حاصل ہو گیا تھا اور جسے تم نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا تھا نیز اس لئے تم اس مصیبت پر بھی افسوس نہ کرو جو بھائیوں کے قتل کی وجہ سے آئی تھی آخر کار اس طرح میں نے تمہاری اس بے چینی کو زائل کر دیا۔ (غم پر غم یا رنج پر رنج) کی ایک تعبیر یہ کی گئی ہے کہ فتح وکامرانی کا نقشہ بگڑ گیا۔ اس پر رفیقوں کی شہادت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہید ہونے کی افواہ کا غم برداشت کرنا پڑا۔ ایک تعبیر جو زیادہ قوی نظر آتی ہے یہ ہے کہ ایک غم فتح وکامرانی کے فوت ہونے اور رفیقوں کی شہادت پانے کا تھا پھر رسول اللہ ؐ کے شہید ہونے کی افواہ کا بڑا غم لاحق ہوا جس کے سامنے پہلے غم ہیچ تھے۔

بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمت شجاعت میں بھی یکتا اور بے نظیر ہیں۔ اس پورے معرکہ میں اسلام کے علم کو فراز رکھنے اور حضور ؐ کی حفاظت کے ضمن میں غزوہ میں مجاہدین اسلام یعنی صحابہ کرام نے جس جاں بازی، بہادری، بے جگری اور حضور انور ؐ پر دل وجان سے قربان ہونے کا جو مظاہرہ کیا اور سچی جاں نثاری کا ثبوت دیا وہ کبھی بھی فراموش نہیں کیا جائے گا۔ رسول اللہ ؐ کی میدان احد میں نہایت ہی نازک موقع پر بھی استقامت اور عزم صمیم کو دیکھا تو مسلمانوں کی ہمتیں بھی دو چند ہو گئیں حصول غنیمت میں عجلت اور تیر اندازوں کے مورچوں سے ہٹ جانے کی وجہ سے لشکر اسلامی کو سخت نقصان پہنچا تھا۔ اس کے باوجود حضور انور ؐ اپنے چند رفقاء کے ساتھ سرگرم جہاد رہے اور گھبرا کر منتشر ہو جانے والوں کو حوصلہ عطاء فرماتے ہوئے اپنی طرف بلایا۔

☆

● ''پھر اتاری اللہ تعالی نے تم پر غم واندوہ کے بعد راحت (یعنی) غنودگی جو چھا رہی تھی ایک گروہ پر تم

میں سے اور ایک جماعت ایسی تھی جسے فکر پڑی ہوئی تھی (صرف) اپنی جانوں کی بدگمانی کر رہے تھے اللہ کے ساتھ بلاوجہ عہد جاہلیت کی بدگمانی کہتے کیا ہمارا بھی اس کام میں کچھ دخل ہے آپ فرمائیے اختیار تو سارا اللہ کا ہے چھپائے ہوئے ہیں اپنے دلوں میں جو ظاہر نہیں کرتے آپ پر کہتے ہیں (اپنے دلوں میں) اگر ہوتا ہمارا اس کام میں کچھ دخل تو نہ مارے جاتے ہم یہاں (اس بے دردی سے) آپ فرمائیے اگر تم (بیٹھے) ہوتے اپنے گھروں میں تو ضرور نکل آتے (وہاں سے) وہ لوگ لکھا جا چکا تھا جن کا قتل ہونا اپنی قتل گاہوں کی طرف (یہ سارے مصائب اس لئے تھے) تا کہ آزمالے اللہ تعالی جو کچھ تمہارے سینوں میں (چھپا) تھا اور صاف کر دے جو (میل کچیل) تمہارے دلوں میں تھا اور اللہ تعالی خوب جاننے والا ہے سینوں کے رازوں کا''۔ (۳/ ۱۵۴)

منافقین کی تین سو کی ایک جمعیت تو ابن ابی کے ساتھ راستہ ہی سے واپس فرار ہوگئی لیکن ان کی ایک مختصر سی جماعت ابن قشیر کے ساتھ احد میں موجود تھی۔ یہاں ارشاد ہو رہا ہے کہ جن لوگوں کو اللہ تعالی اور اس کے رسولؐ پر اور ان کی باتوں پر یقین تھا اللہ تعالی نے انھیں اونگھ بھیج دی جو سکون اور چین کا باعث تھی وہ بلاخوف وخطر سو رہے تھے آرام پا رہے تھے یہ اللہ کی عطاء کردہ راحت تھی لیکن جو منافقین تھے انھیں نیند کے لطف سے محروم کر رکھا گیا کیونکہ ان منافقوں کو نہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی سلامتی کی فکر لاحق تھی نہ اسلام کی کامیابی کی تڑپ اور خوشی انھیں تو صرف اپنی حفاظت اور بقاء کی تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ کسی طرح سلامت وصحیح اپنے اپنے گھروں تک واپس پہنچ جائیں لیکن جب جنگ کا پانسہ پلٹ گیا تو پھر ان کا چھپا ہوا نفاق کھل کر سامنے آ گیا اور ان کی اسلام دشمنی پوشیدہ نہ رہ سکی اور جو کچھ بے سروپا باتیں انھوں نے بکیں قرآن مجید نے ان کا تذکرہ فرما دیا۔ اللہ تعالی نے اپنے حبیبؐ سے ارشاد فرمایا کہ آپ ان سے حقیقت بیان کر دیجئے کہ جب موت کا وقت معین آجاتا ہے تو انسان اپنی قتل گاہ کی طرف خود چلا آتا ہے۔ وہ کسی طور پر اپنے آپ کو اپنے مقتل اور موت سے بچا نہیں سکتا۔ جن لوگوں کے مقدر میں قتل ہونا لکھا جا چکا تھا

ان کے بچنے کا کوئی سوال نہ تھا ضرور وہ اس طرف نکل آتے جہاں انھیں قتل ہونا تھا۔ قرآن مجید نے پھر اس کے بعد مومنین وصادقین سے خطاب فرمایا ہے کہ ان مصیبتوں کی بھٹی میں تمھیں محض اس لئے ڈالا گیا کہ کھرا اور کھوٹا الگ الگ ہو جائے اور لغزش کا میل کچیل بخوبی دھل جائے۔

● ''بے شک وہ لوگ جو پیٹھ پھیر گئے تھے تم سے اس روز جب مقابلہ میں نکلے تھے دونوں لشکر تو پھیلا دیا تھا انھیں شیطان نے بوجہ ان کے کسی عمل کے اور بے شک (اب) معاف فرما دیا ہے اللہ تعالی نے انھیں یقیناً اللہ بہت بخشنے والا نہایت علم والا ہے''۔ (۱۵۵/۳)

غزوہ احد میں جب جنگ کا رخ بدلا تو بڑا انتشار سا ہوا اس افراتفری میں جو لوگ بھاگ کھڑے ہوئے تھے انھیں پہلے مژدہ سنایا گیا کہ اللہ تعالی نے ان کی غلطی معاف فرما دی ان کی مزید تسکین خاطر کے لئے اسی خوش خبری کو دہرایا جا رہا ہے۔

● ''اے ایمان والوں! نہ ہو جاؤ ان کی طرح جنھوں نے کفر اختیار کیا اور جو کہتے تھے اپنے بھائیوں کو جب وہ سفر کرتے کسی علاقے میں یا ہو جاتے تھے جہاد کرنے والے اگر وہ ہوتے ہمارے پاس نہ مرتے اور نہ مارے جاتے تا کہ بنائے اللہ تعالی اس (خیال باطل) کو حسرت (کا باعث) ان کے دلوں میں اور (درحقیقت) اللہ ہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے اور اللہ تعالی جو کچھ تم کرتے ہو دیکھ رہا ہے''۔ (۱۵۶/۳)

یعنی ان منافقوں کی طرح نہ ہو جاو جو بظاہر اپنے آپ کو مسلمان کہتے اور مسلمانوں کے ساتھ بھائی چارہ کا دعوی کیا کرتے وہ منافقین اپنی کمزوری، بزدلی اور ڈر کو حزم و احتیاط بتاتے اور مسلمانوں کے جذبہ جہاد اور شوق سرفروشی وشہادت کو دیوانگی سمجھا کرتے تھے۔ یہی منافقین مسلمانوں کو جہاد فی سبیل اللہ سے ونیز اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت میں سفر کرنے سے روکتے اور منع کیا کرتے تھے۔ جب کوئی مسلمان جہاد میں جام شہادت نوش کرتا تو چہرے پر افسردگی کا ملمع چڑھا کر یوں ہمدردی کا انداز دکھا کر کہا

کرتے کہ کاش یہ ہمارے بھائی جو جنگوں میں کٹ کٹ کر مر رہے ہیں ہماری طرح آرام سے گھروں میں ٹھہرتے تو کس لئے یہ ساری آفت آتی۔ اللہ تعالی ان مکار منافقوں سے اہل ایمان کو ہوشیار فرما رہا ہے کہ ان کی پر فریب باتوں میں نہ آنا۔ حقیقتاً موت اور زندگی اس کے قبضہ قدرت و اختیار میں ہے وہ جس وقت تک چاہتا ہے لوگوں کو زندہ رکھتا ہے اور جب چاہتا ہے انھیں موت دیتا ہے۔ اگر وہ چاہے تو گھروں میں لوگوں کی روح قبض کرے اور چاہے تو گھمسان کے رن میں جہاں ہر طرف تیروں کی بارش اور تلواروں کی جھنکار ہوا کرتی ہے وہاں پر لوگوں کو زندہ رکھے موت سے بچالے یہ سب اسی کے ہاتھ میں ہے۔

● ''اور واقعی اگر تم قتل کئے جاؤ راہ خدا میں یا تم مر جاؤ تو اللہ کی بخشش اور رحمت (جو تمھیں نصیب ہوگی) بہت بہتر ہوگی (اس سے) جو وہ جمع کرتے ہیں''۔ (۳/۱۵۷)

یعنی موت کا آنا تو نا گزیر ہے وہ تو بہر صورت آ کر رہے گی وہ موت یا قتل جو اللہ کی راہ میں ہوا اس دنیا سے بہتر ہے جسے بٹورنے اور جمع کرنے کے لئے یہ منافق ہمیشہ سرگراں و سرگرم رہا کرتے ہیں۔ ان کی دنیا طلبی کی خواہش انھیں موت اور قتل سے ڈراتی رہتی ہے اگر وہ مر جائیں یا مقتول ہو جائیں تو پھر دنیا کہاں ملے گی اسی دنیا کے لئے اور اس کی عارضی راحت و آسائش کے لئے وہ جان بچانے کی فکر میں رہتے ہیں ان کے پیش نظر آخرت نہیں ہوتی۔

☆

● ''اور اگر تم مر گئے یا مارے گئے تو اللہ کے حضور جمع کئے جاؤ گے''۔ (۳/۱۵۸)

یعنی جب تمھیں ہر حال میں اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے تو دنیا تمھیں کیوں دھوکہ میں ڈالے۔

● ''پس (صرف) اللہ کی رحمت سے آپ نرم ہو گئے ہیں ان کے لئے اور اگر ہوتے آپ تند مزاج سخت دل تو یہ لوگ منتشر ہو جاتے آپ کے پاس سے تو آپ درگزر فرمائیے ان سے بخشش طلب کیجئے ان کے لئے

اور صلاح ومشورہ کیجئے ان سے اس کام میں جب آپ ارادہ کرلیں (کسی بات کا) تو پھر توکل کرو اللہ پر بے شک اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے توکل کرنے والوں سے"۔ (۱۵۹/۳)

اس میں شک نہیں کہ ان قصورواروں کو جن کی وجہ سے فتح شکست میں تبدیل ہوگئی سزا تو کجا سرزنش تک بھی نہ کرنا بلکہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا لطف ومحبت سے پیش آنا محض اللہ تعالیٰ کی رحمت کی جلوہ نمائی ہی تو تھی جس سے اس نے اپنے محبوب ؐ کو متصف فرمایا اگر حضور ؐ کا حوصلہ اتنا وسیع، رحمت اتنی عام اور عفو وحلم اتنا بے پایاں نہ ہوتا تو حق کے متلاشیوں کا اتنا جمگھٹا کیسے ہوتا لوگوں سے قصور ہوجاتا تو بعض شرم کے مارے اور بعض سزا کے خوف سے دور بھاگ جاتے۔ حق تعالیٰ نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا کہ "اے محبوب ؐ! ان سے جو غلطی ہوگئی ہے اسے خود بھی معاف کردیجئے اور میری جناب میں بھی شفاعت کیجئے کہ میں بھی ان سے راضی ہوجاؤں" ☆ مشورہ شریعت کے مسلمہ اصولوں اور اہم ترین احکامات سے ہے۔ علامہ قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ؐ کو اس لئے مشورہ کرنے کا حکم نہیں دیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علی وآلہ وسلم کو ان کے مشورہ کی ضرورت تھی بلکہ اس میں حکمت یہ تھی کہ انھیں مشاورت کی شان کا پتہ چل جائے نیز یہ کہ مشورہ سنت نبوی ؐ بن جائے اور امت مسلمہ اس کی اقتداء اور اتباع کرے اس کی ایک اور وجہ بھی لکھی ہے کہ صحابہ کرام کے دلوں کو خوش کرنا اور ان کی قدر ومنزلت بڑھانا بھی مقصود تھا۔ خوب غور وفکر، بحث وتمحیص کے بعد جو فیصلہ کیا جائے تو اس کو عملی جامہ پہنانے کا پختہ ارادہ کرلینے کو عزم کہتے ہیں بغیر سوچے سمجھے کسی کام کو کرنے میں لگ جانا عزم نہیں ہے۔ ایک بات طے کرلینے کے بعد پھر تذبذب کا شکار ہوجانا پیغمبر ؐ کے شایان شان نہیں اور نہ مومن کو ایسا کرنا زیبا ہے کیونکہ اس سے دل میں کمزوری اور مزاج میں تلون پیدا ہوجاتا ہے۔ ایک تفسیر اس طرح بھی کی گئی ہے کہ اس آیت میں جو غزوہ احد کے بارے میں ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی مکرم ؐ کی نرم طبعی وصبر وضبط کا ذکر فرمایا ہے۔ مسلمانوں پر رسول اللہ ؐ کی

اطاعت وفرماں برداری فرض تھی اس میں ان سے جو کوتاہیاں ہو جاتی تھیں اگر ان پر (کوتاہیوں کے سلسلے میں) تند خوئی اور سخت دلی سے کام لیا جاتا تو اسے یہ لوگ برداشت نہیں کر سکتے نیز یہ کہ بہر حال ان میں ضعف بھی تھا اس لئے حضورؐ کو اللہ تعالیٰ نے نرم خو اور مہربان وشفیق بنایا تھا۔ نرم خوئی اور شفقت کے اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کو ہدایت کی کہ وہ ان کوتاہیوں کو معاف کر دیا کریں اور جو گناہ ان سے سرزد ہوں ان کے لئے دعائے مغفرت بھی فرمائیں پھر اس مصلحت سے مشورہ لینے کے لئے فرمایا کہ ظاہر ہے آپ ان کی باتیں سنتے ہیں اور حالانکہ رسول اللہؐ کو ان کی رائے اور مدد کی چنداں ضرورت نہ تھیں ایک پہلو یہ بھی تھا کہ اس طرح مسلمانوں کو دین میں زیادہ رغبت پیدا ہوگی ☆ اگر کسی ایسی بات کا عزم کرلو جو اللہ کی طرف سے (بذریعہ وحی) آئی ہو یا اس کا تعلق دین کے معاملے میں دشمن کے خلاف جہاد سے ہو اور اس کے بغیر مصلحت پوری نہ ہوتی ہو تو اسے اللہ کے حکم کے مطابق کر گزرو۔ خواہ کوئی مخالفت کرے یا موافقت پھر اللہ پر بھروسہ رکھو اور بندوں کی باتوں کی پرواہ کئے بغیر اس کو خوش رکھو۔

- ''اگر مدد فرمائے تمہاری اللہ تعالیٰ تو کوئی غالب نہیں آسکتا تم پر اور اگر وہ (ساتھ) چھوڑ دے تمہارا تو کون ہے جو تمہاری مدد کرے گا تمہاری اس کے بعد اور صرف اللہ پر بھروسہ کرنا چاہئے ایمان والوں کو''۔ (۳/۱۶۰)

پس لوگوں کی خاطر اللہ کے احکام کو نظر انداز نہ کرو بلکہ لوگوں کی باتوں کو اللہ کے حکم کے سامنے قطعی چھوڑ دو اور لوگوں پر بھروسہ کرنے کے بجائے اللہ پر بھروسہ کرنا مومن کی شان ہے۔

☆

- ''اور نہیں ہے کسی نبیؐ کی شان کہ خیانت کرے اور جو کوئی خیانت کرے گا تو لے آئے گا (اپنے ہمراہ) خیانت کی ہوئی چیز کو قیامت کے دن پھر پورا پورا بدلہ دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم

نہیں کیا جائے گا۔" (۳/۱۶۱)

یعنی اللہ تعالی نبیؐ کو جو حکم دے کر بھیجتا ہے وہ ان میں کچھ بھی چھپاتے نہیں اس سلسلے میں لوگوں کی طرف سے ڈر یا لالچ کچھ اثر نہیں رکھتا۔ جو شخص ایسا کرے گا (یعنی خیانت) وہ قیامت کے دن اس کے سامنے آجائے گا۔ نہ اس پر کسی قسم کا ظلم کیا جائے گا نہ اس کے حق میں زیادتی کی جائے گی ☆ احد کے درہ پر متعین تیر اندازوں نے جب دوسرے مسلمانوں کو مال غنیمت اکٹھا کرتے دیکھا تو ان کے دل میں یہ خیال گزرا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما دیں کہ "من اخذ شیئا فھو لہ" یعنی جس نے جو چیز لے لی اس کی ہوگئی اور ہم بالکل محروم رہیں یہ خیال سے اپنی جگہ چھوڑ کر غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہوگئے۔ حضورؐ نے وجہ دریافت فرمائی تو وہ کوئی معقول جواب نہ دے سکے۔ اس وقت نبی کریمؐ نے ان کے دل کی بات کہہ دی کہ "اظننتم اننا نغل ولا نقسم لکم" کیا تم یہ خیال کرتے تھے کہ ہم خیانت کریں گے اور تمھیں کچھ نہ دیں گے اور اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ "غل" کہتے ہیں مال غنیمت سے اس کی تقسیم سے پہلے کوئی چیز چھپا کر لے لینا۔ اس آیت میں اس جرم کی قباحت اور اس کی سزا بیان کرکے اس سے باز رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔

● "تو کیا جس نے پیروی کی رضائے الٰہی کی اس کی طرح ہوسکتا ہے جو حقدار بن گیا ہے اللہ کی ناراضگی کا اور اس کا ٹھکانا جہنم ہے اور یہ بہت بڑی پلٹنے کی جگہ ہے۔" (۳/۱۶۲)

یعنی جو شخص لوگوں کی دوستی اور دشمنی کا خیال کئے بغیر اللہ ہی کو خوش رکھنا چاہتا ہے اس کا درجہ اس شخص سے یقینا بہت بڑا ہے جو لوگوں کی خوشی اور ان کی ناراضگی دیکھتا ہے اور اللہ کی مرضیات کی پرواہ نہیں کرتا اس وجہ سے اللہ کے عذاب وغضب کا مستحق ہوجاتا ہے یہ دونوں برابر نہیں ہوسکتے۔

● "لوگ درجہ بدرجہ ہیں اللہ کے ہاں اور اللہ تعالی دیکھنے والا ہے جو وہ کرتے ہیں"۔ (۳/۱۶۳)

یعنی ہر شخص کے لئے عمل کے مطابق جنت اور دوزخ میں ایک درجہ مقرر کر دیا جائے گا اللہ سے اہل اطاعت اور اہل معصیت مخفی نہیں رہ سکتے۔

● ''یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا ان میں سے ایک رسول انھیں میں سے پڑھتا ہے ان پر اللہ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے انھیں اور سکھاتا ہے انھیں قرآن وسنت اگر چہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔'' (۱۶۴/۳)

یعنی مسلمانو! تم پر یہ اللہ کا بڑا فضل ہے کہ تم میں سے رسول پیدا کیا تا کہ تم نے جو نئی چیزیں پیدا کر رکھی تھیں اور جو تمہارا عمل تھا اس کے بارے میں تمھیں اللہ کی آیات سنائے اور خیر وشر کی تعلیم دے پھر تم خیر کو پہچان کر اس پر عمل کرو اور شر کو پہچان کر اس سے دور رہو اور بچو۔ نیز بتائے کہ جب تم اللہ کی اطاعت کرو گے تو اس کی خوشی حاصل کرو گے اور اس سے تمہارے اندر اطاعت کا جذبہ اور زیادہ تیز ہو گا اور اللہ جن باتوں سے ناراض ہوتا ہے ان سے محفوظ رہ کر تم ناراضی سے بچ سکتے ہو اس طرح جنت کا ثواب پا سکتے ہو۔ اس سے قبل تم گمراہی یعنی جاہلیت کی تاریکی میں تھے۔ خیر وشر کی تمیز نہ تھی کلمات خیر سے بہرے، حق سے گونگے اور ہدایت کے معاملے میں اندھے تھے☆ درندہ صفت انسان کیونکر فرشتہ سیرت بن گئے جنھیں کوئی اپنا غلام بنانا بھی پسند نہیں کرتا تھا کیوں کہ آئین جہانبانی میں دنیا بھر کے استاد بن گئے۔ جن کی گھٹی میں شراب تھی، ظلم وستم جن کا شعار تھا۔ کفر وشرک اور فسق وفجور کے گھٹاٹوپ اندھیروں میں بھٹکتے بھٹکتے صدیاں گزر چکی تھی۔ ان میں یہ مکمل تبدیلی اور ہمہ گیر انقلاب کیوں کر آیا۔ جنھوں نے کبھی ان حقائق پر غور کیا ہے وہی اس نبی معظم کی شان رفیع کو جان سکتے ہیں۔ تلاوت آیات، تعلیم کتاب وحکمت کے علاوہ تزکیہ نفس اور تربیت صالح سے یہ انقلاب رو پزیر ہوا۔

☆

● ''کیا جب پہنچی تمھیں کچھ مصیبت حالانکہ تم پہنچا چکے ہو (دشمن کو) اس سے دگنی تو تم کہہ اٹھے کہاں سے آپڑی یہ مصیبت؟ فرمائیے یہ تمہاری طرف سے ہی آئی ہے بے شک اللہ تعالی ہر چیز پر قادر ہے''۔

(۱۶۵/۳)

احد کے میدان میں مسلمان از راہ تعجب کہنے لگے عجب بات ہے ہم حق پر ہیں راہ خدا میں جہاد کرنے نکلے ہیں اور رسولؐ خدا بھی ہم میں موجود ہیں اور ہمیں ان لوگوں کے ہاتھوں ہزیمت اٹھانی پڑی جو کافر و مشرک ہیں۔ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ کیا ہوا اگر تمھیں آج تکلیف پہنچی اس سے پہلے تم ان پر دوگنی ضرب لگا چکے ہو تم بدر میں ان کے ستر سرادر قتل کئے اور ستر کو قیدی بنا لیا تھا اور اس پسپائی کے اسباب کے متعلق زیادہ فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں تم میں سے بعض نے ہمارے رسولؐ کے حکم سے سرتابی کی اور تم سب کو اس کا مزہ چکھنا پڑا اکثر دیکھا گیا کہ حق ماننے والے ظاہری اسباب کے مہیا کرنے میں اور تدبر سے کام لینے میں سستی کرتے ہیں اور یہ سمجھ کر کہ ہم اہل حق ہیں اپنی کامیابی کا یقین کر لیتے ہیں اور ظاہری قواعد و ضوابط کی پابندی کو اہمیت نہیں دیتے انھیں اس آیت پر مکرر غور کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالی اپنے بندوں میں سے جنھیں عذاب دینا یا معاف کرنا چاہتا ہے وہ عذاب دے دیتا ہے یا معاف کر دیتا ہے اسے ہر چیز پر پوری قدرت حاصل ہے۔

● ''اور وہ مصیبت جو پہنچی تھی تمھیں اس روز جب مقابلہ کو نکلے تھے دونوں لشکر تو اللہ کے حکم سے پہنچی تھی اور (مقصد یہ تھا کہ) دیکھ لے اللہ تعالی مومنوں کو''۔ (۱۶۶/۳)

یعنی جب تمہارے اور دشمن کے درمیان معرکہ قائم ہوا اور اس وقت جو کچھ بھی ہوا وہ سب اللہ تعالی کی مشیت کے مطابق ہوا (مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی نے فتح و شکست کے جو قانون بنا رکھے ہیں سب

کچھ ان کے مطابق ہوا تمھیں ابتداء میں کامیابی ہوئی خدا کی نصرت کا وعدہ پورا ہو گیا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاکید و ہدایت کے خلاف تیر اندازوں نے مورچہ چھوڑا اور اسی وجہ سے مسلمانوں پر مصیبت آئی) میری نصرت پہنچ چکی تھی اور وعدہ پورا ہو چکا تھا پھر جو کچھ تم نے کیا، کیا۔ اسی سلسلے میں مومن اور منافق علیحدہ ہو گئے۔

● ''اور معلوم ہو جائے جو نفاق کرتے تھے اور کہا گیا ان سے آؤ لڑو اللہ کی راہ میں یا بچاؤ کرو (اپنے شہر کا) بولے اگر ہم جانتے کہ جنگ ہوگی تو ہم ضرور تمہاری پیروی کرتے وہ کفر سے اس روز زیادہ قریب تھے بہ نسبت ایمان کے کہتے ہیں اپنے منہ سے (ایسی باتیں) جو نہیں ہیں ان کے دلوں میں اور اللہ تعالی خوب جانتا ہے جسے وہ چھپاتے ہیں''۔ (۳/۱۶۷)

عبداللہ بن ابی اور اس کے ساتھی جنگ احد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ چھوڑ کر واپس چلے آئے تھے انہوں نے اس موقع پر کہا تھا کہ اگر ہمیں یہ معلوم ہوتا اور یقین ہوتا کہ جنگ ضرور ہوگی تو ہم تمہارے ساتھ بے شک چلتے اور تمہاری طرف سے لڑتے لیکن ہمارا یہ خیال تھا کہ جنگ نہیں ہوگی۔ اللہ تعالی نے ان منافقوں کا وہ نفاق جو مخفی رکھے ہوئے تھے واشگاف طریقہ پر واضح کر دیا۔ جب منافقین کو شرکت کی دعوت دی گئی تو انھوں نے جواب دیا کہ اپنے سے چار گنا مسلح اور ہر ساز و سامان سے لیس لشکر کے ساتھ کھلے میدان میں نکل کر ٹکر لینا لڑائی نہیں بلکہ خودکشی ہے۔ ہم جنگ میں تو تمہارا ساتھ دینے کے لئے آمادہ ہیں لیکن جان بوجھ کر اپنے آپ کو ہلاکت کے گڑھے میں گرانے کے لئے تیار نہیں۔ مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں شرکت سے پہلو تہی کی اصلی وجہ ان کا نفاق تھا جسے وہ اپنے دل میں چھپائے ہوئے تھے دوسری باتیں تو ملمع سازی کے لئے تھیں۔

● ''جنھوں نے کہا اپنے بھائیوں کے بارے میں حالانکہ وہ خود (گھر) بیٹھے تھے اگر وہ ہمارا کہا مانتے تو نہ

مارے جاتے۔ آپ فرمادیجئے ذرا دور تو کر دکھاؤ اپنے آپ سے موت کو اگر تم سچے ہو''۔ (۳/۱۶۸)

ان کے نفاق کی دوسری کھلی علامت ان کا یہ قول ہے۔ اگر تم اتنے زیرک اور دانا ہو کہ اپنے تدبیر سے عقاب تقدیر کو گھائل کر سکتے ہو تو ذرا خود کو موت کے آہنی پنجہ سے چھڑا کر دکھاؤ۔ یعنی اگر موت کو آنے سے دفع کر سکتے ہو تو کردو اور اپنی جان بچالو۔ ان کی اس ذہنیت کا سبب دراصل جہاد سے بچنے کا تھا اسی بناء پر دنیا میں رہنے کے لالچ اور موت سے فرار اختیار کرنے کی وجہ سے جہاد ترک کر دیا۔

● ''اور ہر گز یہ خیال نہ کرو کہ وہ جو قتل کئے گئے ہیں اللہ کی راہ میں وہ مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس (اور) رزق دیئے جاتے ہیں شاد ہیں ان (نعمتوں) سے جو عنایت فرمائی ہیں انھیں اللہ نے اپنے فضل وکرم سے اور خوش ہو رہے ہیں بہ سبب ان لوگوں کے جو ابھی تک نہیں آملے ان سے ان کے پیچھے رہ جانے والوں سے کہ نہیں ہے خوف ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے''۔ (۳/۱۶۹،۱۷۰)

یہاں یہ تاکیدی حکم دیا جا رہا ہے کہ تمہارے دل میں بھی یہ گمان نہ گزرے کہ راہ خدا میں اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے والے مردہ ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں اور انھیں اپنے رب کی جناب سے رزق بھی دیا جاتا ہے۔ اور اللہ تعالی نے اپنے جس خصوصی لطف واحسان سے انھیں نوازا ہے اس پر وہ خوشی سے پھولے نہیں سماتے۔ البتہ اس زندگی کی حقیقت ہمارے فہم وادرک سے ماوراء ہے اور کسی چیز کا ہمارے فہم کی رسائی سے بالاتر ہونا اس کے نہ ہونے کی دلیل نہیں۔ روح کی ماہیت آج تک سر مکتوم ہے اس کو نہ سمجھ سکنا اس کے عدم کی دلیل نہیں ہو سکتی۔ ہم شہداء کو زندہ یقین کرتے ہیں کیونکہ ہمارے رب نے فرمایا کہ وہ زندہ ہیں ہم ان کو مردہ نہیں کہتے ہم انھیں مردہ خیال بھی نہیں کرتے۔ کیونکہ ہمارے رب نے انھیں مردہ کہنے اور انھیں مردہ خیال کرنے سے تاکیداً منع کیا ہے۔ سید عالم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جب تمہارے بھائی احد میں شہید ہوئے اللہ تعالی نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے قالب

عطاء فرمائے وہ جنتی نہروں پر سیر کرتے پھرتے ہیں جنتی میوے کھاتے ہیں طلائی قندیلیں جو زیر عرش معلق ہیں ان میں رہتے ہیں جب انھوں نے کھانے پینے رہنے کے پاکیزہ عیش پائے تو کہا کہ ہمارے بھائیوں کو کون خبر دے کہ ہم جنت میں زندہ ہیں تا کہ وہ جنت سے بے رغبتی نہ کریں اور جنگ سے بیٹھ نہ جائیں ۔ اللہ تعالی نے فرمایا کہ ''میں انھیں تمہاری خبر پہنچاؤں گا''۔شہادت کا شرف ابدی زندگی قرب الٰہی اورنعیم جنت سے لطف اندوزی ہے ۔

☆

● ''خوش ہورہے ہیں اللہ کی نعمت اوراس کے فضل پر اور (اس پر) کہ اللہ تعالی ضائع نہیں کرتا اجر ایمان والوں کا۔جنھوں نے لبیک کہا اللہ اور رسول کی دعوت پر اس کے بعد کہ لگ چکا تھا انھیں گہرا زخم ان کے لئے جنھوں نے نیکی کی ان میں سے تقوی اختیار کیا اجر عظیم ہے''۔ (۱۷۲،۱۷۱/۳)

شہداء جب اللہ تعالی کی شان بندہ پروری اور ذرہ نوازی کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں کہ اپنے پیچھے جن مسلمانوں کو وہ چھوڑ آئے ہیں وہ بھی راہ خدا میں جان دینے کے بعد ان ہی عنایات اورنوازشات سے بہرہ ور کئے جائیں گے ☆ جب ابوسفیان اپنے لشکر سمیت روحاء کے مقام پر پہنچا تو اپنی مہم کو ادھورا چھوڑنے پر سب کو سخت ندامت ہوئی اور انھوں نے فیصلہ کیا کہ وہ واپس جا کر تھکے ماندے زخموں سے چور مسلمانوں پر حملہ کر کے ان کا قصہ پاک کردیں ۔ جب یہ خبر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کو ملی تو حضور انورؐ نے بھی اپنے صحابہ کرام کو دشمن کی طرف پیش قدمی کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ اس مہم میں صرف وہی لوگ ہمارے ساتھ جاسکتے ہیں جو کل احد کے میدان میں ہمارے ساتھ تھے ۔ حضورؐ کا حکم سن کر صحابہ کرام اپنے مجروح جسموں کے ساتھ لبیک کہتے ہوئے حاضر ہوگئے ۔ اللہ تعالی ان کی اس اطاعت کاملہ کی توصیف فرمارہا ہے۔ (ضیاء القرآن)

● ''یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کہا انھیں لوگوں نے کہ بلاشبہ کافروں نے جمع کر رکھا ہے تمہارے لئے (بڑا سامان اور لشکر) سو ڈرو ان سے تو (اس دھمکی نے) بڑھا دیا ان کے (جوش) ایمان کو اور انھوں نے کہا کافی ہے ہمیں اللہ تعالی اور بہتر کارساز ہے''۔ (ق۔ ۳/ ۱۷۳)

جن لوگوں نے مسلمانوں کو بتایا تھا کہ کفار کا لشکر ساز و سامان جمع کرنے میں لگا ہوا ہے وہ قبیلہ عبد القیس کے کچھ لوگ تھے جنھوں نے ابوسفیان سے بات چیت کرنے کے بعد مسلمانوں سے کہا تھا کہ ابو سفیان وغیرہ نے بڑا سامان تیار کیا ہے اور وہ دوبارہ تم پر حملہ کرنے والا ہے ☆ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس چیلنج کو قبول فرمالیا تھا۔ جب وقت مقررہ آیا تو ابوسفیان دو ہزار پیدل اور پچاس سواروں سمیت بدر کے میدان کی طرف روانہ ہوا لیکن دل اتنا مرعوب ہوا کہ آگے بڑھنے کی ہمت نہ ہوئی اور نعیم ثقفی جو مدینہ کی طرف جا رہا تھا اس سے وعدہ کیا کہ اگر وہ مسلمانوں کو مدینہ سے باہر نکلنے سے باز رکھے تو وہ اسے دس اونٹ انعام دے گا۔ جب نعیم مدینہ پہنچا تو اس نے زوردار پروپیگنڈہ شروع کردیا کہ ابوسفیان نے بڑے کروفر سے اس دفعہ بدر کی طرف کوچ کیا ہے اگر تم نے بدر کا رخ کیا تو یاد رکھو تمہاری خیر نہیں تم میں سے زندہ بچ کر گھر کوئی نہیں آئے گا۔ لیکن مسلمانوں نے اس کے اس طلسم کو یہ کہہ کر توڑ دیا کہ ''**حسبنا اللہ ونعم الوکیل**''

''(ان کے عزم و توکل کا یہ نتیجہ نکلا کہ) واپس آئے یہ لوگ اللہ کے انعام اور فضل کے ساتھ نہ چھوا ان کو کسی برائی نے اور پیروی کرتے رہے رضائے الٰہی کی اور اللہ تعالی صاحب فضل عظیم ہے''۔ (۳/ ۱۷۴)

جب مسلمان اپنے رب پر بھروسہ کر کے اپنے رسولؐ کی قیادت میں بدر کی طرف روانہ ہوئے تو دشمن ان کی روانگی کی خبر سن کر راستہ ہی سے واپس مکہ لوٹ گیا۔ مسلمان چند روز تک بدر میں ٹھہرے رہے تجارت سے خوب نفع کمایا اور شاداں و فرحاں صحیح سلامت مدینہ طیبہ کو مراجعت فرما ہوئے ☆ نعمة سے مراد سلامتی

اور فضل سے مراد وہ نفع ہے جو بدر صغریٰ میں تجارت کے ذریعہ سے حاصل ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدر صغیر میں ایک گزرنے والے قافلے سے سامان تجارت خرید کر فروخت کیا جس سے نفع حاصل ہوا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (اس منافع کو) مسلمانوں پر تقسیم کر دیا۔ (ابن کثیر)

یہاں مسلمانوں کو یہ سبق دیا جا رہا ہے کہ تم دشمن سے نہ ڈرا کرو بلکہ اپنے رب سے ڈرا کرو اور جو اپنے رب سے ڈرتا ہے ساری دنیا اس سے لرزہ براندام رہتی ہے جب سے مسلمانوں نے یہ سبق فراموش کر دیا اس کا نتیجہ دیکھ رہے ہیں۔ آنے والی آیت میں اسی طرف اشارہ ہے۔

● ''یہ تو شیطان ہے جو ڈراتا ہے (تمھیں) اپنے دوستوں سے لہذا نہ ڈرو ان سے بلکہ مجھ ہی سے ڈرا کرو اگر تم مومن ہو''۔ (۳/۱۷۵)

(کیوں کہ شیطان) اس وسوسے اور وہم میں ڈالتا ہے کہ وہ بڑے مضبوط اور طاقت ور ہیں۔ اور جب وہ تمہیں اس وہم میں مبتلا کرے تو تم صرف مجھ پر ہی بھروسہ رکھو اور میری طرف رجوع کرو میں تمہیں کافی ہو جاؤں گا اور تمہارا ناصر رہوں گا۔ قرآن مجید نے غزوہ احد کے ضمن میں ایک ایک حقیقت کا واضح طور پر بیان فرمایا ہے شیطان کا اس وقت پورے طور پر سرگرم ہو جانا اور اپنے دوستوں سے ڈرانا اس کی اہل ایمان کے ساتھ بدخواہی اور مسلمانوں کی استقامت ایمانی پر بے پناہ حسد کا سبب تھا۔ انہی وسوسوں اور وہم کے متعلق صاف طور پر یہ ارشاد فرمایا گیا کہ یہ بات اس کے سوا کچھ نہیں کہ یہ شیطان ہی ہے جو اپنے دوستوں سے تمھیں ڈراتا ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو تو شیطان سے نہ ڈرو بلکہ صرف اللہ سے ڈرو۔ اسی میں ہر طرح کی کامیابی اور فوز و فلاح ہے۔

☆

● ''اور (اے حبیب!) نہ غمزدہ کریں آپ کو جو جلدی سے کفر میں داخل ہوئے ہیں، بے شک یہ لوگ

نہیں نقصان پہنچا سکتے اللہ تعالی کو کچھ بھی، چاہتا ہے اللہ تعالی کہ نہ رکھے ان کے لئے ذرا حصہ آخرت (کی نعمتوں) سے اوران کے لئے عذاب عظیم ہے''۔ (ق۔ ۳/ ۱۷٦)

جنگ احد میں مسلمانوں کو جو تکلیف پہنچی اس سے کئی منافق کھلے طور پر اپنے کفر کا اعلان کرنے لگے اور اسلام کا ظاہری نقاب جو انھوں نے اپنے عقیدہ پر ڈال رکھا تھا اسے بھی اٹھا دیا۔ نیز حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی دعاؤں، انتہائی کوشش اور جان سوزی کے باوجود کفار اپنے کفر پر چمٹے رہنے پر مصر تھے جس سے نبی رءوف ورحیم علیہ الصلوۃ والتسلیم کا دل بہت حزیں رہتا ۔ اللہ تعالی نے اپنے محبوب کو تسلی دی کہ آپ غمناک نہ ہوں آپ نے تو سمجھانے کا حق ادا کر دیا۔ اگر اس کے باوجود وہ کفر کو نہیں چھوڑ تے تو یہ ان کی اپنی شامت اعمال اور بد نصیبی ہے یہ لاکھ چاہیں اللہ کے دین کو نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

● ''بے شک جنھوں نے خرید لیا کفر کو ایمان کے عوض میں ہر گز نقصان نہ پہنچا سکیں گے اللہ تعالی کو کچھ بھی اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے''۔ (ق۔ ۳/ ۱۷۷)

انھیں دولت ایمان سے بہرہ ور کیا گیا تھا لیکن مسلمانوں کو احد میں جو زک پہنچی ان لوگوں نے سمجھ لیا کہ اسلام کا مستقبل مخدوش ہے اور اس کا آفتاب آن کی آن میں غروب ہونا چاہتا ہے۔ اب سلامتی اسی میں ہے کہ کفر کی طرف پلٹ پڑیں اور کافروں سے اپنے پرانے تعلقات و مراسم کو نئے سرے سے شروع کریں جن کو عجلت میں انھوں نے توڑ لیا تھا اسی طرح سے ان کم ہمت اور کوتاہ نظر لوگوں نے دولت ایمان دے کر کفر کا دوبارہ سودا کر لیا۔ وہ یقین رکھیں کہ ان کی یہ حرکت ان کو تو دردناک عذاب میں مبتلاء کرنے کا سبب ضرور بنے گی لیکن اللہ کے دین کی ترقی، توسیع اور اشاعت میں کسی طرح کی رکاوٹ ہر گز نہیں بن سکتی۔

● ''اور نہ خیال کریں جو کفر کر رہے ہیں، کہ ہم مہلت دے رہے ہیں انھیں یہ بہتر ہے ان کے لئے صرف

اس لئے ہم تو انھیں مہلت دے رہے ہیں کہ وہ اور زیادہ کرلیں گناہ اور ان کے لئے عذاب ہے ذلیل و خوار کرنے والا''۔ (ق۔ ۳/۱۷۸)

درازی عمر اور راحت وعیش کے ساتھ بسر کرنے کی دی گئی مہلت پر کفار مغرور نہ ہوں۔ انھیں جتنی ڈھیل دی جارہی ہے گناہوں کا بوجھ زیادہ ہو رہا ہے اور اس طرح اس کی سزا اور عذاب میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ خزائن العرفان میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ ''کون شخص اچھا ہے؟'' حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ ''جس کی عمر دراز اور عمل اچھے ہوں''۔ عرض کیا گیا ''بدترین کون ہے؟'' حضور انورؐ نے فرمایا کہ ''جس کی عمر زیادہ (دراز) اور عمل خراب ہو''۔

● ''نہیں ہے اللہ (کی شان) کہ چھوڑے رکھے مومنوں کو اس حال پر جس پر تم اب ہو جب تک الگ الگ نہ کردے پلید کو پاک سے اور نہیں ہے اللہ (کی شان) کہ آگاہ کرے تمھیں غیب پر البتہ اللہ (غیب کے علم کے لئے) چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہتا ہے۔ سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور اگر تم ایمان لے آئے اور تقوی اختیار کیا تو تمہارے لئے اجر عظیم ہے''۔ (ق۔ ۳/۱۷۹)

ابتداء میں بہت سے لوگ بظاہر اسلام کا اقرار کر کے مسلمانوں کی صفوں میں شامل ہو جاتے اور جواباً مسلمانوں سے عمدہ بھائیوں جیسا سلوک پاتے لیکن جب بھی کوئی نازک مرحلہ اور حساس موقع آتا تو یہ لوگ مسلماوں کے احسانوں کے عوض انھیں پریشان کرتے، انھیں خوف و ہراس میں مبتلاء اور منتشر کرنے کی سازش کرتے اور نہات اذیت اور تکلیف پہنچا دیا کرتے۔ ایسے لوگوں (منافقین) کا زیادہ دنوں تک مسلماوں سے ملا جلا رہنا مناسب نہ تھا اس لئے اللہ تعالی کو یہ گوارا نہ ہوا کہ مخلص و منافق ایک ساتھ ملے جلے انداز سے رہیں لہذا انھیں الگ الگ کرنا لازمی تھا۔ چنانچہ ان کے درمیان فرق امتیاز فرما دیا۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منافقین کے بارے میں پورا پورا علم تھا۔ صحابہ

کرام حضور انورؐ کے علم کی وسعت پر خوش ہوا کرتے تھے اور منافق چین بہ جبیں ہوتے ☆ منافقین کی پہچان بذریعہ وحی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دی گئی تھی ☆ غیب پر مطلع ہونا ہر کسی کے اختیار کی بات نہیں اور نہ ہر ایک میں اس کی صلاحیت پائی جاتی ہے۔ عام لوگوں کا ذریعہ علم تو دلائل اور ظاہری علامات ہیں اور غیب پر صرف رسولوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کیوں کہ ان ہی میں غیب پر مطلع ہونے کی استعداد پائی جاتی ہے ☆ یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالی کی تعلیم کے بغیر علم غیب حاصل نہیں ہوسکتا وہ جتنا چاہتا ہے اپنے رسولوں کو سکھا دیتا ہے اور اس ذات کریم نے اپنے حبیب کریم علیہ افضل الصلوۃ و السلام کو جتنا "چاہا" دیا۔ یہ جتنا اللہ تعالی کے علم غیر متناہی کا بعض ہے لیکن مخلوق کے علم کے مقابل ایک بیکراں سمندر ہے جس کی حد انسان مقرر نہیں کر سکتے۔

اسماء شہدائے احد

غزوہ احد کے موقع پر اللہ کی راہ میں جان دینے والے عاشقان رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعداد ستر تھی جن میں سے چار مہاجرین اور چھیاسٹھ انصار صحابہ کرام تھے۔ ان کے اسمائے گرامی ابن ہشام میں اس طرح ہیں۔ مہاجرین (۱) حضرت حمزہ بن عبد المطلبؓ آپ کا تعلق بنی ہاشم سے تھا اور رسول اللہؐ کے عم محترم تھے۔ انھیں جبیر بن مطعم کا غلام حبشی نے شہید کیا تھا۔ (۲) حضرت عبد اللہ بن جحشؓ (قریش کی شاخ بنی امیہ بن عبد شمس سے تعلق رکھتے تھے) (۳) حضرت مصعب بن عمیرؓ (بنی عبد الدار بن قصی سے تھے) (۴) حضرت شماس بن عثمانؓ (قریش کی شاخ بنی مخزوم بن یقظہ کے فرد تھے)۔

انصاریوں میں (۱) حضرت عمرو بن معاذ بن نعمانؓ (بنی عبد الاشہل) (۲) حضرت حارث بن

انس بن رافع رضؓ (ایضاً) (۳) حضرت عمارہ بن زیاد بن سکن رضؓ (ایضاً) (۴) حضرت سلمہ بن ثابت بن وقش رضؓ (۵) حضرت عمرو بن ثابت بن وقش رضؓ (۶) حضرت ثابت بن وقش رضؓ (۷) حضرت رفاعہ بن وقش رضؓ (۸) حضرت حسیل بن جابر رضؓ (المعروف بہ یمان ۔ یہ نا دانستگی میں مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہوئے تھے) (۹) حضرت صیفی بن قیظی رضؓ (۱۰) حضرت حباب بن قیظی رضؓ (۱۱) حضرت عباد بن سہل رضؓ (۱۲) حضرت حارث بن اوس بن معاذ رضؓ (۱۳) حضرت ایاس بن اوس (بنی عبدالاشہل) (۱۴) حضرت عبید (یاعتیک) بن تیہان رضؓ (۱۵) حضرت حبیب بن یزید بن تیم رضؓ (۱۶) حضرت ابن حاطب رضؓ بن امیہ (بنی ظفر) (۱۷) حضرت ابوسفیان بن حارث بن قیس رضؓ (بنی ضبیعہ) (۱۸) حضرت حنظلہ بن ابی عامر رضؓ (ایضا) ان کا خطاب غسیل الملائکہ تھا (۱۹) حضرت انیس بن قتادہ رضؓ (بنی عبید بن زید) (۲۰) حضرت ابوحیہ (بنی ثعلبہ) (۲۱) حضرت عبداللہ بن جبیر رضؓ (بنی ثعلبہ سے تعلق تھا اور تیر اندازوں کے امیر تھے) (۲۲) حضرت خثیمہ بن خثیمہ ابو سعد رضؓ (بنو سلم) (۲۳) حضرت عبد اللہ بن سلمہ (بنی عجلان) (۲۴) حضرت سبیع بن حاطب رضؓ (۲۵) حضرت عمرو بن قیس رضؓ (بنوسواد) (۲۶) حضرت قیس بن عمرو بن قیس رضؓ (ایضاً) (۲۷) حضرت ثابت بن عمرو رضؓ (بنی نجار) (۲۸) حضرت عامر بن مخلد رضؓ (۲۹) حضرت ابو ہریرہ بن حارث رضؓ (بنی مبذول) (۳۰) حضرت عمرو بن مطرف رضؓ (ایضا) (۳۱) حضرت اوس بن ثابت رضؓ (بنی عمرو بن مالک) (۳۲) حضرت انس بن نضر رضؓ (بنی عدی) (۳۳) حضرت قیس بن مخلد رضؓ (بنی مازن بن نجار) (۳۴) حضرت کیسان رضؓ (بنی مازن کے غلام) (۳۵) حضرت سلیم رضؓ بن حارث (بنی دینار) (۳۶) حضرت نعمان بن عبدعمرو رضؓ (بنی دینار) (۳۷) حضرت خارجہ بن زید بن ابوزہیر رضؓ (بنی حارث بن خزارج) (۳۸) حضرت سعد بن الربیع رضؓ (بنی حارث) (۳۹) حضرت اوس بن ارقم رضؓ (ایضا) (۴۰) حضرت مالک بن سنان رضؓ (بنوخدرہ) (۴۱) حضرت سعید بن سوید رضؓ (ایضاً) (۴۲) حضرت عتبہ رضؓ

بن ربیع (ایضا) (۴۳) حضرت ثعلبہ بن سعدؓ (بنو ساعدہ) (۴۴) حضرت ثقفؓ بن فردہ (ایضا) (۴۵) حضرت عبداللہ بن عمروؓ (بنوطریف) (۴۶) حضرت صمرہؓ (بنوجہینہ سے تھے جو بنوطریف کے حلیف تھے) (۴۷) حضرت نوفل بن عبداللہؓ (بنوعوف) (۴۸) حضرت عباس بن عبادہؓ (ایضا) (۴۹) حضرت نعمان بن مالکؓ (ایضاً) (۵۰) حضرت مجذر بن زیادؓ (ایضا) (۵۱) حضرت عبادہؓ (ایضا) (۵۲) حضرت رفاعہ بن عمروؓ (بنوحبلی) (۵۳) حضرت عبد اللہ بن عمروؓ (بنو سلمہ) (۵۴) حضرت عمروؓ بن جموح (ایضا) (۵۵) حصرت خلاد بن عمروؓ (ایضا) (۵۶) حضرت ابوایمنؓ (مولی حضرت عمروؓ بن جموح) (۵۷) حضرت سلیم بن عمروؓ (بنی سواد) (۵۸) حضرت عنترہؓ (مولی حضرت سلیم بن عمروؓ) (۵۹) حضرت سہل بن قیسؓ (بنوسواد) (۶۰) حضرت ذکوان بن عبدقیسؓ (بنو زریق) (۶۱) حضرت عبید بن معلیٰ (ایضا) (۶۲) حضرت مالک بن نمیلہؓ (بنو مزنیہ) (۶۳) حضرت حارث بن عدیؓ (بنو حطیمہ) (۶۴) حضرت مالک بن ایاسؓ (بنو سواد) (۶۵) حضرت ایاس بن عدیؓ (بنوعمرو بن مالک) (۶۶) حضرت عمرو بن ایاسؓ (بنوسالم)۔

جنگ احد میں مقتول قریش

مجاہدین کے ہاتھوں جہنم رسید ہونے والے مقتولین قریش کی تعداد ۲۲ تھی جن کے نام ابن ہشام نے یوں دیئے ہیں (۱) طلحہ بن ابی طلحہ (حضرت علی بن ابی طالبؓ نے جہنم رسید کیا) (۲) ابوسعید بن طلحہ (حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے قتل کیا) (۳) عثمان بن ابی طلحہ (حضرت حمزہ بن عبدالمطلبؓ نے مارا) (۴) سافع بن طلحہ (حضرت عاصم بن ثابتؓ نے قتل کیا) (۵) جلاس بن طلحہ (ایضا)

(۶) کلاب بن طلحہ (قزمان رضی حلیف بنوظفر نے قتل کیا) (۷) حارث بن طلحہ (ایضاً) بروایت دیگر یہ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی کے ہاتھوں قتل ہوا (۸) ارطات بن عبد شرحبیل (حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی نے جہنم بھیجا) (۹) ابو یزید بن عمیر (قزمان رضی نے قتل کیا) (۱۰) صواب (حضرت علی رضی نے جہنم رسید کیا) (۱۱) قاسط بن شریح (قزمان نے قتل کیا) (۱۲) عبداللہ بن حمید (حضرت علی رضی نے کام تمام کیا) (۱۳) ابوالحکم بن الاخنس (حضرت علی رضی نے کام تمام کیا) (۱۴) صباع بن عبدالعزیٰ (حصرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی کے ہاتھوں ختم ہوا) (۱۵) ہشام بن امیہ (قزمان رضی نے ختم کیا) (۱۶) ولید بن العاص (ایضا) (۱۷) ابو امیہ بن ابو حذیفہ (حضرت علی رضی نے قتل کیا) (۱۸) خالد بن الاعلم (قزمان رضی نے مارا) (۱۹) عمرو بن عبداللہ (۲۰) ابی بن خلف (۲۱) عبیدہ بن جابر (قزمان نے قتل کیا) (۲۲) شیبہ بن مالک (ایضا) ان کے منجملہ دو اکفر عمر بن عبداللہ اور ابی بن خلف حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست اقدس کا نشانہ بنے اور دائماً جہنمی قرار پائے۔ (ابن ہشام ج ۲)

جنگ احد سے متعلق شعری معرکہ

جنگ احد میں جہاں ہتھیاروں اور عددی قوت پر قریش کو گھمنڈ تھا وہیں شاعری کے ذریعہ وہ اپنا زور صرف کر رہے تھے۔ جوش وخروش دلانے والے اشعار کے ذریعہ قریش اپنے لوگوں کو میدان میں جمائے رکھنا چاہتے تھے چنانچہ ان کے بعض ساتھی اس کام کے لئے لائے گئے تھے لیکن اس میدان میں بھی مسلمانوں آگے رہے۔ حضرات حسان بن ثابت رضی اور کعب بن مالک رضی نے ہبیرہ، ابن زبعری اور ضرار وغیرہ کے اشعار کا ایسا جواب دیا کہ ان کے کہے ہوئے جوابی اشعار نہ صرف اس وقت مخالفین کے لئے

مسکت ثابت ہوئے بلکہ عربی ادب میں گراں قدر اضافہ کر گئے۔ کتب سیر و مغازی میں قریش اور مسلمانوں کے اشعار محفوظ ہیں چند منتخب اشعار کا ترجمہ اس طرح ہے۔

ہبیرہ بن ابی وہب نے کہا تھا کہ "میں نے اپنے اسلحہ جنگ ایسے گھوڑے پر رکھ لئے ہیں جس کے حسن و جمال کو لوگ آنکھیں پھاڑ کر دیکھتے ہیں، جو بڑے بڑے قدم ڈالنے والا اور بڑا ہی سبک رفتار ہے۔☆ یہ گھوڑا (عرب کے مشہور گھوڑے) اعوج کی نسل سے ہے☆ ہم اہل کنانہ کو اہل یمن کے گرد ونواح سے کھینچ کر لے آئے☆ بنو کنانہ نے پوچھا آخر تم ہمیں کہاں لئے جا رہے ہو تو ہم نے جواب دیا ہم تمھیں نخیل (مراد مدینہ) لئے جا رہے ہیں☆ احد کے پہاڑ کے دامن میں جنگ کے وقت ہم نے للکارا ☆ پھر شام کے وقت (ہم) ژالہ بار طوفانی بادل بن گئے" وغیرہ۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ہبیرہ کے اشعار کا نہایت مورثر اور بلیغ جواب اس طرح دیا کہ "اپنی بے وقوفی اور سفاہت کی وجہ سے حقیقت حال کو نہ جان کر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلہ میں بنو کنانہ کو لائے اور نتیجہ آخر کار یہ ہوا کہ اللہ کے لشکر نے بنو کنانہ کو اچھی طرح ذلیل و رسوا کر دیا☆ تم در حقیقت انھیں صبح ہی صبح موت کے حوضوں پر لائے تھے پس ان کا مقام موجود جہنم بنا اور قتل نے ان کا استقبال کیا☆ کیا تم نے اللہ کے شہ سواروں سے عبرت حاصل نہیں کی جب انھوں نے جنگ بدر میں اہل کفر کو قتل کیا تھا ان لوگوں کو قتل کیا تھا جو بدر کے گڑھے میں ڈال دیئے گئے تھے☆ کتنے ہی قیدی تھے جنھیں ہم نے بغیر قیمت کے رہا کر دیا اور ہم نے ان کے پیشانی تک کے بال نہ کاٹے ان پر ہمارا بڑا احسان ہے"۔

حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا جواب اس طرح تھا کہ "ذرا دریافت کر کے دیکھو مقام بدر میں تم کو کن بہادروں سے واسطہ پڑا تھا۔ جب غیب سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بذریعہ وحی خبریں آرہی تھیں اور ان کا فائدہ بھی مل رہا تھا☆ اس میدان خوف و خطر میں ہماری جگہ دوسرے لوگ ہوتے تو

ایک ہی رات میں ان کے پاؤں اکھڑ جاتے اور ملک بدر ہو کر راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتے ☆ جب ہمارا کوئی سوار آتا تو اس کا یہی قول ہوتا کہ ابن حرب نے جو ساز و سامان فراہم کیا ہے اور قبائل کو جو اس طرح کھینچ کھینچ کر لایا جا رہا ہے اس کے مقابلہ میں خوب خوب تیاری کر لو ☆ جب ساری مخلوق اپنی تدابیر سے اکٹھی ہو گئی تو ہمارے سواء کون تھا ☆ ہم بہادری سے مقابلہ کرتے رہے اور کوئی قبیلہ ایسا نہ بچا جو ہم سے ہیبت زدہ ہو کر بکھر نہ گیا ہو ☆ اور ہمارے درمیان اللہ تعالی کے پیغمبر موجود ہیں ہر معاملے میں ہم ان کی اتباع کرتے ہیں وہ ہمارے بارے میں جب کچھ فرماتے ہیں تو ہم احترام و اجلال سے نظر بھی نہیں اٹھاتے ☆ اللہ رب العزت کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر روح القدس حضرت جبرئیلؑ اللہ کی طرف سے فضائے آسمانی سے اتارے اور پھر اوپر بلائے جاتے ہیں ☆ ہم جس چیز میں چاہتے ہیں رسول اللہؐ سے (دریافت) کرتے ہیں پھر آپ کی جو مرضی اور خواہش ہوتی ہے اسے نہایت توجہ سے سن کر اطاعت کرتے ہیں ☆ جب دشمن سامنے آئے تو رسول اللہؐ نے ہم سے فرمایا کہ "موت کا خوف دلوں سے نکال دو بلکہ موت کی طمع و خواہش کرو اور ان لوگوں کی طرح ہو جاؤ جو اللہ تعالی کا تقرب حاصل کرنے کے لئے زندگیاں بھی فروخت کر دیتے ہیں اللہ کے پاس ہر انسان کو زندہ کیا جائے گا اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔ اپنی تلواروں کو سنبھال لو اور اللہ پر بھروسہ کرو کیونکہ تمام امور اللہ ہی کی مشیت کے تابع ہیں ☆ چنانچہ یہ ارشادات سن کر ہم سب کفار کی طرف ان کے کجاووں کے رخ ڈنکے کی چوٹ پر چل دیئے ایک ایسے لشکر کے ساتھ جو ہتھیاروں اور نیزوں سے پوری طرح لیس تھا۔ یہ لشکر جب چلتا تھا قدموں کو بالکل نہیں روکتا تھا بلکہ چڑھتا چلا جا رہا تھا ☆ آخر کار ہم لشکر کفار میں گھس گئے ان میں حبشی غلام بھی موجود تھے۔ کچھ خود پہنے ہوئے اور کچھ ننگے سر تھے ان کی تعداد تین ہزار تھی اور ہم کل تین سو زیادہ سے زیادہ چار سو تھے۔ مگر ہم لوگ چیدہ تھے ☆ جنگ ہمارے اور ان کے درمیان پلٹے کھانے لگی اور موت اپنا کھیل

کھیلنے لگی موتوں کے حوض کا پانی ہم انہیں بھی پلا رہے تھے اور خود بھی پی رہے تھے۔ درخت منع کی کمانیں ہمارے اندر بھی ٹوٹ رہی تھیں اور ان کے اندر بھی ☆ حرم کے باشندے صاعد کے ہاتھ کے بنے ہوئے وہ تیر بھی ٹوٹ رہے تھے جنھیں بناتے وقت زہر پلایا گیا تھا ☆ پس جب ہم دونوں حریف ایک دوسرے سے متصادم ہوئے اور جنگ کی چکی ہم پر خوب چلنے لگی اور جو بات اللہ مقدر کر دیتا ہے اس سے کوئی مفر نہیں ہوتا تو ہم نے انھیں تلواروں سے اتنا مارا اور ان میں چنے ہوئے لوگوں کی یہ حالت کر دی گئی گویا نشیبی زمین میں پچھاڑی ہوئی لکڑیاں پڑی ہیں۔ یہ شمشیرزنی صبح کے وقت شروع ہوئی اور شام کو ہم نے ہوش لیا ☆ پھر یہ کفار بڑی تیزی سے بھاگنے لگے معلوم ہوتا تھا گویا ایک اکھڑا ہوا بادل ہے جس کا پانی ہوا نے بہا لا ڈالا ہے اور جو تیزی سے اڑا بھی چلا جا رہا ہے ☆ اور ہم لوگ شام کے وقت اس شان سے واپس ہوئے کہ ہم میں جو لوگ آخری صفوں میں تھے وہ باطمنان چلے رہے تھے گویا ہم ایسے شیر تھے جو اپنی کچھار پر اٹھلا اٹھلا کر گوشت کھا رہے تھے ☆ پھر ہمیں کفار سے اور کفار کو ہم سے جو کچھ پانا تھا پالیا اور ہم نے تو بہت حد تک کار ہائے نمایاں کر دکھائے مگر اللہ تعالی کے نزیک جو طئے ہوتا ہے وہ وسیع تر اور ہمہ گیر ہوتا ہے ☆ اور ہماری چکی ان پر اور ان کی چکی ہم پر خوب چلی اور واقعہ یہ ہے کہ ہم میں سے ہر ایک نے پیٹ بھر کر ایک دوسرے کا مقابلہ کیا ☆ اور ہم تو وہ لوگ ہیں کہ اس شخص کے قتل کو قابل الزام سمجھتے جو اپنے حقوق کی حمایت میں مارا جاتا ہے۔ ہم وہ لوگ ہیں جو زمانے کی حوادث کو برداشت کرنے کی طاقت رکھتے ہیں ایک آنکھ بھی نہیں جو ہمارے کسی ہلاک ہونے والے شخص پر کبھی آنسو بہاتی ہو ☆ ہم زبردست دائمی جنگجو لوگ ہیں جو بات کہہ دیتے ہیں اسے پورا کرنے میں قطعاً نہیں تھکتے نہ ان مصائب وشدائد پر واویلا کرتے ہیں جو جنگ لاتی ہے ☆ ہم زبردست جنگجو ہیں اگر کامیابی حاصل کرتے ہیں تو زیادتی نہیں کرنے لگتے اور نہ جنگ کے پنجوں کے زخموں سے ہم دردمند ہوتے ہیں"۔

حضرت سیدنا امام حسنؑ اور حضرت سیدنا امام حسینؑ

۳ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سبط کریم یعنی شہزادی کونین خاتون جنت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا اور امیر المومنین ابوالائمہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے فرزند اکبر حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت نصف ماہ رمضان سنہ ۳ھ بمقام مدینہ منورہ ہوئی۔ حضرت امام حسنؓ کی پیدائش کی خبر نے سرور کونینؐ کو بہت مسرور کیا۔ چنانچہ حضورؐ بہ نفس نفیس کاشانہ زہراؓ میں رونق افروز ہوئے اور فرمایا کہ نومولود کو مجھے دکھانا۔ پھر رسول اللہؐ نے ان کا نام حسنؓ رکھا۔ حضرت امام حسنؓ رسولؐ اللہ سے شکل وشباہت میں بہت ملتے جلتے تھے، اسی بناء پر شبیہہ رسولؐ سے ملقب ہوئے۔ حضرت امام حسنؓ، رسول اللہ ؐ کے بہت چہیتے اور محبوب تھے۔ حضور اقدسؐ انھیں ہمیشہ اپنے نزدیک رکھا کرتے، بڑی محبت وشفقت خاص سے تربیت فرمائی۔ حضرت حسنؓ کو اکثر اپنی آغوش یا شانہ مبارکہ پر بٹھائے باہر برآمد ہوا کرتے۔ نماز میں حضرت امام حسنؓ، حضور اقدسؐ سے لپٹ جایا کرتے۔ حضور پاکؐ انھیں اپنے سینہ اقدس اور پشت مطہر پر بٹھالیا کرتے۔ اکثر سجدہ کی حالت میں حضرت حسنؓ، حضورؐ کی پشت مبارک پر سوار ہوجایا کرتے تھے۔ حضور اقدسؐ سجدہ کو طویل فرمادیا کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دلبند وسبط اصغر حضرت امام حسینؓ شعبان المعظم سنہ ۴ھ کو تولد ہوئے۔ حضور انورؐ نے نومولود کو شہد چٹایا اور اپنی زبان مبارک سے ان کے دہن کو تر کیا۔ حضور اقدسؐ نے ان کا نام حسین رکھا۔ حضرت امام حسنؓ کی طرح حضرت امام حسینؓ بھی حضور پاکؐ کو بے حد عزیز اور محبوب تھے۔ دونوں اکثر سینہ مبارک پر چڑھے کھیلا کرتے تھے۔ حضورؐ انہیں اپنے شانوں پر بٹھا لیا کرتے۔

حالت نماز میں بھی چہیتے نواسے جدا نہیں ہوتے۔ رکوع میں پیروں سے لپٹ جاتے، سجدہ میں پشت اقدس پر راکب نظر آتے۔

رسول اللہ ؐ نے حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کے متعلق فرمایا کہ ''یہ میری دنیا کے دو پھول ہیں اور جوانان جنت کے سردار ہیں''۔

سرایا مابعد غزوہ احد

محرم ۴ھ یعنی غزوہ احد کے بعد اور ہجرت کے پینتیسویں مہینے میں قطن کی جانب ابوسلمہ بن عبدالاسد المخزومی کا سریہ ہوا۔ قطن ایک پہاڑ ہے وہاں پر بنی اسد بن خزیمہ کا چشمہ آب تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر پہنچی کہ طلحہ وسلمہ فرزندان خویلد اپنے پیروؤں کے ہمراہ اپنی قوم میں جا کر رسول اللہؐ کے خلاف لوگوں کو بھڑکا رہے تھے اور مسلمانوں کے خلاف انھیں آمادہ جنگ کرنے میں مصروف تھے۔ حضورؐ نے ابوسلمہ کو بلایا ان کے لئے جھنڈا مقرر کیا اور ان کے ساتھ مہاجرین اور انصاریوں میں سے ایک سو پچاس صحابہ کرام کا انتخاب کر کے روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ''جاؤ یہاں تک کہ علاقہ بنی اسد میں پہنچو قبل اس کے کہ ان کی جماعتیں تمہارا مقابلہ کریں تم ان پر کردو'' وہ روانہ ہوئے اور اپنی رفتار کو تیز کر دیا۔ معمول کے راستے کو ترک کر کے الاخبار سے گزر کر قطن کے نزدیک پہنچ گئے۔ میدان پر حملہ کر کے اس پر قبضہ کر لیا تین غلام چرواہوں کو گرفتار کیا اور باقی لوگ بچ کر فرار ہو گے۔ حضرت ابوسلمہؓ نے اونٹ اور بکریوں کی تلاش میں اپنے ساتھیوں کو تین گروہوں میں تقسیم کر دیا وہ سب صحیح سالم واپس ہوئے۔ اونٹ اور بکریاں ساتھ لائے اور انھیں کوئی ایسا شخص نہیں ملا جو ان کی مزاحمت کرتا۔ حضرت ابوسلمہؓ ان سب کو لے کر مدینہ

لوٹ آئے مدینہ پہنچ کر مال غنیمت تقسیم ہوا اور مال غنیمت کا خمس نکالنے کے بعد ہر شخص کے حصہ میں سات سات اونٹ اور بکریاں آئیں۔ (بحوالہ ابن سعد)

طلحہ بن خویلد اور اس کے بھائی سلمہ جنھوں نے اپنی قوم کو مسلمانوں کے خلاف اکسایا تھا سخت ہزیمت سے دوچار ہوئے۔ بعد میں طلحہ بن خویلد مشرف بہ اسلام ہوے۔لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات شریف کے بعد مرتد ہوے اور خود بھی نبوت کا دعوی کردیا۔خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کے مقابلہ کے لئے حضرت خالد بن ولیدؓ کو روانہ کیا۔طلحہ ان کا سامنا کرنے کے بجائے بھاگ کر شام کی طرف نکل گئے۔ پھر بعد میں تائب ہوئے اور دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔اس دفعہ انھوں نے پورے اخلاص کے ساتھ ثابت قدمی دکھائی اور مسلمانوں کے ساتھ برابر جہاد میں شریک رہا کرتے تھے۔البدایہ والنہایہ میں ہے کہ حضرت طلحہؓ نے امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ کے عہد خلافت میں بھی پوری سرگرمی سے جہاد میں حصہ لیا چنانچہ جنگ قادسیہ اور معرکہ نہاوند میں ان کی نمایاں خدمات کا حال ملتا ہے بلکہ یہ مشہور ہے کہ وہ معرکہ نہاوند میں شہید ہوئے۔البتہ طلحہ کا دوسرا بھائی سلمہ بن خویلد شرف اسلام سے محروم ہی رہا۔

ماہ محرم ۴ھ ہی کے ابتداء ایام میں معلوم ہوا کہ خالد بن سفیان ہذلی ولحیاتی حضور اکرمؐ سے مقابلہ کے لئے لوگوں کو جمع کر رہا ہے اور جنگ کی زور دار تیاریاں شروع کر دی ہے۔ رسول اللہؐ نے اس کی سرکوبی کے لئے حضرت عبداللہؓ بن اُنیس کو بروز دوشنبہ ۵ محرم ۴ھ روانہ کیا خالد بن سفیان الہذلی نے عرنہ میں لوگوں کو مجتمع کیا تھا۔حضرت عبداللہ بن انیسؓ نے عرنہ کی طرف جانے سے پیشتر عرض کیا کہ ”یا رسول اللہؐ! اس کا کچھ حال مجھ سے بیان فرما دیجئے۔“ حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ ”جب تم اسے دیکھو گے تو اس سے ڈر جاؤ گے اور اس سے پریشان ہو جاؤ گے اور تمھیں اسے دیکھ کر شیطان یاد آئے گا“۔حضرت عبد

اللہ بن انیسؓ نے حضور انورؐ سے اجازت چاہی اور روانہ ہوئے۔ وہ اپنی تلوار لئے اور اپنے کو بنی خزاعہ کی طرف منسوب کرتے ہوئے بطن عرنہ پہنچے تو دیکھا کہ خالد بن سفیان جا رہا ہے اور اس کے پیچھے مختلف قبائل کے لوگ تھے جو اس کے پاس جمع ہو گئے تھے۔ حضورؐ نے اس کا جو حلیہ بیان فرمایا تھا اسے بالکلیہ اسی طرح پایا۔ اسے دیکھ کر اور پہچان کر حضرت عبداللہ بن اُنیسؓ پر خوف طاری ہوا اور وہ پوری طرح پسینہ میں شرابور ہو گئے۔

خالد بن سفیان ہذلی نے جب عبداللہ بن انیسؓ کو دیکھا تو پوچھا کہ کون ہے؟ یہاں حضرت عبد اللہؓ نے بڑی تدبیر سے کام لیا اور کہا خزاعہ کا ایک آدمی ہوں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے لئے تیرے گروہ کو سن کر آیا ہوں کہ میں بھی تیرے ساتھ ہو جاؤں۔ خالد نے کہا بے شک میں ان کے مقابلہ کے لئے تیاری کر رہا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن اُنیسؓ نے اپنی گفتگو سے بہت جلد اس کو اپنا گرویدہ کر لیا اور اس کے خیمہ تک پہنچ گئے اور جب سارے لوگ اس سے جدا ہو گئے اور سب سو گئے تو حضرت عبداللہ بن اُنیسؓ نے نہایت حوصلہ مندی اور بے جگری سے رات کے وقت اس پر حملہ کر کے اس کا خاتمہ کر دیا اور اس کا سر لے لیا۔ پھر ایک پہاڑ کے غار میں داخل ہو گئے جہاں مکڑی نے فوراً جالا بن دیا۔ ان کی بڑی تلاش ہوئی لیکن وہ کسی کے ہاتھ نہ لگے۔ جب سب چلے گئے تو اطمینان سے وہ غار سے نکلے اور مدینہ کی طرف لوٹ گئے رات کو چلتے رہتے اور دن کو کہیں روپوش رہا کرتے یہاں تک کہ مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ حضورؐ نے انھیں دیکھ کر فرمایا کہ ''تمہارا چہرہ فلاح پائے''۔ پھر حضرت عبداللہ بن انیسؓ نے خالد بن سفیان کا سر حضور اقدسؐ کے قدموں میں ڈال دیا۔ رسول اللہؐ نے انھیں ایک عصاء عطاء کیا اور فرمایا کہ ''اسے پکڑ کر جنت میں چلے جاؤ''۔ وہ عصاء عمر بھر ان کے ساتھ رہا اور وفات کے بعد ان کے کفن میں رکھ دیا گیا۔

الرجیع کا دردناک سانحہ

ابتدائے ماہ صفر المظفر میں یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے ۳۶ ویں مہینے میں الرجیع کی جانب مرثد بن ابی مرثد الغنوی کا سریہ ہوا (مرثد بن ابی مرثد حضرت حمزہ بن عبد المطلب رض کے حلیف تھے)۔ اسید بن العلاء بن جاریہ رض کہتے ہیں کہ رسول اللہ ؐ کے پاس جنگ احد کے بعد قبائل عضل و قارہ کا ایک وفد آیا۔ عضل اور قارہ ہون بن خزیمہ بن مدرکہ کی شاخ سے تھے۔ وفد نے حضور ؐ سے یہ معروضہ کیا کہ یارسول اللہ ؐ! ہم لوگوں میں بھی اسلام ہے (یعنی ہم بھی مسلمان ہیں) آپ اپنے صحابہ میں سے کچھ لوگوں کو ہمارے ساتھ روانہ کیجئے تا کہ وہ ہمیں دین سمجھائیں، قرآن پڑھائیں اور شریعت اسلامی سکھائیں۔ طبقات ابن سعد کے بموجب رسول اللہ ؐ نے ان کے ساتھ دس آدمیوں کو بھیجا جن کے منجملہ سات کے نام طبقات میں دیئے گئے ہیں حضرات (۱) حضرت عاصم بن ثابت رض (۲) حضرت مرثد رض بن ابی مرثد غنوی (۳) حضرت عبد اللہ رض بن طارق (۴) حضرت خبیب بن عدی رض (۵) زید بن وثنہ رض (۶) حضرت خالد رض بن البکیر رض اور (۷) حضرت معتب بن عبید رض (عبد اللہ رض بن طارق کے اخیانی بھائی اور قبیلہ بلی سے تھے جو بنی ظفر کے حلیف تھے)۔ ابن ہشام کہتے ہیں کہ رسول اللہ ؐ نے صحابہ کرام میں سے چھ اشخاص کو روانہ فرمایا۔ انھوں نے ان چھ اصحاب کے نام بھی دیئے ہیں جن میں ابن سعد کی فہرست میں موجود تمام صحابہ کرام کے نام ہیں البتہ معتب رض بن عبد اللہ کا نام نہیں ہے اس سریہ کے امیر بہ اختلاف روایت حضرت عاصم بن ثابت رض یا حضرت مرثد بن ابی مرثد رض بنائے گئے تھے۔ راجح قول دوسرا ہے وہ روانہ ہوئے جب الرجیع پہنچے جو الہدہ سے نکلنے پر ہذیل کا گھاٹ ہے (الہدہ وہاں (یعنی الرجیع) سے سات

میل اور عسفان سے بھی سات میل ہے)(رجیع عسفان اور مکہ کے درمیان) یہاں پہنچنے پر عضل اور قارہ کے لوگوں نے مسلمانوں سے غداری کی۔ ان کے خلاف آواز دے کر ہذیل والوں کو بلایا۔ بنولحیان دوسو آدمیوں کے ساتھ نکلے جن میں سے سو آدمی تیرانداز تھے۔ ان لوگوں نے مسلمانوں کا پیچھا کیا جب قریب پہنچے تو بھی مسلمان ہرگز خوفزدہ نہیں ہوئے جن مسلمانوں کے ہاتھ میں تلوارتھیں انھوں نے کفار کا جم کر مقابلہ کیا یہاں تک کہ ان پر غلبہ حاصل کرلیا اور کافروں کے پاس سے شمشیریں چھین لیں۔ کفار نے ان سے منت وسماجت کر کے مسلمانوں سے اپنی جانوں کے تحفظ کا سامان کیا۔ اسی دوران حضرت عاصمؓ اپنے رفقاء کے ساتھ ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گئے کفار ان سے کہہ رہے تھے ''خدا کی قسم! ہم تمہیں قتل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے بلکہ چاہتے ہیں کہ اہل مکہ سے تمہارے ذریعہ عوض لیں تمہارے لئے تو عہد و میثاق ہے کہ ہم تم کو قتل نہیں کریں گے''۔ یہ سن کر حضرت عاصم بن ثابتؓ ،مرثد بن ابی مرثدؓ اور ان کے ساتھیوں نے کہا کہ ''واللہ! ہم کسی مشرک کا عہد وعقد (معاملہ) کبھی قبول نہ کریں گے''۔ حضرت عاصمؓ نے اس وقت جو دعاء مانگی تھی بخاری شریف میں منقول ہے کہ حضرت عاصمؓ نے عرض کیا تھا کہ ''یا اللہ! اپنے پیغمبر کو ہمارے حال کی خبر فرمادے''۔ چنانچہ ابو داؤد طیاسی کی روایت میں ہے کہ اللہ تعالی نے ان کی دعاء قبول فرمائی اور اسی وقت بذریعہ وحی نبی اکرم علیہ الصلوۃ والتسلیم کو ان کی خبر دی اور اسی وقت حضورؐ نے صحابہ کرام کو اس بارے میں مطلع فرمایا۔ حضرت عاصمؓ ،حضرت مرثدؓ اور ان کے رفقاء (رضی اللہ عنہم اجمعین) نے کفار سے خوب ڈٹ کر جہاد کیا یہاں تک کہ ان کے بشمول ان کے ساتھیوں میں سے تین کے سواء سب نے جام شہادت نوش کیا۔ کفار کے وحشیانہ حملہ سے بچنے والوں میں جو مابعد گرفتار کر لئے گئے تھے حضرات زید بن وثنہ ،خبیب بن عدی اور عبداللہ بن طارق رضی اللہ عنہم تھے۔ ان کے منجملہ موخرالذ کر گرفتاری کے فوری بعد کافروں کے سفاکانہ ظلم کا شکار ہوئے اور بڑی بے دردی سے شہید کر دیئے

گئے۔ مابقی دونوں حضرات کو کفار نے مشکیں باندھ کر اپنے ساتھ مکہ لے گئے اور ان دونوں کو ممکنہ اذیتیں پہنچاتے رہے۔

کفار نے یہ بھی چاہا تھا کہ حضرت عاصمؓ کا سر ان کے تن سے جدا کر کے اپنے ساتھ لے جائیں تا کہ ان کے ہاتھوں غزوہ بدر میں مقتول ہونے والے مسافع اور جلاس کی ماں سلافہ بنت سعد کو بیچ دیں جس نے اپنے بیٹوں کے قاتل کے کاسہ سر میں شراب ڈال کر پینے کی نذر مانی تھی اور بڑی سے بڑی قیمت پر ان کے سر کو حاصل کرنے کی آرزو رکھتی تھی۔ ادھر حضرت عاصمؓ نے اپنی شہادت سے پہلے یہ دعاء مانگی تھی کہ ''یا اللہ! آج میں تیرے دین کی حفاظت کر رہا ہوں تو میرے گوشت یعنی جسم کی کافروں سے حفاظت فرما''۔ یہ دعاء بھی مقبول بارہ گاہ حق تعالی ہوئی۔ جب کفار ان کا سر لینے کے لئے آگے بڑھے تو دیکھا کہ بھڑوں (زنبور) نے ان کی حفاظت کا سامان کیا ہے۔ یہ دیکھ کر کفار نے کہا کہ شام تک انتظار کریں گے۔ شام ہو جائے گی تو بھڑیں ان کے پاس سے چلی جائیں گی۔ اللہ تعالی نے جب شام ہوئی تو وادی میں سیلاب بھیج دیا جو حضرت عاصمؓ کے جسم کو اپنے ساتھ اٹھا لے گیا اور کافر اس کرشمہ قدرت پر ہاتھ ملتے رہ گئے۔ ابن سعد میں ہے کہ کفار کے ہاتھوں گرفتار ہونے والوں میں سے ایک عبد اللہ بن طارقؓ نے راستے میں اپنی مشکیں کھول لیں اور کفار کے مقابلہ اپنی تلوار کے ساتھ ڈٹ گئے اور آخر کار شہید ہو گئے اور وہیں پر پیوند خاک ہوئے۔ آپ کا مزار مر الظہر ان میں ہے۔

بئر معونہ کا سانحہ عظمیٰ

ہجرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے ۳۶ ویں مہینے یعنی ماہ صفر المظفر میں سریتہ القراء یا بئر معونہ کا قصہ

ہوا جسے سریہ المنذر بن عمرو الساعدی سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ واقعہ کی ابتداء یوں ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس عامر بن مالک بن جعفر، ابو براء ملاعب الاسنہ (برچھیوں سے کھیلنے والا) حاضر ہوا۔ اس نے حضور اقدسؐ کی خدمت میں ہدیہ پیش کیا جسے حضور اقدسؐ نے قبول نہیں کیا البتہ رسول اللہؐ نے اسے دعوت اسلام دی لیکن اس نے اسلام قبول نہیں کیا اور نہ اسلام سے دشمنی کا اظہار کیا۔ تاہم اس نے یہ عرض کیا کہ " یا محمدؐ! اگر آپ اپنے اصحاب میں سے کچھ لوگوں کو میرے ساتھ اہل نجد میں بھیج دیں اور وہاں آپ کا پیغام پہنچا کر انھیں اسلام کی طرف دعوت دیں تو مجھے امید ہے کہ اہل نجد آپ کے پیغام پر ضرور لبیک کہیں گے"۔ عامر بن مالک کی بات پر رسول اللہؐ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ " مجھے اپنے اصحاب کے متعلق اہل نجد سے خطرہ معلوم ہوتا ہے"۔ ابو براء عامر بن مالک نے کہا کہ " میں ان کا ہمسایہ رہوں گا۔ اس لئے آپ انھیں روانہ فرما دیجئے انھیں چاہیئے کہ اہل نجد کو آپ کے پیغام کی طرف دعوت دیں"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چالیس (بہ روایت ابن اسحاق) یا ستر آدمیوں (بہ روایت بخاری) کو اس کے ہمراہ روانہ کیا۔ موخر الذکر روایت ہی راجح اور درست ہے کہ حضرت منذر بن عمرو ساعدیؓ کے ساتھ ان کے زیر امارت جانے والے انصاریوں کی تعداد ستر تھی۔ حضرت منذرؓ بن عمرو کو معنق الموت سے ملقب کیا گیا تھا یعنی " شہادت کی موت کے لئے آزاد کردہ"۔ ان کے ہمراہ جانے والے ستر اصحاب قراء کہلاتے تھے۔ یہ لوگ مدینہ منورہ سے نکلے اور بیر معونہ پر پڑاؤ کیا۔ بیر معونہ بنی سلیم کا گھاٹ تھا اور بنی عامر کی زمین اور بنو سلیم کے درمیان تھا۔ یہ دونوں بستیاں اسی کی شمار ہوتی تھیں۔ صحابہ کرام نے یہاں پر اپنے اونٹ چھوڑ دیئے پھر انہوں نے حضرت حرام بن ملحانؓ کو عامر بن الطفیل کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نامہ اقدس کے ساتھ بھیجا لیکن اس دشمن خدا اور رسول نے حضورؐ کا نامہ مبارک پڑھتا کیا دیکھا تک نہیں اور یکلخت حضرت حرام بن ملحانؓ پر حملہ کر بیٹھا اور انھیں نہایت

بیدردی اور سفاکی سے شہید کر دیا۔ اسی پر بس نہیں کیا بلکہ چیخ چیخ کر بنو عامر کو مسلمانوں کے خلاف مدد کے لئے پکارنے لگا۔ اس کے باوجود بنی عامر نے اس کی بات نہ سنی اور انھوں نے مسلمانوں کے خلاف اس کی مدد کرنے سے انکار کر دیا اور صاف کہہ دیا کہ ابو براء کے ساتھ آئے مہمانوں کے ساتھ دغا نہیں کی جائے گی۔ بنو عامر کے انکار کر دینے کے بعد اس نے بنو سلیم کے قبائل عصیہ، رِعل اور ذکوان کو صدائیں دی۔ انہوں نے عامر بن الطفیل کی پکار کا اثباتی جواب دیا اور اپنے مکانوں سے نکل کر آئے اور مسلمانوں کے پڑاؤ کو گھیر لیا۔ ایک روایت کے مطابق مسلمانوں نے جب دیکھا کہ حرام بن ملحانؓ کے آنے میں دیر ہو رہی ہے تو خود بھی ان کے نقوش قدم دیکھتے ہوئے چل پڑے۔ اس اثناء میں بنی سلیم والوں نے انھیں محصور کر لیا۔ کجاوؤں ہی میں مسلمانوں کا محاصرہ کر لیا گیا تھا۔ صورتحال کی نزاکت دیکھ کر مسلمانوں نے بھی مقابلہ کا حتمی فیصلہ کر کے اپنی اپنی تلواریں نکال لیں اور ان غداروں کا خوب ڈٹ کر سامنا کیا۔ مشرکین اور کفار تعداد میں بہت زیادہ تھے۔ بنی سلیم کے اشقیاء نے ان مسلمانوں کا جو حضرت منذر بن عمروؓ کے ہمراہ آئے تھے نہایت ہی بربریت کے ساتھ قتل کیا۔ بیر معونہ میں اہل ایمان جام شہادت نوش کر کے راہی جنت ہوئے اور وہاں موجود ایک ایک مسلمان شہید ہوا سوائے کعب بن زیدؓ کے جو شدید زخمی ہوئے تھے اور مقتولین کے درمیان سے ڈھونڈ کر نکالے گئے تھے۔ وہ ایک مدت تک حیات رہے اور غزوہ خندق میں شہادت پائی۔ بنی سلیم کے محاصرہ میں شہید مسلمانوں کی تعداد ۶۷ تھی ایک زخمی حضرت کعب بن زیدؓ تھے۔ ان کے علاوہ دو اصحاب وہاں موجود نہ تھے بلکہ اونٹوں کی دیکھ بھال کے لے دور تھے انہوں نے دیکھا کہ پڑاؤ کی جگہ پرند منڈلا رہے ہیں تو فوراً اپنی جگہ چھوڑ دی اور جب وہ واپس پلٹے تو دیکھا کہ سارے مسلمان شہید ہو گئے ہیں تو ان حضرات میں سے حضرت منذر بن محمد بن عقبہؓ نے فوراً ہی مشرکین پر حملہ کیا اور ان کی جوابی کاروائی کے نتیجہ میں مرتبہ شہادت پا لیا۔ جب کہ دوسرے صحابی حضرت عمرو بن امیہ

الضمریؓ کو قید کرلیا گیا۔لیکن جب بنی سلیم والوں کو پتہ چلا کے ان کا تعلق قبیلہ مضر سے ہے تو عامر بن الطفیل نے ان کے سر سے کچھ بال تراش کر اپنی ماں کے پاس بھیجا جس نے ایک گردن آزاد کرنے کی نذر مانی تھی۔

بیر معونہ کے سانحہ کے ضمن میں یہ ایمان پرور واقعہ بھی ملتا ہے کہ مسلمانوں میں سلیمؓ بن ملحان اور الحکمؓ بن کیسان بھی تھے جب انھیں گھیر لیا گیا تو انھوں نے کہا اے اللہ ہمیں سوائے تیرے کوئی ایسا نہیں ملتا جو ہمارا سلام تیرے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو پہنچا دے لہذا تو ہی ہمارا سلام پہنچا (حضور اکرمؐ کو)۔اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ کو اس پر مامور فرمایا۔حضرت جبرئیلؑ نے جب اس کی خبر دی تو حضور انورؐ نے فرمایا "وعلیھم السلام"۔

عامر نے اس کے بعد حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کو رہا کر دیا۔حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ نہایت خستہ حالت میں اس المناک سانحہ کی خبر مدینہ منورہ لائے۔

رجیع اور بئر معونہ کے بعد

بئر معونہ کا المناک واقعہ جس میں ستر صحابہ کرام کی شہادت ہوئی معمولی واقعہ نہ تھا اس نے غزوہ احد کی یاد تازہ کر دی۔احد میں مسلمانوں کو مشرکین سے دو بدو جنگ و جدال اور راہ حق میں اپنی بھرپور مجاہدانہ صلاحیتوں کے اظہار کا موقع تھا اور انھیں راست معرکہ آرائی کے دوران جام شہادت نوش کرنا پڑا لیکن بئر معونہ کے سانحہ میں مسلمان دھوکہ سے شہید کئے گئے تھے عامر بن طفیل نے نہایت ہی سفاکانہ طریقہ سے انھیں محصور کر کے قتل کیا تھا۔اس نے اس بربریت کے لئے بنو سلیم کے تین قبیلوں عصیہ، اعل اور

ذکوان کو اپنے ساتھ لے کر مسلمانوں کے ساتھ غداری کی اور انھیں نہایت بیدردی کے ساتھ شہید کر دیا۔ موقع واردات سے دور رہ جانے والے منذرؓ بن عتبہ اور عمروؓ بن امیہ ضمری کے منجملہ اول الذکر بھی مشرکین سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے جب کہ عمرو بن امیہؓ کو عامر نے قید کر لیا تھا بعد میں اس کی ماں کی منت کے پیش نظر سر کے اگلے حصہ کے بال کاٹ کر رہا کر دیا گیا۔

بئر معونہ کے سانحہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وآلہ وسلم کو بے حد رنجیدہ، ملول اور مضطرب کر دیا تھا۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ انھوں نے حضورؐ کو جس قدر اہل بئر معونہ پر غمگین ہوتے دیکھا کسی اور پر حضورؐ کو اتنا زیادہ غمگین ہوتے نہیں دیکھا۔ (ابن سعد) رجیع اور بئر معونہ دونوں سانحات کی خبر ایک ہی رات میں پہنچی تھی (واقدی) یہ واقعات بھی بہت ہی قریب قریب عرصہ میں پیش آئے تھے ان کا قلب اطہرؐ پر بہت اثر ہوا۔

حضرت عمروؓ بن امیہ ضمری جب مدینہ منورہ لوٹ رہے تھے تو اثنائے راہ اپنی تھکن دور کرنے کے لئے ایک باغ میں اتر پڑے جہاں ایک سایہ دار درخت کو منتخب کیا اور اس کے نیچے آرام لینے کے واسطے لیٹے ہی تھے کہ دو آدمی آئے اور انھوں نے اسی سائے میں لیٹ کر گہری نیند میں غرق ہو گئے۔ حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ نے جو حالیہ واقعات سے بے حد رنجیدہ اور غضبناک تھے یہ یقین کرتے ہوئے کہ بئر معونہ کے شہداء کا انتقام لے رہے ہیں ان دونوں کا خاتمہ کر دیا حالانکہ ان دونوں کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے عہد تھا اور عمروؓ بن امیہ اس بات سے واقف نہ تھے۔ وہ جب مدینہ واپس آئے اور بئر معونہ کی غم انگیز خبر کے ساتھ ان دونوں کے خاتمہ کے متعلق بتایا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ تم نے جن دو لوگوں کو ختم کیا ہے ان کی دیت ہمیں لازماً ادا کرنی ہوگی اور حضورؐ نے دیت جمع کرنے کے سلسلے میں مسلمانوں اور ان کے حلفاء یہود کو حکم دیا۔ یہی واقعہ آنے والے حالات کا باعث بنا۔

ماہ ربیع الاول سنہ ۴ھ میں ہجرت کے سینتیسویں مہینے میں غزوہ بنی النضیر رونما ہوا۔ بنی نضیر کے مکانات الفرس اوراس کے متصل واقع تھے جہاں بعد میں بنی خطمہ کا قبرستان بنا۔ وہ بنی عامر کے حلفاء تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مہاجرین وانصار کی ایک جماعت کے ساتھ بنی نضیر کے ہاں تشریف لائے اوران سے اس بارے میں گفتگو فرمائی کہ وہ لوگ ان دونوں کلابیوں کے متعلق کہ جنھیں عمروؓ بن امیہ ضمری نے ختم کردیا تھا دیت کے ضمن میں اپنا حصہ ادا کریں کیونکہ معاہدے کی رو سے ایسی اعانت ان پر واجب تھی۔ حضورؐ کے ایسا فرمانے کے بعد بنی نضیر والوں نے جواباً کہا کہ ''اے ابوالقاسمؐ! جو آپ چاہتے ہیں ہم ایسا ہی کریں گے۔ آپ یہاں تشریف رکھئے ہم ابھی اس کا انتظام کئے دیتے ہیں آپ کو تھوڑے سے انتظار کی زحمت ہوگی''۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ٹھیک ہے اور صحابہ کرام کے ساتھ ان کے گھروں میں سے ایک دیوار سے ٹیک لگا کر تشریف فرما ہوگئے۔ اس وقت حضورؐ کے ہمراہ صحابہ کرام کا ایک گروہ تھا۔

یہود بنی نضیر آپس میں مل کر یہ کہنے لگے کہ کیوں نہ ہم ان (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا یہیں پر خاتمہ کردیں کہ ایسا موقع پھر نہیں مل پائے گا۔ اس وقت وہ ایک دیوار کے پہلو میں تشریف رکھتے ہیں اگر کوئی ایک چکی ساتھ لے جائے اوراوپر سے گرادے تو کام بن جائے گا۔ وہ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ یہ مہم کون سر کرے گا؟ ان میں سے ایک شخص عمرو بن جحاش بن کعب نے اس کام کی انجام دہی کی پیشکش کی اور وہ مکان کی چھت پر چڑھ گیا۔ ادھر اللہ تعالی نے بذریعہ وحی اپنے حبیبؐ کو یہود کے ارادہ بد اور خطرناک عزائم سے واقف کروادیا۔ اس پر رسول اللہؐ فوراً اٹھے اور جانب مدینہ مراجعت فرما گئے۔ اس طرح غدار یہودیوں کا یہ مذموم اور خطرناک منصوبہ پورا نہ ہوا۔ صحابہ کرام جو دیر تک حضورؐ کا انتظار کرتے بیٹھے رہے تھے ایک شخص کے یہ کہنے پر کہ حضورؐ کو اس نے مدینہ منورہ میں داخل

ہوتے ہوئے دیکھا ہے، خود بھی اٹھے اور مدینہ منورہ کی طرف لوٹ گئے۔ جب وہ سب بارگاہ رسالت پناہیؐ میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے صحابہ کرام کو یہودیوں کے منصوبوں سے آگاہ فرمایا کہ وہ کس طرح دھوکہ دے کر صورتحال کا فائدہ اٹھانا چاہتے تھے اور حضورؐ نے یہودیوں سے مقابلہ کی تیاریوں کا حکم دیا۔

بنی نضیر کی شرانگیزیاں

بنی نضیر کی دھوکہ دہی، غداری، خطرناک عزائم، شرانگیزیوں اور سازشی منصوبوں کے پیش نظر ان کی تادیب اور سرکوبی لازمی ہوگئی تھی۔ ان کی دسیسہ کاریوں اور مسلمانوں کے خلاف کھلی دشمنی اور عداوت کا ثبوت عہدو پیمان کے باوجود طرح طرح سے اذیت دہی کا تسلسل تھا۔ حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کے واقعہ کے بعد جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام کے ساتھ یہود بنی نضیر سے دیت میں حصہ لینے کی بات فرمانے ان کے ہاں تشریف لے گئے تو ان کی غداری اور خطرناک منصوبہ سامنے آیا۔ مدینہ منورہ واپس تشریف لاکر رسول اللہؐ نے صحابہ کرام کو حقیقت حال سے مطلع فرمایا۔ اس ضمن میں ایک اور روایت ملتی ہے کہ قریش مکہ نے بنونضیر کو لکھا کہ ''تم کسی طرح (حضرت) محمدؐ کو بلا کر قتل کردو ورنہ ہم تمہارے خلاف جنگ کریں گے''۔ اس دھمکی سے متاثر ہو کر یہود بنونضیر نے ایک خاص منصوبہ بنایا۔ انھوں نے رسول اللہؐ کو پیغام بھیجا کہ ہم اپنے مذہبی علماء کا تبادلہ خیالات آپ سے کرانا چاہتے ہیں اگر ہم پر صداقت واضح ہوگئی تو اسلام قبول کرلیں گے۔ لہذا آپ بھی تیس آدمیوں کے ساتھ تشریف لائیں ہمارے بھی تیس علماء موجود ہوں گے جو مذہبی گفتگو کریں گے۔ منصوبہ یہ تھا کہ اپنے علماء کو پوشیدہ طور پر خنجروں سے مسلح کردیں تو موقع ملتے ہی وہ حملہ آور ہو جائیں۔ ایک خاتون نے اپنے انصاری بھائی کو نضری یہودیوں

کے اس خفیہ منصوبہ سے اگاہ کر دیا۔ لیکن ان کی پہلی بدعہدی کے بعد دوسری بدعہدی کی اطلاع بھی قبل ازوقت مل گئی تو یہ منصوبہ بھی ناکام ہو گیا۔

آخرش بنونضیر نے یہ کہلا بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تین آدمی لے کر آئیں۔ یہودی بھی تین ہی عالم لے کر آئیں گے ساتھ ہی کہا کہ اگر یہ علماء ایمان لے آئیں گے تو ہم بھی اسلام قبول کرلیں گے۔ حضورؐ نے منظور فرمایا لیکن راہ میں حضورؐ کو ایک صحیح ذریعہ سے اطلاع ملی کہ یہود تلواریں باندھ کر تیار ہیں۔

حضورؐ نے مدینہ منورہ مراجعت فرما ہو کر بلا تاخیر حضرت محمد بن مسلمہؓ کو بنی نضیر کے پاس اس حکم کے ساتھ بھیجا کہ تم لوگ (حدود) مدینہ سے نکل جاؤ۔ اب یہاں میرے ساتھ نہیں رہ سکتے تمھیں دس دن کی مہلت دی جاتی ہے۔ اس کے بعد جو شخص یہاں موجود پایا جائے گا اس کی گردن ماردی جائے گی۔ اس نوٹس کے پہنچنے کے بعد یہود بنی نضیر کے لئے اس کے سواء کوئی راستہ نہ تھا کہ مدینہ چھوڑ دیں وہ اس بات پر تیار ہو چکے تھے کہ مدینہ سے نکل جائیں اور تیز رفتار اونٹوں کو طلب کرنے کے لئے قاصدوں کو تک بھیج دیا تا کہ ان پر مال واسباب کو لاد کر بعجلت ممکنہ یہاں سے چل دیں۔ لیکن اس اثناء میں رئیس المنافقین عبد اللہ بن ابی نے بنی نضیر کے یہودیوں کے ہاں کہلوایا کہ تمھیں اپنے گھر بار چھوڑنے کی حاجت نہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں میرے پاس دو ہزار سپاہی ہیں جو تمہارے پاس آ کر تمہاری حفاظت کریں گے۔ اگر تمھیں تمہارے مقام سے ہٹایا یا نکالا گیا تو ہم بھی تمہارے ساتھ ہوں گے۔ ہم تمہاری ہر طرح سے مدد کریں گے اور کسی سے ڈریں گے یا دبیں گے نہیں اگر جنگ ہو گئی تو تمہاری حمایت میں تمہارے ساتھ ہو کر جنگ کریں گے۔ ویسے یہ کیوں بھولتے ہو کہ بنو قریظہ اور نبو غطفان بھی تو تمہارے ساتھ ہیں۔ اس پیغام نے بنی نضیر کے ارادوں کو پلٹ دیا۔ اب انھوں نے نکلنے کی تیاری کے بجائے دلجمعی کے ساتھ جنگ کرنے کی اصطلاح میں سوچنا شروع کیا۔ بنونضیر بالخصوص ان کے سردار حیئ بن اخطب کو اس بات کا پورا بھروسہ تھا کہ عبداللہ بن ابی نے جو کچھ کہا ہے وہ پورا کر دکھائے گا۔ اس نے تمام یہود بنی نضیر کو مزید ہمت

وحوصلہ دلایا اور سب کو یکسو ہو کر حالات کا سامنا کرنے کی ترغیب دی۔ خود اس نے حضورؐ کے پاس یہ جواب بھیجا کہ ہم اپنے دیار سے نہیں نکلیں گے جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

غزوہ بنی نضیر

یہود بنو نضیر نے عبداللہ بن ابی کے وعدے کو صحیح سمجھا اور اس کی نصرت کا انتظار کرنے لگے۔ ادھر دن گزرتے رہے لیکن اس دوران نہ عبداللہ بن ابی اپنے دو ہزار فوجیوں کے ساتھ ان کی حمایت کو آیا اور نہ ان کے حلفاء کی طرف سے کوئی مدد پہنچی حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے دی گئی مہلت بھی ختم ہو گئی۔ اس وجہ سے بنو نضیر کا محاصرہ لازمی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے دلوں میں رعب پیدا فرما دیا۔ مسلمانوں کے محاصرہ نے انھیں حواس باختہ کر دیا وہ تیر اور پتھر لے کر قلعوں کے اوپر چڑھ گئے۔ یہ محاصرہ پندرہ دن تک جاری رہا آخر کار بنو نضیر نے رسول اللہؐ کی خدمت میں یہ درخواست کی کہ انھیں جلاوطن ہونا منظور ہے چوں کہ وہ اپنی جانوں کی سلامتی کے متمنی تھے اس لئے معروضہ کیا کہ خون نہ بہایا جائے۔ اسلحہ زرہ وغیرہ چھوڑ کر وہ جو لے جانا چاہیں اجازت دی جائے۔

حضور رحمتہ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہودیوں کی مسلسل بدعہدیوں اور شرارتوں کے باوصف ان کی درخواست منظور فرمالی۔ انھیں سامان جنگ اور غیر منقولہ املاک کو چھوڑ کر باقی تمام ساز و سامان اور مال و متاع لے جانے کی اجازت دے دی گئی۔ وہ دروازوں کی چوکھٹیں تک اکھٹا کر ساتھ لے گئے۔ بنو نضیر کے رئیس حییؔ بن اخطب اور ابو رافع بن ابو الحقیق وغیرہ خیبر میں جا بسے بعد میں وہی جنگ خندق کا باعث بنے اور بنو قریظہ کی بربادی کے بھی ذمہ دار وہی تھے۔ بنو نضیر کے لوگ چھ سو اونٹ پر

اپنے سازو سامان کے ساتھ گاتے بجاتے نکلے ان کے املاک غیر منقولہ مہاجرین میں تقسیم کئے گئے۔اس کی حکمتوں کا احساس کرتے ہوئے انصاریوں نے بخوشی آمادگی ظاہر کی تھی۔حضرت محمد بن مسلمہؓ کو یہود کے اخراج کی کاروائی کا والی بنایا گیا تھا۔رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ''یہ لوگ اپنی قوم میں ایسے ہی ہیں جیسے بنی مغیرہ قریش ہیں''۔وہ خیبر چلے گئے اور بعض نے شام کا رخ کیا۔منافقین کو یہودیوں کے جانے پر بڑا رنج ہوا۔

بنی نضیر کے اموال جو مسلمانوں کے قبضہ میں آئے ان کے منجملہ پچاس زرہیں، پچاس خُود اور تین سو چالیس تلواریں تھیں۔ان اموال میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن مہاجرین کو عطاء فرمایا ابن سعد میں چند نام مذکور ہوئے ہیں۔حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بئر حجر، حضرت عمر بن الخطابؓ کو بئر جرم، حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ کو سوالہ، حضرت صہیب بن سنانؓ کو الضراطہ، حضرت زبیر بن العوامؓ اور حضرت ابوسلمہؓ بن عبدالاسد کو البویلہ، حضرت سہل بن حنیفؓ اور حضرت ابودجانہؓ کو اموال ابن خرشہ ملے۔رسول اللہؐ نے قبل ازیں انصاریوں کو جمع کر کے خطبہ ارشاد فرمایا۔حضور انورؐ نے حمد و ثناء کے بعد، انصار نے مہاجرین کے ساتھ جو سلوک اور احسان کیا تھا، اسے سراہا اور فرمایا کہ ''اے گروہ انصار! اگر چاہیں تو میں اموال بنی نضیر کو تم میں اور مہاجرین میں برابر تقسیم کردوں اور حسب سابق مہاجرین تمہارے شریک حال رہیں اور اگر چاہو تو فقط مہاجرین پر تقسیم کردوں اور وہ تمہارے گھر خالی کریں''۔حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت سعد بن معاذؓ سرداران انصار نے عرض کیا کہ ''یارسول اللہؐ! ہم بہ رضا و رغبت خود اس امر پر متفق ہیں اور عرض کرتے ہیں کہ مال آپ فقط ہمارے مہاجر بھائیوں میں بانٹ دیجئے اور ہم یہ خواہش کرتے ہیں کہ وہ حسب سابق ہمارے ساتھ ہمارے گھروں میں رہیں اور خور و نوش میں ہمارے شریک رہیں''۔ایک اور روایت کے بموجب انصار مدینہ نے جذبہ اخوت سے سرشار ہو کر عرض کیا کہ ''یا

رسول اللہؐ! آپ یہ اموال مہاجرین میں تقسیم فرمادیں اور ہم یہ بھی بخوشی ورغبت عرض کرتے ہیں کہ ہمارے اموال واملاک میں سے بھی جو چاہیں انھیں عطاء فرمائیں اس کو ہم اپنے لئے بڑا اعزاز سمجھیں گے (کہ ہمارا مال ہمارے دینی بھائیوں کے کام آیا) ہم نہایت خوشی سے اس پر راضی ہیں''۔ رسول اللہؐ نے انصاریوں کا یہ جواب پا کر خوشنودی کا اظہار فرمایا اور انھیں دعائے خاص سے مالا مال کیا۔ حضور انورؐ نے دعا دی کہ ''اے اللہ! انصار پر اور انصار کی اولاد پر اپنی خاص مہربانی فرما''۔ انصاریوں کی مہاجرین کے ساتھ محبت اور غیر معمولی ایثار وجذبہ اخوت پر حضرت ابوبکرؓ نے کلمات خیر کہے اور ان کے لے دعا کی کہ ''اے گروہ انصار! اللہ تم کو جزائے خیر عطاء فرمائے، اللہ کی قسم! ہماری تمہاری مثال ایسی ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے کہ ہماری اعانت سے اور خبر گیری سے اکتائے نہیں۔ اگر ہمارے رشتہ دار بھی ہوتے تو اکتا جاتے''۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انصاریوں میں سے حضرت سہل بن حنیفؓ اور حضرت ابو دجانہؓ کو ان کی ضرورتوں کے پیش نظر مال سے سرفراز فرمایا۔ بنونضیر میں صرف دو حضرات ہی مشرف بہ اسلام ہوئے جن کے اسمائے گرامی یامین بن عمیرؓ اور ابوسعید بن وہاب ہیںؓ ان کے مال واسباب سے تعارض نہیں کیا گیا وہ حضرات اپنے مال واملاک پر متصرف رہے۔ سورہ حشر بنونضیر کے غزوہ میں نازل ہوئی اور سورت میں فئی کے احکام اور مصارف بیان ہوئے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس سورہ کو سورہ بنی نضیر فرمایا کرتے تھے۔ سورہ حشر پوری کی پوری بنونضیر ہی کے بارے میں نازل ہوئی۔ اس میں ذکر ہے کہ اللہ تعالی نے ان سے کس طرح انتقام لیا اور رسول اللہؐ کو ان پر کس طرح غالب فرمایا پھر حضورؐ نے کیا معاملہ کیا۔

غزوہ بنی نضیر اور آیات ربانی

● ''اللہ ہی کی پاکی بیان کر رہی ہے ہر چیز جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے اور وہی سب پر غالب اور بڑا دانا ہے۔ وہی تو ہے جو باہر نکال لایا اہل کتاب کے کافروں کو ان کے گھروں سے پہلی جلاوطنی کے وقت تم نے کبھی یہ خیال بھی نہ کیا تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور وہ بھی گمان کرتے تھے کہ انھیں ان کے قلعے بچا لیں گے اللہ کے (قہر) سے، پس آیا ان پر اللہ (کا قہر) اس جگہ سے جس کا انھیں خیال بھی نہ آیا تھا اور اللہ نے ڈال دیا ان کے دلوں میں رعب چنانچہ وہ برباد کر رہے ہیں اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور اہل ایمان کے ہاتھوں سے پس عبرت حاصل کرو اے دیدہ بینا رکھنے والو!۔ (ق۔۵۹/۱،۲)

یہاں جن کفار اہل کتاب کا ذکر ہے ان سے مراد یہودی قبیلہ بنی نضیر ہے۔ مدینہ منورہ کے مضافات میں ان کی علیحدہ بستی تھی۔ انھوں نے اپنے گھروں کو قلعہ نما بنایا ہوا تھا کئی گڑھیاں تعمیر کی تھیں اور ان میں سامان جنگ اکٹھا کیا ہوا تھا۔ ان لوگوں کو اپنی بہادری پر بڑا ناز تھا انھوں نے یہ سوچا بھی نہ تھا کہ مٹھی بھر مسلمان ان پر غلبہ پا سکتے ہیں اسی بناء پر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کئے ہوئے معاہدہ کا بہت کم پاس کرتے تھے اور جب بھی موقع ملتا اس کی عمداً خلاف ورزی کے مرتکب ہوتے۔

غزوہ بنی نضیر کے ضمن میں قرآن مجید نے اس جانب اشارہ فرمایا ہے کہ بنی نضیر والوں کا خیال تھا کہ جنگ ہوئی تو وہ مسلمانوں کو شکست دیں گے لیکن انھوں نے یہ سوچا تک بھی نہ تھا کہ وہ خود لڑے بغیر سب کچھ چھوڑ کر چلے جائیں گے۔ انھوں نے حضورؐ سے درخواست کی تھی کہ اسلحہ کے بغیر جتنا سامان وہ اونٹوں پر لے جا سکتے ہیں اسے لے جانے کی اجازت دی جائے۔ تو آقائے نامدارؐ نے انھیں اجازت

مرحمت فرمادی۔ چنانچہ وہ اپنے گھروں کا ساز و سامان اٹھا کر لے گئے یہاں تک کہ مکانوں میں جو قیمتی لکڑی لگی ہوئی تھی اس کو لے جانے کے لئے انھوں نے اپنے مکانوں کی چھتیں تک توڑ ڈالیں۔ دروازے اکھیڑ کر لے گئے اور خود اپنے ہاتھوں بنائے ہوئے اپنے عالیشان گھر و قلعے اور گڑھیوں کو برباد کر ڈالا۔ ان کے چلے جانے کے بعد جب مسلمان وہاں پہنچے تو انھوں نے باقی ماندہ کھنڈرات کو منہدم کر دیا ہوگا تا کہ اپنے بسنے کیلئے نئی تعمیرات ہوسکیں۔ یہاں لفظ حشر توجہ طلب ہے۔ حشر کے معنی متفرق چیزوں کو جمع کرنا، منتشر افراد کو اکٹھا کرنا۔ قیامت کو حشر اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ سب کو یکجا کر دیا جائے گا۔ آیت شریفہ میں حشر کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں۔ اس سے مراد بنی نضیر کی مدینہ سے جلاوطنی ہے کیوں کہ سب کو ایک جگہ جمع کیا گیا پھر انھیں مدینہ منورہ سے چلے جانے کا حکم دیا گیا۔ یہ پہلی جلاوطنی تھی عہد حضرت عمر بن خطابؓ میں ان کی دوسری جلاوطنی ہوئی انھیں شام کی طرف بھیج دیا گیا۔ (ابن قتیبہ) دوسرا قول اسلامی لشکر کا ان کے محاصرہ کے لے جمع ہونا ہے۔ جب مسلمانوں نے یہود کے خلاف پہلی مرتبہ لشکر کشی کی تو یہ بزدل جنگ کئے بغیر اپنا صدیوں کا وطن چھوڑ کر چلے گئے (روح المعانی) اگر وقت نظر سے پورے غزوہ بنی نضیر کا مطالعہ کیا جائے تو واضح ہوگا کہ جب کوئی فرد، قبیلہ، قوم اللہ کی نافرمانی کرتی ہے اور اس کے رسول مکرمؐ کے مقابلہ پر آئے تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں بزدلی پیدا کر دیتا ہے خود ان کے پاس اسلحہ اور سپاہیوں کی کثرت اور مضبوط مورچہ کیوں نہ ہوں۔

● اور اگر نہ لکھ دی ہوتی اللہ نے ان کے حق میں جلاوطنی تو انھیں عذاب دے دیتا اس دنیا میں اور ان کے لئے آخرت میں آگ کا عذاب ہے ہی۔ یہ سزا اس لئے دی گئی کہ انھوں نے مخالفت کی تھی اللہ اور اس کے رسول کی اور جو اللہ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ عذاب دینے میں سخت ہے۔ (ق۔۵۹ / ۴،۳)

بنی نضیر کے حق میں جلاوطن ہونا ہی بہتر ہوا کہ کیونکہ اگر وہ جنگ کرتے تو اس کے بڑے ہلاکت

خیز اور ہولناک نتائج نکلتے سب تہہ تیغ ہو جاتے تاہم انھیں آخرت میں جہنم کا ایندھن تو بننا ہی ہے۔ ''جلاء'' بال بچوں سمیت نکال دینے اور ''اخراج'' تنہاء ملک بدر کر دینے کو کہتے ہیں۔ بعض وقت گروہ کے لئے بھی اس لفظ کو بولا جاتا ہے۔ بنی نضیر پر جو افتاد پڑی وہ محض اللہ تعالی اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کے باعث تھی اب جو بھی ایسا جرم کرے گا اسے ان ہی عواقب و نتائج کو بھگتنا پڑے گا۔

- ''جو کھجور کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا جن کو تم نے چھوڑ دیا کہ کھڑے رہیں اپنی جڑوں پر تو یہ (دونوں باتیں) اللہ کے اذن سے تھیں تا کہ رسواء کرے فاسقوں کو ☆ اور جو مال پلٹا دیئے اللہ نے اپنے رسول کی طرف ان سے لے کر تو نہ تم نے اس پر گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ بلکہ اللہ تعالی تسلط بخشتا ہے اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے اور اللہ تعالی ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والا ہے''۔ (ق۔۵۹/۶،۵)

بنی نضیر کے محاصرہ کی غرض سے مسلمانوں کی صفوں کو آراستہ کرنے کے لئے جن مقامات پر کھجور کے درخت تھے حارج نہ ہوں اس لئے کاٹ دیئے گئے اور جو حارج نہ تھے انھیں یونہی رکھا گیا اس پر جب یہود نے شور مچایا تو اللہ تعالی نے فرمایا کہ جن درختیوں کو کاٹا گیا اور جنھیں باقی رہنے دیا اس پر مسلمانوں سے باز پرس نہیں کیونکہ اللہ تعالی نے اس کی اجازت عطاء فرمائی تھی۔ اس سے یہودیوں منافقوں کی تذلیل مقصود تھی ☆ یہود بنی نضیر اپنی غداری اور عہد شکنی کی پاداش میں مدینہ منورہ کو چھوڑ کر خیبر وغیرہ چلے گئے جو چیزیں لے جا سکتے تھے انھیں اجازت دی گئی اور جو سامان اور غیر منقولہ مکانات و باغات وغیرہ چھوڑ گئے تھے اللہ تعالی نے اسے اپنے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لوٹا دیا۔ یہ تصرف حبیب کبریاؐ میں ہیں ان پر قبضہ کے لئے مسلمانوں کو جدوجہد، مشقت، جدال و قتال یا اونٹوں اور گھوڑوں پر سوار ہو کر جہاد نہ کرنا پڑا اس لئے ان اموال اور اراضی میں کسی کا حق نہیں ہر چیز اللہ تعالی کے رسولؐ کی ملکیت ہے۔ جس طرح چاہیں حضورؐ اسے صرف کر سکتے ہیں۔ ہر چیز جس کو اللہ تعالی نے پیدا فرمایا ہے اس کے حقدار اس کے

فرماں بردار بندے ہیں نافرمان لوگ جو بعض چیزوں پر قبضہ جما لیتے ہیں یہ ان کا قبضہ مخالفانہ ہے اللہ تعالی جب چاہتا ہے ان چیزوں کو غاصب لوگوں سے لے کر ان کے اصلی حقداروں تک پہنچا دیتا ہے۔ یہاں بھی بنی نضیر کے جو املاک رسول اللہ ﷺ کو عطا فرمائے گئے وہ حقیقتاً یہودیوں کے نہ تھے انہیں غصب کیا ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کے غاصبانہ قبضہ کو ختم کر کے اپنے رسول ﷺ کو واپس دے دیئے جو ان کے حقیقی حقدار تھے۔

☆

● ''جو مال پلٹا دیا ہے اللہ نے اپنے رسول کی طرف ان گاؤں کے رہنے والوں سے تو وہ اللہ کا ہے اس کے رسول کا ہے اور رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے تاکہ وہ مال گردش نہ کرتا رہے تمہارے دولت مندوں کے درمیان اور رسول ﷺ جو تمھیں عطا فرمادیں وہ لے لو اور جس سے تمھیں روکیں تو رک جاؤ اور ڈرتے رہا کرو اللہ سے بے شک اللہ تعالی سخت عذاب دینے والا ہے''۔ (ق۔۵۹/۷)

غزوہ بنی نضیر پہلا موقع تھا کہ جنگ کئے بغیر کفار کے اموال اور زرعی املاک مسلمانوں کے قبضہ میں آئے تھے۔ کفار کے املاک مسلمانوں کو ملنے کی دو صورتیں ہیں۔ میدان کارزار میں کفار کو شکست دینے کے بعد ان کے املاک پر غلبہ یا بغیر لڑے کفار نے ہار مان لی اور مسلمان ان کے علاقوں کے مالک بن جائیں۔ پہلی قسم غنیمت اور دوسری قسم فئی۔ لہذا ان املاک کے احکام و مصارف بھی مختلف ہیں مال غنیمت کے پانچ حصوں میں چار مجاہدین کے لئے ہوں گے جب کہ پانچواں حصہ قرآن مجید میں صراحت کردہ مصارف کے لحاظ سے خرچ ہوگا۔ (دیکھئے سورہ انفال آیت ۱۴) اموال فئی میں کوئی حصہ بطور حق مجاہدین نہ ہوگا بلکہ رسول اللہ ﷺ حکم الہی کے موافق تقسیم فرمائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بنی نضیر کے اموال بغیر لشکر کشی کے اللہ تعالی نے اپنے رسول ﷺ کو عطاء فرمائے تھے لہذا یہ حضور انور ﷺ کے لئے مخصوص

تھے۔حضورؐ اس کی آمدنی سے اپنے اہل وعیال کے لئے ایک سال کا خرچہ رکھ لیتے بقیہ آمدنی جہاد کے لئے اسلحہ وغیرہ کی فراہمی کے لئے خرچ کرتے۔ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی)

- ''(نیز وہ مال) نادار مہاجرین کے لئے ہے جنھیں (جبراً) نکال دیا گیا تھا ان کے گھروں سے اور جائدادوں سے یہ (نیک بخت) تلاش کرتے ہیں اللہ کا فضل اور اس کی رضا اور (ہر وقت) مدد کرتے رہتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی۔ یہی راست باز لوگ ہیں''۔ (ق۔۵۹/۸)

وہ لوگ جنھیں اسلام لانے کی وجہ سے طرح طرح کی اذیتیں دے کر گھروں سے نکل جانے پر مجبور کیا گیا ان کا وقت بڑی عسرت سے گزر رہا تھا ان کی مستقل آبادکاری کا ابھی انتظام نہ ہوسکا تھا۔ جب بنی نضیر کے اموال اور املاک اللہ تعالی نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائے تو ان لوگوں کو بھی ان کا مستحق قرار دیا گیا اس طرح پہلی دفعہ ان لوگوں کی آبادکاری کے لئے اہتمام کیا گیا۔

- ''اور (اس مال میں) ان کا بھی حق ہے جو دار ہجرت میں مقیم ہیں اور ایمان میں (ثابت قدم) ہیں مہاجرین (کی آمد) سے پہلے محبت کرتے ہیں ان سے جو ہجرت کر کے ان کے پاس آتے ہیں اور نہیں پاتے اپنے سینوں میں کوئی خلش اس چیز کے بارے میں جو مہاجرین کو دے دی جائے اور ترجیح دیتے ہیں (انھیں) اپنے آپ پر اگرچہ خود انھیں اس چیز کی شدید حاجت ہو اور جس کو بچا لیا گیا اپنے نفس کی حرص سے تو وہی لوگ بامراد ہیں اور (اس مال میں) ان کا بھی حق ہے جو ان کے بعد آئے جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار! ہمیں بھی بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ہم سے پہلے ایمان لے آئے اور نہ پیدا کر ہمارے دلوں میں بغض اہل ایمان کے لئے، اے ہمارے رب! بے شک تو رءوف ورحیم ہے''۔
(ق۔۵۹/۹،۱۰)

دارالاسلام مدینہ طیبہ میں جو لوگ مہاجرین سے پہلے یہاں آباد تھے ایمان میں مخلص ہیں۔ ان کی دوسری صفت یہ کہ وہ اللہ تعالی کی رضا کے لئے اپنے گھر بار چھوڑ کر آنے والے مہاجرین سے بڑی محبت

کرتے ہیں۔ ان کی محبت کا ثبوت ان کے ہر ہر اقدام سے ملتا ہے۔ جب بنی نضیر کے اموال کی تقسیم میں انصاریوں کے ایثار کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ کا دل خوش ہو گیا۔ حضور انور ﷺ نے دعاء فرمائی کہ ''الٰہی! دین کے ان بے لوث مددگاروں پر اپنی خصوصی رحمت فرما''۔

☆

- ''کیا آپ نے منافقوں کی طرف نہیں دیکھا جو کہتے ہیں اپنے بھائیوں سے جنھوں نے کفر کیا اہل کتاب میں سے کہ اگر تمھیں (یہاں سے) نکالا گیا تو ہم بھی ضرور تمہارے ساتھ یہاں سے نکل جائیں گے اور ہم تمہارے بارے میں کسی کی بات ہرگز نہیں مانیں گے اور اگر تم سے جنگ کی گئی تو ہم ضرور تمہاری مدد کریں گے اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ یہ لوگ بالکل جھوٹ بول رہے ہیں۔ (سن لو) اگر یہودیوں کو نکالا گیا تو یہ نہیں نکلیں گے ان کے ساتھ اور اگر ان سے جنگ کی گئی تو یہ ان کی مدد نہیں کریں گے اور اگر (جی کڑا کرکے) انھوں نے ان کی مدد کی تو یقیناً پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے پھر ان کی مدد نہ کی جائے گی۔

(ق۔۵۹ / ۱۱،۱۲)

یہاں یہ واضح فرمایا گیا کہ جب مسلمانوں اور بنی نضیر کے درمیان کشیدگی بڑھ رہی تھی کسی وقت بھی جنگ چھڑ جانے کا امکان تھا اس وقت وہاں کے منافقوں نے جن کے سرغنہ عبداللہ بن ابی اور ابن نبتل تھے یہ کہلا بھیجا کہ اے یہودیوں! تم مسلمانوں سے ڈرو نہیں ان کے مقابلہ کے لئے حوصلہ مند رہو اس میں تم تنہا نہیں ہو بلکہ ہم سارے تمہارے ساتھ ہیں اگر ضرورت پڑے تو تمہاری مدد کے لئے ہم مسلمانوں کے مقابلہ میں دو ہزار مسلح سپاہیوں کے ساتھ میدان میں اتر آئیں گے اور تمہاری طرف سے جنگ میں شامل ہو جایں گے۔ تمھیں جلاوطنی کا جو حکم دیا گیا ہے اس کو ماننے سے انکار کر دو ہم تمہارے ساتھ ہیں اگر تمھیں مدینہ چھوڑنا ہی پڑا تو تم اکیلے مدینہ نہیں چھوڑو گے بلکہ ہم بھی تمہارے ہمراہ مدینہ چھوڑ دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بتا دیا کہ یہ منافق جھوٹ بک رہے ہیں اگر جنگ شروع ہوئی تو یہ لوگ ہرگز یہودیوں کی مدد نہیں کریں گے اور اگر بنی نضیر کو یہاں سے جلاوطن ہونا پڑا تو یہ ہرگز ان کے ساتھ خود ملک بدر نہیں ہوں گے۔ بفرض محال اگر ان بزدلوں کو میدان میں آنا ہی پڑا اور انھوں نے یہودیوں کے ساتھ میدان میں اترنے کی جسارت کر بھی لی تو وہ تمھیں دیکھتے ہی بھاگ کھڑے ہوں گے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا اسی طرح منافقین نے دھوکا کیا اور انھوں نے نہ تو یہودیوں کی حمایت میں دو ہزار کا مسلح لشکر بھیجا اور نہ ان کے ساتھ جلاوطن ہوئے۔ (ضیاء القران)

● ”(اے فرزندان اسلام!) ان (یہودیوں) کے دلوں میں اللہ تعالیٰ سے زیادہ تمہارا ڈر ہے یہ اس لئے کہ وہ ناسمجھ لوگ ہیں (یہ بڑے بزدل ہیں)۔ کبھی اکٹھے ہو کر (کھلے میدان میں) تم سے جنگ نہیں کریں گے جنگ کریں گے تو قلعہ بند بستیوں میں یا دیواروں کی آڑ لے کر، ان کا اختلاف آپس میں بہت سخت ہے تم انھیں متحد خیال کرتے ہو حالانکہ ان کے دل متفرق ہیں یہ اس لئے کہ یہ بے عقل لوگ ہیں۔

(ق۔۵۹ / ۱۳، ۱۴)

یہود کے قلوب خوف الٰہی سے بالکل خالی تھے البتہ وہ مسلمانوں کے خوف سے لرزاں تھے۔ اسی حقیقت کو واضح فرمایا گیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے نہیں بلکہ اے مسلمانوں! یہ یہودی تم سے خوف زدہ ہیں۔ ان کے چہروں پر ہوائیاں اڑ رہی ہیں۔ انھیں چاہئے تھا کہ وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ سے ڈرتے جو مالک حقیقی اور قادر مطلق ہے لیکن یہ چوں کہ بے وقوف ہیں اس وجہ سے ان کی یہ حالت ہے اگر یہودیوں کو مسلمانوں سے لڑنا پڑ جائے اور جنگ کی نوبت آئے تو یہ لوگ اے مسلمانوں! کھلے میدان میں تمہارے ساتھ جنگ کی ہمت و جراءت ہرگز نہیں کریں گے۔ بلکہ اپنی گڑھیوں میں قلعہ بند اور محفوظ ہو کر یا پھر دیواروں کے پیچھے چھپ چھپ کر لڑیں گے کوئی ایک آدھ تیر چلا دیں تو اور بات ہے لیکن ان لوگوں میں

کھل کر مدمقابل ہو کر لڑنے اور مقابلہ کرنے کی ہمت کہاں کیونکہ یہ لوگ دنیا پرست ہیں۔ آرام و آسائش اور دنیوی راحتوں کے دلدادہ لوگوں میں یہ حوصلہ کس طرح ہوگا وہ توحید کے پرستاروں، شمع رسالتؐ کے پروانوں اور مجاہدین راہ حق کے سامنے آسکیں کیونکہ حق پرستی سے جراءت وہمت پیدا ہوتی ہے اور حق کے لئے اٹھنے والا زندگی سے زیادہ موت کو عزیز رکھتا ہے یہ بات ان مادہ پرستی میں مبتلاء یہود میں کہاں، نہ ان کے پاس کوئی نصب العین ہے اور نہ حق پر حق کے لئے مر مٹنے کا جذبہ ہے ان کا سب سے بڑا مقصد زیادہ سے زیادہ دنیا میں جیتے رہنا ہے یہ بھلا موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کس طرح کھلے میدان میں اہل ایمان کے مقابل اتر سکتے ہیں۔ یہودیوں کی ایک اور چھپی ہوئی کمزوری کو بھی ظاہر کر دیا گیا کہ وہ بظاہر بڑے متحد نظر آتے ہیں۔ لیکن دراصل ایسا نہیں ہے ان میں آپسی اختلافات اور تفریق ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ سے عداوت و دشمنی ہی ان کی ایک قدر مشترک ہے ورنہ وہ ہر معاملہ میں ایک دوسرے سے سخت اختلاف رکھتے ہیں اور مسلمانوں کو اس بات سے باخبر کر دیا گیا کہ یہودیوں کا ظاہری اتحاد محض دکھاوا ہے درحقیقت ایسا نہیں ہے۔ اپنے ہزارہا اختلافات کے باوصف وہ لوگ محض مسلمانوں کی دشمنی اور اسلام کی عداوت میں یکجہت ہیں۔ انھیں مسلمانوں سے خطرہ محسوس ہوتا ہے اور چاہتے ہیں کہ کسی طرح وہ محفوظ رہیں یہی بات انھیں متحد رکھے ہوئے ہے ورنہ ان کے دل آپس میں ایک دوسرے سے حسد اور عداوت کی بناء پر دہک رہے ہیں۔ یہودیوں کے پاس عقل و دانش اور سوجھ بوجھ نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔

● ''یہ ان لوگوں کے مانند ہیں جو ان سے پہلے ابھی ابھی اپنے کرتوتوں کا مزہ چکھ چکے ہیں اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے''۔ (ق۔۵۹/۱۵)

یہ ہمیشہ ہی سے ہوتا آرہا ہے کہ جو حق کے مخالف، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں سے عداوت میں کمر

بستہ رہے ان کا انجام بڑا عبرتناک ہوا۔ ابھی ابھی یعنی کچھ عرصہ پیشتر ہی قریش اپنی نخوت کے باعث پامال ہوئے۔ انھیں میدان بدر میں مسلمانوں کے مقابلہ میں شکست فاش اٹھانی پڑی۔ اسی طرح بنو قینقاع کا جو بھی حشر ہوا اسے کیسے بھلایا جاسکتا ہے اے یہودیو! شاید تمہارا بھی یہی حال ہو۔

غزوہ ذات الرقاع

غزوہ بنی نضیر کے بعد تقریباً دو ماہ یعنی ربیع الاول اور جمادی الاولی تک رسول اللہ صلی الہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ طیبہ میں قیام فرمارہے۔ ابتداء جمادی الاول میں یہ خبر آئی کہ بنی محارب اور بنی ثعلبہ (قبیلہ غطفان کی شاخیں) مل کر جمعیت اکٹھا کر رہے ہیں تاکہ مسلمانوں کے خلاف قوت آزمائی کریں۔ چنانچہ حضورؐ نے بھی چار سو مجاہدین کے پرقوت لشکر کے ساتھ نجد کا رخ کیا۔ مدینہ منورہ پر حضرت ابوذر غفاریؓ کو ناظم مقرر فرمایا اور ایک روایت کے بموجب حضرت عثمان بن غفانؓ مدینہ طیبہ پر مامور ہوئے۔ جب رسول اللہؐ نجد پہنچے تو کچھ لوگ قبیلہ غطفان کے ملے ضرور لیکن مقابلہ کی صورت پیش نہیں آئی۔ طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ رسول اللہؐ ہجرت کے سینتالیسویں مہینے ماہ محرم میں غزوہ ذات الرقاع کے لئے روانہ ہوے اور حضور اقدسؐ کے ہمراہ چار سو صحابہ تھے یا سات سو۔ حب حضور انورؐ ذات الرقاع پہنچے (یہ ایک پہاڑ ہے جس میں سرخی و سیاہی و سفیدی کی زمینیں ہیں اور النخیل کے قریب السعد اور الشقر ہ کے درمیان ہے) جہاں حضورؐ نے سوائے عورتوں کے کسی اور کو نہ پایا اعراب پہاڑ کی چوٹیوں پر بھاگ گئے۔

نماز کا وقت آیا تو مسلمانوں کو خوف ہوا کہ وہ لوگ حملہ کریں گے۔ رسول اللہؐ نے نماز خوف پڑھائی یہ سب سے پہلا موقع تھا جو حضورؐ نے نماز خوف پڑھائی۔ ابن ہشام کہتے ہیں ''ذات الرقاع'' کو ذات

الرقاع اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس غزوہ کے وقت جھنڈوں میں پیوند لگائے گئے تھے ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ اس موضع میں ایک درخت تھا جسے ذات الرقاع کہا جاتا تھا۔تیسرا قول یہ ہے کہ جس پہاڑ پر ڈیرے ڈالے گئے تھے اسے ذات الرقاع سے شہرت تھی۔ چوتھا قول اس بارے میں یہ بھی ہے کہ اس غزوہ میں مسلمانوں کے پاؤں پتھر پر چلنے سے زخمی ہو گئے تھے اس وجہ سے انھوں نے ''رقاع'' یعنی کپڑے کے ٹکڑے پاؤں پر باندھ لئے تھے۔ابن اسحق کا کہنا ہے کہ یہاں اگرچہ مسلمانوں کو بنی غطفان کے ایک لشکر کا سامنا تو ہوا لیکن جنگ کی نوبت نہ آئی تاہم ایک دوسرے سے اس قدر خوف واندیشہ بڑھ گیا تھا کہ رسول اللہؐ نے صلوۃ خوف ادا کی پھر وہاں سے مراجعت فرما ہوئے۔صلوۃ کے بارے میں حضرت جابر بن عبداللہؓ سے یہ روایت ملتی ہے کہ (پہلے) رسول اللہؐ نے ایک گروہ کو دو رکعتیں پڑھائیں اور سلام پھیر دیا۔اس وقت دوسرا گروہ دشمن کے مقابلے پر متعین رہا پھر یہ دوسرا گروہ آیا اور اسے آخری دو رکعتیں پڑھائیں اور سلام پھیر دیا۔(حالت جنگ کی نماز کو صلوۃ خوف کہتے ہیں جس کا ایک طریقہ یہ ہے کہ آدھی فوج ہتھیار بند ہو کر امام کے پیچھے نماز پڑھے باقی آدمی فوج ہتھیار باندھے دشمن پر نظر رکھے اور ایک رکعت کے بعد یہ فوج امام کے پیچھے آجائے اور پہلی فوج دشمن پر نظر رکھنے چلے جائے۔امام دوسری رکعت پوری کر لے تو باری باری فوج کے دونوں حصے اپنی اپنی نماز پوری کریں۔اس نماز سے ملتے جلتے اور بھی متعدد طریقے ملتے ہیں جو موقع جنگ کی مناسب سے اختیار کئے جاتے ہیں۔اس کی تفصیلات کتب احادیث میں موجود ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مراجعت فرما ہوئے تو اثناء سفر ایک مقام پر رکے اور حضورؐ نے ایک سایہ دار درخت کے نیچے قیلولہ فرمایا اور تلوار درخت سے لٹکا دی۔ایک مشرک آیا اور تلوار سونت کر کھڑا ہو گیا اور اس نے حضور اقدسؐ سے دریافت کیا کہ ''بتلاؤ اب آپ کو میرے ہاتھ سے کون بچائے

گا؟'' رسول اللہؐ نے نہایت اطمنان وسکون کے ساتھ جواب دیا کہ ''اللہ'' (بخاری) ابن اسحاق کہتے ہیں کہ جبرئیل امینؑ نے اس مشرک کے سینہ پر ایک گھونسہ رسید کیا فوراً تلوار اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی اور اسے حضورؐ نے اٹھالیا اور فرمایا کہ ''بتلا میرے ہاتھ سے تجھ کو کون بچائے گا؟'' اس نے کہا ''کوئی نہیں'' تب رسول رحمتؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''اچھا جاؤ میں نے تم کو معاف کیا''۔ علامہ واقدی کہتے ہیں کہ یہ شخص مسلمان ہوگیا اور اپنے قبیلہ میں پہنچ کر لوگوں کو دعوت حق دی۔ بہت سے لوگ اس کی تبلیغ و ترغیب پر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ بخاری شریف میں اس شخص کا نام غواث بن حارث بتایا ہے۔ اسی طرح کا ایک واقعہ غزوہ غطفان میں بھی بتایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ ایک ہی واقعہ ہے بعض کہتے ہیں کہ یہ دو واقعے علحدہ علیحدہ ہیں۔

غزوہ ذات الرقاع سے واپسی

حضرت جابر بن عبداللہؓ فرماتے ہیں کہ مقام نخل میں غزوہ ذات الرقاع کے لئے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اپنے ایک کمزور اونٹ پر سوار ہو کر گیا۔ جب حضور انورؐ واپس تشریف لا رہے تھے تو میرے ساتھی آگے نکلتے جا رہے تھے اور میں پیچھے ہوتا جا رہا تھا۔ اتنے میں رسول اللہؐ میرے قریب رونق افروز نظر آئے اور حضور انورؐ نے فرمایا کہ ''اے جابر! تمھیں کیا ہوگیا؟'' میں نے عرض کی ''یا رسول اللہؐ! میرے اس اونٹ نے مجھے پیچھے کر دیا ہے''۔ تب حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''اسے بٹھاؤ!''۔ میں نے اونٹ کو بٹھادیا اور خود حضورؐ نے بھی اونٹ بٹھادیا۔ پھر فرمایا کہ کسی درخت سے ایک شاخ کاٹ لاؤ۔ جب تعمیل ارشاد کی تو حضورؐ نے اس شاخ کو (بطور چھڑی) کئی بار میرے اونٹ کو کونچنے کے لئے استعمال فرمایا پھر ارشاد فرمایا کہ ''اب اس پر سوار ہو جاؤ''۔ میں سوار ہو گیا اور اب جو چلے تو میرا اونٹ حضورؐ کے ناقہ

مبارک کے ساتھ چل رہا تھا۔ حضرت جابرؓ نے مزید فرمایا کہ رسول اللہؐ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ "اے جابر! کیا تم اپنا یہ اونٹ میرے ہاتھ فروخت کرتے ہو؟" میں نے عرض کی "یا رسول اللہؐ! بلکہ میں آپ کو ہبہ کرتا ہوں"۔ حضورؐ نے فرمایا کہ "نہیں ایسا نہیں میرے ہاتھ فروخت کر دو" میں عرض کیا کہ "یا رسول اللہؐ! آپ اس کی قیمت لگائیے"۔ حضورؐ نے ایک درہم سے بڑھاتے ہوئے ایک اوقیہ سونے پر خریدنا منظور کیا اور اونٹ کو خرید لیا۔ مدینہ پہنچ کر حضرت جابرؓ نے دوسری صبح اونٹ کو جب کاشانہ اقدس پر پہنچایا تو حضورؐ نے نہ صرف اس کی قیمت ایک اوقیہ سونا دینے کا حضرت بلالؓ کو حکم دیا بلکہ اپنے کرم سے اونٹ بھی واپس حضرت جابرؓ کو مرحمت فرما دیا۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں "اللہ کی قسم! یہ اوقیہ میرے پاس برابر بڑھتا رہا"۔ (بحوالہ ابن ہشام)

اس غزوہ میں ایک واقعہ یہ پیش آیا کہ حضورؐ کے پاس ایک شخص ایک پرندہ کا چھوٹا سا بچہ لے کر آیا۔ اسی وقت اس پرند بچہ کے ماں باپ میں سے ایک وہاں پہنچا اور آ کر وہاں سامنے گر گیا۔ لوگوں کو اس پر بہت تعجب ہوا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ "کیا تمہیں اس پرندے پر حیرت ہو رہی ہے؟ تم نے اس کے بچے کو پکڑ لیا اس لئے اس نے اپنے بچے کی محبت میں خود کو یہاں گرا دیا ہے۔ خدا کی قسم! تمہارا پرودگار تمہارے ساتھ اس سے بھی زیادہ مہربان ہے جتنا یہ پرندہ اپنے بچہ پر ہے"۔ (سیرت حلبیہ)

ایک اور واقعہ یہ پیش آیا کہ ایک اونٹ جھومتا ہوا آیا اور رسول اللہؐ کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا اور بلبلانے لگا۔ حضور انورؐ نے ارشاد فرمایا کہ "جانتے ہو یہ اونٹ نے کیا کہا ہے؟ یہ اونٹ اپنے مالک سے میری پناہ مانگ رہا ہے۔ اس کا دعویٰ ہے کہ اس کا مالک برسوں سے اس سے کھیتی باڑی کے سلسلے میں سخت مشقت لے رہا تھا اور اب اس کو ذبح کرنا چاہتا ہے۔ جابر! اس کے مالک کے پاس جاؤ اور اسے بلا کر لاؤ"۔ اونٹ کا مالک حضورؐ کی بارگاہ میں لایا گیا اور اس کو نصیحت کی گئی۔ ایک روایت میں یہ ملتا ہے

کہ جیسے ہی اونٹ نے اپنے مالک کو دیکھا وہ حضورؐ کے پہلوا قدس میں آ کر کھڑا ہو گیا اور آپ کی پناہ لینے لگا۔ حضور انورؐ نے اونٹ کے مالک سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "یہ اونٹ کہتا ہے کہ اس نے برسوں سے تمہارے یہاں پرورش پائی، گرمی کے موسم میں تم اس پر بوجھ لاد کر گرم جگہوں پر لے جاتے تھے اور سردی کے موسم میں تم اس پر سامان لاد کر سرد جگہوں پر لے جاتے تھے اور جب یہ بڑا ہو گیا تو تم نے اس کے ذریعہ نسل کشی کی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں مضبوط قسم کے اونٹ عطا فرمائے۔ اب جب کہ یہ اس کمزوری کی عمر کو پہنچ گیا تو تم اس کو ذبح کر کے اس کا گوشت کھانا چاہتے ہو!" حضورؐ نے فرمایا کہ "مگر آقا کے طرف سے ایک نیک اور وفادار خادم کا صلہ یہ تو نہیں ہونا چاہئے"۔ رسول اللہؐ نے اس اونٹ کو اس کے ملک سے خرید لیا اور اونٹ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "اے اونٹ! اب تو جہاں چاہے چلا جا"۔

(سیرت حلبیہ)

ایک مرتبہ حضورؐ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے وہاں ایک اونٹ پھر رہا تھا اس نے جیسے ہی رسول اللہؐ کو دیکھا وہ اچانک رونے لگا اور اس کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں۔ حضورؐ اس کے پاس آئے اور اس کے اوپر دست اقدس پھیرا جس سے وہ خاموش ہو گیا۔ پھر حضورؐ نے فرمایا "اس اونٹ کا مالک کون ہے؟" اس پر ایک انصاری نوجوان سامنے آئے۔ حضورؐ نے ان سے فرمایا کہ "کیا تمہیں اس جانور کے سلسلہ مس ی خدا کا خوف نہیں ہوتا جس کو خدا نے تمہاری ملکیت بنایا ہے؟ یہ مجھ سے شکایت کر رہا ہے کہ تم نے اس کو بھوکوں مار رکھا ہے اور سخت محنت لیتے ہو"۔ (ایضاً)

اسی غزوہ میں ایک مرتبہ رسول اللہ کے سامنے مرغ کے تین انڈے لائے گئے۔ حضورؐ نے حضرت جابرؓ سے فرمایا کہ یہ انڈے بنا کر لاؤ۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے وہ انڈے پکائے اور انہیں ایک برتن میں رکھ کر لایا۔ اب انھیں روٹی کی تلاش ہوئی تو کسی کے پاس روٹی نہیں تھی۔ آخر حضورؐ اور صحابہ کرام

بغیر روٹی کے ہی وہ انڈے کھانے لگے یہاں تک کہ ہر ایک نے پیٹ بھر کر کھالیا مگر برتن میں انڈے جوں کے توں باقی تھے۔ (ایضاً)

غزوہ ذات الرقاع سے مراجعت فرمائی کے دوران حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مقام پر ٹھہرنے کا ارادہ فرمایا۔ یہ ایک گھاٹی تھی جس کے درہ پر حضور انورؐ نے حضرت عمار بن یاسرؓ اور حضرت عباد بن بشرؓ کو مسلمانوں کی حفاظت کی خدمت پر متعین فرما دیا۔ ان دونوں حضرات نے رات میں کما حقہ حفاظت کی ذمہ داری پوری کرنے کی غرض سے آپس میں یہ طے کیا کہ اول نصف شب حضرت عبادؓ جاگیں گے اور آخر نصف شب حضرت عمارؓ اپنی ذمہ داری پوری کریں گے۔ چنانچہ حسب قرارداد ابتداء میں حضرت عمارؓ سو گئے اور حضرت عبادؓ نے جاگنے کا سامان عبادت الٰہی کے اہتمام یعنی نماز کی ادائیگی کے ساتھ کیا اور وہ نماز کے لئے نیت باندھ کر کھڑے ہو گئے۔ ایک دشمن کافر نے انھیں دیکھ کر پہچان لیا کہ ایک جو سو رہے ہیں اور دوسرے جو نماز پڑھ رہے ہیں در حقیقت مسلمانوں کے پاسبان ہیں اور اپنے فرائض کی ادائیگی میں ہیں۔ اس نے موقع سے فائدہ اٹھا کر ایک تیر چلایا جو ٹھیک نشانہ پر لگا۔ حالت قیام میں حضرت عبادؓ زخمی ہو گئے۔ لیکن حلاوت ایمانی اور ذوق عبادت نے انھیں عبادت سے ذرا سی بھی توجہ ہٹانے نہ دیا۔ یہ دیکھ کر کافر نے تیر پر تیر چلائے لیکن حضرت عبادؓ نماز میں اس قدر منہمک تھے کہ سر مو جنبش نہ کی اور برابر مشغول عبادت رہے۔ جب تیر پیوست بازو ہو گئے تو انھیں نکال پھینکا اور پھر اس خیال سے کہ کہیں دشمن مسلمانوں کے خیموں پر حملہ نہ کریں اور جس غرض و غایت کے لئے متعین کئے گئے ہیں کہیں وہ فوت نہ ہو جائے اس خیال کے آتے ہی آپ نے نماز پوری کر لی اور اپنے ساتھی حضرت عمارؓ بن یاسر کو جگا یا کہ صورت حال سے باخبر کر دیں۔ دشمن نے جب یہ دیکھا کہ ایک اور ساتھی جاگ رہے ہیں تو وہاں سے بھاگ گیا۔ حضرت عمارؓ نے ان کی یہ حالت دیکھی تو گھبرا اٹھے اور پوچھا کہ آپ

نے مجھے کیوں نہیں جگایا؟ تب حضرت عبادؓ نے کہا میں نماز میں ایک ایسی سورۃ پڑھ رہا تھا کہ اسے قطع کرنا منظور نہ ہوا۔ جب پے بہ پے تیر لگے تب میں نے نماز پوری کی اور آپ کو بیدار کیا۔ اللہ کی قسم! اگر حضورؐ کے حکم کا خیال نہ ہوتا تو نماز ختم ہونے سے پہلے میری جان چلی جاتی۔

غزوہ ذات الرقاع کے بعد جب مدینہ منورہ واپسی ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پورے دو ماہ تک کہیں تشریف نہیں لے گئے۔ اس غزوہ کی تاریخ وقوع میں اختلاف ہے۔ محمد بن اسحق کہتے ہیں کہ غزوہ ذات الرقاع جمادی الاولیٰ ۴ھ میں ہوا۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ محرم الحرام ۵ھ میں ہوا۔ امام بخاری فرماتے ہیں کہ یہ غزوہ، غزوہ خیبر کے بعد ۷ھ میں ہوا۔ اس لئے کہ بخاری کی روایت میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا اس غزوہ میں شریک ہونا مذکور ہے اور ابوموسیٰ اشعریؓ بالاتفاق غزوہ خیبر کے بعد ۷ھ میں حبشہ سے مدینہ واپس آئے علاوہ ازیں ابوداؤد وغیرہ میں روایت ہے کہ مروان بن حکم نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سوال کیا کہ کیا تم نے حضورؐ کے ساتھ صلوٰۃ خوف پڑھی؟ آپ نے فرمایا کہ میں نے غزوہ نجد میں رسول اللہؐ کے ساتھ صلوٰۃ الخوف پڑھی ہے۔ یہ روایت بخاری میں تالیقاً مذکور ہے اور حضرت ابو ہریرہؓ ۷ھ میں غزوہ خیبر کے بعد خدمت نبویؐ میں حاضر رہے۔

اہل سیر نے اس سلسلہ میں ایک معین غزوہ کا نام لیا ہے جو ربیع الآخر یا جمادی الاولیٰ ۴ھ میں سرزمین نجد کے اندر پیش آیا تھا اور وہ اسی غزوہ کو غزوہ ذات الرقاع قرار دیتے ہیں۔ جہاں تک حقائق و ثبوت کا تعلق ہے تو اس میں شبہ نہیں کہ ان ایام میں نجد کے اندر ایک غزوہ پیش آیا تھا۔ کیوں کہ مدینہ کے حالات ہی کچھ ایسے تھے ابوسفیان نے غزوہ احد کے واپسی کے وقت آئندہ سال میدان بدر میں جس غزوہ کے لئے للکارا تھا اور جسے مسلمانوں نے منظور کر دیا تھا اب اس کا وقت قریب آ رہا تھا اور جنگی نقطہ نظر سے یہ بات مناسب نہ تھی کہ بدوؤں اور اعراب کو ان کی سرکشی اور تمرد پر قائم چھوڑ کر بدر جیسی اور ایک

جنگ میں جانے کے لئے مدینہ خالی کر دیا جائے بلکہ ضروری تھا کہ میدان بدر میں جس حولناک جنگ کی توقع تھی اس کے لئے نکلنے سے پہلے ان بدوؤں کی شوکت پر ایسی ضرب لگائی جائے کہ انہیں مدینہ کا رخ کرنے کی جراءت نہ ہو۔

اعراب کی شوکت توڑنے اور بدوؤں کے شر سے مطمئن ہو جانے کے بعد مسلمانوں نے اپنے بڑے دشمن قریش سے جنگ کی تیاری شروع کر دی۔ کیوں کہ سال تیزی سے ختم ہو رہا تھا اور احد کے موقع پر طے کیا ہوا وقت قریب آتا جا رہا تھا اور صحابہ کے لئے ضروری تھا کہ قریش کے ساتھ دو دو ہاتھ کرنے نکلیں اور ایسی حکمت کے ساتھ جنگ ہو کہ جو فریق ہدایت یافتہ اور پائیدار یقین کا مستحق، حالات پوری طرح اس کے موافق رہیں اور بلاشبہ مسلمان ہی وہ ہدایت یافتہ، خداترس اور ایمانی جراءت کے حامل فریق تھے جن کی کامیابی حق و صداقت کا نشان ہے۔

بدر ثانیہ و دومہ الجندل

احد سے واپسی کے وقت اگر چہ ابوسفیان نے یہ کہہ دیا تھا کہ سال آئندہ پھر بدر میں لڑائی ہوگی۔ لیکن جب ایک سال کی مدت ہونے لگی تو وہ کسی نہ کسی طرح اس جنگ کو ٹالنا چاہتا تھا۔ کیونکہ وہ مسلمانوں کے ساتھ ہونے والی جنگ کے انجام کو سوچ کر بہت بوجھل اور بددل ہونے لگا تھا مسلمانوں کا رعب اور ہیبت ایسی بیٹھ گئی کہ بار بار وہ لرز جانے لگا تھا۔ وہ دل سے یہ چاہتا تھا کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی بدر پہ نہ آئیں تا کہ اسے ندامت و شرمندگی نہ ہو اور نہ آنے کا الزام مسلمانوں پر رہے۔ لیکن یہاں صورت حال برعکس تھی خود ابوسفیان کی مقرر کردہ معیاد کے مطابق رسول اللہؐ نے ماہ شعبان سنہ ۴ھ میں اس طے شدہ جنگ کے لئے مدینہ منورہ سے کوچ فرمایا اور بدر پہنچ کر خیمہ زن ہو گئے۔ مدینہ منورہ کا انتظام

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے سپرد فرمایا۔ ادھر ابوسفیان کو بھی قریش کی جمعیت کے ساتھ نکلنا پڑا اور ابھی مراء ظہران تک ہی پہنچا تھا کہ اس کی ہمت نے جواب دے دیا اور وہ واپسی کے بہانے سوچنے لگا۔

اگرچہ کہ ابوسفیان نے پہلے ہی مسلمانوں کو مدینہ منورہ سے جنگ کے لئے نکلنے سے روکنے کی اپنی سی کوشش کرلیں مثلاً اس نے نعیم بن مسعود نامی ایک شخص کو جو مدینہ جارہا تھا مال دے کر اس بات کے لئے فراہم کرلیا تھا کہ وہ مدینہ پہنچ کر یہ مشہور کردے کہ اہل مکہ نے مسلمانوں کے استیصال کے لئے بڑی بھاری جمعیت اکٹھا کی ہے لہذا اہل اسلام کے لئے بہتر یہی ہے کہ قریش سے مقابلہ کے لئے نہ نکلیں۔ ابوسفیان کا خیال تھا کہ ایسے پروپیگنڈہ سے مسلمان خوف زدہ ہو کر جنگ کے لئے نہیں نکلیں گے لیکن اس پروپیگنڈہ نے بالکل برعکس اثر کیا۔ یہ سن کر مسلمانوں کے جوش ایمانی میں اضافہ اور جذبہ جہاد میں حرارت مزید پیدا ہوگئی اور وہ ''حسبنا اللہ ونعم الوکیل'' پڑھتے ہوئے بدر کی طرف نکل پڑے۔ ابوسفیان کی کوششیں رائیگاں گئیں اور اسے بھی مکہ سے نکلنا ضروری ہو گیا تھا۔ مراء ظہران میں جو مکہ سے دو منزل پر ہے ابوسفیان نے اپنی اس رائے کے موافق کہ واپس ہو جانا چاہیئے اور جنگ سے بچنا چاہیئے قریش سے ان الفاظ میں خطاب کیا بقول ابن اسحاق ابوسفیان نے قریش سے کہا ''اے گروہ قریش! (جنگ کے نقطہ نظر سے) ہریالی اور شادابی کا سال تمہارے لئے بہتر رہ سکتا ہے، اس میں تم اونٹوں کو درختوں کے پتے کھلا سکو گے اور ان کا دودھ بھی پی سکو گے۔ یہ سال تو قحط کا سال ہے (اس میں فی الوقت جنگ مناسب نہ رہے گی) اس لئے میں واپس جارہا ہوں تم بھی واپس چلو''۔ (ابن ہشام)

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارے قریش کے اعصاب پر خوف و ہیبت سوار تھی کیونکہ ابوسفیان کے اس مشورہ پر کسی قسم کی مخالفت کے بغیر سب نے واپسی کی راہ لی اور کسی نے بھی سفر جاری رکھنے اور مسلمانوں سے جنگ لڑنے کی رائے نہ دی۔ (الرحیق المختوم)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمان بمقام بدر ابوسفیان کے انتظار میں آٹھ راتیں گزاریں۔ ابوسفیان کو نہ آنا تھا نہ آیا۔ اللہ تعالی نے مسلمانوں کو برکتوں سے نوازا۔ ہوا یوں کہ وہاں ایک بڑا بازار لگتا تھا۔ مسلمانوں نے وہاں تجارت کی اور خوب نفع اٹھایا اور خیر و برکت کے ساتھ مدینہ منورہ واپس لوٹے۔ اس بارے میں یہ آیتیں نازل ہوئیں کہ

ث ''جنھوں نے لبیک کہا اللہ اور (اس کے) رسول کی دعوت پر اس کے بعد کہ لگ چکا تھا انھیں (گہرا) زخم ان کے لئے جنھوں نے نیکی کی ان میں سے اور تقوی اختیار کیا اجر عظیم ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جب کہا انھیں لوگوں نے کہ بلاشبہ کافروں نے جمع کر رکھا ہے تمہارے لئے (بڑا سامان اور لشکر) سو ڈرو ان سے تو (اس دھمکی نے) بڑھا دیا ان کے (جوش) ایمان کو اور انھوں نے کہا کافی ہے ہمیں اللہ تعالی اور وہ بہتر کارساز ہے۔ (ان کے عزم و توکل کا یہ نتیجہ نکلا کہ) واپس آئے یہ لوگ اللہ کے انعام اور فضل کے ساتھ نہ چھوا ان کو کسی برائی نے اور پیروی کرتے رہے رضائے الہی کی اور اللہ تعالی صاحب فضل عظیم ہے۔ یہ تو شیطان ہے جو ڈراتا ہے (تمھیں) اپنے دوستوں سے پس نہ ڈرو ان سے بلکہ مجھ سے ہی ڈرا کرو اگر تم مومن ہو''۔ (ق۔ ۳/ ۱۷۲ تا ۱۷۵)

اللہ تعالی نے جھوٹی خبریں مشہور کرنے والے کو شیطان فرمایا ہے۔ ابوسفیان نے نعیم ثقفی سے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ مسلمانوں کو مدینہ سے باہر نکلنے سے باز رکھے تو وہ اسے دس اونٹ انعام دے گا۔ نعیم نے مدینہ پہنچ کر اپنی سی کوششیں کیں کہ مسلمان بدر کا رخ نہ کریں۔ لیکن اس کے پروپیگنڈہ اور طلسم کو مسلمانوں نے توڑ دیا۔ بدر گئے۔ ابوسفیان اور قریش مکہ تو نہ آئے لیکن مسلمانوں نے تجارت سے خوب نفع کمایا اور شاداں و فرحاں صحیح و سلامت مدینہ طیبہ لوٹے۔

ماہ ربیع الاول ۵ ھ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ دومتہ الجندل کے لوگ مدینہ پر

حملہ کی تیاریوں میں ہیں۔ دومتہ الجندل ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ منورہ سے پندرہ دنوں کے راستے پر ہے۔ دومتہ الجندل سے دمشق کا راستہ پانچ دن کا ہے۔ رسول اللہؐ ایک ہزار صحابہ کرام کی جمعیت کے ہمراہ ۲۵ / ربیع الاول سنہ ۵ ھ کو جانب دومتہ الجندل روانہ ہوئے۔ حضرت سباع بن عرفطہؓ کو مدینہ کا ناظم مقرر فرمایا۔ دومتہ الجندل والوں کو جب معلوم ہوا کہ حضور اقدسؐ مع صحابہ آئے ہیں تو وہ ہیبت زدہ ہو کر منتشر ہو گئے۔ لہذا حضور اقدسؐ اور صحابہ کرام بلا جدال وقتال مدینہ منورہ مراجعت فرما ہوئے۔ جس دن مدینہ پہنچے اس روز ۲۰ / ربیع الثانی تھی۔ اسی غزوہ میں رسول اللہؐ نے عیینہ بن حصن سے اس امر پر صلح فرمائی کہ وہ تغلمین اور اس کے قرب و جوار سے المراض تک جانور چرائے۔ وہ مقام سرسبز تھا اور عیینہ کا شہر خشک تھا۔ تغلمین، المراض سے دو میل پر ہے اور المراض زہدہ کے راستے پر مدینہ منورہ سے چھتیس میل کے فاصلے پر ہے۔

اس غزوہ کے دوران جب کہ رسول اللہؐ مدینے سے باہر تھے حضرت سعد بن عبادہؓ کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔ ان کے بیٹے اس وقت حضورؐ کے ساتھ غزوہ دومتہ الجندل میں گئے ہوئے تھے۔ مدینہ واپس ہونے کے بعد حضرت سعدؓ نے حضورؐ سے عرض کیا کہ ''یارسول اللہؐ! کیا میں ان کی طرف سے کچھ صدقہ کر سکتا ہوں؟'' حضورؐ نے فرمایا ''ہاں''۔ انہوں نے پوچھا ''کون سا صدقہ سب سے افضل ہے؟'' حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''پانی کا صدق''۔ چنانچہ حضرت سعد بن عبادہؓ نے ایک کنواں کھدوایا اور کہا کہ یہ ام سعد کے نام پر ہے''۔ (سیرت حلبیہ)

غزوہ المریسیع

شعبان سنہ ۵ ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غزوہ المریسیع ہے۔(ابن ہشام میں شعبان سنہ ۶ ھ لکھا ہے جب کہ یہ غزوہ سنہ ۶ ھ کا نہیں ۵ ھ کا ہے خندق و بنی قریظہ سے پیشتر کا۔ طبقات ابن سعد اور سیرت النبی میں شعبان ۵ ھ ہی کا بتایا گیا ہے)۔ بنی المصطلق خزاعہ میں سے تھے جو بنی مدلج کے حلفاء تھے۔ وہ اپنے ایک کنویں پر اترا کرتے تھے جس کا نام المریسیع تھا اس کے اور ''الفرع'' کے درمیان میں ۹۶ میل کا فاصلہ تھا ان کا سردار الحارث بن ابی ضرار تھا وہ اپنی قوم والوں سے اور ان عربوں سے جن پر اس کا قابو تھا ملا اور انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف بھڑکانا شروع کیا یہاں تک کہ سب کو مسلمانوں سے جنگ کرنے پر آمادہ کرلیا وہ سب حارث کے ساتھ ہوگئے اور رسول اللہؐ کی طرف جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔ جب یہ خبر مدینہ منورہ پہنچی تو حضورؐ نے حضرت بریدہ بن حصیبؓ اسلمی کو تحقیق حال کے لئے روانہ فرمایا انھوں نے ساری باتیں جان کر صورت حال کی اطلاع بھیجی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو طلب کیا اور روانگی کا حکم فرمایا۔ صحابہ کرام نے بہ عجلت ممکنہ نکلنے پر آمادگی ظاہر کی اور وہ سب جو تعداد میں تیس تھے دس مہاجرین اور بیس انصاری حضورؐ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ مدینہ منورہ میں حضرت زید بن حارثہؓ کو ذمہ دار بنایا گیا۔ حضور اکرمؐ کے ہمراہ اکثر منافقین بھی طمع غنیمت لئے ہوئے نکلے۔ مسلمانوں کے ہمراہ دو گھوڑے لزاز اور الظرب تھے حضورؐ ۲/شعبان یوم دوشنبہ روانہ ہوئے۔ ادھر حارث بن ابی ضرار اور اس کے ہمراہیوں کو رسول اللہؐ اور صحابہ کرام کی روانگی کی خبر ملی اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اس کا جاسوس قتل کر دیا گیا ہے جسے اس نے مسلمانوں کی خبر لانے

بھیجا تھا۔ یہ بات حارث اور اس کے ساتھیوں کو خوفزدہ کر گئی چنانچہ اس کے اکثر ساتھی خوف و دہشت کے زیر اثر اس کا ساتھ چھوڑ گئے۔ اسی دوران نہایت تیز رفتار سفر کرتے ہوئے رسول اللہؐ المریسیع پہنچ گئے۔ حضورؐ نے وہاں خیمہ نصب کرنے کا حکم دیا۔ حضورؐ کے ہمراہ امہات المومنین میں سے حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت ام سلمہؓ تھیں۔

لوگوں نے جنگ کی تیاری کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب کو صف بستہ کیا۔ مہاجرین کا علم حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اور انصاریوں کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہؓ کو تفویض ہوا۔ تھوڑی دیر تک تیر انداز ہوئی پھر یکبارگی مسلمانوں نے ایسا مجاہدانہ اقدام کیا کہ میدان اہل ایمان کے ہاتھ رہا۔ مشرکین میں سبھی واصل جہنم ہوئے۔ مقتولین کی تعداد دس تھی اور ما بقی سب اسیر ہوئے۔ ان کے مویشی اونٹ، بکریاں وغیرہ حاصل ہوئے۔ مسلمانوں میں سے صرف ایک نے جام شہادت نوش کیا۔ قیدیوں پر حضرت بریدہ بن الحصیبؓ کو عامل بنایا گیا۔ مال غنیمت کو حسب حکم جمع کیا گیا اور اس کا نگران حضرت شقرانؓ کو مقرر کیا گیا خمس کی تقسیم اور مسلمانوں کے حصوں پر حضرت محمیہؓ کو عامل بنایا گیا۔ بچوں کو علیحدہ ایک طرف کیا گیا۔ قیدیوں کو مسلمانوں میں بانٹا گیا اسی طرح اونٹ اور بکریوں کو بھی تقسیم کر دیا گیا ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر مانا گیا۔ اونٹ دو ہزار تھے اور بکریاں پانچ ہزار۔ قیدی دو سو گھر والے تھے۔

(حضرت) جویریہ بنت حارث بن ابی ضرارؓ جب ثابتؓ بس قیس بن شماس اور ان کے برادر عم زاد کے حصہ میں آئیں تو ان دونوں نے انھیں نو اوقیہ سونے پر مکاتبہ (یعنی اتنی مقدار رقم ادا کریں تو آزاد) بنا دیا۔ انھوں نے رسول اللہؐ سے اپنی کتابت کے بارے میں درخواست کی ح۔ضورؐ نے اس عرضی کو قبول فرمایا اور ان کی طرف سے ادا کر دیا۔ حضرت جویریہؓ بنت حارث ام المومنین بنیں۔ جب لوگوں کو یہ معلوم

ہوا کہ حضرت جویریہؓ ام المومنین بن گئی ہیں تو رسول اللہؐ سے بنو مصطلق سے رشتہ قائم ہونے کے باعث تمام اسیران بنو مصطلق کو آزاد کر دیا۔ اس طرح حضرت بی بی جویریہؓ اپنی قوم کے لئے باعث برکت ہوئیں کہ ان کے سبب کئی لوگ رہا ہو گئے۔ ایک اور روایت میں آیا ہے کہ حضور اقدسؐ بنی مصطلق کے ہر قیدی کی آزدای کو ان کا مہر قرار دیا۔

ابن ہشام سے منقول ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہؐ کے پاس (ام المومنین حضرت بی بی) جویریہؓ کے والد حارث بن ابی ضرار اپنی بیٹی کا فدیہ لے کر آے۔ یہ جب عقیق پہنچے تو انھوں نے اپنے اونٹوں پر ایک نظر ڈالی جو فدیے کے لے لاے تھے ان میں سے دو پسندیدہ اونٹ ایک گھاٹی میں پوشیدہ کر دیئے پھر رسول اللہؐ کے پاس حاضر ہوے اور کہا کہ میں اپنی بیٹی کا فدیہ لایا ہوں حضورؐ نے ان سے دریافت فرمایا کہ ''وہ دو اونٹ کہاں ہیں جنھیں تم نے عقیق کی فلاں گھاٹی میں چھپا دیا ہے؟'' حارث یہ سنتے ہی بولے کہ اس معاملے میں بجز اللہ کے کسی کو معلوم نہیں بلا شبہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ پھر وہ ایمان لے آے۔ ان کے ساتھ ان کے دو بیٹے اور قوم کے کچھ لوگ مشرف بہ اسلام ہوے۔ اونٹ منگوائے گئے۔ (حضرت) جویریہؓ ان کے والد کے حوالے کر دی گئیں۔ یہ بھی ایمان لے آئیں۔ بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے والد کو پیام نکاح دیا۔ انھوں نے (حضرت) جویریہؓ کا نکاح حضور اکرمؐ سے کر دیا۔ اس طرح آپ ام المومنین بنیں۔

چوں کہ منافقین بھی اس موقع پر ساتھ تھے اس بناء پر وہ مسلمانوں میں آپسی اختلاف پیدا کرنے کی سازش کیا کرتے تھے چنانچہ ایک مہاجر اور ایک انصاری کے درمیان پانی کے مسئلہ پر گفتگو کو منافقین نے ہوا دے دی نتیجتاً قریش اور اوس وخزرج والے متوجہ ہوے تاہم ہر وقت انھوں نے سلجھاؤ کے ساتھ بات چیت کر کے معاملہ رفع دفع کر دیا اور صلح ہو گئی منافقین کو منہ کی کھانی پڑی۔ اسی غزوہ کے موقع پر

آیت تیمم نازل ہوئی جس پر حضرت اسید بن حضیرؓ نے کہا کہ اے آل ابوبکر تمہاری یہ پہلی برکت کیسی ہے۔ اسی غزوہ میں اہل افک نے حضرت طیبہ طاہرہ زوجہ نبی اطہرؐ ام المومنین عائشہ صدیقہؓ کی عظمت و رفعت اور شان اقدس کے خلاف کہا جس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ان کی براءت کا اعلان فرمایا اور آیات جلیلہ طہارت ونزاہت نازل فرمائیں۔ ۲۸ دن بعد حضورؐ مدینہ منورہ مراجعت فرما ہوے۔

مسلمانوں کے خلاف یہود، قریش اور دیگر قبائل کی پہل

غزوہ خندق ہی غزوہ احزاب سے معروف ہے اس غزوہ کے وقوع کے بارے میں سنہ اور مہینہ کے تعین کے ضمن میں اختلافی اقوال ملتے ہیں۔ موسی بن عقبہ نے شوال ۴ھ کہا ہے جسے امام بخاری نے اختیار کیا ہے۔ البتہ محمد بن اسحق نے شوال ۵ھ بتایا ہے جب کہ ابن سعد اور واقدی کا کہنا ہے کہ ذیقعدہ ۵ھ میں غزوہ خندق ہوا۔ جمہور علماء سیر غزوہ احد اور غزوہ خندق کے درمیان دو سال کا وقفہ بتاتے ہیں۔ اس لحاظ سے اس غزوہ کا ۵ھ میں واقع ہونا راجح ہے۔ اس غزوہ کا باعث یہ ہوا کہ جب بنی نضیر جلا وطن کئے گئے تو وہ خیبر چلے گئے ان میں سے کچھ بااثر لوگ مکہ روانہ ہوئے اور قریش کے پاس ٹھہرے وہاں انھوں نے قریش کو ازسرنو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمانوں سے مقابلہ کرنے کیلئے ابھارنا شروع کیا اور مسلسل ترغیب دینے لگے۔ قریش سے ان لوگوں نے ایک معاہدہ کیا اور انھیں ہر طرح تیار کر کے بنی غطفان اور بنی سلیم کے پاس آئے اور انھیں بھی اس کام کے لئے آمادہ کرنے کی غرض سے خیبر کے نخلستانوں کے کھجوروں کا نصف حصہ سالانہ دینے کا لالچ دے کر قریش کے ساتھ کئے گئے معاہدہ کی طرح ان سے بھی معاہدہ کرلیا۔

قریش نے خود اپنے حلیفوں کو اکٹھا کیا تو وہ چار ہزار ہو گئے۔ ان کے ساتھ تین سو گھوڑے اور پندرہ سو اونٹ تھے۔ ابوسفیان بن حرب کو قریشوں نے اپنا سردار بنایا مرالظہر ان میں بنو سلیم کے سات سو جنگجو آ ملے۔ طلحہ کی سرکردگی میں بنو اسد نکلے فرزدہ کے تمام افراد بھی ساتھ ہو گئے۔ وہ ایک ہزار اونٹوں پر آئے تھے۔ مسعود بن رخلیلہ کے ساتھ چار سو اشجع حارث بن عوف کی سرداری میں بنو مرہ کے چار سو افراد آئے لیکن ایک دوسری روایت کے بموجب حارث بن عوف نے بنو مرہ کے تمام لوگوں کو اس مہم سے ہٹا لیا۔ غزوہ خندق میں ان میں سے کسی نے بھی شرکت نہیں کی تاہم پہلی روایت درست ہے کہ وہ لوگ غزوہ خندق میں حاضر تھے کیوں کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ان کی ہجو کی ہے۔ مذکورہ بالا تمام قومیں تعداد میں دس ہزار ہو گئیں۔ وہ تین گروہوں میں منقسم ہو کر آئے تھے۔ لیکن ان سبھوں کی کمان ابوسفیان بن حرب کے ہاتھ میں تھی۔

خندق کی تیاری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کے ارادوں اور جنگ کے لئے ان کے متحدہ لشکروں کے نکل پڑنے کی بناء پر مدینہ منورہ کے دفاع کی غرض سے صحابہ کرام کو جمع فرما کر انھیں دشمنوں کے ارادوں اور اقدام سے متعلق خبر دی اور مشاورت فرمائے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے خندق کی رائے دی جسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور جملہ مسلمانوں نے بے حد پسند کیا۔ خندق کی کھدائی کے کام میں بہ نفس نفیس حصہ لیا اور تمام مسلمان اس کام میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شامل اور مصروف ہو گئے۔ مستقل مزاجی اور نہایت مشقت کے ساتھ یہ کام ہونے لگا مگر منافقین تاخیر و تساہل سے کام لینے لگے ان میں سے اکثر نے حیلے کر کے اس کام

سے فرار اختیار کی لیکن مسلمان ہر لحاظ سے اپنے فرائض کی ادائیگی میں منہمک رہے۔ انھیں حصول خیر و فلاح اجر وثواب کا روحانی شوق اور دین سے دلی لگاؤ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خندق کی کھدائی کے لئے خود اس کے حدود قائم فرمائے اور خط کھینچ کر دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم فرمائی۔ اس طرح حضور اقدس ؐ نے ہر جانب ایک جماعت مقرر کر دیا۔ مہاجرین رائج کی طرف ذباب تک کھود رہے تھے اور انصار ذباب سے جبل بنی عبید تک۔ باقی مدینے میں عمارتیں باہم ملی ہوئی تھیں جس سے ایک قلعہ معلوم ہوتا تھا۔ بنی عبد الاشہل نے رائج سے اس کے پیچھے تک خندق کھودی اور اس طرح مسجد پشت تک آ گئی۔ بنو دینار نے جرہا سے اس مقام تک خندق کھودی جہاں (ابن سعد کے عہد میں) ابن ابی الحبوب کا مکان تھا۔

خندقیں اس قدر گہری کھودی گئیں کہ تری نکل آئی۔ یہ کام چھ دن میں انجام پایا۔ موسی بن عقبہ کہتے ہیں کہ خندقیں بیس دن کے عرصہ میں تیار ہوئیں۔ تاہم پہلا قول ہی راجح ہے کہ خندقیں کھودنے میں چھ دن صرف ہوئے۔ جب کہ بیس دن اصل مدت حصار کی ہے۔

ابن اسحاق کے بموجب مسلمان خندق کھودنے میں مصروف رہے یہاں تک کہ اسے مکمل کر لیا۔ خندق کھودتے وقت سارے مسلمان حضرت جعیل ؓ کے ساتھ رجز پڑھتے حضرت جعیل ؓ کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرو رکھا تھا۔ خندق کھودتے وقت مختلف معجزات کا ظہور ہوا جن کا مسلمانوں نے مشاہدہ کیا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ ؓ سے روایت ہے کہ خندق کی کھدائی کے دوران ایک جگہ خندق کی زمین سخت آ گئی جسے کھودنا دشوار ہو گیا۔ لوگوں نے اس دشواری کا اظہار حضور ؐ سے کیا۔ حضور ؐ نے پانی کا ایک برتن طلب فرمایا اور اس میں لعب دہن مبارک ڈالا پھر دعاء فرمائی بعد ازاں یہ پانی اس سمت زمین پر

چھڑک دیا۔ جولوگ وہاں موجود تھے کہتے تھے کہ "قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے رسول اللہؐ کو نبی برحق بنا کر مبعوث فرمایا۔ یہ سخت زمین بالکل نرم اور بھری بھری ہوگئی جواب نہ کدال کو لوٹاتی تھی اور نہ بیلچے کو"۔

حضرت جابرؓ سے مروی ایک روایت میں ہے کہ کھودتے کھودتے ایک سخت چٹان آگئی ہم نے حضور انورؐ سے عرض کیا۔ حضور اقدسؐ نے ارشاد فرمایا کہ "ٹھہروں! میں خود اترتا ہوں"۔ رسول اللہؐ نے کدال دست مبارک میں پکڑی اور اس چٹان پر ماری تو وہ پتھر ریتی کی طرح بہنے لگا (ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا)۔ یہ حدیث شریف بخاری میں ہے۔ مسند احمد اور نسائی میں اس قدر اضافہ ہے کہ حضور انورؐ نے جب پہلی بار بسم اللہ کہہ کر کدال ماری تو وہ چٹان ایک تہائی ٹوٹ گئی۔ حضور اقدسؐ نے فرمایا "اللہ اکبر مجھ کو ملک شام کی کنجیاں عطاء کی گئیں۔ اللہ کی قسم! شام کے سرخ محلوں کو اس وقت میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں"۔ پھر آقائے دو جہاںؐ نے دوسری بار کدال ماری تو دوسرا تہائی ٹکڑا ٹوٹ کر گرا۔ سرکار دو عالمؐ نے فرمایا کہ "اللہ اکبر، فارس کی کنجیاں مجھ کو عطاء ہوئیں۔ اللہ کی قسم! مدائن کے قصر ابیض کو اس وقت اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں"۔ تیسری بار حضور انورؐ نے بسم اللہ کہہ کر کدال ماری تو بقیہ چٹان بھی ٹوٹ گئی۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ "اللہ اکبر، یمن کی کنجیاں مجھ کو عطاء ہوئیں۔ اللہ کی قسم! صنعا کے دروازوں کو میں اپنی آنکھوں سے اس جگہ سے دیکھ رہا ہوں"۔ ایک اور روایت میں ہے کہ پہلی بار کدال مارنے سے ایک بجلی چمکی جس سے شام کے محل روشن ہو گئے۔ حضور اکرمؐ نے اللہ اکبر کہا اور صحابہ کرام نے بھی تکبیر کہی اور حضورؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ "جبرئیلؑ نے مجھ کو خبر دی ہے کہ امت ان شہروں کو فتح کرے گی"۔

حضرت بشیر بن سعدؓ کی صاحبزادی نے غزوہ خندق کی تیاری کے دوران رسول اللہؐ کے دست مبارک کی برکت سے کھجوروں میں بے پناہ اضافہ کا معجزہ خاص بیان کیا ہے کہ حضورؐ نے ان کی لائی ہوئی

کھجوروں کو ایک کپڑا پر ڈال دیا اور پھر تمام اصحاب خندق کو بلا کر ارشاد فرمایا کہ اس میں سے شکم سیر ہو کر کھاتے جاؤ۔ سینکڑوں صحابہ کرام نے استفادہ کیا آخر میں بنت بشیر کی لائی ہوئی کھجوریں جوں کی توں موجود رہیں۔

اسی طرح حضرت جابر بن عبداللہؓ کے گھر میں حضورؐ کی رونق افروزی اور موجود کھانا بہ مشکل ایک دو حضرات کے لئے کافی تھا سرکار دوعالمؐ کی دعاء اور لعاب دہن مبارک کے اعجاز سے ایسا بابرکت ہو گیا کہ سینکڑوں صحابہ کرام شکم سیر ہو گئے۔

جس وقت رسول اللہؐ خندق کی تیاری سے فارغ ہوئے قریش اس وقت تک آ کر جرف اور زغابہ کے درمیان ال سیون کے نقطہ اتصال پر پڑاؤ ڈال چکے تھے (جرف اور زغابہ (رغابہ نیز غابہ) مدینہ منورہ کے شمال مغرب میں ہیں صرف کوئی تین میل پر اور زغابہ اس سے ذرا آگے، مدینہ منورہ اور آس پاس کئی وادیاں ہیں جن میں بارش کے وقت پانی بہنے لگتا ہے۔ خود مدینہ کے جنوب چند وادیاں مل کر ایک وادی بنی ہے جسے وادی بطحان کہتے ہیں۔ یہ جبل احد کے مغربی گوشے سے ذرا آگے وادی قناۃ سے جا ملی ہے جو جبل احد کے سامنے بہتی ہے مدینہ کی مغربی جانب وادی عقیق ہے یہ بھی بئر رومہ سے آگے ان وادیوں میں مل گئی ہے یہ سب زغابہ یا غابہ میں گرتی ہے جسے بحیرہ بھی کہتے ہیں) جو بئر رومہ کی طرف آئے تھے ان کے ساتھ دس ہزار فوج تھی اور جو احابیش (مکہ معظّمہ کے پاس ایک پہاڑ ہے جس کا نام حبشی ہے اس کے دامن میں رہنے والوں کو احابیش کہتے تھے) اور بنو کنانہ اور اہل تہامہ ان کے پیروؤں پر مشتمل تھی ساتھ ہی قبیلہ غطفان اور اہل نجد میں سے ان کے متبعین احد کے ایک طرف ذنب نقمی میں پہنچ کر ٹھہر گئے۔ اب رسول اللہ صلی الہ علیہ وآلہ وسلم بھی مسلمانوں کی جمعیت لے کر نکلے اور سلع پہاڑ کے قریب آ کر اس طرح لشکر ٹھہرایا کہ پہاڑ پشت پر رکھا گیا اور خندق رسول اللہؐ اور کفار کے درمیان حائل تھی۔

غزوہ خندق سے پہلے

مسلمانوں نے بچوں اور عورتوں کو محفوظ قلعوں میں پہنچا دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۸/ ذیقعدہ بروز دوشنبہ روانہ ہوئے تھے۔ مہاجرین کا جھنڈا حضرت زید بن حارثہؓ اور انصار کا جھنڈا حصرت سعد بن عبادہؓ کے ہاتھوں میں تھا۔ ابن ہشام کی روایت کے بموجب حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ کو مدینہ منورہ پر ناظم مقرر کیا گیا مسلمانوں کی تعداد تین ہزار تھی۔

ابو سفیان بن حرب نے حییٰ بن اخطب کو خفیہ طور پر بنی قریظہ کے پاس بھیج کر ان سے یہ درخواست کی کہ وہ اس عہد کو توڑ دیں جو ان کے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درمیان ہوا ہے اور رسول اللہؐ کے مقابلے میں وہ ان لوگوں کے ساتھ ہو جائیں۔ (پہلے تو) انھوں نے اس سے انکار کیا پھر مان گئے۔ (ابن سعد)

ابن ہشام میں اس کی تفصیل اس طرح ملتی ہے کہ حییٰ بن اخطب نضری نکل کر بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد (جو اپنی قوم کا مختار کل تھا اور وہ حضورؐ کے ساتھ قوم کی طرف سے عہد و میثاق کر چکا تھا) سے عہد و پیمان کرنے کے لئے نکلا۔ اس لئے جب کعب کو معلوم ہوا کہ حی آ رہا ہے تو اس نے اپنے قلعہ کا دروازہ بند کر لیا۔ حییٰ نے دروازہ کھلوانا چاہا مگر اس نے انکار کر دیا۔ حییٰ چیخ چیخ کر کہنے لگا کہ ''کعب! تیرا برا ہو دروازہ کھول''۔ کعب بن اسد قرظی نے جواب دیا کہ ''تیرا برا ہو حیی! تو بڑا سخت بد بخت ہے دیکھ میں محمدؐ سے عہد کر چکا ہوں۔ میں عہد و پیمانہ توڑنے کے لئے تیار نہیں میں نے ان سے وفائے عہد اور صداقت کے سواء کچھ نہیں دیکھا''۔ حییٰ بن اخطب نے کہا کہ ''تیرا برا ہو دروازہ تو کھول میں تجھ سے کچھ

بات کرنا چاہتا ہوں''۔ کعب نے پھر انکار کیا۔ حییؔ نے جھنجلا کر کہا ''خدا کی قسم! معلوم ہوتا ہے تو نے دروازہ صرف اپنا جشیشہ (گیہوں کے موٹے آٹے کا بنا ہوا ایک خاص قسم کا کھانا) بچانے کے لئے بند کر لیا ہے کہیں میں تیرے ساتھ کھانے میں نہ لگوں''۔ اس بات پر کعب کو غیرت آمیز غصہ آ گیا اور اس نے دروازہ کھول دیا۔

حییؔ نے کعب کو بتایا ''کعب تجھے کیا ہو گیا؟ میں تو تیرے پاس زمانہ بھر کی عزت اور انسانوں کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر لایا ہوں، میں قریش کو لایا ہوں، ان کے سردار اور قائد بھی موجود ہیں، میں نے انھیں رومہ کی طرف سے آنے والی وادیوں کے سنگم پر ٹھرایا ہے۔ قبیلہ غطفان کو بھی لایا ہو، ان کے بھی سردار اور قائد ساتھ ہیں انھیں میں نے احد کے ایک جانب ذنب نقمی میں اتارا ہے۔ میرا ان سب سے عہد و پیمان ہو چکا ہے کہ ہم اس وقت تک نہ ہٹیں گے جب تک محمدؐ اور ان کے ساتھیوں سے بھر پور بدلہ نہ لے لیں گے اور اپنے کلیجے ٹھنڈے نہ کر لیں''۔ کعب نے جواب دیا کہ ''خدا کی قسم! تو نے زمانے بھر کی ذلت اور ایسا بادل لایا ہے جس کا پانی بہہ چکا ہے وہ گرجتا چمکتا تو ہے مگر اس میں ہے کچھ نہیں۔ حیؔ! تیرا برا ہو مجھے میری حالت پر چھوڑ دے۔ دیکھ! میں نے محمدؐ میں بجز وفائے عہد اور صداقت کے کچھ نہیں پایا''۔ یہ جواب سن کر بھی حییؔ، کعب کو برابر بہلاتا پسلاتا رہا، یہ بھی کہہ دیا کہ ''میں عہد کرتا ہوں کہ اگر قریش اور غطفان محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کا کچھ بگاڑ نہ سکے تو میں تمہارے قلعہ میں ساتھ چلوں گا۔ پھر جو کچھ تم پر گزرے گا وہ مجھ پر بھی گزرے گا''۔ اس بات پر کعب نے عہد توڑ دیا اور رسول اللہؐ سے کئے ہوئے پیمان سے اپنے آپ کو بری سمجھ لیا۔

جب یہ خبر نبی کریمؐ کو پہنچی تو حضورؐ نے کہا ''**حسبنا اللہ و نعم الوکیل**''، ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ کیسا اچھا کارساز ہے۔ پھر حضورؐ نے تحقیق حال کے لئے حضرات سعدؓ بن معاذ اور سعد بن عبادہؓ کو

روانہ فرمایا اور یہ حکم سرفراز فرمایا کہ وہاں سے واپس آ کر مناسب طریقہ صورت حال بیان کرنا۔ یہ لوگ کعب بن اسد کے پاس گئے اور اس کو معاہدہ یاد دلایا لیکن اس نے ایسے کسی عہد و پیمان سے صاف وصریح انکار کر کے اپنی غداری کا ثبوت دیا۔

مسلمانوں کے لئے یہ سخت آزمائش کی گھڑی تھی۔ اس وقت منافقین کا نفاق بھی کھل کر سامنے آ گیا وہ انتہائی خوف زدہ ہو گئے اور مختلف قسم کے حیلے بہانے کر کے میدان چھوڑنا چاہتے تھے۔ انہوں نے سب سے بڑا بہانہ یہ کیا کہ ہمارے گھر دشمن کی مخدوش سرحد پر ہیں اور کچے بنے ہوئے ہیں اور دشمنوں کی ایک بڑی تعداد وہاں جمع ہیں۔ آپ ہمیں اجازت دیں تو ہم جائیں اور ان کی حفاظت کا سامان کریں۔ لیکن مخلص مسلمانوں کی یہ کیفیت تھی کہ وہ ہر حال میں دشمنوں کا سامنا کر کے راہ حق میں ہر طرح کی قربانیاں پیش کر کے اللہ تعالی کے حضور سرخروئی کے طالب اور رسول اللہ ؐ کی خوشنودی کے حصول کے متمنی تھے۔

غزوہ خندق

مسلمان اور مشرکین دونوں ایک دوسرے کے مقابل رہے تقریبا ایک مہینہ تک آمنے سامنے ہونے کے باوجود جنگ کی نوبت نہ آئی۔ دونوں طرف سے تیر اندازی اور سنگ باری کی حد تک کاروائی ہوتی رہی۔ صلح کے لئے بھی سلسلہ جنبانی کی ایک روایت ملتی ہے جس کی تفصیل ابن ہشام میں ہیں ابن سعد سے نقل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مسلمان دشمن کے سامنے اور مقابلے سے ہٹتے نہ تھے سوائے اس کے کہ خندق کو روکے ہوئے تھے اور اس کی حفاظت کر رہے تھے۔ رسول اللہ ؐ حضرات سلمہ ؓ بن اسلم اور زید بن حارثہ ؓ کو علی الترتیب دو سو اور تین سو آدمیوں کے ہمراہ بھیجتے رہتے تھے جو مدینے کی

حفاظت کرتے تھے اور بلند آواز سے تکبیر کہتے تھے۔ یہ اس لئے کہ بچوں پر بنی قریظہ کی طرف سے خوف کیا جاتا تھا۔ رسول اللہؐ نے بچوں اور عورتوں کو قلعہ میں محفوظ کر دیا تھا۔ یہود کی آبادی وہاں سے قریب تھی۔ حضرت صفیہؓ بنت عبد المطلب جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پھوپی محترمہ تھیں وہ بھی اس قلعہ میں تھیں اور آپ نے تمام عورتوں اور بچوں کا حوصلہ بندھائے رکھا۔ یہی نہیں بلکہ اس قلعہ کے ارد گرد منڈلانے والے یہودی کا خیمہ کی ایک لکڑی سے خاتمہ کر کے نسوانی شجاعت اور ایمانی جذبہ و عظمت کا موثر مظاہرہ کیا جس سے قلعہ میں رہنے والی خواتین اور بچوں کو ایک گونا اطمینان اور احساس تحفظ اللہ تعالی نے بخشا۔ ادھر حضرت عباد بن بشرؓ اور دیگر انصار صحابہ کرام رسول اللہؐ کے خیمہ اقدس کی حفاظت پر مامور تھے اور رات بھر اپنے فرائض پوری چوکسی اور بہادری سے انجام دیا کرتے تھے۔

مشرکین نے بھی اپنے درمیان باری مقرر کر لی تھی۔ کسی دن صبح کو ابوسفیان بن حرب اپنے ساتھیوں کے ہمراہ، کسی دن خالد بن ولید، کسی روز عمرو بن العاص کسی روز ہبیرہ بن ابی وہب اور کسی دن ضرر بن الخطاب الفہری اپنے دستوں کے ساتھ گشت کے لئے نکلتے۔ یہ لوگ برابر اپنے گھوڑوں کو گھمایا کرتے تھے۔ کبھی الگ الگ ہو جایا کرتے اور کبھی مل جایا کرتے تھے اور جب بھی موقع ملے یہ لوگ رسول اللہؐ کے اصحاب سے مقابلہ کرنے سے یا تیر اندازی کرنے سے نہ چوکتے، تاہم مسلمانوں کے عزم اور استقامت کے سامنے ان کی ساری کوششیں رائیگاں جاتیں۔ جہاں موقع ملتا وہ اپنے تیر اندازوں کو آگے کر دیتے تھے۔ حبان بن العرقہ نے حضرت سعد بن معاذؓ کے ایک تیر مارا جو ان کی کلائی کی رگ میں لگا اور کہا کہ اسے پکڑو میں ابن العرقہ ہوں۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالی تجھے دوزخ میں غرق کرے'' اور کہا جاتا ہے کہ جس نے حضرت سعدؓ بن معاذ کو تیر مارا تھا وہ ابو اسامہ الجشمی تھا۔

کفار کے روساء نے اس امر پر اتفاق کیا کہ کسی دن صبح کو سب جائیں چنانچہ ایک صبح وہ سب مل

کر نکلے۔ ان کے ہمراہ تمام گروہوں کے لشکر تھے۔ وہ خندق میں کوئی ایسی تنگ جگہ تلاش کرنے لگے جہاں سے اپنی فوج کو مسلمانوں تک پہنچا دیں لیکن انھیں کامیابی نہ ملی۔ انھوں نے آپس میں کہا کہ یہ ایسی تدبیر کی گئی ہے کہ عرب نہیں کر سکتے۔ انھیں معلوم ہوا کہ رسول اللہؐ کے صحابہ کرام میں ایک فارسی نژاد صحابی نے یہ تدبیر کی اور انھیں کی تجویز کو رسول اللہؐ نے شرف قبولیت بخشا اور مسلمانوں نے خندق تیار کر دی۔ تاہم مشرکین ایک ایسے مقام پر پہنچ گئے جہاں سے وہ خندق عبور کرنے کے لئے کوشاں ہوئے۔ عکرمہ بن ابی جہل، نوفل بن عبد اللہ، ضرار بن الخطاب، ہبیرہ بن ابی وہب اور عمرو بن عبدود اس کو عبور کر گئے۔

عمرو بن عبدود جنگ بدر میں زخمی ہو چکا تھا۔ اس وقت وہ سر سے پاؤں تک آہن پوش تھا۔ اس نے مشرکین کی طرف سے پہل کرتے ہوئے نہایت گھمنڈ اور غرور کے ساتھ پرزور انداز سے آواز لگائی کہ ''کون ہے جو میرا مقابلہ کرے گا؟'' عمرو بن عبدود اس وقت نوے (۹۰) سال کا ہو چکا تھا۔ اسے اپنی طاقت، تجربہ اور بہادری پر بڑا گھمنڈ تھا اس کی مبارزطلبی کے جواب میں حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اذن مقابلہ کے لئے معروضہ کیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں اجازت مرحمت فرما دی اور اپنی خاص تلوار عطاء فرمائی اور ان کے سر پر اپنے دست اقدس سے عمامہ باندھا اور دعاء کی کہ ''اے اللہ! اس کے مقابلہ میں ان کی مدد کر''۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ اس کے مقابلہ کے لئے نکلے اور عمرو بن عبدود سے خطاب فرمایا کہ ''اے عمرو! میں تجھ کو اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف بلاتا ہوں اور اسلام کی دعوت دیتا ہوں''۔ وہ بولا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ حضرت علیؓ نے کہا کہ 'میں تجھے میدان میں اترنے کی دعوت دیتا ہوں''۔ عمرو جواباً غضبناک ہو کر گھوڑے سے نیچے اتر آیا۔ پہلے تلوار سے گھوڑے کے پاؤں پر ضرب لگائی جس سے کونچیں کٹ گئیں۔ پھر اس کے منہ پر مکا رسید کیا تاکہ

پیچھے ہٹ جائے۔ پھر حضرت علیؓ کی طرف بڑھا اور دونوں میں لڑائی ہوئی۔ آخر حضرت علی کرم اللہ وجہ نے اس کا خاتمہ کردیا اور باقی سوار شکست کھا کر خندق سے گزرتے ہوئے بھاگ گئے۔ حضرت علیؓ نے تکبیر کہی تو سب کو معلوم ہوا عمرو بن عبدود مارا گیا اور اللہ تعالی نے حضرت علیؓ کو کامیاب وسرخرو فرمایا۔

حضرت زبیر بن العوامؓ نے نوفل بن عبد اللہ پر تلوار سے حملہ کیا اور اس کے وجود کو دو حصوں میں منقسم کر دیا (ابن سعد) زرقانی ج ۲ میں منقول روایت کے بموجب نوفل بن عبد اللہ جو رسول اللہؐ کی طرف بڑھا تھا وہ گھوڑے پر سوار تھا اور خندق کو پھاندنا چاہتا تھا کہ خندق میں گر پڑا اور گردن ٹوٹ گئی اور مر گیا۔ مشرکین نے دس ہزار درہم حضورؐ کے پاس بھجوائے کہ اس کی لاش مشرکین کے حوالے کر دی جائے حضور انورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''وہ بھی خبیث اور ناپاک تھا اور اس کی دیت بھی خبیث اور ناپاک ہے۔ اللہ کی لعنت ہو اس پر اور اس کی دیت پر بھی ہمیں نہ دس ہزار کی ضرورت ہے اور نہ اس کے لاشہ کی''۔ چنانچہ حضورؐ کے حکم پر اس کی لاش مشرکین کے حوالے کر دی گئی۔ (بحوالہ سیرۃ المصطفی ج ۲)

ابن اسحق نے کہا کہ جب حضرت سعد بن معاذؓ کی رگ اکحل (جو کہنی کے مقابل حصے پر سامنے ہوتی ہے) کٹ گئی انھیں تیر مانے والا حبان بن قیس بن العرقہ تھا۔ حضرت سعدؓ نے کہا کہ ''اللہ تعالی تیرے چہرے کو جہنم میں عرق آلود کرے۔ اے اللہ! اگر قریش سے مزید جنگ ہونے والی ہے تو مجھے اس کے لئے زندہ رکھ کیونکہ مجھے یہی پسند ہے کہ ان سے جہاد کروں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے تیرے محبوبؐ کو اذیت دی، تکذیب کی اور وطن سے نکالا۔ اگر تو نے ہمارے اور ان کے مابین لڑائی کو ختم کر دیا ہے تو اس زخم کو میرے لئے شہادت کا ذریعہ بنا اور اس وقت تک مجھ کو موت نہ دے جب تک کہ بنو قریظہ کی ذلت و رسوائی سے میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو جائیں''۔ (ابن ہشام)

حملہ کا یہ دن نہایت سخت اور شدید تھا آخر یہ بات ٹھہری کہ دوسرے دن مقابلہ ہوگا۔ سب نے

رات اس طرح گزاری کہ اپنے ساتھیوں کو پیش آئندہ معرکہ کے لئے تیار کرتے رہے۔ اپنے لشکروں کو پھیلا دیا۔ قریش نے رسول اللہؐ کی طرف بہت بڑے لشکر کو مقرر کیا۔ اسی میں خالد بن ولید (جو ابھی ایمان نہیں لائے تھے) بھی تھے اس روز دن بھر جنگ ہوتی رہی بلکہ کچھ رات گئے تک یہی سلسلہ جاری رہا۔ دونوں فریق اپنے اپنے محاذ پر ڈٹے رہے۔ قریش اپنی جگہ سے نہ ہٹے اور صحابہ کرام بھی اپنے مقام پر جمے رہے۔ مقابلہ کی شدت کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ اس دن صحابہ کرام کی چار نمازیں قضاء ہوئیں۔ مقابلہ جاری رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے قریش کو ہزیمت سے دوچار کر دیا اور وہ متفرق ہو کر اپنے اپنے مقام اور لشکر کی طرف واپس ہو گئے۔ مسلمان رسول اللہؐ کے خیمہ کی طرف لوٹ آئے جب کہ حضرت اسید بن حضیرؓ دو سو مسلمانوں کے ساتھ خندق کی محافظت کے لئے خندق کے پاس ہی رہے۔ تاہم خالد بن ولید کچھ دیر مسلمانوں کی تاک میں رہے اور آخری دفعہ پھر زوردار مقابلہ ہوا پھر وہ واپس ہوئے۔ مشرکین کے ہمراہ آئے ہوئے وحشی نے حضرت طفیلؓ بن نعمان کو جو بنی سلمہ سے تھے نیزہ پھینک کر مارا اور وہ شہید ہو گئے۔ پھر وحشی اور دیگر مشرکین بھاگ گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خیمہ کی طرف مراجعت فرما ہوے۔ حضورؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا تو انھوں نے اذاں کہی اور ظہر کی اقامت کہی پھر حضورؐ نے نماز پڑھی۔ انھوں نے ہر نماز کے بعد علیحدہ علیحدہ اقامت کہی۔ حضور انورؐ اپنے اصحاب کے ساتھ قضاء نمازیں پڑھیں اور کہا کہ "لوگوں نے ہمیں نماز وسطیٰ (یعنی عصر) سے باز رکھا اللہ تعالیٰ ان کے شکموں اور قبروں میں آگ بھر دے"۔

دشمنانِ اسلام میں انتشار

دشمنوں کے آپسی تعاون اور متحد محاذ نے انھیں چاروں طرف سے حملہ آور ہونے کے موقف میں لادیا تھا۔ اس کے باوصف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تمام صحابہ کرام نہایت ثابت قدمی اور حوصلہ مندی سے ان کا سامنا کررہے تھے۔ دشمن اپنے مخبروں کے ذریعہ بھی مسلسل حالات معلوم کرنے کا ساعی رہا۔ مسلمان دس راتوں تک ان نامساعد حالات کے باوجود غیر متزلزل اور مشرکین کے مقابلہ میں استقامت کے ساتھ جمے رہے۔

حضرت نعیم بن مسعودؓ جو اشجعی تھے اس وقت ایمان لاچکے تھے انھوں نے ایسے نازک وقت اپنی حاضر دماغی، حکمت و تدبیر کا بھرپور مظاہرہ کیا اور مسلمانوں کو راحت پہنچانے کے لئے امکانی کوششیں کیں۔ وہ قریش، غطفان اور قریظہ تینوں کافر گروہوں کے پاس گئے اور ان سے ایسی گفتگو کی کہ قریش اور بنو قریظہ ایک دوسرے کو شک کی نظر سے دیکھنے لگے۔ ہر گروہ نے ان کی بات پر توجہ دی۔

اللہ تعالی نے اپنے حبیبؐ کی خاطر یہ صورت پیدا کردی کہ ابوسفیان بن حرب اور روسائے غطفان نے چند آدمیوں کو عکرمہ بن ابی جہل کے ساتھ بنو قریظہ کے پاس روانہ کیا۔ انھوں نے بنو قریظہ سے کہا کہ ''ہم اپنے وطن میں نہیں ہیں (جہاں ہر قسم کا انتظام ہوسکتا تھا) ہمارے گھوڑے اور اونٹ مررہے ہیں۔ اس لئے اب صبح کو تم لوگ بھی قتال کے لئے تیار ہوجاؤ''۔ بنی قریظہ نے کہلا بھیجا کہ ''آج یوم سبت (ہفتہ کا دن) ہے اور سبت کے دن ہم لوگ کوئی کام نہیں کرتے ہم میں سے کچھ لوگوں نے اس میں نئی بات پیدا کی تھی ان کا جو انجام ہوا وہ آپ لوگوں پر مخفی نہیں اس کے علاوہ تمہارے ساتھ مل کر ہم

(حضرت) محمدؐ سے اس وقت تک قتال نہیں کر سکتے جب تک کہ اپنے کچھ آدمی ہمارے پاس (رہن) گروی نہ رکھ دو جو ہمارے قبضے میں رہیں اور قابل اعتماد بھی ہوں۔ اس شرط کے ساتھ ہم (حضرت) محمدؐ سے قتال کرنے کے لئے تیار ہیں کیونکہ اس کا خوف ہے کہ جنگ تم کو چبا ڈالے اور قتال تمہارے لئے دشوار ہو جائے پھر تم ہمیں چھوڑ کر (یہاں سے) دامن سنبھالتے ہوئے اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ گے اور (حضرت) محمدؐ ہمارے شہر میں ہوں گے ہم ان کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکیں گے"۔

جب قریش اور غطفان کے قاصد بنو قریظہ کا یہ جواب لے کر آئے تو انھوں نے بنو قریظہ کے پاس کہلا بھیجا کہ ہم تمھیں اپنا ایک آدمی بھی دینے کے لئے تیار نہیں ہیں اگر تم قتال کا ارادہ رکھتے ہو تو نکلو اور قتال کرو۔ ادھر بنو قریظہ اپنی شرط پر اڑے رہے کہ جب تک تم اپنے آدمی ہمارے پاس رہن نہ رکھ دو ہم (حضرت) محمدؐ کے خلاف تمہارے ساتھ مل کر قتال نہ کریں گے۔ قریش اور غطفان نے یہ مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا۔ ان میں تفرقہ اور انتشار پیدا ہو گیا۔

یہ دراصل حضرت نعیمؓ بن مسعود کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ انھوں نے ایک طرف بنو قریظہ سے کہا کہ مسلمانوں سے جنگ کے لئے یہ شرط رکھیں کہ قریش اپنے قابل اعتماد سرداروں کو بنو قریظہ کے یہاں رہن رکھیں تا کہ قریش انھیں چھوڑ کر چلے نہ جائے اور ادھر قریش سے کہا کہ بنو قریظہ مسلمانوں سے معاہدہ امن نہیں توڑے ہیں اور قریش کے سرداروں کو رسول اللہؐ کے حوالے کرنا چاہتے ہیں۔

ساتھ ہی موسم سرما کی سخت ترین سردی کی (ایک) رات میں اللہ تعالیٰ نے ہوا کے ایسے تیز جھونکے چلائے کہ جن سے ان کی ہانڈیاں (اور برتن) الٹ گئے اور خیمے اکھڑ گئے۔ یہ ہوا مشرکین کا کام تمام کر گئی۔ ان کا کوئی خیمہ ٹھہر نہ سکا اور نہ کوئی چیز جگہ پر رہی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کی طرف حضرت حذیفہ بن نعمانؓ کو بھیجا تا کہ وہ قریش کی خبر

لائیں۔اس شب رسول اللہؐ کھڑے ہو کر نماز پڑھتے رہے۔

ابوسفیان نے کہا کہ ’’اے گروہ قریش!تم لوگ ایسے مکان میں نہیں ہو جو قیامگاہ ہو گھوڑے اور اونٹ ہلاک ہو گئے ۔میدان خشک ہو گیا۔ بنو قریظہ نے ہم سے وعدہ خلافی کی اور ہمیں وہ لگی ہے جو تم دیکھ رہے ہو لہذا کوچ کرو میں بھی کوچ کرتا ہوں‘‘۔وہ کھڑا ہو گیا اور اپنے اونٹ پر بیٹھ گیا ابھی وہ اپنے اونٹ کو آمادہ سفر کر ہی رہا تھا کہ لوگ کوچ کرنے لگے اور سارا لشکر تیزی کے ساتھ روانہ ہو گیا۔

ابوسفیان نے تعاقب کے اندیشے سے عمرو بن العاص اور خالد بن الولید کو دوسو سواروں کے ہمراہ لشکر کے پیچھے چلنے کی ہدایت کی تا کہ محافظت ہو سکے۔

حضرت حذیفہ بن نعمانؓ رسول اللہؐ کے پاس لوٹے اور آپ سے تمام واقعہ بیان کیا۔حضورؐ نے اس رات کے بعد اس طرح صبح فرمائی کہ آپ کے سامنے لشکروں میں سے ایک بھی نہ تھا سب اپنے اپنے شہروں کو دفع ہو چکے تھے ۔حضورؐ نے تمام صحابہ کرام کو اپنے اپنے گھروں کو مراجعت کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ چناں چہ صحابہ کرام خوشی خوشی اپنے اپنے گھروں کو جلدی جلدی لوٹ گئے۔

رسول اللہؐ نے مدینہ طیبہ کی طرف مراجعت فرمائی۔غزوہ خندق کے موقع پر محاصرہ کتنے دن رہا اس بارے میں پندرہ دن اور چوبیس دن کے اقوال ملتے ہیں۔اس غزوہ میں چھ مسلمان شہید ہوئے اور مشرکین میں تین آدمی قتل کئے گئے۔

غزوہ بنو قریظہ

ذیقعدہ سنہ ۵ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غزوہ بنی قریظہ پیش آیا۔ جب خندق سے مشرکین پلٹ گئے اور حضورؐ نے بھی مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرمائی اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے مکان میں داخل ہوئے تو حضرت جبرئیلؑ رسول اللہؐ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ "اللہ تعالی آپ کو حکم دیتا ہے کہ آپ بنی قریظہ کی طرف جائیں، میں بھی انھیں کا ارادہ کرتا ہوں ان کے قلعوں کو میں ہلا دوں گا"۔ (ابن سعد) ابن ہشام میں ہے کہ ظہر کا وقت آیا جیسا کہ زہری کا بیان ہے حضرت جبرئیلؑ ریشمی عمامہ باندھے ایک خچر پر سوار ہو کر جس پر زین تھا اور زین پر ریشمی کپڑا پڑا ہوا تھا رسول اللہؐ کے پاس آئے اور دریافت کیا کہ "اے اللہ کے رسولؐ! کیا آپ نے ہتھیار اتار دیئے؟"۔ حضورؐ نے فرمایا کہ "ہاں"، تو جبرئیلؑ نے بتایا کہ "ملائکہ نے ابھی ہتھیار اتار کر نہیں رکھے اور نہ ابھی وہ واپس ہوئے ہیں کیونکہ ابھی ان کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالی حکم دیتا ہے کہ بنو قریظہ کی طرف بڑھو، میں بھی ان کی طرف جا رہا ہوں اور ان میں زلزلہ ڈال رہا ہوں"۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہ کو طلب فرمایا اور انھیں اپنا جھنڈا مرحمت فرمایا اور حضرت بلالؓ کو صحابہ کرام کی طرف بھیجا کہ وہ ندا دیں کہ رسول اللہؐ تمھیں یہ حکم دیتے ہیں کہ عصر کی نماز سوائے بنی قریظہ کے اور کہیں نہ پڑھیں۔ پھر حضرت عبداللہ بن ام مکتومؓ کو مدینہ منورہ پر ناظم مقرر کیا۔ حضرت علیؓ کو علم کے ساتھ بطور مقدمتہ الجیش بنو قریظہ کی طرف روانہ کر دیا۔ پھر خود رسالت مآبؐ تین ہزار صحابہ کرام کے ساتھ بنو قریظہ کی جانب روانہ ہو گئے۔ ۳۶ گھوڑے ساتھ تھے۔ یہ

۲۳/ذی قعدہ بروز چہار شنبہ کا واقعہ ہے۔ (ابن سعد)

حضرت علیؓ جب ان کے قلعوں کے نزدیک پہنچے تو اندر سے نہایت تکلیف دہ کلمات سنے چنانچہ آپ فوراً پلٹے راستے میں رسول اللہؐ مل گئے تو عرض کیا کہ ''یا رسول اللہؐ! وہ بڑے شریر اور خبیث ہیں''۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ''میرا خیال ہے تم نے ان سے کوئی اذیت ناک بات سنی ہے؟'' حضرت علیؓ نے اثبات میں جواب دیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''اگر وہ مجھے دیکھ لیتے تو کچھ نہ کہتے''۔ جب حضورؐ آگے بڑھے اور ان کے قلعوں سے قریب ہوئے تو حضورؐ نے بنو قریظہ والوں سے خطاب کیا کہ ''کیا اللہ تعالی تمھیں ذلیل وخوار کیا اور کیا تم پر اپنا عذاب اس نے نہیں اتارا؟'' بنو قریظہ نے جواب دیا کہ ''اے ابو القاسمؐ! آپ ناواقف نہیں''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وآلہ وسلم جب مدینہ کے قریب ایک مقام صورین سے صحابہ کرام کے ساتھ گزر رہے تھے تو حضور انورؐ نے دریافت فرمایا کہ ''کیا یہاں سے کوئی گزر کر گیا ہے؟'' جواب دیا گیا ''ہاں یارسول اللہؐ! دحیہ بن خلیفہ کلبی یہاں سے گزرے ہیں۔ وہ ایک سفید خچر پر بیٹھے تھے اس پر زین تھا اور زین پر ایک ریشمی کپڑا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ''یہ جبرئیلؑ تھے۔ انھیں بنو قریظہ کی طرف بھیجا گیا تا کہ ان کے قلعوں میں زلزلہ ڈالیں اور ان کے قلوب میں ہیبت پیدا کریں''۔ رسول اللہؐ جب بنو قریظہ کے پاس پہنچے تو ان کے ایک کنویں کے قریب خیمے نصب کئے جس کا نام بئر انا تھا۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ بنی قریظہ اور رسول اللہؐ کے مابین پہلے سے معاہدہ تھا۔ جب قریش دس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ پر حملہ کے لئے آئے تو بنی قریظہ نے رسول اللہؐ سے کئے گئے عہد کو توڑ کر قریش کا ساتھ دیا اور ان سے مل گئے۔ اللہ عزوجل نے جب احزاب کو شکست دی تو بنی قریظہ قلعوں میں گھس گئے۔ پندرہ روز تک ان کا نہایت شدید محاصرہ کیا گیا لوگوں نے تیر چلائے مگر بنی قریظہ اس طرح اندر

تھے کہ کوئی باہر نہ نکلا (ابن سعد)۔ بعض روایتوں میں ۲۵ راتوں کا محاصرہ ہونا ملتا ہے۔ محاصرہ نے بنو قریظہ کو تھکا دیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے قلوب میں دہشت پیدا کر دی۔

قریش اور غطفان کی واپسی کے وقت حییؑ بن اخطب وہ عہد پورا کرنے کے لئے جو اس کے اور کعب بن اسد کے درمیان ہوا تھا بنو قریظہ کے ساتھ ان کے قلعہ میں داخل ہو گیا تھا۔ جب ان سب کو یقین ہو گیا کہ رسول اللہؐ اور صحابہ کرام بغیر جہاد کئے واپس نہیں ہوں گے تو کعب بن اسد نے بنو قریظہ سے یوں خطاب کیا کہ ''اے گروہ یہود! جو معاملہ آپڑا ہے اسے تم دیکھ رہے ہو اب میں تمہارے سامنے تین صورتیں پیش کرنا چاہتا ہوں''۔ یہود نے پوچھا وہ تین صورتیں کیا ہیں؟ کعب بن اسد نے بیان کرنا شروع کیا'' (پہلی صورت یہ ہے کہ) ہم ان کی اطاعت اور محمدؐ کی تصدیق کر دیں۔ اللہ کی قسم! تم پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ وہ نبی مرسل ہیں اور یہ امر بھی ظاہر ہے کہ یہ وہی نبی ہیں جن کے بارے میں تم اپنی کتاب (تورات) میں پڑھتے ہو (اگر تم اتباع اور تصدیق کرو گے) تو اپنی جان و مال اور اپنی اولاد اور عورتوں کی طرف سے مامور ہو جاؤ گے''۔ یہودیوں نے کہا کہ ''ہم تورات کا حکم کبھی نہیں چھوڑ سکتے اور نہ اس کی جگہ کوئی دوسری چیز مان سکتے ہیں''۔ کعب نے کہا کہ ''اچھا اگر تم میری یہ بات نہ مانی تو آؤ (پہلے) ہم اپنے بیٹوں اور عورتوں کو قتل کر دیں۔ پھر محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کی طرف اپنے تمام شمشیر زنوں کو نکال کر لے چلیں۔ ایک بھی آدمی پیچھے نہ چھوڑیں گے اور ان سے مقاتلہ کریں۔ تا آنکہ ہمارے اور ان کے درمیان اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دے۔ پس اگر ہم ہلاک ہو گئے تو ہو گئے اپنے بعد اپنی نسل ہی نہ چھوڑیں گے جس کا ہمیں خوف و خیال رہے اور اگر ہم غالب آ گئے تو اپنی جان کی قسم عورتوں اور بچے تو اور مل جائیں گے''۔ یہود نے اس پر کہا کہ ''ہم اپنی اولاد اور عورتوں کو بے گناہ کیسے ختم کر دے؟ بچوں اور عورتوں کے بعد زندگی کا کیا لطف؟''۔

کعب بن اسد نے بنی قریظہ سے کہا کہ اگر تمھیں میری دونوں تجاویز منظور نہیں تو پھر تیسری صورت یہ رہ جاتی ہے کہ آج سنیچر (شنبہ) کی رات ہے۔ یہ موقع غنیمت ہوگا قلعہ سے اتر کر ہم رات میں اچانک ان پر حملہ کریں۔ ممکن ہے اس طرح ہم مسلمانوں کو فریب دے کر اپنا مقصد پورا کر لے سکیں۔ کیونکہ (حضرت) محمدؐ اور ان کے اصحاب جانتے ہیں کہ شنبہ (ہفتہ) کا دن تمہارے نزدیک محترم ہے اور تم اس روز اس کی حرمت کے خلاف کچھ نہیں کروگے لہذا اسی بات سے فائدہ اٹھالو۔ یہودیوں نے کعب بن اسد کی اس تیسری تجویز کو بھی یہ کہہ کر مسترد کر دیا کہ ''اے کعب! تم جانتے ہو کہ ہفتہ کا روز ہمارے واسطے کس قدر اہمیت کا حامل ہے۔ شنبہ کی حرمت زائل کر کے ہم اپنے پاؤں پر آپ ہی کلہاڑی نہیں ماریں گے اگر ایسا کریں گے تو وہ ایسی بدعت ہوگی جو اس سے پہلے نہیں کی گئی۔ البتہ ان لوگوں نے ماضی میں جب سبت (شنبہ) کی حرمت کو پامال کیا تھا تو کیا نتائج بھگتنے پڑے تھے اس سے تم ناواقف نہیں ہوا۔ لہذا کیا ہم وہی بات دہرانا چاہیں گے؟''۔ یہودیوں کا رویہ دیکھ کر اور تینوں تجاویز کے جوابات سن کر کعب بن اسد نے جھلا کر کہا کہ ''تم میں سے کوئی بھی آدمی جب سے پیدا ہوا ایک رات ایسی نہیں گزاری ہوگی جس میں کچھ کر گزرنے کا عزم کیا ہو''۔

کعب بن اسد سے گفتگو اور مسلسل پچیس دن تک محصوری کے بعد بنو قریقہ سخت کشمکش کے شکار ہو گئے آخر کار ابولبابہ بن عبد المنذرؓ سے رجوع کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت ابولبابہؓ سے ان کے حلیفانہ تعلقات تھے۔ اسی لئے انہیں توقع تھی کہ شاید وہ ایسے نازک اور آڑے وقت ان کے کچھ کام آسکیں۔ چنانچہ بنو قریظہ نے رسول اللہؐ سے التجاء کی کہ آپ حضرت ابولبابہؓ کو ہمارے پاس بھیجئے تاکہ ہم ان سے مشورہ کر سکیں۔ یہودیوں کی اس درخواست کو حضورؐ نے منظور فرمایا اور حضرت ابولبابہؓ کو بنو قریظہ سے گفتگو کے لئے روانہ کیا۔ حضرت ابولبابہؓ کو آتا دیکھ کر سارے یہودی ان کے اطراف جمع ہو گئے۔

عورتیں اور بچے ان کے سامنے آ کر رونے لگے۔ ابن ہشام جلد دوم میں ہے کہ عورتوں اور بچوں کا رونا دیکھ کر حضرت ابو الباب رضی پر بھی رقت طاری ہوگئی۔ بنو قریظہ نے ان سے دریافت کیا کہ ''ابولبابہ رضی! آپ کی رائے کیا ہے؟ کیا (حضرت) محمد ؐ کے حکم کے مطابق ہم قلعہ سے اتر جائیں؟'' حضرت ابولبابہ رضی نے اثبات میں جواب دیا اور ساتھ ہی ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا کہ قلعہ سے اترنا بس ذبح ہوجانا ہے۔ آگے حضرت ابولبابہ رضی کہتے ہیں کہ ''اللہ کی قسم! ابھی میرے قدم اپنی جگہ تھے کہ محسوس کرلیا میں نے اللہ اور اس کے رسول ؐ کے معاملے میں خیانت کی ہے''۔ چنانچہ وہ (ابولبابہ) فوراً چل پڑے مگر حضور ؐ کے پاس نہ گئے مسجد کے ایک ستون سے اپنے آپ کو باندھ لیا اور کہا کہ ''میں اس جگہ سے اس وقت تک نہ ہٹوں گا جب تک کہ میں نے جو کچھ کیا ہے اس کی توبہ اللہ تعالی قبول نہ فرمائے۔'' اور اللہ سے عہد کیا کہ ''اب کبھی بنو قریظہ کے پاس قدم نہ رکھوں گا اور اس شہر میں کبھی دکھائی نہ دوں گا جس میں اللہ اور اس کے رسول ؐ سے میں نے خیانت کی ہے''۔ ابن ہشام نے کہا کہ ابولبابہ رضی کے بارے میں اللہ تعالی نے یہ آیت نازل فرمائی کہ

- ''اے ایمان والوں! نہ خیانت کرو اللہ اور رسول ؐ سے اور نہ خیانت کرو اپنی امانتوں میں اس حال میں کہ تم جانتے ہو''۔ (ق۔۸/۲۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابولبابہ رضی کا خاصا انتظار کیا جب حضور انور ؐ کو اطلاع ملی اور پوری کیفیت معلوم ہوئی تو فرمایا کہ ''ابولبابہ میرے پاس آتے تو میں ان کے لئے استغفار کرتا۔ اب وہ جو کچھ کر چکے ہیں اس کے پیش نظر میں انھیں اس وقت تک رہا نہیں کرسکتا جب تک کہ اللہ تعالی ان کی توبہ قبول نہ کرلے''۔

رسول اللہ ؐ حضرت ام سلمیٰ رضی کے گھر میں موجود تھے اور صبح سویرے کا وقت تھا کہ ابولبابہ رضی کی توبہ کے

سلسلے میں آیت نازل ہوئی۔ حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے صبح سویرے حضورؐ کو دیکھا کہ آپ ہنس رہے ہیں میں نے عرض کیا کہ ”یا رسول اللہؐ! آپ کس وجہ سے ہنس رہے ہیں؟ اللہ آپؐ کو ہمیشہ ہنسائے“۔ حضور انورؐ نے فرمایا کہ ”ابولبابہ کی توبہ قبول ہوگئی“۔ جب حضرت ابولبابہؓ کو یہ خوش خبری سنائی گئی تو لوگ بے تابانہ حضرت ابولبابہؓ کی طرف دوڑ پڑے کہ انھیں رہا کردیں۔ حضرت ابولبابہ نے کہا کہ ”نہیں نہیں میں رہا نہ ہوں گا جب تک کہ رسول اللہؐ خود ہی آ کر اپنے دست مبارک سے مجھے رہا نہ فرمائیں“۔ چنانچہ جب رسول اللہؐ صبح کی نماز کے لئے ان کے پاس گزرے تو انھیں کھول کر رہا کردیا۔ ابن ہشام نے کہا کہ ابولبابہ کھجور کے ستون سے چھ رات بندھے رہے ہر نماز کے وقت ان کی بیوی آتیں اور نماز کے لئے کھول دیتیں اور نماز سے فارغ ہو کر وہ ستون سے بندھ جاتے تھے“۔ (ابن ہشام ج ۲)

بعض اہل علم کے نزدیک غزوہ بنو قریظہ کے واقعات میں حضرت ابولبابہؓ کی توبہ کی قبولیت کے بارے میں جو آیت اتری وہ یہ ہے

● ”کچھ اور لوگ ہیں جنھوں نے اعتراف کرلیا ہے اپنے گناہوں کا۔ انھوں نے ملا جلا دیئے ہیں کچھ اچھے اور کچھ برے عمل امید ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ان کی توبہ بے شک اللہ بہت بخشنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے“۔ (ق ۹ / ۱۰۲)

بنو قریظہ جب قلعہ سے نیچے اتر آئے تو اس رات جن لوگوں نے شرف اسلام پایا ان کے اسماء ثعلبہ بن مسعیہ، سعید بن سعیہ اور اسد بن عبید ہیں ان لوگوں کا بنو قریظہ یا بنو نضیر سے تعلق نہ تھا بلکہ ان کا نسب ان یہودیوں سے ممتاز تھا۔ اسی شب عمرو بن سعد قرظی بھی نکلے ان کا گزر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پہریدار حضرت محمد بن مسلمہؓ کے پاس سے ہوا تو انھوں نے دریافت کیا کون ہے؟ عمرو بن سعد نے جواب دیا کہ میں عمرو بن سعد ہوں (یہ عمرو وہی ہیں جنھوں نے رسول اللہؐ کے ساتھ غداری اور عہد شکنی

میں بنوقریظہ کے ساتھ شریک ہونے سے انکار کردیا تھااور کہا تھا کہ میں (حضرت) محمدؐ کے ساتھ کبھی غداری نہیں کروں گا)۔عمرو کو پہنچان کر محمد بن مسلمہؓ نے کہا کہ ''اے اللہ! شریف آدمیوں کی غلطیاں معاف کردینے سے مجھے محروم نہ رکھ'' پھر انھیں جانے دیا اوراسی شب میں عمرو بن سعدی قرظی سیدھے چل کر مدینہ منورہ میں رسول اللہؐ کی مسجد کے دروازے پر آکر رکے پھر چلے گئے۔اورآج تک معلوم نہ ہوا کہ وہ زمین کے کس خطے میں جا کر غائب ہوگئے۔حضورؐ نے ان کے متعلق فرمایا کہ ''یہ وہ آدمی ہے جسے عہد پورا کرنے کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے نجات دے دی''۔

بنوقریظہ کے اموال مسلمانوں میں تقسیم کردیئے گئے۔اس موقع پر سواروں اور پیادہ لوگوں کے حصے مقرر فرمائے گئے اور خمس نکالا گیا پس سوار کے تین حصے مقرر ہوئے دو حصے گھوڑے کے اور ایک حصہ گھوڑے والے کا اور پیادہ کا صرف ایک حصہ مقرر ہوا۔واقعہ بنوقریظہ میں ترسٹھ گھوڑوں کے سوار تھے اور یہ پہلا مال غنیمت تھا جس میں حصوں کا تعین ہوا اور خمس نکالا گیا۔چنانچہ اسی مثال کے مطابق اموال غنیمت کی تقسیم کا اصول قائم ہوگیا۔

غزوات خندق و بنوقریظہ اورآیات ربانی

اللہ تعالیٰ نے واقعہ خندق کے بارے میں سورہ احزاب کی وہ آیات نازل فرمائیں جن میں مصائب وشدائد کا ذکر ہے اور منافقین کے نفاق آمیز اقوال کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لئے کشادگی پیدا کرکے جو تکفیل اوراحسان فرمایا تھا ان سب کا ذکر ہے۔

● ''اے ایمان والوں! یاد کرو اللہ کے احسان کو جو اس نے تم پر کیا۔جب (حملہ آور ہوکر) آگئے تم پر

(کفار کے) لشکر پس ہم نے بھیج دی ان پر آندھی اور ایسی فوجیں جنھیں تم دیکھ نہیں سکتے تھے اور اللہ تعالیٰ جو تم کر رہے تھے خوب دیکھ رہا تھا''۔ (ق۔ ۳۳/۹)

یعنی اے فرزندان اسلام! کیا تم اللہ تعالیٰ کے اس انعام کو فراموش کر سکتے ہو جو اس نے اس وقت تم پر فرمایا جب عرب کے سارے قبائل ایک لشکر جرار کی صورت میں تم پر حملہ آور ہوئے تھے ان کے مقابلہ میں تمہاری تعداد بھی بہت کم تھی تمہاری مالی حالت بھی بڑی کمزور تھی، تمہاری صفوں میں جو منافق گھسے ہوئے تھے وہ بھی قدم قدم پر تمھیں اذیت پہنچا رہے تھے بنو قریظہ نے کفار کے ساتھ ساز باز کر لی تھی اللہ تعالیٰ نے ان نازک اور ناگفتہ بہ حالات میں تمہاری مدد کے لئے جھکڑ اور تیز آندھی بھیج دی جنھوں نے کفار کے گروہ میں کھلبلی مچادی پھر فرشتوں کا ایسا لشکر بھیج دیا جسے دیکھا نہیں جا سکتا تھا لیکن ان کے نعرہ ہائے تکبیر سے کفار کے دل دہل گئے، ان کے اوسان خطا ہوئے اور وہ ذلت آمیز پسپائی پر مجبور ہو گئے۔ یہ احسان صرف ان مسلمانوں پر ہی نہیں جو اس روز حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمرکاب تھے اور غزوہ احزاب میں شریک تھے بلکہ قیامت تک آنے والے ہر مسلمان پر ہے اس لئے فرزندان اسلام پر فرض ہے کہ وہ اس احسان کو ہمیشہ یاد رکھیں اور شکر الٰہی میں کوتاہی نہ کریں اور اگر کبھی ان حالات سے انھیں دو چار ہونا پڑے تو مایوس و دل شکستہ نہ ہو جائیں۔ جس جاں نثاری کا تم نے ثبوت دیا، بھوک اور سردی کی شدت میں پیٹ پر پتھر باندھ کر جس طرح تم نے خندق کھود کر تیار کی، ایک ماہ تک جس طرح تم کفر کی سرکش لہروں کے سامنے سینہ سپر رہے اللہ تعالیٰ ان تمام حالات کو دیکھتا رہا جب تم نے اپنی بندگی کا حق ادا کر دیا تو اس کی شان بندہ نوازی نے تمھیں فتح مبین عطاء فرمائی۔

● ''جب انھوں نے ہلہ بول دیا تھا تم پر اوپر کی طرف سے بھی اور تمہارے نیچے کی طرف سے بھی اور جب مارے دہشت کے آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آگئے اور تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں طرح طرح کے

گمان کرنے لگ گئے''۔ (ق۔ ۳۳/۱۰)

● ''اس موقع پر خوب آزمالیا گیا ایمان والوں کو اور وہ خوب سختی سے جھنجھوڑے گئے''۔ (ق۔ ۳۳/۱۱)

آزمائش بڑی سخت تھی ایک بھونچال تھا ہر چیز کانپ رہی تھی امتحان کی اس بھٹی سے مسلمان کندن بن کر نکل رہے تھے۔

● ''اور اس وقت کہنے لگے تھے منافقین اور جن کے دلوں میں روگ تھا کہ نہیں وعدہ کیا تھا ہم سے (فتح کا) اللہ اور اس کے رسولؐ نے مگر صرف دھوکہ دینے کے لئے ☆اور یاد کرو جب کہتی پھرتی تھی ان میں سے ایک جماعت کہ اے یثرب والو! تمہارے لئے اب یہاں ٹھہرنا ممکن نہیں (جان عزیز ہے) تو لوٹ چلو (اپنے گھروں کو) اور اجازت مانگنے لگا ان میں سے ایک گروہ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے یہ کہہ کر کہ (حضورؐ) ہمارے گھر بالکل غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ غیر محفوظ نہ تھے (اس بہانہ سازی سے) ان کا ارادہ محض (میدان جنگ سے) فرار تھا''۔ (ق۔ ۳۳/ ۱۳،۱۲)

منافق دل میں تو خوش تھے کہ اچھا ہوا مسلمانوں کی بربادی کی گھڑی آ گئی جس کا منافقین بڑی بے تابی سے انتظار کر رہے تھے۔ اس قسم کی ہرزہ سرائی میں بشیر بن معتب ایک منافق پیش پیش تھا۔ منافقین کی سرگرمیاں مسلمانوں میں خوف وہراس پھیلانے تک ہی محدود نہ تھیں بلکہ وہ تو انہیں یہ مشورہ بھی دینے لگے تھے کہ جان کی ضرورت ہے تو میدان چھوڑ کر چپکے سے گھر واپس چلے جاؤ۔ دشمنوں کے اس پروپگینڈے کا اثر بھی ظاہر ہونے لگا تھا۔ وہ جن کے دلوں میں نفاق کا روگ تھا یا جو کمزور اور بزدل تھے وہ گھر لوٹنے کے لئے طرح طرح کے حیلے بہانے کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محبوبؐ! یہ سب ان کی حیلہ سازیاں ہیں ان کے گھر محفوظ ہیں انھیں کسی قسم کا خطرہ نہیں صرف میدان جہاد سے بھاگنے کے لئے بہانے بنا رہے ہیں۔

● ”اور اگر گھس آتے (کفار کے لشکر) ان پر مدینہ کی اطراف سے پھر ان سے درخواست کی جاتی فتنہ انگیزی میں شرکت کی تو فوراً اسے قبول کر لیتے اور توقف نہ کرتے اس میں مگر بہت کم“۔ (ق۔ ۳۳/ ۱۴)

اگر خدانخواستہ دشمن کا لشکر شہر میں داخل ہو جائے اور وہ انھیں مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے کی دعوت دے تو یہ لوگ اس اسلام دشمنی کے باعث جو ان کے دلوں میں پوشیدہ ہے اسی وقت ہتھیار سجا کر دشمن کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیں گے۔ پھر نہ انھیں اپنے بال بچوں کا خیال ستائے گا اور نہ اپنے گھروں کی حفاظت کا فرض یاد رہے گا۔ کفار کی دعوت پر لبیک کہنے میں وہ صرف اتنی مہلت مانگیں گے کہ گھروں میں رکھے ہوئے ہتھیار لے آئیں اور پوری طرح مسلح ہو کر اسلام کو مٹانے کے لئے ان کے لشکر میں شریک ہو جائیں۔

● ”حالانکہ یہی لوگ پہلے اللہ تعالیٰ سے وعدہ کر چکے تھے کہ وہ پیٹھ نہیں پھیریں گے اور اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا جاتا ہے۔ اس کے متعلق ضرور باز پرس کی جاتی ہے“۔ (ق۔ ۳۳/ ۱۵)

آج تو ان کا یہ عالم ہے کہ بھاگ جانے کی تدبیریں سوچ رہے ہیں لیکن پہلے تو بڑے لمبے چوڑے دعوے کیا کرتے تھے اور اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہتے تھے کہ ہم اسلام کے لئے جان دے دیں گے۔ خون کا آخری قطرہ تک بہا دیں گے، سر کٹا دیں گے مگر پیچھے ہٹنے کا نام نہ لیں گے۔ کہاں گئے ان کے وعدے اور کہاں گئے ان کے دعوے۔ وہ یہ گمان نہ کریں کہ جو وعدے انھوں نے اللہ تعالیٰ سے کئے تھے انھیں بھلا دیا جائے گا۔ ان سے کسی قسم کی باز پرس نہیں ہوگی ان کا یہ خیال غلط ہے اللہ تعالیٰ ان سے ہر بات کے متعلق باز پرس کرے گا۔

● ”فرما دیجئے! (اے بھاگنے والو) تمھیں نفع نہیں دے گا بھاگنا اگر تم بھاگنا چاہتے ہو موت سے یا قتل سے اور (اگر بھاگ کر تم نے جان بچا بھی لی) تو تم لطف اندوز نہ ہو سکو گے مگر تھوڑی مدت“۔ (ق۔ ۳۳/ ۱۶)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ ان سے جو بھاگنے والے ہیں کہہ دیجئے کہ اگر تم موت اور قتل سے بچنے کے لئے میدان جنگ سے بھاگ جانا چاہتے ہو تو تمہارے جیسا نادان اور کون ہوگا۔ یاد رکھو! موت سے کسی کو مفر نہیں یہاں میدان جنگ میں قتل ہونے سے اگر آج تم بچ بھی جاؤ تو کیا پھر ہمیشہ کے لئے زندہ رہ سکو گے؟ آج نہیں تو کل بہرحال تم کو موت کا مزہ چکھنا ہے اس لئے چندروزہ زندگی کے لئے اپنے نام پر بزدل اور ڈرپوک ہونے کی تہمت نہ لگنے دو۔

- "فرمائیے کون بچا سکتا ہے تمھیں اللہ سے اگر وہ تمھیں عذاب دینے کا ارادہ کرلے یا اگر وہ تم پر رحمت فرمانا چاہے اور نہیں پائیں گے وہ لوگ اپنے لئے اللہ تعالیٰ کے سواء کوئی دوست اور نہ کوئی مددگار"۔

(ق۔ ۳۳/ ۱۷)

اگر اللہ تعالیٰ تمھیں کسی عذاب میں مبتلاء کرنا چاہے تو کوئی بھی نہیں جو تمھیں اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب سے بچا سکے۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ ارادہ فرمالے کہ تمھیں اپنی عنایات ونوازشات اور اپنی رحمت وبرکت سے سرفراز کرے تو پھر کسی میں تاب ومجال نہیں کہ وہ رکاوٹ بن سکے۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم اور امداد کا ہاتھ روک لے اور اپنی تائید سے محروم کردے تو پھر کون ہے جو تمہاری مدد کرے۔ اسی لئے بہتر یہ ہے کہ جھوٹی امیدوں میں گرفتار نہ رہو اور اطاعت وفرماں برداری کا راستہ چھوڑ کر اپنے آپ کو عذاب کے مستوجب لوگوں میں شامل نہ کروں۔

- "اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جہاد سے روکنے والوں کو تم میں سے اور انھیں جو اپنے بھائیوں سے کہتے ہیں (اسلامی گروہ چھوڑ کر) ہماری طرف آجاؤ اور خود بھی جنگ میں شرکت نہیں کرتے مگر برائے نام"۔

(ق۔ ۳۳/ ۱۸)

منافقین کو بتایا جارہا ہے کہ تم لوگوں کے دلوں میں خوف وہراس، ڈر اور دہشت پیدا کرتے ہو اور

انھیں اسلام کے درخشاں مستقبل اور ہونے والی وسعت سے بدظن کرتے ہو اور لوگوں کو جہاد سے روکتے ہو کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ تمہاری ان حرکتوں کا اللہ تعالی کو علم نہیں جبکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ یقینا تمہاری جملہ سازشوں سے باخبر ہے اور تمھیں اپنے کئے کی سزا ضرور ملے گی۔ تم برائے نام دکھانے کے لئے دن بھر میں ایک آدھ چکر میدان کارزار کی کر لیتے ہوتا کہ اپنے بارے میں لوگوں کو غلط باور کرائیں کہ تم بھی شریک ہو، حالانکہ تم خود جنگ میں شامل ہونا نہیں چاہتے اور دوسروں کو بھی بھٹکاتے ہو۔ اللہ تعالی اس حقیقت کو خوب جانتا ہے اسے تمہاری چالوں کی اچھی طرح خبر ہے۔

● ''بخیل ہیں تمہارے معاملہ میں، پھر جب خوف (ودہشت) چھا جائے تو آپ انھیں ملاحظہ فرمائیں گے کہ وہ آپ کی طرف یوں دیکھنے لگتے ہیں کہ ان کی آنکھیں چکرا رہی ہوتی ہیں اس شخص کی مانند جس پر موت کی غشی طاری ہو، پھر جب خوف دور ہو جائے تو تمھیں سخت اذیت پہنچاتے ہیں اپنی تیز زبانوں سے، بڑے حریص ہیں مال غنیمت کے حصول میں (درحقیقت) یہ لوگ ایمان ہی نہیں لے آئے۔ پس اللہ نے ضائع کر دیئے ان کے اعمال اور ایسا کرنا اللہ کے لئے بالکل آسان ہے''۔ (ق۔۳۳/۱۹)

بخالت اور حرص یہ دو چیزیں منافقین کا حصہ ہیں حالت جنگ میں ان کا یہ رویہ واضح رہا۔ منافق شدید بخیل اور نہایت حریص ہوتا ہے چنانچہ جنگ کے وقت ان کی یہ کیفیت پوری طرح کھل کر آ گئی تھی۔ کیونکہ جب جہاد کی تیاری اور مسلمانوں کی امداد کے لئے مال کی ضرورت آ پڑی تو منافقین اپنی کنجوسی کے مزاج کا اظہار کرنے لگے۔ منافقین جب خوف زدہ ہو جاتے ہیں یعنی جب انھیں آزمائش و امتحان اور جان کی بازی لگا دینے کی کوئی صورت پیش آتی ہے تو پھر ان کی آنکھیں مارے خوف و وہشت کے گھومنے لگتی ہیں جیسا کہ موت کے فرشتے نے رگ جاں پر انگلی رکھ دی ہو اور ان کے مزاج کا بودا پن ایک ذرا سی خوف کی بات سہہ نہیں سکتا اور جب ہر قسم کا خوف دور ہو جائے تو پھر وہ اپنے پہلے رویہ پر لوٹ آتے ہیں

یعنی اپنی درشت نامناسب اور دل آزار باتوں سے اذیتیں پہنچایا کرتے ہیں۔ یہ لوگ مال غنیمت کے حصول کے سلسلے میں بے حد حریص ہیں یہ ان کی خسیس طبعیت کا دوسرا رخ ہے کہ وہ جہاں کنجوس ہیں وہیں نہایت لالچی اور حریص ہیں وہ ہر چیز کو ہڑپ جانے کے لئے بے چین رہا کرتے ہیں اور اپنے حرص کے تحت وہ مخلص مجاہدین سے بھی الجھ کر کسی طرح اپنی مطلب براری چاہتے ہیں۔

- ''(دشمن بھاگ گیا لیکن یہ بزدل) یہی خیال کر رہے ہیں کہ ابھی جتھے نہیں گئے اور اگر جتھے (دوبارہ پلٹ کر) آجائے تو یہ پسند کریں گے کہ کاش وہ صحرا کے بدوؤں کے ہاں ہوتے (آنے جانے والوں سے) تمہاری خبریں پوچھتے اور اگر یہ (بزدل) تم میں موجود بھی ہوتے تو یہ (دشمن سے) جنگ نہ کرتے مگر برائے نام۔ (ق۔ ۳۳/۲۰)

جب دشمن کا لشکر جرار مدینہ طیبہ کے باہر خیمہ زن تھا تو منافقین اپنے تہخانوں میں جا دبکے تھے اب جب کہ دشمن بھاگ گیا تو ابھی تک یہ منافق بزدل گھبرائے ہوئے اپنے گھروں میں بند بیٹھے ہیں۔ اگر خدا نخواستہ پھر حملہ ہو جائے تو یہ لوگ بجائے مقابلہ و مدافعت یہ آرزو کریں کہ وہ ان آرام دہ شہری مکانات کے بجائے صحراؤں میں زندگی بسر کرتے ہوتے تو اچھا تھا جہاں بروقت دشمن کے حملہ کا کھٹکا تو نہ ہوتا۔

- ''بلا شبہ تمہارے لئے رسول اللہؐ (کی زندگی) میں عمدہ نمونہ ہے، ایسے شخص کے لئے جو اللہ اور روز آخرت کا یقین رکھتا ہے اور اللہ کو بہت یاد رکھتا ہے''۔ (ق۔ ۳۳/۲۱)

غزوہ خندق کے ایام میں نازل ہونے والی اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوبؐ کے اسوۂ حسنہ کو اہل ایمان کے لئے ایک بہترین نمونہ ارشاد فرما رہا ہے۔

اس کے بعد مومنین کی صداقت کا اور ان کی اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ انھوں نے جو امتحان و ابتلا ہونے والا تھا اور جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا تھا اس کی تصدیق کی چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

● ''اور جب ایمان لانے والوں نے ان (کفار کی) جماعتوں کو دیکھا تو کہنے لگے کہ یہ وہی ہے جس کی ہمیں اللہ اور رسولؐ نے خبر دی تھی اور اللہ اور رسولؐ نے سچ فرمایا تھا اور اس سے ان کے ایمان اور تسلیم میں ترقی ہو گئی''۔ (ق۔ ۳۳/ ۲۲)

تسلیم سے مراد ابتلا و آزمائش میں استقلال و تحمل، رضاء بالقضاء اور حق کی تصدیق ہے جب کہ اللہ اور اس کے رسولؐ نے اس کا وعدہ کیا تھا اور اس کی خبر دی تھی۔ اس کے آگے ارشاد ہوتا ہے

● ''ان مومنین میں کچھ ایسے بھی ہیں کہ انھوں نے جس بات کا اللہ سے عہد کیا تھا اس میں سچے اترے پھر بعض لوگ تو ان میں وہ ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے (یعنی اپنے کام سے فارغ ہو کر اپنے رب سے جا ملے) اور بعض وہ لوگ ہیں جو (اس ساعت سعید کے) انتظار میں ہیں اور انھوں نے ذرا تغیر و تبدل نہیں کیا (یعنی انھوں نے اپنے دین میں ذرا بھی شک و ترود نہیں کیا)۔ (ق۔ ۳۳/ ۲۳)

● ''یہ واقعہ اس لئے ہوا تا کہ اللہ تعالی مسلمانوں کو ان کے سچ کا صلہ دے اور منافقوں کو چاہے سزا دے یا چاہے انھیں توبہ کی توفیق دے بے شک اللہ غفور رحیم ہے ☆ اور اللہ تعالی نے کفر پر جمے رہنے والوں (قریش اور غطفان) کا منہ پھیر دیا کہ وہ غصے میں بھرے ہوئے واپس چلے گئے اور ان کی مراد پوری نہ ہوئی اور جنگ میں اللہ تعالی مسلمانوں کے لئے خود ہی کافی ہو گیا اور اللہ تعالی بڑی قوت والا زبردست ہے ☆ اور جن اہل کتاب نے (بنو قریظہ) ان کی مدد کی تھی انھیں ان کے قلعوں سے نیچے اتار دیا اور ان کے دلوں میں رعب بٹھا دیا بعض کو تم قتل کر رہے تھے اور بعض کو قید کر رہے تھے۔ ☆ اور ان کی زمین اور ان کے گھروں اور ان کے مالوں کا تمھیں وارث بنا دیا اور ایسی زمین کا بھی جس پر تم نے قدم نہیں رکھا (یعنی خیبر) اور اللہ تعالی ہر چیز پر پوری قوت رکھتا ہے''۔ (ق۔ ۳۳/ ۲۴ تا ۲۷)

سورہ احزاب کی ان آیات جلیلہ میں ان حالات و واقعات کی تفصیل ہے جب کہ دعوت حق پیش

کرنے والوں کے راستے میں پیش آنے والی ساری مشکلات اور آلام و مصائب پوری شدت کے ساتھ رونما ہو گئے۔ ان حالات میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے صحابہ کے دوش بدوش موجود ہیں خندق کی تیاری کی تمام کاروائی میں بہ نفس نفیس شریک اور بھوک و موسم کی شدتوں کو بھی برداشت فرما رہے ہیں صحابہ کے پیٹ پر ایک پتھر بندھا ہے تو شکم رسالتؐ پر دو پتھر بندھے دکھائی دے رہے ہیں۔ بنو قریظہ کی عہد شکنی نے بھی جبین سعادت پہ بل ڈال نہ سکی۔ زمانہ احزاب کا ایک مہینہ ایسا ہے کہ محبوب رب العلمینؐ کی سیرت طیبہ کے سارے پہلو اپنی پوری دل کشیوں کے ساتھ اجاگر ہو جاتے ہیں۔ رب تعالیٰ کا فرمان کہ مہیب خطرات میں تم نے میرے پیارے رسولؐ کا طریقہ کار دیکھ لیا یہ کتنا راست بازانہ سچا اور اخلاص وللّٰہیت کے رنگ میں رنگا ہوا ہے یہی تمہاری زندگی کے ہر موڑ پر تمہارے لئے ایک خوبصورت نمونہ ہے۔ ان نقش قدم کو خضر راہ بنالو ان کے دامن شفقت کو مضبوطی سے تھام لو یقینا منزل تک پہنچ جاؤ گے۔ ان نیک بختوں کے لئے جو اللہ تعالیٰ سے ملنے کی اور روز محشر دوبارہ زندہ ہونے کی امید رکھتے ہیں وہی اس بہترین نمونہ سے استفادہ کر سکتے ہیں انہی کے دلوں کو جمالِ مصطفویؐ اپنی طرف کھینچتا ہے۔

مزید ارشاد فرمایا کہ کفار کے لشکر جرار کو دیکھ کر مسلمانوں کے یقین اور ایمان میں کوئی فرق نہ آیا بلکہ خود ایمان میں اور جلا پیدا ہو گئی۔ جو لوگ میدانِ جہاد سے سلامت واپس آئے انھیں اس پر خوشی نہیں بلکہ وہ شہادت سے محرومی پر بڑے غمزدہ و دل گرفتہ ہیں اور اس گھڑی کا بڑی بے تابی سے انتظار کر رہے ہیں جب کہ وہ خونِ شہادت سے سرخرو ہو کر بارگاہ رب العزت میں حاضر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کی قربانیوں کو ضائع نہ کرے گا بلکہ اپنی شان کریمی کے مطابق انھیں جزاء عطا فرمائے گا۔ باقی رہے منافقین تو ان کے متعلق جیسی اس کی مرضی ہو گی ایسا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے کس طرح دشمنوں اور کافروں کو خائب و خاسر، مخذول اور مردود کر کے بھگا دیا۔ بنو قریظہ اپنی عہد شکنی کے وبال کو پہنچے انہیں اللہ تعالیٰ نے غداری

کی سزا دی ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا ایک گروہ قتل ہو رہا تھا اور ایک گروہ کو مسلمان قیدی بنا رہے تھے۔ اللہ تعالی نے اپنے فضل کرم سے مسلمانوں کو بنو قریظہ کی زمینوں، مکانوں مال ومتاع بلکہ وہ ملک بھی عطا فرما دیا جہاں تک مسلمان نہیں پہنچے تھے۔

بنی قریظہ غداری، عہد شکنی اور دشمن سے ساز باز کرنے کی سزا پائے۔ اللہ تعالی نے ان کی املاک کا مسلمانوں کو وارث بنا دیا اور ایسی زمین کی فتح بھی ان کے مقدر میں لکھ دی جہاں تک وہ نہیں پہنچ پائے تھے۔ اللہ تعالی ہر چیز پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

غزوات خندق اور بنو قریظہ سے متعلق اشعار

جنگ خندق کے متعلق ضرار بن خطاب بن مرداس نے جو اشعار کہے ہیں اس کا جواب حضرت کعب بن مالک ؓ نے جو بنو سلمہ کے حلفاء سے تھے، دیا۔ ان کے اشعار کو ابن ہشام نے جمع کیا ہے۔ ترجمہ سیرت النبیؐ ابن ہشام نے ان اشعار کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ بخوف طوالت صرف مومن شعراء کے اشعار کا ترجمہ پیش ہے کعب ؓ بن مالک کہتے ہیں۔

"بہت سی پوچھنے والیاں پوچھتی ہیں کہ (ہم جنگ میں) کس سے دو چار ہوئے (اور ہم نے کیا کیا کر دکھایا) اور (میرا جواب یہ ہے کہ) اگر وہ دیکھ لیتیں تو ہمیں اس موقع پر تاب مقابلہ رکھنے والے پاتیں۔ ہم نے پورے صبر واستقلال سے کام لیا ہم اپنا ثانی نہیں پاتے جو ان شدائد ومصائب میں جو ہم پر پے در پے آئے۔ اللہ تعالی ہم پر ایسا تحمل وتوکل دکھا سکتا۔ اور ہمارے لئے نبیؐ ہیں جو حق وصداقت میں ہمارے مددگار رہے ان کے توسط سے ہم ساری مخلوق پر فوقیت اور تسلط حاصل کریں گے ☆ وہ گروہ جو

ظالم اور نافرمان ہے اور جس نے محض عداوت کی بنا پر (نہ کہ حق پرستی کی بناء پر) جنگ کی اتنی تیاریاں کی ہیں، ہم اس سے (آخر وقت تک) لڑتے رہیں گے ☆ جو جلد بازوں کے اوپر نہایت تیزی سے چلیں گے ان پر بعجلت سبقت لے جائیں گے ☆ تم دیکھ رہے تھے کے ہم میدان کے تالابوں جیسی بھرپور زرہوں میں ملبوس تھے ☆ ہمارے ہاتھوں میں ہلکی پھلکی تلواریں تھیں جن سے ہم ان فتنہ پروروں اور شور و شر کرنے والوں کے اوچھے پن کی پیاس بجھا رہے تھے ☆ خندق کے دروازے پر گویا شیر تھے جو گتھ کر اپنی کچھار کی مدافعت کر رہے تھے ☆ نشان جنگ لگانے والے اور غرور کی ترچھی نگاہوں سے دیکھنے والے دشمن پر جب ہمارے سوار صبح و شام حملے کر رہے تھے تو ہم (اپنے پیارے) احمد (مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مدد کرتے تھے جس کے نتیجے میں آج ہم اللہ کے سچے اور مخلص بندے بن گئے ☆ اہل مکہ اور وہ گروہ جو جتھا بندی کر کے آئے تھے جب رخصت ہونے لگے تو انھیں معلوم ہو گیا تھا کہ واقعی اللہ کا کوئی شریک نہیں اور واقعی اللہ مومنین کا دوست اور مددگار ہے ☆ اگر اپنی حماقت و نادانی سے تم نے سعدؓ کو بھی مار ڈالا تو اس سے کیا ہوتا ہے؟ اللہ تعالی تو سب پر طاقت و قوت رکھنے والا ہے۔ وہ (اللہ) سعد کو اعلی علیین میں جگہ دے گا جو اللہ کے نیک بندوں کا ایک مقام ہو گا۔ جب کہ اس نے (اللہ تعالی نے) تمھیں شکست خوردہ کر کے بھگوڑا بنا دیا اور تم غصہ میں گھٹتے ہوئے ذلیل و خوار اور خائب و خاسر ہو کر دم دبائے واپس ہو گئے اور تمھیں اس جگہ کچھ بھی حاصل نہ ہوا بلکہ قریب تھا کہ ہوا کے اس طوفان سے جو ہم پر آیا اور اس سے تم اندھے اور اوندھے ہوتے صفحہ ہستی سے تمہارا نام و نشان مٹ جاتا۔

ابن زبعری کے اشعار کا حضرت حسان بن ثابتؓ نے جواب یہ دیا ہے کیا ایک ایسے دیار کے نشانات جو اب چٹیل میدان ہو گیا ہے اور جہاں کی سکونت مٹ کر رہ گئی ایک ایسے شخص سے ہم کلام ہونا چاہتے ہیں جو دو بدو جواب دینے والا ہے ☆ ایسا چٹیل میدان جس کے نشانات کو بادل سے ہونے والی

مسلسل بارش نے اور تاک کر بار بار بجلیوں کے گرنے نے بالکل محو کر دیا☆ میں نے اس دیار میں وہ گھر دیکھے ہیں جنھیں روشن چہرے اور روشن اخلاق زینت بخشا کرتے تھے۔ لیکن اب اس دیار کو چھوڑ و اور ان نازنینوں کو بھی چھوڑ و جن میں خوبروئی شیریں کلامی بھی موجود تھی☆ اور اللہ تعالی سے اپنے رنج والم اور ان تکلیف دہ چیزوں کا شکوہ کرو جن کا تم نے اس عصہ ور گروہ کے اندر مشاہدہ کیا ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ظلم کیا ہے اور زیادتی کی ہے☆ یہ ظالم شہر اور دیہات کے سبھی لوگوں کو اکٹھا کر کے تمام کے تمام رسول اللہؐ کے (مقابلہ میں آ کھڑے ہوئے) ☆ یہ ایک ایسا لشکر تھا جس میں عینیہ اور ابوسفیان بن حرب موجود تھے اور جس میں تمام قبائل اور جمعیتوں کے طرح طرح کے مسابقت کرنے والے گھوڑوں کا جتھا بھی تھا☆ یہاں تک کہ جب (کفار کے) یہ لشکر مدینہ پہنچے اور محض اپنی طاقت و قوت کے بھروسے ہم پر حملہ آور ہونے کا ارادہ کیا تو انھیں مع ان کے غصے کے الٹے پاؤں پھیر دیا گیا اور طوفانی ہواؤں کے چلنے اور رب الارباب کی افواج (نظر نہ آنے والے ملائکہ کی افواج) نے ان جمعیتوں کو تتر بتر کر کے رکھ دیا☆ پس اللہ تعالی ہی مسلمانوں کی طرف سے ان کفار کی لڑائی کے لئے کافی ہو گیا اور انھیں بہترین اجر و ثواب کا مستحق بھی بنا دیا پھر اس کے بعد کہ مسلمانوں پر مایوسی چھا گئی تھی مالک الملک خدائے وہاب کی مدد و نصرت کے نزول نے کفار کی جمعیت بکھیر کر رکھ دی☆ اور اللہ تعالی نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے صحابہ (ساتھیوں) کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچادی اور ہر اس تکذیب کرنے والے، اس شک وشبہ میں پڑنے والے شخص کو ذلیل و رسواء کر دیا جس کا دل شقی تھا جو ہیبت میں پڑا ہوا تھا اور تذبذب کا شکار تھا اور جو کفر کے باعث کپڑوں کی طہارت کے اصول سے تک واقف نہ تھا ☆ شقاوت اس کے قلب میں چمٹ گئی (مگر) اس کا دل اب زمانے کا آخری دل ہے (اس کے بعد کوئی دل کفر کی جگہ نہیں بن سکتا)۔

کعب بن مالکؓ نے بھی ابن زبعری کا جواب دیا ان کے اشعار کا ترجمہ اس طرح ہے ''جنگوں نے ہم پر بڑا احسان کیا ہے (کیوں کہ) ان کے واقع ہونے سے ہمارے ہاتھ (دشمن کے ہاتھ سے چھوٹ جانے والے) ایسے اموال لگے ہیں جو ہمارے بے پناہ بخشش کرنے والے پروردگار کی بہترین نعمتیں ہیں یعنی خوب روؤں کی طرح جن کے بلند کنگرے والے خوب صورت قلعے اور اونٹوں کے مبارک (پانی کے گرد اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہوں) کے مانند نخلستان جن کے اندر اونٹوں کی کالی کالی گردنوں کی طرح کھجوروں کے سیاہ سیاہ درخت نظر آئے ہیں اور بے شمار دودھ دینے والی اونٹنیوں کے مثل بے شمار پھل آئے ہیں۔ یہ نخلستان کالے پتھروں والی زمین کے بالکل مشابہ ہیں ان کا بے شمار دودھ یا پھل ہمسایوں، غم زدوں اور آنے والے قاصدوں اور مہمانوں پر خرچ کیا جائے گا''۔

حضرت حسان بن ثابتؓ نے واقعہ بنو قریظہ کے سلسلے میں یہ اشعار بھی کہتے ہیں جن میں وہ سعدؓ بن معاذ پر آہ و بکا اور ان کے فیصلہ کا ذکر کرتے ہیں۔ ابن ہشام کے مترجم نے ان اشعار کا بھی عمدہ اور موثر انداز سے ترجمہ کیا ہے۔ ''(حضرت سعد بن معاذؓ کی خبر مرگ سن کر) میری آنکھوں سے بڑے بڑے آنسو نکل پڑے اور اب یہ آنکھیں اسی لئے ہوگئی ہیں کہ سعدؓ پر آنسو بہاتی رہیں جو میدان کارزار میں شہید ہوگئے اور جن کی وجہ سے تمام آنکھیں دردمند ہوگئیں جو حزن ملال کے ساتھ ہمیشہ آنسو بہاتی رہیں گی ☆ وہ میدان کارزار میں خدائے رحمٰن کے دین کے لئے شہید ہوکر ان شہداء کے ساتھ جنت کے وارث بن گئے جن کا وفد خدا کے حضور میں سب سے زیادہ بہتر اور سب سے مکرم ہوگا ☆ پس اگر ہم سے رخصت ہوگئے ہو اور ہمیں چھوڑ کر لحدی قید میں جا کے سو گئے (تو کوئی حرج نہیں) ☆ کیوں کہ اے سعدؓ! تم وہ شخص ہو کہ حمد وثناء اور شرافت کے لباس میں ملبوس ہوکر عزت کے مقام پر سو گئے ہو تم قبیلہ قریظہ کے بارے میں ایسا فیصلہ کر کے اس مقام عزت پر پہنچے ہو جو فیصلہ تم نے اپنی رائے سے کیا تھا وہی اللہ تعالی نے برقرار رکھا

اس طرح ان کے بارے میں تمہارا فیصلہ اللہ کے فیصلہ کے بالکل موافق ہو گیا پھر تم نے انھیں اس سلسلہ میں معاف بھی نہیں کیا جب تمھیں عہد و پیمان کا واسطہ دیا جا رہا ہے ☆ پھر اگر ان لوگوں کی وجہ سے جنھوں نے دائمی جنت چھوڑ کر اس دنیوی زندگی ہی کو ترجیح دی ہے زمانے کی گردش نے تمھیں ہلاک کر دیا ہے (تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں) کیوں کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالی کے حضور میں اعزاز و اکرام کے لئے بلایا جائے گا اس وقت حق پرست اور صداقت پسند لوگوں ہی کی واپسی زیادہ خوش آئند ہوگی۔

حضرت سعد بن معاذؓ اور دیگر شہداء کے متعلق حضرت حسان بن ثابتؓ کے یہ اشعار بھی ملتے ہیں جن میں انھوں نے ان شہیدوں کے اوصاف جمیلہ اور خوبیوں کا بڑی عمدگی کے ساتھ احاطہ کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں اے میری قوم! مجھے بتا جو کچھ لکھ دیا گیا ہے وہ دور بھی کیا جا سکتا ہے اور عیش و تنعم کی جو زندگی گزر چکی ہے وہ واپس بھی آ سکتی ہے؟ ☆ جب میں نے وہ زمانہ یاد کیا تو میرے دل و جگر پھٹے جا رہے تھے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے تھے ☆ حزن و ملال اور رقت قلب نے مجھے وہ احباب و مقتولین یاد دلائے جن میں طفیلؓ رافعؓ اور سعدؓ تھے جو گزر گئے اور جنت نشین ہو گئے ان کے مکانوں نے میرے اندر توحش پیدا کر دیا ہے اور اب روئے زمین سنسان نظر آتی ہے ☆ ان تمام لوگوں نے جنگ بدر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی وفاداری دکھادی جب ان کے سروں پر موت کے سائے پڑ رہے تھے اور تلواریں کوندرہی تھیں ☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں آواز دیتے، وہ فوراً جذبہ حق پرستی سے لبیک کہتے اور سب کے سب ہر معاملے میں حضور انورؐ کا حکم سنتے اور اطاعت کرتے تھے ☆ وہ لوگ ہیبت زدہ ہو کر بھاگنے کا نام نہیں لیتے تھے بلکہ سب مل کر جمعیت اور تعاون کے ساتھ حملہ آور ہوتے تھے پھر یہ کہ ان کی زندگیوں کا خاتمہ قتل گاہوں کے سوا اور کہیں نہیں ہو سکتا ☆ کیوں کہ وہ لوگ رسول اللہؐ کی شفاعت کے امیدوار تھے ☆ اے خیر البشرؐ! یہ تو ہماری آزمائش ہے اس لئے موت کو حق سمجھتے ہوئے اللہ کے حکم پر ہم

راضی اور حاضر ہیں۔ ہمارا پہلا قدم (اسلام قبول کرنے کے لحاظ سے) آپ کی طرف بڑھا اور ہمارا دوسرا قدم یعنی آنے والی نسلیں بھی اللہ کے دین کے معاملے میں پہلا قدم ہے اور وہ اس کے ضرور تابع ہوں گی ☆ اور ہم جانتے ہیں کہ ملک وحکومت صرف اللہ ہی کے لئے ہے اور یہ کہ قضاء الٰہی واقع ہو کر رہتی ہے۔

جن چیزوں (کے ارتکاب) نے بنو قریظہ کو مذموم بنا دیا تھا اس کا نتیجہ انھوں نے دیکھ لیا۔ ذلیل ذہنیت کے باعث انھیں ایک بھی حامی نہ مل سکا ☆ بنو قریظہ کو جس آزمائش سے دوچار ہونا پڑا اس کی نوعیت اس آزمائش سے مختلف تھی جس سے بنو نضیر کو دوچار ہونا پڑا تھا۔ بنو قریظہ کی طرف عالم کو منور کر دینے والے چاند کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑھے چلے آرہے تھے ☆ اور ساتھ ساتھ وہ گھوڑے بھی تھے جو باز جیسے سواروں کو اپنے اوپر بٹھائے تیزی سے دوڑ رہے تھے ☆ ہم نے انھیں ایک بھی چیز میں کامیاب نہیں ہونے دیا ان کا خون ان پر تالاب کے پانی کی طرح چھلک رہا تھا ☆ وہ کٹے ہوئے پڑے تھے اور پرندے ان پر حلقے بنا کر چکر کاٹ رہے تھے معاند ومفسد اور فاسق وفاجر لوگوں کے ساتھ یہی برتاؤ کیا جاتا ہے ☆ خدائے رحمان کی جانب بطور خیر خواہی بنو قریظہ کی مثال سے قریش کو بھی ڈرا دو اگر وہ میرے انداز (ڈرانے کو) قبول کریں ☆ جن چیزوں (کے ارتکاب) نے بنو قریظہ کو معیوب بنا دیا تھا ان کا نتیجہ انھوں نے دیکھ لیا ان کے قلعوں پر انتہائی برے قسم کی ذلت ورسوائی نازل ہوگئی ☆ اور سعدؓ نے انھیں از راہ خیر خواہی ڈرا دیا تھا کہ تمہارا (حقیقی) معبود بہت بڑا پروردگار ہے ☆ لیکن یہ عہد شکنی ہی پر تلے رہے تا آں کہ ان کے مقاموں ہی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں سیوف سے اڑا دیا ☆ ہماری صف در صف فوجوں نے ان کا قلعہ چاروں طرف سے گھیر لیا اس شدید افتاد کے باعث قلعہ میں (رونے دھونے اور شور وغل مچانے کی وجہ سے) ایک ہنگامہ بپا ہو گیا۔ جس گروہ نے قریش کی مدد کی تھی وہ تتر بتر ہو کر رہ گئے اور ایک دوسرے کو گم کر بیٹھے اور انھیں اپنے شہر میں بھی کوئی

حامی و مددگار نہ ملا ☆ انھیں (اللہ کی طرف سے) کتاب دی گئی تھی مگر انھوں نے اسے ضائع کر دیا اور تورات کو سمجھنے کے لئے ان کی آنکھیں اندھی ہوگئی اور اس بناء پر وہ گمراہ و ہلاک ہو گئے ☆ تمھیں قرآن دیا گیا مگر تم نے اسے لینے اور ماننے سے انکار کر دیا حالاں کہ رسول نذیر (محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے (کتب سابقہ اور توارت کی) تصدیق کی۔

حضرت ثمامہ رضؓ بن آثال کا اسلام

قُرطآء بنی بکر کی ایک شاخ ہے جو مدینہ منورہ سے سات دن کے راستہ پر ہے۔ یہ لوگ اضربہ یا ضریہ نامی مقام پر فروکش تھے۔ ۱۰ ارمحرم الرام ۶ھ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک سریہ ان کی طرف بھیجا۔ اس سریہ کی وجہ یہ تھی کہ ثمامہ بن آثال نے اپنے علاقہ سے گزرنے والے قافلہ کے چند مسلمانوں کو بے وجہ شہید کر دیا تھا۔ اس سریہ کی سرکردگی حضرت محمد بن مسلمہؓ انصاری کو سونپی گئی ان کے ساتھ تیس سوار روانہ کئے گئے تھے۔ ان لوگوں نے وہاں جا کر انھیں گھیر لیا۔ ضریہ تک سفر بھی مجاہدین اسلام نے بڑی احتیاط سے کیا تھا وہ رات کو چلا کرتے تھے دن میں کسی موزوں جگہ پوشیدہ ہو جاتے۔ پھر جب منزل پر پہنچ گئے تو قرطآء والوں کا محاصرہ کر لیا اور پھر ان سے قتال ہوا۔ قرطآء کے دس آدمی کیفر کردار کو پہنچے اور مابقی بھاگ گئے کوئی بھی نیزہ بازی یا دوبدو جنگ کے لئے ظاہر نہ ہوا۔ مسلمانوں نے غنیمت میں ڈیڑھ سو اونٹ اور تین ہزار بکریاں پائیں۔ انیس دن بعد وہ مدینہ منورہ لوٹ آئے۔ خمس نکالنے کے بعد مال غنیمت غانمین پر تقسیم کر دیا گیا۔ غنائم میں ایک اونٹ کو دس بکریوں کے معاول قرار دیا گیا۔

بخاری میں ہے کہ یہ لوگ بنی حنیفہ کے سردار ثمامہ بن آثال کو گرفتار کر لائے اور رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔حضورؐ نے اسے ایک ستون سے باندھ دینے کا حکم دیا (مسجد میں باندھے جانے کے متعلق ارشاد کی یہ حکمت تھی کہ ثمامہ مسلمانوں کو پانچ وقت نماز پڑھتا ہوا دیکھ لے اور اہل ایمان کا بارگاہ الٰہی میں عجز و نیاز کے طور طریق کا نظارہ کر لے۔ یقیناً یہ منظر ہی اللہ وحدہ لاشریک کی یاد اور آخرت کی رغبت دلانے کی موثر ذریعہ بھی ہے بلاشبہ نمازیوں کو نماز پڑھتا دیکھ کر عبادات کے انوار و فیوض اپنا کام کرتے ہیں اور دیکھنے والوں کے دلوں کی تاریکیوں اور ظلمتوں کو رفتہ رفتہ دور کر دیتے ہیں)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثمامہ بن آثال سے دریافت کیا کہ اے ثمامہ! میری نسبت تمہارا کیا خیال ہے۔ثمامہ نے جواباً عرض کیا کہ ''میرا گمان آپ کے ساتھ اچھا ہے''۔اس نے کہا کہ اگر آپ مجھے قتل کر دیں تو گویا آپ ایک خونی قاتل کو قتل کر دیں گے جو قتل کا مستوجب ہے اور اگر انعام و احسان فرمائیں تو ایک شکر گزار پر احسان ہوگا۔ اگر میرے عوض آپ مال طلب فرمائیں تو جتنا چاہیں خدمت میں مال پیش کر دوں۔حضورؐ نے سکوت اختیار فرمایا۔ دوسرے دن پھر ثمامہ بن آثال سے حضور پاکؐ نے ایسا ہی دریافت فرمایا۔ثمامہ نے اس بار بھی ویسا ہی عرض کیا تیسرے دن بھی رسول اللہؐ نے ثمامہ سے وہی بات فرمائی۔ثمامہ نے حضورؐ کا التفات محسوس کر کے عرض کیا کہ ''اگر آپ احسان فرمائیں تو ایک شکر گزار پر احسان ہوگا''۔رسول اللہؐ صحابہ سے ارشاد فرمایا کہ ''ثمامہ کو کھول دو'' اور ثمامہ سے خطاب فرمایا کہ ''اے ثمامہ میں نے تجھ کو معاف کیا اور آزاد کیا''۔ثمامہ کی خوشی و مسرت کی انتہا نہ رہی وہ رہا ہوئے اور ایک قریبی نخلستان جا کر غسل کیا اور پھر مسجد میں آئے اور مشرف بہ ایمان ہو گئے انھوں نے حضورؐ سے عرض کیا کہ '' آج آپ کے چہرہ سے زیادہ روئے زمین پر مجھے کوئی چہرہ محبوب و پیارا نہیں۔ آپ کے شہر سے زیادہ کوئی شہر عزیز نہیں اور آپ کے دین سے زیادہ کوئی دین پیارا نہیں۔آج سے پہلے کا معاملہ اس کے برخلاف تھا''۔رسول اللہؐ نے انھیں عمرہ کے لئے جانے کی اجازت مرحمت فرمائی

اور بشارت دی کہ تم صحیح سلامت رہو گے کوئی تم کو ضرر نہ پہنچا سکے گا۔

حضرت ثمامہؓ جب مکہ آئے تو کفار میں سے کسی نے کہا کہ ثمامہؓ بے دین ہو گیا تب حضرت ثمامہؓ نے کہا نہیں میں تو رسول اللہؐ کے ہاتھ مسلمان ہو گیا ہوں۔ کفر و شرک کوئی دین نہیں بلکہ اسلام ہی دین حق ہے اور میں حق کا مطیع و فرمانبردار ہو گیا ہوں۔ حضرت ثمامہؓ نے لوگوں سے کہہ دیا کہ اب میں تمہاری طرف نہ آنے والا اور نہ دین اسلام چھوڑنے والا۔ خوب سن لو کہ یمامہ سے جو غلہ تمہارے پاس آتا ہے اب ایک دانہ بھی تمہارے پاس نہ آئے گا یہاں تک کہ رسول اللہؐ اجازت دیں۔

ثمامہؓ جب یمامہ پہنچے تو کفار مکہ کو بھیجا جانے والا غلہ مسدود کر دیا قریش نے مجبور ہو کر حضور رحمۃ للعلمینؐ کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ آپ صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں ہم آپ کے رشتہ دار ہیں آپ ثمامہ کو لکھ بھیجیں کہ وہ مکہ والوں کو غلہ بھیجنا جاری رکھیں چنانچہ حضور انور رحمت عالمؐ نے حضرت ثمامہؓ کو مکتوب گرامی بھیجا کہ وہ غلہ روانہ کریں اس کا سلسلہ بند نہ کریں۔

حضرت ثمامہؓ بن آثال اکابر صحابہ میں سے ہیں آپ نے اہل یمامہ کے ارتداد کے وقت ان سے کلام الٰہی کی آیات کی روشنی میں کہا کہ مسیلمہ کذاب کے فریب میں نہ آؤ۔ حضرت ثمامہؓ بن آثال کے اخلاص، حقانیت اور موثر کلمات نے کام کیا اور تین ہزار آدمی جو مسیلمہ کذاب کے دام فریب میں پھنس گئے تھے دوبارہ آغوش اسلام میں پلٹ آئے۔ الاستیعاب میں لکھا ہے کہ حضرت ثمامہؓ نے اہل ایمان کے ساتھ اس شہر کو چھوڑ دیا جہاں مسیلمہ کذاب کا فتنہ زوروں پر تھا۔ جب حضرت ثمامہؓ نے اس ارادہ کا اظہار کیا تو مسلمانوں کی جملہ تعداد آپ کے ساتھ تھی اور ایک گروہ آپ کے ساتھ روانہ ہوا اور جا کر حضرت علاء بن حضرمیؓ سے مل گئے۔

غزوہ بنی لحیان

ربیع الاول ٦ ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی لحیان کی طرف جو نواح عسفان میں رہا کرتے تھے دوسو سواروں کے ہمراہ تشریف لے گئے۔ حضور اکرمؐ کو حضرات عاصم بن ثابتؓ اور خبیب بن عدیؓ و دیگر شہداء رجیع کا بڑا صدمہ و رنج تھا حضورؐ نے ملک شام کا ارادہ ظاہر فرمایا اور ربیع الاول کی چاندرات کو لوگوں میں خبر کئے بغیر دوسو آدمیوں کے ساتھ جن میں بیس گھوڑے تھے روانہ ہو گئے مدینہ منورہ پر حضرت عبداللہ بن مکتوم کو حضور انورؐ نے ناظم اعلیٰ بنایا۔ حضور اکرمؐ تیزی کے ساتھ روانہ ہوئے تھے اور بطن غران میں پہنچے بطن غران اور عسفان کے درمیان جہاں صحابہ پر مصیبت آئی تھی جملہ پانچ میل کا فاصلہ تھا۔

بنولحیان کو خبر ہوئی تو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر بھاگ گئے۔ یہاں کوئی نظر نہ آیا۔ رسول اللہؐ نے ایک یا دو دن قیام فرمایا اور اطراف و جوانب ہر طرف چھوٹے چھوٹے جتھے بھیجے۔ ایک جتھہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی قیادت میں بھی بھیجا بنولحیان والے اتنے خوف زدہ تھے کہ دور دور تک ان کا نام ونشان نہ تھا۔ لشکر الغمیم تک گیا اور واپس آیا لیکن کوئی قابو میں نہ آسکا حضورؐ نے آخر کار مراجعت فرمائی۔ حضورؐ یہ کہتے ہوئے مدینہ منورہ کی طرف لوٹ آئے کہ ”ہم لوگ رجوع کرنے والے اور توبہ کرنے والے اپنے رب کی عبادت کرنے والے اور حمد کرنے والے ہیں“۔ حضور اقدسؐ جملہ چودہ روز مدینہ منورہ سے باہر رہے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ جو ارشادات واپسی کے وقت ہوئے اس میں یہ بھی الفاظ بھی ہیں کہ ”سفر کی تکان، اہل وعیال و مال میں نظر بد سے میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں“۔

غزوہ ذی قرد

ذی قرد ایک چشمہ کا نام ہے جو بلاد غطفان کے قریب ہے۔ رسول اللہؐ کی اونٹنیاں، مویشی وغیرہ کی یہاں پر چراہ گاہ تھی۔ اسے الغابہ بھی کہا جاتا ہے۔ یہ مدینہ سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر واقع تھا۔ ربیع الاول ۶ ھ میں رسول اللہؐ نے غزوہ الغابہ کا ارادہ فرمایا جو مدینہ سے ایک برید کے فاصلہ پر تھا۔ اس غزوہ کی تاریخ میں اختلاف ہے علامہ ابن سعد نے جیسا کہ بیان ہوا ہے اسے ربیع الاول ۶ ھ میں بتایا ہے جب کہ امام بخاری فرماتے ہیں کہ ۷ ھ میں غزوہ خیبر سے تین روز پہلے ہوا مگر تمام علماء اس پر متفق ہیں کہ یہ غزوہ ۶ ھ میں حدیبیہ سے پہلے ہوا۔

عیینہ بن حصن غطفان کے چند سواروں کو لے رات کی تاریکی میں دھوکے سے رسول اللہؐ کے اونٹوں کو لے گیا۔ یہاں حضرت ابوذرؓ تھے۔ ابن حصن نے ان کے فرزند کو قتل کر دیا۔ ایک چیخ کی آواز آئی جس میں ''الفترع الفترع'' کی ندا تھی۔ پھر یہ ندا آئی کہ اے اللہ کی جماعت سوار ہو جاؤ۔ یہ سب سے پہلی ندا تھی جو ان کلمات کے ساتھ دی گئی۔ اطلاع ملتے ہی حضرت سلمہؓ بن عمرو بن اکوع عیینہ بن حصن کے تعاقب میں روانہ ہوئے اور ایک ٹیلہ پر کھڑے ہو کر ''یا صباحاہ'' کے تین نعرے لگائے جس سے تمام مدینہ گونج اٹھا۔ سلمہؓ بن اکوع بڑے تیر انداز تھے۔ دوڑ کر ان کو ایک پانی کے چشمہ پر جا پکڑا۔ وہ تیر برسائے جاتے تھے اور یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے (ترجمہ) میں اکوع کا بیٹا ہوں اور آج کے دن معلوم ہو جائے گا کہ کس نے شریف عورت کا دودھ پیا ہے اور کون کمینہ ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار ہوئے اور الحدید پہنچ کر وقوف کیا سب سے پہلے جو حضور انورؐ

کے سامنے آئے وہ مقدادؓ بن عمرو تھے وہ زرہ پوش اور خود پہنے ہوئے تھے ان کی تلوار بے نیام تھی۔حضورؐ نے ان کے نیزے میں جھنڈا باندھ دیا اور فرمایا کہ ''جاؤ یہاں تک کہ تمھیں لشکر ملیں میں بھی پہنچ رہا ہوں''۔ مدینہ پر حضرت عبداللہؓ بن ام مکتوم کو ناظم بنایا اور حضرت سعدؓ بن عبادہ کو ان کی قوم کے تین سو آدمیوں کے ہمراہ مدینہ کی حفاظت کے لئے چھوڑ دیا۔حضرت مقدادؓ بن عمرو کا بیان ہے کہ میں نکلا تو دشمن کی آخری صفوں کو پایا ابو اقتادہؓ نے مسعدہ کو قتل کر دیا۔انھیں رسول اللہؐ نے اس کا گھوڑا اور ہتھیار دے دیا۔

مسلمانوں میں سے محرز بن فضلہؓ شہید ہوئے جنھیں مسعدہ نے شہید کیا۔جب حضرت سلمہؓ بن اکوع کو دشمن کی ایک جماعت ملی تو وہ انھیں تیر مارنے لگے۔حضرت سلمہؓ بن اکوع پا پیادہ تھے مسلمانوں نے دشمنوں کو ذی قرد تک بھگا دیا جو خیبر کے نواح میں المستناسخ کے متصل ہے۔سلمہؓ نے رسول اللہؐ سے شام کے وقت عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! وہ قوم پیاسی ہے اگر آپ مجھے سو آدمیوں کے ہمراہ بھیجیں تو جو جانور وہ چرا لے گئے ہیں اور ان کے ساتھ ہی ہیں میں سب کو ان سے واپس چھین لے آؤں گا اور ان کے سرداروں کو گرفتار کرلوں گا یہ بات میرے لئے مشکل نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ''تمھیں اختیار ہے مگر سہولت اختیار کرنا''۔ پھر فرمایا ''وہ لوگ (یعنی عیینہ بن حصن کے لوگ) اس وقت غطفان میں جمع ہوں گے''۔مشرکین شکست کھا کر بھاگ گئے۔

رسول اللہؐ نے ذی قرد میں نماز خوف پڑھی حضورؐ وہاں خیر دریافت کرنے کے لئے ایک شبانہ روز مقیم رہے حضورؐ نے اپنے ہر سو اصحاب میں ایک اونٹ تقسیم فرمایا جسے وہ ذبح کرتے تھے کل تعداد پانچ سو تھی کہا جاتا ہے کہ سات سو تھی سعد بن عبادہؓ نے حضورؐ کی خدمت میں کئی بورے کھجور اور دس اونٹ روانہ کئے وہ حضورؐ کے پاس ذی قرد پہنچے۔رسول اللہؐ نے اس سریے پر سعدؓ بن زید الاشہلی کو امیر بنایا تھا لیکن

حسان بن ثابتؓ کے قول (مقداد کے سواروں کی صبح) کی وجہ سے لوگوں نے اسے مقدادؓ کی طرف منسوب کردیا۔ رسول اللہؐ پانچ شب باہر رہنے کے بعد دوشنبہ کو مدینہ پہنچے۔

حضرت سلمہ بن اکوعؓ ان واقعات کو اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب کفار حضورؐ کے اونٹوں کو ہنکالے گئے تو میں ایک ٹیلے پر کھڑا ہو گیا اپنا منہ مدینے کی جانب کرلیا اور تین مرتبہ ندا دی ''یا صباحاہ'' (ہائے صبح) پھر اس قوم کا پیچھا کیا میرے پاس تلوار اور تیر بھی تھے میں انھیں تیر مار کر زخمی کرنے لگا ایسا اس وقت کرتا جب کہ درختوں کی کثرت ہوتی تھی۔ جب کوئی سوار میری طرف پلٹتا تو میں درخت کی جڑ میں بیٹھ کر اس پر تیر چلاتا جو سوار میری طرف متوجہ ہوا میں نے اسے زخمی کردیا۔ حضرت سلمہؓ بن اکوع کہتے ہیں کہ میں ایک آدمی سے ملا وہ اپنی سواری ہی پر سوار تھا کہ میں نے اسے تیر مارا میرا تیر اس شخص کو لگا اور جگر چھید ہو گیا میں نے کہا یہ لے میں ابن الاکوع ہوں اور یہ دن قابل ملامت لوگوں کی مصیبت کا دن ہے۔ جب دشواریاں تنگ کرتی تھیں تو پہاڑ پر چڑھ کر ان پر پتھر پھینکتا تھا میرا اور ان کا برابر یہی حال رہا میں ان کا پیچھا کرتا تھا اور رجز پڑھتا تھا تا آنکہ میں نے حضورؐ کے ان جانوروں کو جنھیں اللہ نے پیدا کیا تھا اپنے پس پشت کرلیا اور ان لوگوں کے ہاتھوں سے چھڑا لیا میں برابر انھیں تیر مارتا رہا۔

انھوں نے تیس سے زائد نیزے ڈال دئے اور تیس سے زائد چادریں جن سے وہ بار ہلکا کر رہے تھے جو کچھ وہ ڈالتے تھے میں اس پر پتھر رکھ دیتا تھا میں نے اسے رسول اللہؐ کے راستے پر جمع کیا جب صبح کی روشنی پھیل گئی تو ان کی مدد کے لئے عیینہ بن بدر الفرازی آیا وہ لوگ ایک تنگ گھاٹی میں تھے میں پہاڑ پر چڑھ گیا اور ان لوگوں کے اوپر تھا عیینہ نے کہا یہ کیا ہے جو مجھے نظر آتا ہے۔ انھوں نے کہا کہ اس سے تمھیں ایذا پہنچی ہے اس نے ہمیں صبح سے اس وقت تک نہیں چھوڑا جو کچھ ہمارے ہاتھوں میں تھا سب لے لیا اور اسے اپنے پیچھے چھوڑ دیا۔

عیینہ نے کہا ایسا نہ ہو کہ یہ جو دکھائی دیتا ہے اس کے پیچھے کوئی جستجو کرنے والا ہو جس نے تمہیں چھوڑ دیا ہو تم میں سے ایک جماعت کو اس کے مقابلے کے لئے کھڑا ہونا چاہیئے ان میں سے چار کی ایک جماعت میرے مقابلے کو کھڑی ہو گئی وہ پہاڑ چڑھے میں نے انھیں آواز دی اور کہا کیا تم لوگ مجھے پہچانتے ہو انھوں نے پوچھا ''کون ہو'' میں نے کہا میں ابن الاکوع ہوں جس کے چہرے کو (حضرت) محمدؐ نے مکرم کیا تم میں سے کوئی بھی مجھے پا نہیں سکتا اور نہ وہ شخص مجھ سے بچ سکتا ہے جسے میں طلب کروں میں اپنی جگہ ہی تھا کہ ان میں سے ایک شخص نے کہا کہ یہ اسکا گمان تھا۔ اسی اثناء میں میں نے رسولؐ اللہ کے سواروں کو دیکھا جو درختوں کے درمیان تھے۔ سب کے آگے الاخرم الاسدیؓ تھے ان کے پیچھے حضورؐ کے سوار ابو قتادہؓ اور ابو قتادہؓ کے پیچھے المقدادؓ تھے میں پہاڑ سے اتر کر الاخرمؓ کے آگے آ گیا ان کے گھوڑے کی باگ پکڑ کر کہا اے اخرمؓ! اس جماعت سے ڈرو (یعنی ان سے بچو) مجھے اندیشہ ہے کہ وہ تمھیں لوٹ لیں گے لہذا انتظار کرو یہاں تک کہ حضورؐ اور آپ کے اصحاب آملیں۔ انھوں نے کہا کہ اے سلمہؓ! اگر تمھیں اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان ہے اور تم جانتے ہو کہ جنت حق ہے اور دوزخ حق ہے تو میرے اور شہادت کے درمیان حائل نہ ہو۔ میں نے ان کے گھوڑے کی باگ چھوڑ دی وہ عبدالرحمن بن عیینہ سے ملے۔ وہ ان پر پلٹ پڑا دونوں نیزے چلانے لگے الاخرمؓ نے عبدالرحمن کو زخمی کر دیا عبدالرحمن نے انھیں نیزہ مار کر قتل کر دیا اور ان کا گھوڑا بدل لیا۔ میں نکل کر اس قوم کے پیچھے روانہ ہوا مجھے حضورؐ کے اصحاب کا کچھ غبار ابھی نظر نہ آتا تھا۔ کفار ایک گھاٹی کے سامنے تھے جس میں پانی تھا اس کا نام ذوقرد تھا ان کا ارادہ ہوا کہ پانی پئیں مگر مجھے اپنے پیچھے دوڑتا ہوا دیکھ لیا تو اس سے ہٹ گئے اور ایک گھاٹی کا سہارا لے لیا۔

حضرت سلمہ بن اکوعؓ کہتے ہیں کہ آفتاب غروب ہو گیا میں نے ایک آدمی کو پایا اسے تیر مارا اور کہا یہ لے میں ابن الاکوع ہوں اور یہ دن قابل ملامت لوگوں کے لئے مصیبت کا دن ہے۔ اس نے کہا

اے میری ماں کو رلانے والے کیا تو میرا صبح والا اکوع ہے؟ میں نے کہا کہ اپنی جان کے دشمن ہاں۔ وہ شخص وہی تھا جسے صبح میں نے تیر مارا تھا میں نے اسے ایک اور تیر مارا اور دونوں تیر اس کو لگے۔ وہ لوگ دو گھوڑے چھوڑ گئے تو میں انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہنکالا حضور انورؐ ذو قرد کے اس پانی پر تھے جس سے میں نے کفار کو ہنکایا تھا۔ رسول اللہؐ پانچ سو آدمیوں کے ہمراہ تھے۔ حضرت بلالؓ نے ان اونٹوں میں سے ایک اونٹ ذبح کیا جو میں پیچھے چھوڑ گیا تھا۔

میں رسول اللہؐ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہؐ! مجھے اجازت دیجئے اور اپنے اصحاب میں سے سو آدمی منتخب فرما دیجئے تو میں خاص تدابیر اور مناسب وقت کے ساتھ کفار پر اقدام کروں۔ ان میں سے کوئی خبر دینے والا بھی نہ ہوگا۔ حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ ''اے سلمہ! کیا تم ایسا کرنے والے ہو؟'' میں نے عرض کی ہاں! قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو بزرگی دی۔ حضورؐ ہنسے یہاں تک کہ میں نے آقائے دو جہاںؐ کے دندان مبارک دیکھے سرکار دو عالمؐ نے فرمایا کہ ''وہ لوگ اس وقت بنی غطفان کی زمین میں پناہ گزیں ہوں گے''۔ غطفان کا ایک آدمی آیا اس نے کہا فلاں غطفانی کے پاس چلو کیوں کہ ایک اونٹ ان (کفار) کے لئے ذبح کیا ہے جس وقت وہ لوگ اس کی کھال کھینچ رہے تھے تو انھوں نے ایک غبار دیکھا اونٹ چھوڑ دیا اور بھاگ گئے۔ جب صبح ہوئی تو رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ''ہمارے سواروں میں آج سب سے بہتر ابو قتادہ ہیں ہمارے پیادوں میں سب سے بہتر سلمہ ہیں''۔ حضورؐ نے مجھے پیادہ اور سوار کا حصہ دیا مدینہ منورہ واپس آتے ہوئے حضور اقدسؐ نے مجھے اپنے پیچھے گوش بریدہ اونٹی پر بٹھایا۔

ہمارے اور مدینے کے درمیان قریب چاشت کے وقت ہو گیا اس جماعت میں ایک انصاری تھے جن کے آگے کوئی نہیں ہو سکتا تھا وہ ندا دینے لگے کہ ہے کوئی دوڑنے والا کیا کوئی شخص ہے جو

مدینے تک باہم دوڑ کرے؟ انھوں نے اسے کئی مرتبہ دہرایا۔ میں رسول اللہؐ کے پیچھے تھا حضورؐ نے مجھے ہم نشین بنایا تھا میں نے ان (انصاری) سے کہا کہ نہ تو تم کسی بزرگ کا ادب کرتے ہو اور نہ کسی شریف سے ڈرتے ہو انھوں نے کہا سوائے رسول اللہؐ کے کسی سے نہیں۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہؐ! میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں مجھے اجازت دیجئے تو میں ان کے ساتھ دوڑ کروں۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ ''اگر تم چاہو (کرو)''۔ میں نے (انصاری سے کہا) چلو (میں بھی) تمہاری طرف (چلتا ہوں) وہ اپنی سواری سے کود پڑے میں نے بھی پاؤں سمیٹے اور اونٹنی سے کود پڑا۔ انھیں ایک یا دو کوہان (آگے بڑھنے میں) طاقت ور بنایا یعنی میں نے اپنے آپ کو روک لیا پھر میں دوڑا یہاں تک کہ ان سے مل گیا اپنے ہاتھ سے ان کے دونوں شانوں کے بیچ میں زور سے مار کر کہا کہ میں تم سے آگے ہو گیا، کامیابی اللہ کی ہی طرف سے ہے یا اس قسم کا کوئی کلمہ کہا وہ ہنسے یہاں تک کہ ہم دونوں مدینہ پہنچ گئے۔

سنہ ۶ ھ کے سرایا

سریہ عکاشہ (بجانب الغمر)

حضرت عکاشہؓ بن محصن الاسدی کا الغمر کی جانب سریہ ہے جو فید سے مدینہ کے راستے میں دو رات کی مسافت پر بنی اسد کا پانی (کا گھاٹ) ہے۔ یہ سریہ ربیع الاول ۶ ھ میں ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عکاشہؓ بن محصن کو چالیس آدمیوں کے ہمراہ الغمر روانہ کیا وہ اس طرح جلد روانہ ہوئے کہ ان کی رفتار بہت تیز تھی۔ اس قوم نے انھیں تاڑ لیا اور اپنی بستی کے پہاڑ کی چوٹی پر چلے گئے۔ انھیں اپنا مکان ناموافق معلوم ہوا۔ عکاشہ شجاع بن وہب کو مخبر بنا کر بھیجا انھوں نے اونٹوں کا نشان دیکھا۔ یہ لوگ روانہ

ہوئے تو انھوں کفار کا ایک مخبر مل گیا جس کو انھوں نے امن دے دیا۔ اس نے انھیں اپنے چچا زاد بھائیوں کے اونٹ بتا دیئے جو انھوں نے لے لئے۔ دو سو اونٹ ہنکا لائے اس شخص کو چھوڑ دیا۔ اونٹ مدینہ لائے اور رسول اللہؐ کے پاس آ گئے انھیں جنگ کی نوبت نہ آئی۔

سریہ محمد بن مسلمہ (بجانب ذی القصّہ)

ربیع الاول ۶ھ میں ذی القصہ کی جانب محمد بن مسلمہؓ کا سریہ ہے۔ ذی القصہ ایک موضع کا نام ہے جو مدینہ سے بیس میل کے فاصلہ پر ہے۔ حضورؐ نے محمد بن مسلمہؓ کو دس آدمیوں کے ہمراہ بنی ثعلبہ اور بنی عوال کی جانب جو ثعلبہ میں تھے بھیجا اور وہ لوگ ذی القصہ میں تھے اس کے اور مدینہ کے درمیان الزبدہ کے راستے پر چوبیس میل کا فاصلہ ہے۔ یہ لوگ رات کے وقت ان کے پاس پہنچے تو اس قوم نے جو سو آدمی تھے رات ہی میں انھیں اچانک گھیر لیا۔ کچھ رات تک دونوں نے تیر اندازی کی۔ اعراب نے نیزوں سے حملہ کر کے انھیں تمام مسلمانوں کو قتل کر دیا محمد بن مسلمہ مجروح ہو گئے اور زمین پر آ رہے ان کے ٹخنے پر ایسی چوٹ لگ گئی کہ حرکت نہیں کر سکتے تھے یہاں تک کہ ان اعراب نے ملبوسات تک چھین لئے اس غزوہ میں سبھی مسلمان شہید ہو گئے۔ ایک مسلمان کا ادھر سے گذر ہوا تو انھوں نے حضرت محمد بن مسلمہؓ کو اپنے شانے پر لاد کر مدینہ منورہ پہنچایا۔

سریہ ابو عبیدہ بن الجراح

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ربیع الآخر ۶ھ میں حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کو چالیس آدمیوں کے ہمراہ محمد بن مسلمہؓ کی جماعت کی قتل گاہ کو بھیجا مگر ان کو کوئی نہ ملا انھوں نے اونٹ اور بکریاں پائیں جو ہنکا لائے اور واپس ہوئے۔

سریہ زید بن حارثہ (بجانب الجموم)

ربیع الآخر ۶/ ھ میں الجموم میں بنی سلیم کی جانب حضرت زید بن حارثہؓ کا سریہ ہوا۔ رسول اللہؐ نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو بنی سلیم کی طرف بھیجا وہ روانہ ہوئے الجموم پہنچے جو بطن نخل کے بائیں جانب اسی کے نواح میں واقع ہے۔ بطن نخل مدینہ منورہ سے تقریباً ۴۸ میل پر واقع ہے۔ وہاں قبیلہ مزنیہ کی ایک خاتون ملیں جن کا نام حلیمہ تھا انھوں نے بنی سلیم کے ٹھہرنے کے مقامات میں سے ایک مقام بتا دیا اس مقام پر انھیں اونٹ، بکریاں اور قیدی ملے جن میں حلیمہ المزنیہ کے شوہر بھی تھے۔ جب حضرت زید بن حارثہؓ وہ تمام ساز و سامان، مویشی و قیدی جو انھوں نے وہاں پائے تھے لے کر واپس مدینہ آئے تو حضورؐ نے مزنیہ کو اس کی جان اور اس کا شوہر ہبہ کر دیا۔ بلال بن الحارث کا یہ شعر اسی واقعہ کے ضمن میں ملتا ہے (ترجمہ) قسم ہے تیری زندگانی کی کہ نہ تو جس سے سوال کیا گیا تھا اس نے کوتاہی کی اور نہ حلیمہ ہی تھکی یہاں تک کہ دونوں کی سواری ساتھ ساتھ روانہ ہوئی)۔

سریہ زید بن حارثہ بجانب عیص

جمادی الاولی ۶/ ھ میں العیص کی جانب حضرت زید بن حارثہؓ کا سریہ ہوا۔ العیص اور مدینہ کے درمیان چار راتوں کا راستہ ہے اور المرو وہاں سے ایک رات کی مسافت پر ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کے ایک قافلہ کو جو ادھر سے گزر رہا تھا اس کے لئے ستر سواروں کے ہمراہ روانہ کیا (بروایت دیگر ۱۷۰ سوار تھے) حضرت زید بن حارثہؓ نے قافلہ کو جا لیا اور بہ آسانی اس پر غلبہ پالیا قافلے والے گرفتار ہوئے اور ان کا تمام مال واسباب مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ان سب کے ساتھ مدینہ آئے ان میں حضور انورؐ کے داماد ابوالعاص بن الربیع بھی تھے اور ان کا بہت سارا مال واسباب بھی تھا ابوالعاص بن الربیع مدینہ پہنچتے ہی اپنی زوجہ محترمہ شہزادی دارین حضرت بی بی سیدہ زینبؓ بنت رسولؐ کی امان میں

آ گئے۔ حضورؐ اور صحابہ نے جب نماز فجر ادا کرلی تو حضرت سیدہ بی بی زینبؓ نے لوگوں میں ندا دے دی کہ میں نے ابو العاص کو پناہ دی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ''ہم نے بھی اسے پناہ دی جسے تم نے پناہ دی'' اور جو کچھ ان سے لیا گیا تھا وہ سب واپس کر دیا گیا۔

سریہ زید بن حارثہ بجانب طرف

جمادی الآخر/ ٦ ھ میں الطرف کی جانب حضرت زیدؓ بن حارثہ کو لشکر کے ساتھ بھیجا گیا۔ الطرف ایک چشمہ کا نام ہے اور مدینہ منورہ سے چھتیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے حضرت زیدؓ کے ساتھ پندرہ افراد گئے جن کا مقصد بنی ثعلبہ کی سرکوبی تھا۔ الطرف النخیل کے اسی جانب المراض کے قریب البقرہ کے ایک راستے پر واقع ہے۔ حضرت زید بن حارثہؓ اور ان کے ساتھیوں کو دیکھ کر اعراب فرار ہو گئے مگر انھیں اونٹ اور بکریاں دستیاب ہوئیں۔ اس سریہ میں معرکہ آرائی کی نوبت نہ آئی حضرت زیدؓ نے اونٹ جو تعداد میں بیس تھے مدینہ پہنچا دئے۔ یہ لوگ جملہ چودہ دن مدینہ سے باہر رہے۔

سریہ زید بن حارثہ بجانب حسمیٰ

جمادی الآخر ٦ ھ میں حسمیٰ کی جانب حضرت زیدؓ بن حارثہ کا سریہ پیش آیا جو وادی القریٰ کے عقب میں واقع ہے یہاں قبیلہ جذام والے رہتے تھے۔ قبل ازیں حضرت دحیہؓ بن خلیفۃ الکلبی قیصر روم کے پاس جس نے انہیں مہمان رکھا اور خلعت دیا تھا آئے تو حسمیٰ میں انھیں الھنید بن عارض اور اس کا بیٹا عارض بن الھنید قبیلہ جذام کے چند لوگوں کے ہمراہ ملا۔ ان لوگوں نے حضرت دحیہ کلبیؓ کو راہزنی کے ذریعہ لوٹ لیا اور سوائے ان کے بدن کے کپڑوں کے کچھ نہ چھوڑا۔ یہ بات جب بنی الضبیب والوں کو معلوم ہوئی تو وہ دوڑے ہوئے آئے اور بنی جذام سے وہ تمام سامان واپس حاصل کرلیا جو انھوں نے حضرت دحیہؓ سے لوٹا تھا۔ جب حضرت دحیہؓ مدینہ منورہ آئے تو سارا ماجرا حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

سنا دیا۔ رسول اللہؐ نے پانچ سو آدمیوں کے ہمراہ حضرت زیدؓ بن حارثہ کو روانہ فرمایا اور حضرت دحیہؓ کو بھی ان کے ساتھ بھیجا۔ حضرت زیدؓ اپنے ہمراہیوں کو ساتھ رات کو چلتے تھے اور دن میں روپوش ہو جایا کرتے تھے۔ انھوں نے اپنے ساتھ قبیلہ بنی عذرہ کا ایک رہبر بھی رکھا تھا۔ وہ حضرت زیدؓ اور ان کے ساتھیوں کو منزل تک پہنچا دیا اور جس شب پہنچے تھے اس کی صبح کو مسلمانوں نے اقدام کیا ہنید اور اس کے بیٹے نشانہ بنے ایک ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں قبضہ میں آئے عورتیں اور بچے گرفتار ہوئے۔

حضرت زیدؓ بن حارثہ کے سریہ جانب حسمیٰ میں راہزنوں اور حضرت دحیہ کلبیؓ کو لوٹ لینے والوں کو ان کے کئے کی سزا پوری ہو جانے کے بعد جب مواشی اور قیدیوں کے ساتھ مراجعت ہو رہی تھی تو دوسری طرف زید بن رفاعہ الجذامی اپنی قوم کے ایک گروہ کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس گیا اور حضورؐ کا وہ فرمان دکھایا جو حضور انورؐ نے اس کے اور اس کی قوم کے لئے تحریر فرمایا تھا۔ جب وہ حضورؐ کے پاس آئے تو اسلام لائے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! ہم پر (توجہ فرمائیں)۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ”میں مقتولین کو کیا کروں؟“ ابو یزید بن عمرو نے جواباً عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! اسے رہا کر دیجئے جو زندہ ہو اور جو قتل ہو گیا ہو تو میرے ان دونوں قدموں کے نیچے ہے۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ”ابو یزید نے سچ کہا“۔ حضور اقدسؐ نے ان لوگوں کے ہمراہ حضرت علیؓ کو حضرت زیدؓ بن حارثہ کے پاس بھیج کر حکم دیا کہ وہ انھیں اور ان کی عورتوں اور ان کے مال کو واپس حوالے کریں۔ حضرت علیؓ روانہ ہوئے حضرت زیدؓ بن حارثہ کے قاصد جو خوش خبری پہنچانے کے لئے آ رہے تھے اور ان کا نام رافع بن مکث الجہنی تھا وہ ملے جو اسی قوم کی اونٹنی پر سوار تھے۔ حضرت علیؓ نے وہ اونٹنی بھی اسی قوم کو لوٹا دی اور حضرت زیدؓ سے مدینے اور ذی المروہ کے درمیان ملے انھیں حضرت علیؓ نے رسول اللہؐ کا حکم پہنچایا جس کی تعمیل میں حضرت زید بن حارثہؓ نے جو کچھ لیا تھا سب واپس کر دیا۔

سریہ وادی القریٰ

رجب المرجب ٦ ھ میں حضرت زیدؓ بن حارثہ کا سریہ وادی القریٰ ہے رسول اللہؐ بنی فرزہ کی سرکوبی کے لئے وادی القریٰ کی طرف حضرت زیدؓ کو بھیجا۔ وادی القریٰ ایک موضع مدینہ منورہ سے قریب ہے اور شام کے راستے میں پڑتا ہے اس میں چند مسلمان شہید ہوئے اور حضرت زیدؓ زخمی ہوئے۔

سریہ دومۃ الجندل

حضور اکرمؐ نے حضرت عبد الرحمن بن عوفؓ کو دومۃ الجندل کی جانب روانہ فرمایا۔ اس سریہ کے لئے روانگی سے قبل ایک نوجوان انصاری حاضر خدمت اقدسؐ ہوے اور سلام کر کے بیٹھ گئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! سب سے بہتر کون مسلمان ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کہ ''جس کے اخلاق سب سے بہتر ہوں''۔ اس نے پھر عرض کیا کہ کون مسلمان سب سے زیادہ سمجھدار ہے؟ آقائے دو جہاںؐ نے فرمایا کہ ''جو سب سے زیادہ موت کو یاد کرنے والا اور موت آنے سے پہلے سب سے زیادہ موت کی تیاری کرنے والا ایسے ہی لوگ سمجھدار اور ہوشیار ہیں''۔ انصاری نوجوان تو سن کر خاموش ہو گئے۔ رسول اللہؐ مجلس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ ''پانچ خصلتیں نہایت خطرناک ہیں اللہ تعالیٰ تم کو ان سے پناہ دے۔ اور ان کے دیکھنے سے محفوظ رکھے۔ (١) جس قوم میں بے حیائی کھلے طور پر پھیل جائے تو اس قوم میں طاعون اور وہ بیماریاں پھیلتی ہیں جو پہلے کبھی ظاہر نہ ہوئی تھیں (٢) جو قوم ناپ اور تول میں کمی کرتی ہے وہ قحط سالی اور مشقتوں میں مبتلا ہوتی ہے اور ظالم بادشاہ ان پر مسلط کر دیا جاتا ہے (٣) جو قوم مال کی زکوٰۃ نہیں نکالتی ان سے بارش روک لی جاتی ہے اگر جانور نہ ہوتے تو بارش سے بالکلیہ محروم کر دئے جاتے (٤) جو قوم اللہ عزوجل اور اس کے رسول کا عہد توڑتی ہے تو اللہ اجنبی دشمنوں کو ان پر مسلط کر دیتا ہے اور وہ غیر قوم کے لوگ ان کے ہاتھ میں جو کچھ ہوتا ہے سب لے جاتے ہیں (٥) اور جب پیشوا اور

حکام کتاب اللہ کے خلاف فیصلہ کرنے لگیں اور متکبر اور سرکش ہوجائیں تو آپس میں پھوٹ پڑ جاتی ہے۔

بعدازاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبدالرحمان بن عوف رضؓ کو حکم دیا کہ میں آج یا کل تم کو ایک مہم پر بھیجنے والا ہوں تیار ہوجاؤ۔ یہ شعبان سنہ ٦ ھ کا واقعہ ہے۔ اس ارشاد کے دوسرے دن انھیں طلب فرمایا اور اپنے سامنے بٹھلایا اور دست مبارک سے ایک سیاہ عمامہ ان کے سر پر باندھا اور چار انگشت کا شملہ پیچھے چھوڑا اور فرمایا کہ ''اے ابن عوف! اسی طرح عمامہ باندھا کرو اس طرح بہت بھلا معلوم ہوتا ہے''۔ پھر اس کے بعد حضرت بلال رضؓ کو حکم دیا کہ ایک جھنڈا لاکر عبدالرحمان بن عوف رضؓ کو دیں اور پھر حضور انور صؐ نے اللہ عزوجل کی حمد و ثناء کی اور ان سے مخاطب ہوکر فرمایا کہ ''یہ جھنڈا لے کر اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے جاؤ جن لوگوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا ہے ان سے قتال کرو خیانت اور عذر نہ کرنا، کسی کے ناک کان نہ کاٹنا، کسی بچہ کو قتل نہ کرنا یہ اللہ کا عہد ہے اور اس کے رسول کی سنت''۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضؓ کے ہمراہ سات سو افراد گئے۔ حضرت ابن عوف رضؓ کی روانگی کے وقت مزید یہ فرمایا کہ ''اگر دومۃ الجندل والے تمہاری دعوت کو قبول کریں اور اسلام لے آئیں تو وہاں کے رئیس کی دختر کو اپنے نکاح میں لینے میں تامل نہ کرنا''۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف رضؓ نے وہاں پہنچ کر لوگوں کو دعوت اسلام دی۔ تین دن تک آپ انھیں اسلام کی طرف بلاتے رہے تیسرے دن دومۃ الجندل کے رئیس اصبغ بن عمر نے اسلام قبول کیا ان کے ساتھ بہت سارے لوگ داخل اسلام ہوئے اصبغ رضؓ پہلے نصرانی تھے۔ ان کے مسلمان ہونے کے بعد انھوں نے اپنی دختر کو حضرت عبدالرحمان بن عوف رضؓ کے عقد نکاح میں دے دیا۔ حضرت اصبغ کی دختر کا نام تماضر رضؓ تھا وہ مدینہ آئیں وہی ابوسلمہ بن عبدالرحمن کی ماں بنی۔

سریہ علی بن ابی طالب رضؓ بجانب بنی سعد بن بکر بمقام فدک

شعبان سنہ ٦ ھ ہی میں بمقام فدک بجانب بنی سعد بن بکر حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کا

سریہ ہوا۔ بنی سعد بن بکر نے ایک مجمع اکٹھا کر رکھا تھا جس کا مقصد یہود خیبر کی اعانت تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہ کے ہمراہ سو آدمیوں کو روانہ فرمایا۔ حضرت علیؓ اپنے ساتھیوں کو لے کر روانہ ہوئے۔ رات کے وقت چلتے تھے اور دن کو پوشیدہ رہا کرتے۔ چلتے چلتے وہ لوگ الہج تک آ گئے جو خیبر اور فدک کے درمیان ایک چشمہ آب تھا اور مدینہ منورہ و فدک کے درمیان چھ راتوں کی مسافت ہوتی تھی۔ الہج پر حضرت علی بن ابی طالبؓ کو ایک ایسا آدمی ملا جس نے امان کے عوض اس مجمع سے متعلق تفصیلات بتا دیئے جس کے لئے یہ حضرات آئے تھے نہایت ہی منظم طریقہ سے حضرت علیؓ نے اس مجمع کو مغلوب کیا اور فتح یاب ہوئے۔ پانچ سو اونٹ اور دو ہزار بکریاں حاصل ہوئیں۔

سریہ زیدؓ بن حارثہ بجانب وادی القری

رمضان / سنہ ٦ ہجری میں وادی القری کے نواحی علاقے میں جو مدینہ منورہ سے سات راتوں کی مسافت پر واقع ہے اس جانب ام قرفہ کی طرف حضرت زید بن حارثہؓ کا سریہ پیش آیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ حضرت زید بن حارثہؓ بغرض تجارت شام کی طرف روانہ ہوئے تھے ان کے ہمراہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کا مال تجارت تھا۔ جب وہ سفر کرتے ہوئے وادی القری کی جانب بڑھے تو انھیں بنی بدر کی شاخ فزارہ کے کچھ لوگ ملے جنھوں نے ان کو اور ان کی ساتھیوں کو گھیر لیا اور ان کے ساتھ زیادتی کی۔ مارا پیٹا اور جو کچھ مال تجارت حضرت زیدؓ بن حارثہ اور ان کے ساتھیوں کے پاس تھا سب کچھ چھین لیا۔ زیدؓ زخمی ہو گئے تھے جب وہ اچھے ہوئے تو حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فزارہ والوں کی زیادتیوں، شرارتوں اور لوٹ مار کا ماجرا عرض کیا۔ حضورؐ نے انھیں فزارہ والوں کی طرف بھیجا یہ لوگ بھی رات کو چلتے اور دن میں کہیں پوشیدہ رہتے اس طرح سات راتوں کے سفر کے بعد وہ منزل کے قریب پہنچ گئے۔ بنو بدر نے انھیں آتا دیکھ کر سمجھ لیا کہ حالات موافق نہیں ہیں حضرت زیدؓ بن حارثہ نے اپنے

ساتھیوں کے ساتھ صبح کے اجالے میں فزارہ کے پاس جانا طے کیا۔ چنانچہ وہ پہنچے اور بنو بدر کو گھیر لیا۔ بلند آواز سے تکبیر کہی اور اپنا رعب جما دیا۔ ام قرفہ اور اسکی بیٹی جاریہ بنت مالک کو گرفتار کرلیا۔ ام قرفہ کا نام فاطمہ بنت ربیعہ تھا۔ یہ اپنے قبیلہ کی سردارہ تھی اور نہایت شریر نفس بڑھیا تھی جو اپنے قبیلہ کے لوگوں کے ساتھ مل کر تجارتی قافلوں کو لوٹا کرتی تھی اسی نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کے قافلہ کو روکا تھا اور لوٹ مار کر کے سارا مال چھین لیا تھا۔ ام قرفہ اسلام اور مسلمانوں کی بدترین دشمن اور بدخواہ تھی۔ اس سریہ میں ام قرفہ قیس بن المحسر کے ہاتھوں ماری گئی اور اس کے تیس آدمی بھی تہہ تیغ ہوئے۔

سریہ عبداللہ بن عتیک بجانب خیبر

رمضان سنہ ۶ ھ میں بمقام خیبر عبداللہؓ بن عتیک کو ابورافع سلام بن ابی الحقیق النضری کی طرف روانہ کیا گیا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ ابورافع بن الحقیق نے غطفان اور جو مشرکین عرب اس کے گرد تھے انھیں جمع کیا اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنگ کے لئے مشرکین و کفار کا ایک بہت بڑا مجمع اکٹھا ہو گیا تھا ان کا استیصال ضروری ہو گیا تھا اسی وجہ سے حضرات عبداللہ بن عتیک، عبداللہ بن انیس، ابوقتادہ، اسود بن خزاعی اور مسعود بن سنان رضی اللہ عنھم ابورافع کو کیفر کردار تک پہنچانے کے لئے مامور کئے گئے یہ لوگ خیبر پہنچ کر پوشیدہ ہو گئے جب سناٹا ہوا تو وہ لوگ ابورافع کے مکان کے قریب آئے اور زینے پر چڑھ گئے سب لوگوں نے عبداللہ بن عتیکؓ کو آگے کیا کیونکہ وہ یہودی زبان میں گفتگو کر سکتے تھے۔ یہ لوگ اس کے دروازے تک پہنچے اور دستک دی پھر یکبارگی ابورافع کو اس کے سفید رنگ سے پہچان کر اس پر ٹوٹ پڑے اور اس دشمن خدا و رسولؐ کو اس کے انجام تک پہنچا کر پلٹ آئے۔ ابورافع کے قتل کے بعد اس کے گھر والوں کی چیخ پکار سن کر کفار کا ایک سردار حارث ابوزینب تین ہزار لوگوں کے ہمراہ تعاقب کے لئے نکلا۔ جماعت صحابہ ایسے محفوظ مقام پر پوشیدہ تھی کہ یہودیوں کے لاکھ ڈھونڈنے

کے باوجود ان لوگوں کو تلاش نہ کر سکی۔ ناچار حارث ابوزینب کو اپنے ساتھیوں کے ساتھ واپس لوٹ جانا پڑا دو روز کے قیام کے بعد حضرت عبداللہ بن عتیکؓ اور ان کے ہمراہی وہاں سے نکل کر مدینہ منورہ کی طرف چل پڑے اور بارہ گار رسالت پناہیؐ میں حاضر ہو کر اس واقعہ کی تفصیلات بیان کیں۔ ابورافع کے خاتمہ سے ایک بہت بڑا فتنہ ختم ہوا۔ اس پر مسلمانوں نے شکر الٰہی بجالایا۔

سریہ عبداللہ بن رواحہ بجانب اسیر بن زارم

جب ابورافع سلام بن ابی الحقیق کا قتل ہو گیا تو یہودیوں نے اسیر بن زارم کو اپنا قائد بنالیا۔ اس نے بھی اپنے پیشرو کی طرح غطفان وغیرہ قبائل میں جا کر لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکا کر جمع کرنا شروع کیا اور اپنی شرارتیں تیز کر دیں۔ اس بات کا جب حال معلوم ہوا تو دریافت واقعات کے لئے حضرت عبداللہ بن رواحہؓ اور تین آدمی پوشیدہ طور پر نکلے اور تحقیقات کے بعد تمام حالات کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دی۔ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کو ہی اس مہم کا سربراہ بنایا گیا۔ تیس آدمیوں کو ان کے ساتھ کیا گیا۔ یہ لوگ اسیر کے پاس آئے اور بعد گفتگو کے اسے اپنے ہمراہ چلنے پر آمادہ کیا۔ بعدازاں حالات نے ایسا رخ اختیار کیا کہ اسیر بن زارم کو اپنی بدعہدی کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ اسیر بن زارم نے غفلت میں حملہ کرنا چاہا اور حضرت عبداللہؓ بن انیس کی تلوار کو قبضہ میں کر لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا کہ وہ نہایت پھرتی سے صاف بچ نکلے۔ اسیر بن زارم کو اس شرارت اور بدعہدی کے باعث سخت مقابلہ کا سامنا کرنا پڑا۔ مسلمانوں نے اسے اور اس کے ساتھیوں کو اپنے قابو میں کیا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے وار سے اسیر زخمی ہوا۔ لیکن اس نے حضرت عبداللہؓ کے سر پر ایک جنگلی درخت کی لکڑی سے وار کیا پھر ایک گھمسان کی لڑائی میں کفار مارے گئے۔ جب یہ سب لوگ بارگاہ رسالت مآبؐ میں واپس آئے اور سارا حال عرض کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے تمھیں ظالموں کی قوم سے نجات دی"۔ یہ واقعہ سنہ

۶ھ بعد رمضان مبارک کا ہے۔

سریہ کرز بن جابر الفہری بجانب العرنیین

شوال سنہ ۶ھ ہی میں عرنیین کی جانب کرز بن جابر الفہری کا سریہ ہے۔اس سریہ کا سبب یہ ہوا کہ قبیلہ عرنیہ کے آٹھ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور اسلام قبول کیا۔وہ لوگ بیمار ہوئے تو حضورؐ کے حکم پر انھیں ذی الجدر علاقہ قباء میں ٹھہر نے دیا گیا جہاں پر حضورؐ کے اونٹ عیر کے قریب چرا کرتے تھے۔وہ لوگ وہاں پر رہے اور کافی تندرست اور موٹے تازے ہو گئے۔اس کے بعد یکا یک ان لوگوں میں فتور پیدا ہوا اور انھوں نے ایک صبح اونٹوں پر حملہ کیا اور ہنکالے گئے۔رسول اللہؐ کے آزاد کردہ حضرت یسارؓ نے انھیں دیکھا تو اپنے ہمراہیوں کے ساتھ انھیں روکا لیکن عرنیہ والوں نے ان کے ہاتھ پیر کاٹ دیئے اور زبان اور آنکھوں میں کانٹے بھونک دیئے۔حضرت یسارؓ شہید ہو گئے۔اس واقعہ نے مدینہ منورہ میں اضطراب پھیلا دیا۔

رسول اللہؐ نے بیس آدمیوں پر مشتمل ایک سریہ حضرت کرزؓ بن جابر الفہری کی امارت میں بھیجا جنھوں نے تعاقب کر کے عرنیہ کے لوگوں کو گرفتار کیا اور انھیں مدینہ منورہ لائے جہاں انھیں ان کے کئے کی سزا دی گئی۔حکم الٰہی کے موافق فیصلہ ہوا یعنی ’’ان لوگوں کی جزا جو اللہ اور رسولؐ سے جنگ کرتے ہیں اور زمین پر فساد کرتے پھرتے ہیں یہی ہیں کہ وہ قتل کئے جائیں‘‘۔

سریہ عمروؓ بن امیہ الضمری

ابوسفیان بن حرب نے ایک دن قریش سے خطاب کیا اوران سے دریافت کیا کہ کیا تم میں ایک بھی ایسا نہیں جو (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو دھوکے سے قتل کردے کیوں کہ وہ بازاروں میں چلتے پھرتے ہیں۔ اس دوران ابوسفیان بن حرب کی بات سن کر ان کے پاس ایک اعرابی آیا اور کہا کہ چھپ کر دھوکے سے قتل کر دینے کا کام میرے لئے بہت آسان ہے۔ میں اپنے آپ کو سب سے زیادہ تیز، سب سے زیادہ مضبوط اور اپنے دل کو سب سے زیادہ مطمئن پاتا ہوں۔ اگر تم مجھے قوت دو یعنی میری مدد کرو تو میں ان کی جانب روانہ ہو جاؤں اور دھوکے سے قتل کردوں گا میرے پاس ایک خنجر ہے جو گدھ کے پر کی طرح ہے جس سے میں حملہ آور ہوں گا پھر کسی قافلے میں مل جاؤں گا اور بھاگ کر اس جماعت سے آگے بڑھ جاؤں گا کیوں کہ میں آنے جانے کے راستوں سے بخوبی واقف ہوں اور اسے خوب جانتا ہوں۔ ابوسفیان نے اس کی تمام باتیں سن کر کہا کہ تو ہمارا دوست ہے اور اس اعرابی کی پیشکش کو قبول کرلیا اور اس کے مطالبہ کو مان لیا۔ اسے سفر کے لئے اونٹ اور خرچ دیا مزید امداد کا بھی یقین دلا دیا۔ اسے تاکید کی کہ اپنے کام کو پوشیدہ رکھنا کسی کو کانوں کان خبر ہونے نہ پائے۔ وہ اعرابی اسی شب روانہ ہوا وہ اپنی سواری پر مسلسل پانچ شب چلا اور چھٹی صبح ظہر الحرہ پہنچ گیا۔ وہ رسول اللہؐ سے متعلق لوگوں سے پوچھنے لگا جب اسے بتا دیا گیا کہ حضورؐ کہاں جلوہ افروز ہیں تو اس اعرابی نے اپنی سواری باندھ دی اور مسجد بنی عبد الاشہل جہاں آقائے دو جہاں تشریف فرما تھے، حضورؐ کی طرف آیا۔ رسول اللہؐ نے اسے آتا ہوا دیکھا تو ارشاد فرمایا کہ یہ آنے والا بدعہدی کا ارادہ رکھتا ہے۔ اعرابی آگے بڑھا تا کہ اپنا ارادۂ بد پورا

کرے کہ حضرت اسید بن حضیرؓ نے اسے پکڑ لیا اور جب اس کے زیریں لباس کو جھٹکا تو کپڑوں میں چھپا ہوا خنجر نیچے گر پڑا۔ اعرابی گھبرا کر کانپنے لگا اور اکہا میرا خون میرا خون۔ حضرت اسید بن حضیرؓ نے ایک مرتبہ پھر اس کے کپڑے پکڑ کر جھنجوڑا۔ رسول اللہؐ نے اس سے ارشاد فرمایا کہ "مجھ سے سچ سچ بتا کہ تو کون ہے؟" اس نے جواباً عرض کیا کہ کیا مجھے امان ہے؟ حضور رحمۃ للعلمینؐ نے فرمایا کہ "ہاں"۔ اس نے حضورؐ کو اپنے کام سے متعلق پوری بات بتادی کہ کس طرح ابوسفیان بن حرب نے اسے اس کام کے لئے مقرر کیا تھا۔ رسول اللہؐ نے اسے رہا فرمادیا وہ حضور اقدسؐ کے مرحمانہ سلوک سے اس قدر متاثر ہوا کہ فوراً اسلام لے آیا۔

حضرت عمروؓ بن امیہ الضمری اور سلمہ بن اسلمؓ ابوسفیان بن حرب کی طرف روانہ ہوے کہ وہ مناسب موقع دیکھ کر اسے انجام تک پہنچادیں۔ وہ دونوں روانہ ہوئے اور مکہ میں داخل ہوئے۔ عمروؓ بن امیہ رات کے وقت جا کر بیت اللہ کا طواف کرنے لگے تو انھیں معاویہ بن ابی سفیان نے دیکھ لیا اور پہچان کر قریش کو اطلاع دی۔ حضرت عمرو بن امیہؓ بڑے بہادر جری تھے۔ انھیں دیکھ قریش کو اندیشہ ہوا کہ ان کا آنا یو نہی نہیں ہے چنانچہ ان کی تلاشی بھی لی۔ قریش نے ان کے خلاف اقدام پر اتفاق کرلیا۔ عمروؓ اور سلمہؓ دونوں نے حالات کا جائزہ لے کر مکہ سے بلا تاخیر نکل جانے کا فیصلہ کرلیا کیونکہ اب ابوسفیان کا قتل ممکن نہ رہا تھا چنانچہ دونوں مکہ سے نکل پڑے راستہ میں عمروؓ نے عبداللہ بن مالک تیمی کو ختم کیا اور بنی الدیل کے ایک شخص کا بھی خاتمہ کردیا جو یہ شعر گا رہا تھا کہ "میں جب تک زندہ ہوں مسلمان نہ ہوؤں گا اور نہ میں مسلمانوں کا دین قبول کروں گا"۔ قریش نے ان لوگوں کے تعاقب میں دریافت حال کے لئے دو قاصد روانہ کئے تھے۔ حضرات عمروؓ وسلمہؓ نے ان میں سے ایک کو وہیں ڈھیر کردیا جہاں وہ نظر آئے تھے اور دوسرے کو گرفتار کر کے حضورؐ کے دیار مبارک تک لے آئے۔ حضرت عمروؓ جب بارگاہ اقدس میں حاضر

ہوئے تو حضورؐ نے ان سے تمام حالات سنے۔ جب وہ اپنا حال بیان کر رہے تھے تو حضورؐ ہنس پڑے اور انھیں دعائے خیر سے نوازا۔ (طبقات ج ۲) مورخین کے ہاں سریہ عمرو بن امیہ الضمری سنہ ۶ ھ کے واقعات میں سے ہے۔

صلحہ حدیبیہ
عمرہ کے لئے روانگی اور ابتدائی مراحل

حدیبیہ ایک کنویں کا نام ہے جس سے متصل ایک گاؤں ہے جو اسی نام سے مشہور ہے۔ یہ آبادی مکہ مکرمہ سے ۹ میل کے فاصلہ پر ہے اس کا اکثر حصہ حرم اور مابقی حل ہے۔ بیہقی کی ایک روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خواب دیکھا کہ حضورؐ مع اصحاب مکہ مکرمہ میں امن کے ساتھ داخل ہوے اور عمرہ کر کے بعض نے حلق کروایا اور بعض نے قصر۔ جب حضور انورؐ نے اپنے اس خواب کو صحابہ کرام سے سنایا تو ان لوگوں کے دلوں میں بیت اللہ کی محبت نے پورے جوش وخروش سے انگڑائی لی اور آتش شوق بھڑک اٹھی۔ زیارت بیت اللہ کی تمنا نے ہر ایک صحابی کو بے چین ومضطرب کر دیا۔

رسول اللہؐ نے اپنے اصحاب سے عمرہ کے لئے چلنے کو فرمایا۔ ان لوگوں نے بہت جلدی کی اور فوری تیار ہو گئے۔ حضورؐ کاشانہ انور تشریف لے گئے غسل فرمایا، دو کپڑے زیب بدن اطہر کئے اور اپنی سواری قصواء پر روانہ ہوے۔ طلوع ہلال ذی القعدہ ۶ ھ کہ جس دن پیر تھا حضور اقدسؐ نے قصد عمرہ کر کے سفر کا آغاز فرمایا۔ مدینہ منورہ پر حضورؐ نے حضرت عبد اللہؓ بن ام مکتوم کو ناظم اعلیٰ بنایا۔ حضور انورؐ کے ہمراہ پندرہ سو صحابہ تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام نے ذوالحلیفہ میں پہنچ کر نماز ظہر ادا کی۔ ہمراہ سوائے تلواروں کے جو چرمی میانوں میں تھیں اور کوئی ہتھیار نہ تھا۔ حضور اقدسؐ نے اپنے ساتھ قربانی کے اونٹ لئے و نیز صحابہ کرام نے بھی قربانی کے اونٹ ساتھ رکھے۔ ذوالحلیفہ میں حضورؐ نے اونٹوں کو طلب فرمایا، انھیں جھول پہنائی گئی اور انٹوں کے کوہانوں میں داہنی طرف نشان قربانی بنائے اور ان کے گلوں میں قلاوے ڈالے گئے۔ ان کی تعداد ستر تھی۔ رسول اللہؐ نے یہاں احرام باندھا اور تلبیہ کہا عبادؓ بن بشر (بروایت دیگر بسرؓ بن سفیان) کو بیس سواروں کے ہمراہ آگے روانہ فرمایا تا کہ وہ حالات دریافت کر کے اطلاع دیں۔ حضور انورؐ کے ہمراہ جو صحابہ کرام تھے ان کی تعداد کے بارے میں مختلف روایتیں ملتی ہیں پندرہ سو، چودہ سو یا سولہ سو۔ صحیحین میں پندرہ سو اور چودہ سو کی تعداد کے بارے میں علی الترتیب حضرات براء بن عازبؓ اور حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے منقول ہے۔ حضور اکرمؐ کے ہمراہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ تھیں۔

مشرکین کو جب معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں اور صحابہ کی کثیر تعداد ساتھ ہے تو وہ سب اس رائے پر متفق ہو گئے کہ رسول اللہؐ کو حرم شریف سے روکا جائے۔ وہ سب اس غلط فہمی کا شکار ہو گئے تھے کہ سرکار دو عالمؐ کا ارادہ جنگ کا ہے، حالانکہ حضور انورؐ صرف عمرہ کی ادائیگی کے لئے نکلے تھے۔ اسی وجہ سے کوئی سامان جنگ اور سلاح حرب ساتھ نہ تھے صرف تلواریں بنام ہتھیار تھیں جو مسافرین کے سامان سفر میں ناگزیر ہوتی تھی۔ مشرکین نے تیزی کے ساتھ رسول اللہؐ کو روکنے کے اقدامات کئے۔ بسر بن سفیانؓ نے مکہ پہنچ کر تمام حالات معلوم کر لئے اور بلا تاخیر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اس وقت تک رسول اللہؐ غدیر اشطاط تک تشریف لا چکے تھے۔ مشرکین نے بلدح میں اپنا لشکر جمع کیا۔ خالد بن ولید یا بروایت دیگر عکرمہ بن ابی جہل کی سرکردگی میں دو سو سواروں

کا ایک دستہ کراع الغمیم کے آگے تک پہنچ گیا۔ خالد بن ولید اپنے سواروں کے ساتھ اتنا نزدیک پہنچ گئے تھے کہ انھوں نے صحابہ کرام کو صاف طور پر دیکھ لیا۔ رسول اللہؐ نے عبادؓ بن بشر کو حکم دیا کہ خالد بن ولید کے دستہ کے آگے صف باندھ لیں چنانچہ انھوں نے اپنے ساتھیوں کے ساتھ صف بندی کر لی۔ نماز ظہر کے وقت بطور خاص حضور اکرمؐ نے صحابہ کرام کو نماز خوف پڑھائی۔ جب شام ہوئی تو حضور اقدسؐ نے صحابہ کرام کو حکم دیا کہ العصل کی داہنی جانب کے راستہ کو اختیار کریں اور حدیبیہ کے قریب پہنچ کر قیام فرمایا۔ ''حدیبیہ'' مکہ مکرمہ سے نو میل کے فاصلہ پر ایک مقام ہے یہاں کے چشموں میں پانی نہ تھا۔ موسم گرما اور سفر کے باعث پانی کی کمی اور پیاس کی شدت بڑھ گئی۔ رسول اللہؐ نے اپنے ترکش سے ایک تیر مرحمت فرما کر ایک چشمہ میں نصب کر دینے کا حکم دیا۔ جب تعمیل کی گئی تو اسی وقت پانی اس قدر جوش مارنے لگا کہ سارے مسلمان سیراب ہو گئے۔ یہاں بار بار بارش بھی ہوتی رہی اور پانی کی کمی کا کوئی مسئلہ نہ رہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بدیل بن ورقاء اور خزاعہ کے چند سوار آئے، انھوں نے حضور اقدسؐ کو سلام کیا اور عرض کیا کہ ہم آپ کے پاس آپ کی قوم کی طرف سے آئے ہیں کعب بن لوی اور عامر بن لوئ نے مختلف جماعت کے لشکروں سے اور اپنے فرماں برداروں سے آپ کے مقابلہ کے لئے روانہ ہونے کی خواہش کی ہے۔ ان کے ہمراہ اونٹ، بچے والے جانور، عورتیں اور بچے ہیں انھوں نے یہ قسم کھائی ہے کہ اس وقت آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان راستہ نہ کھولیں گے جب تک کہ ان کے بڑے لوگ ہلاک نہ ہو جائیں۔ ان کی باتیں سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''ہم کسی شخص کی خونریزی کے لئے نہیں آئے، ہم تو صرف اس لئے آئے ہیں کہ اس (بیت اللہ) کا طواف کریں جو ہمیں روکے گا نتیجہ کا ذمہ دار ہوگا''۔ بدیل واپس ہوا اور قریش کو اس بات کی اطلاع دی۔ قریش

نے عروہ بن مسعود ثقفی کو بھیجا۔ رسول اللہؐ نے اس کو بھی بتا دیا کہ ہم صرف بیت اللہ کے طواف کے لئے آئے ہیں۔ خونریزی یا لڑائی مقصود نہیں۔ عروہ نے بھی قریش کو رسول اللہؐ کے جواب سے مطلع کیا۔ پھر قریش کی طرف سے مکرز بن حفص بن الاخیف آیا۔ حضور اقدسؐ نے اس سے بھی وہی فرمایا جو اس کے پیشروؤں سے ارشاد کیا تھا مکرز نے بھی واپس قریش کو بتا دیا۔ قریش نے پھر حلیس بن علقمہ کو بھیجا وہ اس روز مختلف جماعتوں کے لشکروں کا سردار تھا اور خود بھی عبارت کیا کرتا تھا۔ جب اس نے ہدی (قربانی) کے جانوروں کو دیکھا کہ ان پر ہار ہیں جو بہت زمانے تک رکے رہنے کی وجہ سے اس کے بال جھڑ گئے تو اس نے جو کچھ دیکھا تھا اسے بڑی بات سمجھ کر رسول اللہؐ سے ملاقات کئے بغیر قریش کے پاس واپس ہو کر کہا کہ ''واللہ! تمھیں ان (رسول اللہؐ) کے لئے راستہ ضرور کھولنا پڑے گا ورنہ میں لشکروں کو منتشر کر دوں گا''۔ قریش نے التجاء کی کہ ہمیں کچھ مہلت دے کہ ہم اپنے لئے کسی ایسے شخص کو اختیار کر لیں جس سے ہم راضی ہوں۔

قریش کی طرف مسلمانوں کے سفراء کی روانگی

حدیبیہ میں قیام فرمانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب سے پہلے خراشؓ بن امیۃ الکعبی کو قریش کی جانب اپنی طرف سے بھیجا تا کہ وہ انھیں اطلاع دیں کہ حضورؐ کی تشریف آوری کی غرض و غایت کیا ہے اور قریش پر واضح کر دیں کہ ہماری آمد کا مقصد محض بیت اللہ شریف کی زیارت ہے جنگ و جدال نہیں جب خراشؓ بن امیہ مکہ مکرمہ پہنچے اور قریش سے گفتگو کرنی چاہی تو بجائے اس کے کہ ان کی بات سنی جاتی قریشیوں نے خراشؓ کو گرفتار کر لیا اور درپے قتل ہوئے مگر خراش کے قبیلے والے جو وہاں موجود

تھے درمیان میں آگئے اور انھیں بچالیا البتہ اہل مکہ نے خراش رضؓ کا اونٹ ذبح کر ڈالا۔ خراشؓ بن امیہ کسی طرح بچ بچا کر واپس آگئے اور واقعہ کی تفصیلات بیان کیں۔

رسول اللہؐ نے ارادہ فرمایا کہ حضرت عمر بن خطابؓ کو اپنے پیام اقدس کے ساتھ قریش کے پاس بھیجیں۔ حضرت عمرؓ نے معذرت کی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہؐ! آپ کو معلوم ہے کہ اہل مکہ مجھ سے کس قدر برہم ہیں اور کس درجہ میرے دشمن ہیں مکہ میں میرے قبیلہ کا کوئی شخص نہیں جو مجھے بچا سکے اگر آپ (حضرت) عثمانؓ کو بھیجیں جن کی مکہ میں قرابتیں ہیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔ (سیرۃ المصطفیٰ ج ۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس رائے کو پسند فرمایا اور حضرت عثمان بن عفانؓ کو روانہ کیا۔ ان سے فرمایا کہ "قریش کے پاس جاؤ انھیں یہ اطلاع دو کہ ہم کسی کی خونریزی کے لئے نہیں آئے ہیں ہم تو صرف اس بیت اللہ کی زیارت کے لئے اس کی حرمت کی تعمیل کے لئے آئے ہیں ہمارے ہمراہ ہدی (قربانی کا جانور) بھی ہے جسے ہم ذبح کریں گے اور واپس ہوں گے"۔ ابوسفیان اور دیگر روسائے قریش کے لئے یہ پیام تھا اور وہ مسلمان جو مکہ میں تھے اور اپنا اسلام ظاہر نہ کر سکتے تھے ان کے لئے یہ نوید بھیجی کہ گھبرائیں نہیں عنقریب اللہ تعالیٰ سامان فتح فرمائے گا اور اپنے دین کو ظاہر و غالب فرمائے گا۔ حضرت عثمان غنیؓ اپنے ایک عزیز ابان بن سعید کی پناہ میں مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے اور قریش کے سرداروں تک رسول اللہؐ کا پیام پہنچا دیا و نیز ضعفاء مسلمین کو بشارت سنادی۔ حضرت عثمانؓ سے حضور اکرمؐ کا پیام پا کر قریش نے بالاتفاق یہ جواب دیا کہ اس سال تو رسول اللہؐ اور آپ کے صحابہ کرام مکہ میں داخل نہیں ہو سکتے۔ ہاں اگر تم چاہو تو تنہاء طواف کر سکتے ہو۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ "میں رسول اللہؐ کے بغیر کبھی طواف نہ کروں گا"۔ قریش یہ سن کر خاموش ہو گئے لیکن حضرت عثمان غنیؓ کو اپنے پاس روک لیا۔

بیعت الرضوان

جب حضرت عثمانؓ کافی دیر تک واپس نہ آئے تو اسی بناء پر ان کی شہادت کی خبر مشہور ہو گئی یہی وہ امر تھا جس سے رسول اللہؐ نے مسلمانوں کو ''بیعت الرضوان'' کی دعوت دی۔ حضور انورؐ نے مسلمانوں سے درخت کے نیچے بیعت لی۔ حضرت عثمانؓ کے لئے بھی بیعت لی۔ حضور انورؐ نے اپنا بایاں ہاتھ داہنے ہاتھ پر حضرت عثمانؓ کے لئے رکھا اور فرمایا کہ وہ اللہ کی حاجت اور اس کے رسول کی حاجت میں گئے۔ روایت ہے کہ سب سے پہلے ابوسنان اسدیؓ نے بیعت کی (معجم طبرانی بروایت حضرت ابن عمرؓ) رسول اللہؐ نے لوگوں کو جب بیعت کے لئے بلایا تو سب سے پہلے حضرت ابوسنانؓ حضور اقدسؐ کی خدمت میں آئے اور عرض کیا کہ ''یارسول اللہؐ! بیعت کے لئے دست اقدس بڑھائیے''۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ ''تم کس چیز پر بیعت کرتے ہو''؟ حضرت ابوسنانؓ نے عرض کیا کہ ''اس چیز پر جو میرے دل میں ہے''۔ حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ ''تمہارے دل میں کیا چیز ہے؟'' ابوسنانؓ نے عرض کی کہ یارسول اللہؐ! میرے دل میں یہ ہے کہ اس وقت تک تلوار چلاتا رہوں جب تک اللہ عزوجل آپ کو غلبہ نصیب فرمائے یا اس راہ میں مارا جاؤں''۔ حضور انورؐ نے حضرت ابوسنانؓ سے بیعت لی اور اسی پر سب نے بیعت کی۔ مسلم شریف کی روایت کے بموجب حضرت سلمہ بن الاکوعؓ نے تین مرتبہ بیعت کی۔ زرقانی میں ہے کہ جب رسول اللہؐ نے اپنے داہنے ہاتھ کو اپنا اور بائیں ہاتھ کو حضرت عثمانؓ کا ہاتھ قرار دے کر فرمایا کہ یہ بیعت عثمان کی طرف سے ہے (بخاری شریف) تو حضرت عثمانؓ اس واقعہ کا ذکر کر کے فرمایا کرتے تھے کہ میری جانب سے رسول اللہؐ کا بایاں ہاتھ میرے داہنے ہاتھ سے کہیں بہتر تھا اس بیعت کو ''بیعت الرضوان'' کہتے

ہیں جس کا اللہ تعالی نے سورہ فتح میں ذکر فرمایا ہے۔ جلد ہی حضرت عثمانؓ کے صحیح وسلامت ہونے کا حال معلوم ہو گیا

- ''بے شک اللہ راضی ہوا ایمان والوں سے جب وہ اس پیڑ کے نیچے تمہاری بیعت کرتے تھے تو اللہ نے جانا جو ان کے دلوں میں ہے تو ان پر اطمینان اتارا اور انھیں جلد آنے والی فتح کا انعام دیا۔ اور بہت سی غنیمتیں جن کو ملیں اور اللہ عزت وحکمت والا ہے''۔ (۴۸/۱۸،۱۹)

تاہم یہ حکمت الٰہی تھی کہ قریش کو اس بیعت کا علم ہوا تو وہ بہت مرعوب اور خوفزدہ ہو گئے اور صلح کے لئے نامہ و پیام کا سلسلہ شروع کر دیا (فتح الباری) پھر قریش کی طرف سے قاصد آنے جانے لگے۔ سب نے آشتی و صلح پر اتفاق کیا۔

قریش کے سفراء کی آمد اور صلح نامہ

قریش کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سفراء کی آمد ورفت کا سلسلہ شروع ہوا۔ جب قریش کی طرف سے سہیل بن عمرو آتا ہوا نظر آیا تو حضورؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ ''البتہ تمہارا معاملہ کچھ سہل ہو گیا'' اور مزید ارشاد فرمایا کہ ''قریش اب صلح کی طرف مائل ہو گئے ہیں اس شخص کو صلح کیلئے بھیجا ہے''۔ سہیل، رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بڑی دیر تک صلح کی شرائط پر بات چیت ہوتی رہی سب نے آشتی و صلح پر اتفاق کیا۔ جو صلحنامہ ہوا اس کی تحریر حضرت علی کرم اللہ وجہ کے تفویض ہوئی۔ حضرت علیؓ کو سب سے پہلے ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' لکھنے کا حکم دیا۔ حسب ارشاد حضرت علیؓ نے جب لکھنا چاہا تو سہیل نے کہا قدیم دستور عرب کے موافق ''باسمک اللّٰھم'' لکھا جائے۔ حضور انورؐ نے فرمایا ''اچھا

یہی لکھو‘‘۔ پھر جو صلح نامہ لکھا گیا اس کا ترجمہ طبقات ابن سعد جز وثانی میں اس طرح ہے۔

’’یہ وہ (صلح نامہ) ہے جس پر محمد (رسول اللہؐ) بن عبد اللہ اور سہیل بن عمرو نے صلح کی۔ دونوں نے دس سال تک ہتھیار رکھ دینے کا عہد کیا کہ لوگ امن سے رہیں اور ایک دوسرے سے تعرض نہ کریں اس طور پر کہ نہ خفیہ چوری ہو نہ خیانت ہو یہ معاہدہ ہمارے درمیان (بندش فتنہ کے لحاظ سے) ایک بند صندوق کا حکم رکھتا ہے۔ ہمارے درمیان مثل ایک صندوق کے ہے جو چاہے کہ (حضرت) محمدؐ کی ذمہ داری میں داخل ہو تو وہ ایسا کر سکے گا، جو شخص یہ پسند کرے کہ قریش کے عہد میں داخل ہو وہ بھی ایسا کر سکے گا۔ ان میں سے جو شخص بغیر اپنے ولی کی اجازت کے (حضرت) محمدؐ کے پاس آئے گا تو وہ اسے اس کے ولی کے پاس واپس کریں گے۔ اصحاب محمدؐ سے جو شخص قریش کے پاس آئے گا وہ اسے واپس نہیں کریں گے۔ اس سال محمدؐ اپنے اصحاب کو ہمارے پاس سے واپس لے جائیں گے اور سال آئندہ ہمارے پاس مع اپنے اصحاب کے اس طرح آ کر مکے میں قیام کریں گے کہ ہمارے یہاں سوائے ان ہتھیاروں کے کوئی ہتھیار لے کے داخل نہ ہوں گے جو مسافر کے ہتھیار ہوتے ہیں اور وہ تلواریں ہیں جو چمڑے کے میان میں ہوتی ہیں۔‘‘

مسلمانوں کی طرف سے حضرات ابوبکر بن ابی قحافہ، عمر بن خطاب، عبد الرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، عثمان بن عفان، ابوعبیدہ بن الجراح، محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہم اور قریش کی طرف سے حویطب بن عبد العزی، مکرز بن حفص بن الاحنیف اس کے گواہ ہوئے۔

اس عہد نامہ کا عنوان حضرت علیؓ نے لکھا تھا اس کو رسول اللہؐ نے اپنے پاس رکھا اور اسکی نقل سہیل بن عمرو کو دی گئی۔ ابو جندلؓ بن سہیل بن عمرو مکہ سے رسول اللہؐ کے پاس آئے وہ مقید تھے اور مشکل سے چل سکتے تھے۔ سہیل نے انھیں دیکھ کر کہا کہ ’’یہ پہلا شخص ہے جس کے متعلق میں آپ سے صلح کی بناء پر مطالبہ

کروں گا''۔ حضورؐ نے انھیں واپس کر دیا اور فرمایا کہ ''اے ابو جندل! ہمارے اور اس قوم کے درمیان صلح مکمل ہو گئی ہے اس لئے تم صبر کرو یہاں تک کہ اللہ تعالی تمہارے لئے کشائش کی سبیل پیدا کر دے۔''

خزاعہ اٹھ کھڑے ہوئے اور کہا کہ ہم (حضرت) محمدؐ کے عہد میں داخل ہوتے ہیں۔ جب صلح کی کاروائی تکمیل پا گئی تو سہیل اور ان کے جملہ ساتھی واپس ہو گئے۔ رسول اللہؐ نے قربانی کی۔ حضرت خراشؓ بن امیہ الکعبی نے رسول اللہؐ کے سر اقدس کا حلق کرنے کی سعادت پائی۔ صحابہ کرام نے بھی قربانی کی اور ان میں سے زیادہ لوگوں نے اپنے اپنے سروں کا حلق کروایا یعنی بال مونڈ وائے۔ دوسروں نے بال کتروائے رسول اللہؐ نے تین مرتبہ فرمایا کہ ''اللہ سر مونڈ وانے والوں پر رحم کرے''۔ تب صحابہ نے عرض کیا کہ ''یارسول اللہؐ! اور بال کتروانے والوں پر؟''۔ تب حضور انورؐ نے فرمایا کہ ''بال کتروانے والوں پر بھی''۔ حضرت مجمع بن یعقوب نے اپنے والد سے روایت کی کہ جب حضورؐ اور آپ کے اصحاب روانہ ہوئے تو حدیبیہ میں سر مونڈایا اور قربانی کی تو اللہ تعالی نے ایک تیز ہوا بھیجی جو ان بالوں کو اڑا لے گئی اور اس نے انھیں حرم میں ڈال دیا۔

صحابہ نے حضورؐ کے موئے مبارک کو محفوظ کر لیا۔ حضرت ام عمارہؓ کے پاس بھی موئے مبارک موجود تھے جنہیں وہ بڑی احتیاط سے اپنے پاس رکھتی تھیں اور جب کوئی شخص بیمار ہوتا تو وہ ان بالوں کو پانی میں دھوتیں اور وہ پانی مریض کو پلا دیتیں جس سے اسے شفا حاصل ہوتی۔ (سیرت حلبیہ)

رسول اللہؐ دس روز سے زائد الحدیبیہ میں مقیم رہے بروایت دیگر حضور اکرمؐ نے بیس دن قیام فرمایا۔ پھر مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرمائی۔

واقعاتی تسلسل اور فتح عظیم کی نوید

جب حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے دریافت کیا گیا کہ بیعت کے دن آپ لوگ کتنے تھے تو انہوں نے کہا کہ ہم پندرہ سو تھے لوگوں کو پیاس لاحق ہوئی تو رسول اللہؐ کے پاس ایک چھوٹے سے برتن میں پانی لایا گیا آقاے دو جہاںؐ نے اس میں اپنا دست مبارک ڈال دیا۔ پانی حضورؐ کی انگلیوں سے اس طرح نکلنے لگا جیسے وہ چشمے ہوں ہم سبھوں نے اسے پیا اور وہ ہمیں کافی ہو گیا۔ راوی نے پوچھا آپ لوگ کتنے تھے انہوں نے کہا ہم لوگ اگر ایک لاکھ بھی ہوتے تو وہ ضرور ہمیں کافی ہو جاتا ہم لوگ پندرہ سو تھے۔ حضرت ایاس بن سلمہ کے والد سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہؐ کے ہمراہ حدیبیہ میں آئے ہم لوگ چودہ سو تھے حدیبیہ کے حوض پر پچاس بکریاں تھیں جو اس سے سیراب ہوتی تھیں۔ رسولؐ اللہ حوض پر بیٹھ گئے یا تو پھر آپ نے دعا فرمائی یا لعاب دہن ڈالا اور پانی ابلنے لگا ہم لوگ سیراب ہو گئے سب نے پانی لے لیا۔

حضرت معقل بن یسارؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الحدیبیہ کے سال درخت کے نیچے لوگوں سے بیعت لے رہے تھے میں اپنے ہاتھ میں درخت کی شاخوں میں سے ایک شاخ اٹھائے ہوئے تھا حضور اقدسؐ نے اس روز اس امر کی بیعت لی کہ ہم فرار نہ ہوں گے۔

حضرت نافع سے مروی ہے کہ لوگ اس درخت کے پاس آیا کرتے تھے جس کا نام شجرۃ الرضوان ہے اس کے پاس نماز پڑھا کرتے تھے یہ خبر حضرت عمر بن خطابؓ کو پہنچی تو انہوں نے اس بارے میں انھیں ڈانٹا اور حکم دیا تو وہ کاٹ ڈالا گیا۔

رسول اللہؐ کو یہ فرماتے سنا گیا کہ ’’انشاء اللہ درخت والے لوگ (جنھوں نے اس کے نیچے بیعت کی ہے) آگ میں داخل نہ ہوں گے‘‘۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے سال ستر اونٹوں کی قربانی کی۔ سات آدمیوں کی طرف سے ایک اونٹ۔

مجمع بن جاریہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہؐ کے ہمراہ حدیبیہ میں حاضر ہوا۔ جب ہم لوگ وہاں سے واپس ہوئے تو دیکھا کہ لوگ اونٹوں کو بھگا رہے ہیں بعض لوگوں نے بعض سے کہا کہ انھیں کیا ہو گیا ہے (جو بھاگ رہے ہیں) لوگوں نے کہا کہ رسول اللہؐ پر وحی نازل ہوئی ہے اس پر وہ بھی لوگوں کے ہمراہ بھاگنے لگے یہاں تک کہ ہم نے رسول اللہؐ کو کراع لغیم کے پاس کھڑا ہوا پایا جب حضور انورؐ کے پاس وہ چند نفوس جمع ہو گئے جنھیں آپ چاہتے تھے تو حضور اقدسؐ نے انھیں پڑھ کر سنایا ’’**انا فتحنا لك فتحا مبینا**‘‘۔ اصحاب میں سے ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ کیا یہ فتح ہے؟ آقائے دو جہاںؐ نے فرمایا کہ ’’ہاں! قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بے شک یہ فتح ہے‘‘۔

حضرت براءؓ نے کہا کہ جس کو لوگ فتح مکہ کہتے ہیں ہم تو وہ حدیبیہ بیعت الرضوان کو کہتے ہیں کیوں کہ یہی باعث فتح مکہ ہے۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ فتح حدیبیہ ایسی عظیم الشان فتح تھی کہ اس سے قبل اس شان کی فتح نہ ہوئی تھی آپس کی لڑائی کی وجہ سے ایک دوسرے سے مل جل نہیں سکے تھے صلح کی وجہ سے لڑائی ختم ہوئی اور امن قائم ہوا اور جو لوگ اسلام ظاہر نہیں کر سکتے تھے وہ علانیہ طور پر احکام اسلام بجا لانے لگے۔ آپس کی منافرت اور کشیدگی دور ہوئی۔ بات چیت کا موقع ملا مسائل دین پر گفتگو اور مناظروں کی صورت نکل آئی لوگوں نے قرآن مجید کو سنا جس کا اثر یہ ہوا کہ صلح حدیبیہ سے لے کر فتح مکہ تک بہ کثرت لوگ مسلمان ہوئے۔

مدینہ میں تشریف آوری اور ایفائے عہد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مدینہ منورہ پہنچ گئے تو ابو بصیرؓ مشرکین کی قید و بند سے نکل کر مدینہ آئے قریش نے فوراً ہی دو آدمی ان کے لینے کے لئے پیچھے روانہ کئے۔ رسول اللہؐ نے ازروئے معاہدہ ابو بصیر کو ان دونوں آدمیوں کے حوالے فرمادیا اور ابو بصیر سے فرمایا کہ میں خلاف عہد نہیں کرسکتا بہتر ہے کہ تم واپس چلے جاؤ ابو بصیر نے عرض کیا یارسول اللہؐ! آپ مجھ کو مشرکین کی طرف واپس کئے دیتے ہیں جو مجھ کو دین سے پھیرنا چاہتے ہیں اور طرح طرح سے مجھ کو ستاتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ''صبر کرو اور اللہ تعالیٰ سے امید رکھو۔ عنقریب اللہ تعالیٰ تمہاری نجات کی صورت پیدا فرمائے گا''۔

قریش کے دونوں آدمی ابو بصیر کو ساتھ لے گئے۔ مابعد حالات کچھ ایسے ہوگئے کہ ابو بصیر نے دونوں قریشیوں سے پیچھا چھڑایا اور ساحل بحر پر جاکر ٹھہر گئے جس راستے سے قریش کے کاروان تجارت گزرا کرتے تھے۔ مکہ کے مسلمانوں کو جب معلوم ہوا کہ ابو بصیر ساحل بحر پر قیام پذیر ہیں تو ان میں سے اکثر کسی طرح چھپ چھپا کر وہاں پہنچ گئے ان کی تعداد ستر ہوگئی۔ علامہ سہیلی کے بموجب وہ تین سو تھے ان لوگوں نے قریش کے قافلوں سے تعرض شروع کیا اور جو مال غنیمت حاصل ہوتا اس سے گزراوقات کرتے۔ قریش نے مجبور ہوکر چند آدمیوں کو حضور اقدسؐ کی خدمت میں بھیجا کہ ہم آپ کو اللہ کا اور قرابتوں کا واسطہ دیتے ہیں اور درخواست کرتے ہیں کہ ابو بصیر اور ان کی جماعت کو مدینہ بلالیں اور جو شخص ہم میں سے مسلمان ہوکر آپ کے پاس آئے گا ہم تعرض نہ کریں گے۔ حضور اکرمؐ نے ایک والا نامہ ابو بصیر کے پاس بھیجا جس وقت والا نامہ ابو بصیرؓ کے پاس پہنچا وہ دنیا سے رخصت ہورہے تھے۔ حضور انورؐ

کا والا نامہ انھیں دے دیا گیا وہ پڑھتے جاتے تھے اور خوش ہوتے جاتے تھے یہاں تک کہ جان بحق تسلیم ہوئے اور حضور انورؐ کا والا نامہ ان کے سینہ پر تھا۔

حضرت ابوبصیرؓ کی وفات کے بعد ان کی تجہیز و تکفین اور انھیں سپرد خاک کر کے حضرت ابوجندل بن سہیلؓ اپنے رفیقوں کے ساتھ مدینہ منورہ آ گئے۔ حضرت ابوبصیرؓ کو حسب شرط صلح حدیبیہ واپس لینے کے لئے جو دو قریشی آئے تھے قبل ازیں ان میں سے ایک حضرت ابوبصیرؓ کے ہاتھوں اس وقت ختم ہو گیا جب کہ رسول اللہؐ نے شرط صلح کے بموجب حضرت ابوبصیرؓ کو ان کے ساتھ بھیج دیا تھا لیکن اثنائے راہ پیدا شدہ صورت حال کے ماتحت ایک مارا گیا تھا اور دوسرا فرار ہو گیا۔ سہیل بن عمر کو جب اس بات کا علم ہوا تو چاہا کہ رسول اللہؐ سے اس کی دیت کا مطالبہ کریں تب ابوسفیان نے کہا کہ محمدؐ سے اس مقتول کی دیت کا مطالبہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ آپ نے اپنا عہد پورا فرمایا اور ابوبصیر کو واپس بھیج دیا تھا۔ یعنی تمہارے قاصد کے حوالے کر دیا تھا اور ابوبصیرؓ نے قریشی قاصد کو اپنے طور پر ختم کیا تھا آپ کے حکم سے نہیں اور اب جب کہ ابوبصیرؓ بھی دنیا میں موجود نہیں ان کے قبیلہ سے دیت کا مطالبہ اس وجہ سے نہیں ہوگا کہ وہ ہمارے دین پر نہ تھے بلکہ مسلمان ہو چکے تھے۔ (فتح الباری)

قبل ازیں جو مسلمان مرد مکہ سے مدینہ آئے رسول اللہؐ نے انھیں شرط صلح کے موافق واپس روانہ کر دیا۔ لیکن جب کچھ مسلمان عورتوں نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی تو قریش نے از روئے معاہدہ ان کی واپسی کا بھی مطالبہ کیا۔ مگر قرآن مجید نے ان کی واپسی سے منع فرما دیا اور یہ واضح فرما دیا کہ واپسی کے شرط مردوں کے ساتھ مخصوص تھی اور عورتیں اس میں داخل نہ تھیں۔ مشرکین مکہ عورتوں کو بھی اس شرط کے ماتحت شامل کرنا چاہتے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اس کو رد فرما دیا۔ سورۃ الممتحنہ کی آیات دس اور گیارہ میں خاص اس سلسلہ میں احکام ہیں۔ اس کے بعد کفار قریش خاموش ہو گئے اور مسلمان عورتوں کی واپسی کا مطالبہ نہیں کیا۔

صلح سے متعلق قرآن شریف میں ہے کہ

● ''اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تم بھی مائل ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو، بے شک وہی سنتا اور جانتا ہے''۔ (ق۔۸/۶۱)

غزوہ خیبر

خیبر کے طرف روانگی

جمادی الاول ۷ھ میں غزوہ خیبر ہوا (ابن سعد)۔ دین حق اسلام کے روز افزوں فروغ اور قرآنی پیغام حق کے اثرات اور متلاشیان حق کا اسام سے لگاتار وابستہ ہوتے رہنا یہودیوں کے لئے سب سے زیادہ بے چینی اور اضطراب کا باعث تھا اس سلسلہ میں یہودی رات دن اس کے لئے کوشاں تھے کہ اسلام کے پھیلتے ہوے اثر ونفوذ کو روکا جاے اس ضمن میں انھوں نے اپنی تمام قوت کو مجتمع کر کے سیلاب حق کو روکنے کے لئے ایک باندھ باندھنا چاہا اور جس کے لئے انھیں خیبر اور اس کے اطراف کے یہودیوں اور ان کی اسلام دشمنی سے بڑی ہمت ملی اور انھوں نے اسی اساس پر پوری قوت و چالاکی سے اپنے منصوبوں کو پورا کرنے کی ٹھانی۔ ان کے اس منصوبہ کو ناکام کرنے کے ضمن میں غزوہ خیبر ہوا۔

خیبر مدینہ منورہ سے آٹھ برد (یعنی ۹۶ میل کے فاصلہ پر ہے)۔ رسول اللہؐ نے اپنے اصحاب کو غزوہ خیبر کے لئے تیار ہونے کا حکم دیا۔ حضور انورؐ نے فرمایا کہ ''ہمارے ساتھ سوائے ان کے کوئی نہ ہو جنھیں جہاد کا شوق ہے''۔ چودہ سو پیادوں اور دوسو سواروں کی جمعیت خیبر جانے کے لئے تیار ہوئی۔ یہود کو حضورؐ کا ارشاد بہت شاق ہوا۔ چنانچہ وہ جمعیت کی تیاری سے پہلے ہی چلے گئے۔ رسول اللہؐ کے ساتھ جملہ سولہ سو صحابہ تھے۔ حضورؐ نے مدینہ منورہ پر حضرت سباع بن عرفطہ الغفاریؓ کو ناظم مقرر کیا۔ حضور انورؐ

کے ساتھ ام المومنین حضرت بی بی ام سلمیٰؓ تھیں۔ بخاری شریف میں حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے مروی ہے کہ جب ہم رسول اللہؐ کے ساتھ رات کے وقت خیبر کی طرف روانہ ہوئے تو عامرؓ بن اکوع جو مشہور شاعر تھے رجز پڑھتے ہوئے آگے آگے تھے۔ رسول اللہؐ نے دریافت فرمایا کہ ''یہ حدی پڑھنے والا کون ہے؟'' لوگوں نے عرض کیا کہ عامر بن اکوع ہے۔ حضورؐ نے فرمایا ''اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے''۔ مسند احمد کی روایت میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ ''پروردگار تیری مغفرت فرمائے''۔ رسول اللہؐ جب کبھی کسی کو خاص کر کے دعائے مغفرت فرماتے تو وہ شخص ضرور شہید ہوتا۔ اس بناء پر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا نبی اللہ! اس کے لئے (یعنی عامر بن اکوعؓ کے لئے) تو جنت واجب ہوگئی۔ کاش آپ عامرؓ کی شجاعت سے چند روز ہم کو متمتع فرماتے۔ (فتح الباری)

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور انورؐ کی سواری کے قریب تھا۔ حضورؐ نے مجھ کو لاحول ولا قوۃ الا باللہ پڑھتے ہوئے سن کر ''عبداللہ بن قیس'' کہہ کر آواز دی (حضرت ابو موسیٰ اشعری کا نام عبداللہ بن قیس تھا اور کنیت ابو موسیٰ تھی) میں نے عرض کیا لبیک یا رسول اللہ! حضورؐ نے فرمایا کہ ''کیا میں تجھ کو جنت کا خزانہ نہ بتلاؤں؟'' میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کیوں نہیں ضرور بتلائیے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ''لاحول ولا قوۃ الا باللہ یہ کلمہ جنت کا خزانہ ہے''۔ (بخاری شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم تھا کہ غطفان کے یہود نے خیبر کی مدد کے لئے لشکر جمع کیا ہے اس لئے حضور انورؐ مدینہ سے چل کر مقام رجیع میں جو خیبر اور غطفان کے درمیان ہے خیمہ ڈالنے کا حکم دیا تا کہ یہود غطفان مرعوب ہو کر یہود خیبر کی مدد کو نہ پہنچ سکیں۔ چنانچہ یہود غطفان کو جب معلوم ہوا کہ خود ہماری ہی جان خطرہ میں ہے تو واپس ہو گئے۔ (بحوالہ ابن ہشام)

ابن ہشام وغیرہ میں ہے کہ حضورؐ حدیبیہ سے واپسی کے بعد پورے ذی الحجہ اور محرم الحرام کے کچھ

ایام مدینہ منورہ ہی میں مقیم رہے پھر اواخر محرم میں آپ خیبر کے لئے نکلے۔ یہ ۷ ھ کا واقعہ ہے۔

خیبر کے راستے میں جب ایک بلند مقام پر پہنچے تو صحابہ کرام نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اپنے اوپر رحم کرو۔ تم تو اس ذات پاک کو پکار رہے ہو جو سننے والی اور قریب ہے اور ہر وقت تمہارے ساتھ ہے''۔ جب خیبر کے قریب پہنچے تو حضورؐ نے صحابہ کرام کو ٹھہرنے کا حکم دیا اور دعاء کی۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ کی عادت شریفہ تھی کہ رات میں اقدام نہیں فرمایا کرتے صبح کا انتظار فرماتے اگر اذان سنتے تو اقدام نہ فرماتے۔ اپنے طریقہ مبارکہ کے مطابق خیبر میں رات کو پہنچنے کے باوجود حضور انورؐ نے صبح کا انتظار فرمایا۔ (بخاری) صبح جب یہود نے حضور اکرمؐ اور صحابہ کی جمعیت کو دیکھا تو اپنے اہل وعیال کے ساتھ قلعہ بند ہوگئے۔ خیبر میں یہودیوں کے متعدد قلعے تھے۔

رسول اللہؐ نے لوگوں کو نصیحت کی اور ان میں بڑے جھنڈے تقسیم فرمائے۔ سوائے غزوہ خیبر کے اور کسی معرکہ میں بڑے جھنڈے نہ تھے صرف لواء یعنی چھوٹے جھنڈے ہوا کرتے تھے۔ رسولؐ اللہ کا جھنڈا شریف سیاہ تھا۔ اس کا نام ''العقاب'' تھا۔ آقائے دو جہاںؐ نے اپنا لواء حضرت علی بن ابی طالبؓ کو عطاء فرمایا جو سفید تھا۔ رسول اللہؐ نے ایک بڑا جھنڈا حبابؓ بن المنذر کو عطا فرمایا اور ایک بڑا جھنڈا حضرت سعدؓ بن عبادہ کو سرفراز کیا۔ غزوہ خیبر میں مسلمانوں کا شعار (یعنی نشان جنگ جس سے یہ معلوم ہو جائے کہ یہ اسلامی لشکر کا فرد ہے) ''یا منصُورُ آمت'' تھا۔

معرکہ آرائی

غزوہ خیبر میں شدید جنگ ہوئی اور چند اصحاب گرامی نے جام شہادت نوش کیا جب کہ دشمنوں کی

ایک بہت بڑی تعداد تہہ تیغ ہوئی۔رسول اللہؐ نے سب سے پہلے قلعہ ناعم فتح فرمایا۔خیبر کے قلعے ایک کے بعد دوسرے مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو رہے تھے ان میں سازوسامان والے بھی کئی قلعہ جات تھے جن میں سے ایک قلعہ النطاۃ تھا۔ایک قلعہ ''الصعب بن معاذ'' اور ایک قلعہ ''الزبیر'' تھا۔ایک حصہ اور تھا جس میں قلعے تھے ان میں سے ایک قلعہ ''ابی'' اور ایک قلعہ ''انزار'' تھا اس کے علاوہ لشکروں کے قلعے القموص، الوطیح اور سلالم تھے یہ ابوالحقیق کے بیٹوں کے قلعے تھے۔ابوالحقیق کے خاندان کا وہ خزانہ حاصل کرلیا گیا جو اونٹ کی کھال میں تھا انہوں نے اس کو ایک ویران مقام میں پوشیدہ کر دیا تھا مگر اللہ تعالی مسلمانوں کو اس کا راستہ بتا دیا۔ان معرکہ آرائیوں میں ۹۳ یہودی مارے گئے۔

خیبر میں حضورؐ کے اصحاب میں سے حضرات ربیعہ بن اکثم، ثقف بن عمرو بن سمیط، رفاعہ بن مسروح، عبداللہ بن امیہ بن وہب (جو بنی اسد بن عبدالعزی کے حلیف تھے) محمود بن مسلمہ، ابوضیاح بن النعمان (جو اہل بدر میں سے تھے)، الحارث بن حاطب (بدری صحابی)، عدی بن مرہ بن سراقہ، اوس بن حبیب، انیف بن وائل، مسعود بن سعد بن قیس، بشر بن براء بن معرور (جو زہریلی بکری سے شہید ہوئے)، فضیل بن النعمان، عامر بن الاکوع اور عمارہ بن عقبہ بن عباد بن مُلیل، یسار اور قبیلہ اشجع کے ایک شخص یہ کل سترہ آدمی تھے جو شہادت پائے (رضی اللہ عنہم اجمعین)۔

اسی غزوہ میں زینب بنت الحارث زوجہ سلام بن مشکم نے اس طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زہر دیا کہ حضورؐ کو اس نے ایک زہریلی بکری ہدیہ دی۔اسے حضور انورؐ نے اور آپ کے اصحاب نے قبول کیا۔بکری کے گوشت کھانے کے بعد حضرت بشر بن البراء بن معرورؓ نے وفات پائی جب کہ گوشت کو چھو کر حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ یہ زہر آلود ہے اور حضورؐ نے دیگر اصحاب سے بھی فرمایا کہ اسے نہ کھائیں اس وقت تک حضرت بشرؓ تھوڑی مقدار کھا چکے تھے اور فوراً متاثر ہو گئے۔

زینب بنت حارث کو بلا کر اس کا سبب دریافت کیا تو اس نے اقرار کیا کہ بے شک اس میں زہر ملا دیا گیا ہے آقائے دو جہاںؐ چوں کہ کبھی اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیتے تھے اس لئے اپنی حد تک اس سے تعرض نہ فرمایا لیکن حضرت بشرؓ بن براء کے انتقال پا جانے کے بعد زینب وارثان بشرؓ کے حوالے کر دی گئی اور انھوں نے اس کو بشرؓ کے قصاص میں قتل کر دیا۔

فتوحات خیبر

سب سے پہلے قلعہ ناعم فتح ہوا۔ محمد بن مسلمہؓ اس قلعہ کے دامن میں تھے کہ یہودیوں نے ان پر قلعہ کی فصیل سے ایک چکی کا پاٹ عمداً گرا دیا جس کے باعث ان کی شہادت ہوگئی۔ مسلمانوں نے قلعہ ناعم کی فتح کے بعد قلعہ قموص کے طرف توجہ کی۔ یہ قلعہ بھی بہ فضل تعالی مسلمانوں کے ہاتھوں فتح ہو گیا۔ قلعہ قموص نہایت مستحکم اور مضبوط قلعہ تھا خیبر کے علاقہ میں کوئی قلعہ اس کی طرح نہ تھا۔ رسول اللہؐ نے علی الترتیب اس کی فتح کے لئے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمر بن خطابؓ کو مامور فرمایا۔ ان حضرات نے پوری جدو جہد اور سعی فرمائی لیکن قلعہ مسخر نہ ہو سکا۔

یہود کا مشہور و معروف پہلوان مرحب یہ رجز پڑھتا ہوا مقابلہ کے لئے نکلا کہ ''اہل خیبر کو خوب معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں سلاح پوش اور بہادر اور تجربہ کار ہوں'' (ترجمہ) اس کے جواب میں حضرت عامر بن اکوعؓ یہ رجز پڑھتے ہوئے نکلے کہ ''خیبر کے لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ میں عامر ہوں زبردست ہتھیار چلانے والا بہادر اور موت سے بے پرواہ ہو کر قتال کرنے والا ہوں (ترجمہ)۔ اب دونوں یعنی مرحب اور حضرت عامرؓ بن اکوع کی تلواریں چلنے لگیں۔ مرحب کی تلوار حضرت عامرؓ کی ڈھال میں جا

پڑی تو حضرت عامرؓ اس کے نیچے ہو گئے۔ وہ تلوار ان کی پنڈلی پر پلٹ پڑی اور اس نے ان کی رگ کاٹ دی اور اس میں ان کی جان گئی۔ سلمہ بن اکوعؓ جو کہ حضرت عامرؓ کی شہادت کے بعد چند لوگوں سے ملتے ہیں تو ان سے یہ سنا کہ عامرؓ کا عمل بے کار گیا انھوں نے اپنے آپ کو قتل کر لیا۔ حضرت سلمہؓ فرماتے ہیں کہ یہ سن کر میں روتا ہوا حضورؐ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ ''یا رسول اللہؐ! کیا عامر کا عمل بے کار گیا؟'' آقائے دو جہاںؐ نے فرمایا کہ ''یہ کس نے کہا؟'' میں نے کہا کہ ''لوگوں میں سے چند ایسا کہتے ہیں''۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''جس نے یہ کہا غلط کہا ان کے لئے تو دوہرا ثواب ہے''۔ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''وہ (حضرت عامرؓ) شہید ہے'' اور ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ ان کا دوہرا اس وجہ سے ہے کہ جب وہ خیبر کی جانب روانہ ہوئے تو رسول اللہؐ کے اصحاب کو (بہادری کے اشعار سے) جوش دلانے لگے۔ ان کے اشعار یہ تھے ''بخدا اگر خدا نہ ہوتا تو ہم لوگ ہدایت نہ پاتے نہ خیرات کرتے نہ نماز پڑھتے جن لوگوں نے ہم پر کفر کیا انھوں نے جب فتنے کا ارادہ کیا تو ہم نے انکار کیا (اے اللہ!) ہم تیرے فضل سے بے نیاز نہیں ہیں۔ اس لئے جب ہم مقابلہ کریں تو ہمیں ثابت قدم رکھ اور ہم پر سکون و اطمینان نازل فرما'' (ترجمہ)۔

حضرت علیؓ اور مرحب میں مقابلہ

رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''کل نشان اس شخص کو عطا کروں گا جو اللہ اور اس کے رسول کو محبوب رکھتا ہو اور اللہ اور اس کا رسول اس کو محبوب رکھتا ہو اور اس کے ہاتھ پر اس قلعہ کو فتح فرمائے گا''۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایسا فرمانے کے بعد ظاہر ہے ہر شخص اس بات کا منتظر تھا کہ دیکھتے

یہ سعادت کس کا مقدر بنتی ہے ساری رات تمام صحابہ کرام کی اسی تمنا اور آرزو میں گزری اور جب صبح ہوئی تو رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ کو بلایا۔ حضرت علیؓ کی آنکھیں اس وقت آشوب کی ہوئی تھیں رسول اللہؐ نے ان کی آنکھوں پر اپنا لعاب دہن پاک لگایا اور دعاء کی۔ فوراً اسی وقت حضرت علیؓ کی آنکھیں اچھی ہو گئیں اتنی اچھی کہ کبھی جیسے کوئی شکایت ہی نہ پیش آئی ہو۔ بہر حال رسول اللہؐ نے انھیں علم عطاء فرمایا اور یہ ہدایت فرمائی کہ ''جہاد وقتال سے پہلے انھیں دعوت اسلام دینا اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے بلانا و نیز حقوق اللہ سے متعلق انھیں باخبر کر دینا۔ اللہ کی قسم! اگر ایک شخص کو اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ سے ہدایت نصیب فرمائے تو وہ تمہارے لئے سرخ اونٹوں سے کہیں بہتر ہے۔ (بخاری)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہ کو فتح کے لئے روانہ کیا چنانچہ حضرت علیؓ مرحب کے مقابلہ کے لئے جب نہایت اطمینان سے میدان میں اترے تو مرحب نے یہ رجز پڑھا کہ ''خیبر کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں جو زبردست ہتھیار چلانے والا بہادر اور آزمودہ کار ہوں جب جنگ در پیش ہو تو وہ بھڑک اٹھتا ہے''۔ حضرت علیؓ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ''میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا مثل جنگلوں کے شیروں کے ہیبت ناک ہوں جن کو میں السندرہ (وہ لکڑی جس سے کمان بنتی ہے) کے پیمانے سے تولتا ہوں'' (ترجمہ)۔ حضرت علیؓ نے اپنی تلوار سے ایسا وار کیا کہ مرحب کا سر پھٹ گیا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ حضرت علیؓ کے دست مبارک پر قلعہ قموص فتح ہوا (مسلم)۔ زرقانی کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مرحب نے اس رات یہ خواب دیکھا تھا کہ ایک شیر اس کو پھاڑ رہا ہے حضرت علیؓ کو بطور کشف اس کا علم ہو گیا۔ حضرت علیؓ کا یہ فرمانا کہ ''میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا'' اس طرف اشارہ تھا کہ ''اے مرحب! جس شیر کو تو نے خواب میں دیکھا ہے وہ شیر میں ہی ہوں''۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے جس وقت یہ رجز پڑھا تو مرحب سنتے ہی

کانپ گیا اور اس کی ساری بہادری جاتی رہی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہ نے مرحب کا خاتمہ کر کے قموص کا اہم ترین قلعہ فتح کر لیا۔

قلعہ صعب بن معاذ اور قلہ

قلعہ قموص فتح ہو جانے کے بعد صعب بن معاذ کا قلعہ فتح ہوا جس کے نتیجہ میں مسلمانوں کو کثیر مقدار میں غلہ، روغن اور اشیائے خورونوش حاصل ہوئے اور بہت سارا مال و متاع، ساز و سامان دستیاب ہوا۔ ایک روایت کے بموجب خیبر کے دنوں میں جب مسلمانوں کے پاس کھانے کی چیزیں کم ہونے لگیں تو ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں صورتحال بیان کر کے منتظر رہے۔ حضور انورؐ نے مسلمانوں کے لئے دعاء خاص فرمائی اللہ تعالی نے قلعہ صعب بن معاذ کو مسلمانوں کے ہاتھوں فتح کے ذریعہ اپنے حبیبؐ کی دعاء کو شرف قبولیت بخشا اور مجاہدین کے خورونوش کے مسائل کو حل فرما دیا (بحوالہ عیون الاثر) اسی دن آقائے دو جہاںؐ نے دیکھا کہ ہر طرف آگ روشن کی جا رہی ہے جب دریافت فرمایا تو لوگوں نے عرض کیا کہ ''گوشت پکایا جا رہا ہے'' حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ ''کس چیز کا گوشت ہے؟'' تو لوگوں نے عرض کیا اہلی (شہری) گدھوں کا گوشت ہے۔ حضورؐ نے فرمایا کہ ''وہ نجس ہے۔ سب پھینک دو اور برتنوں کو توڑ دو''۔

اسی سلسلہ میں حضرت جابر بن عبد اللہؓ سے مروی ہے کہ خیبر کے دن لوگوں کو بھوک کی تکلیف ہوئی تو انھوں نے گدھے پکڑ کے ذبح کئے اور ہانڈیاں بھر لیں۔ اس کی خبر رسول اللہؐ کو ہوئی تو حضورؐ نے حکم دیا کہ ہانڈیاں الٹ دی جائیں۔ (ابن سعد)

یہود نے قموص اور صعب بن معاذ کے قلعوں کے ہاتھوں سے نکل جانے کے بعد حصن قلہ میں پناہ گزیں ہو گئے یہ قلعہ بہت مستحکم اور پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا اسی وجہ سے اس کا نام قلہ تھا قلہ بمعنی پہاڑ کی چوٹی۔ یہی قلعہ بعد میں قلعہ زبیر سے معروف ہوا کیونکہ غنائم کی تقسیمات کے بعد یہ قلعہ حضرت زبیرؓ کے حصہ میں آیا۔ قلعہ قلہ علاقہ نطاۃ کا آخری قلعہ تھا اس کا تین روز تک محاصرہ کیا گیا۔ تیسرے دن خاص ڈھنگ سے معرکہ آرائی کے لئے یہود مقابل ہوئے اللہ تعالیٰ نے ایک زبردست جنگ کے بعد قلعہ کو مسلمانوں کے ہاتھوں فتح دی۔ اس میں دس یہود مارے گئے اور کچھ مسلمان بھی شہید ہوئے۔ البدایہ و النہایہ میں ہے کہ قلعہ قلہ کی تسخیر کے بعد یہ تمام علاقہ مسلمانوں کے زیر تصرف آ گیا اس کے بعد حضورؐ اور صحابہ کرام نے علاقہ شق کے قلعہ جات کی طرف توجہات کو منعطف کیا اس علاقہ میں جو قلعہ سب سے پہلے فتح ہوا وہ قلعہ ابی تھا اس کے حصول کے لئے بھی نہایت شدید مجادلہ ہوا۔

خیبر کی فتوحات کے ضمن میں متعدد قلعوں پر پرچم اسلام لہرائے جانے کے بعد سب سے اخیر میں وطیح اور سلالم کی طرف توجہ دی گئی اس سے پہلے چوں کہ سارے قلعے فتح ہو چکے تھے اب یہی دو قلعے باقی بچ گئے تھے۔ تمام یہودیوں کا زور ان ہی کی حفاظت اور بچاؤ پر تھا اور تمام یہودی ان قلعوں میں آ کر چھپ گئے تھے۔ مسلمانوں نے ان قلعوں کا زبردست محاصرہ کر رکھا تھا۔

صلح کی بات چیت اور یہود کی عہد شکنی

آخر کار محاصرہ سے مجبور ہو کر یہود کو حضور اکرمؐ سے یہ درخواست کرنی پڑی کہ صلح کی اجازت مرحمت فرمائیں۔ رسول اللہؐ نے ان کے معروضہ صلح کو منظور فرمالیا۔ یہودیوں نے ابن ابی الحقیق کو صلح کی بات

چیت کے لئے بھیجا جب وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور شرائط صلح سے متعلق دریافت کیا تو آقاے دو جہاںؐ نے اس کی اور یہودیوں کی جاں بخشی کے لئے خیبر کی سرزمین کے تخلیہ سے متعلق شرط رکھی یعنی انھیں اپنے مال و اسباب، سامان حرب و نیز مکان، زمین وغیرہ سب چھوڑ کر جانا ہوگا، کسی چیز کو اگر چھپا کر لے جائیں یا معاہدہ کے خلاف کریں تو پھر اللہ تعالی اور رسولؐ اللہ بری الذمہ ہیں (زادالمعاد)۔

یہود نے ہمیشہ کی طرح بدعہدی کی۔ اس قدر مضبوط عہد و میثاق کے بعد بھی وہ اپنی حرکتوں اور شر انگیزی سے باز نہ آئے۔ حیؒ بن اخطب کا ایک چرمی تھیلہ تھا جس میں زر و جواہر اور زیورات وغیرہ محفوظ کئے جاتے تھے۔ یہود نے اس تھیلے کو غائب کر دیا۔ حضورؐ نے اس کی بابت دریافت فرمایا اور اس سلسلے میں کنانہ اور (اس کا عم زاد بھائی) الربیع کو بلا کر استفسار فرمایا کہ وہ چرمی تھیلہ کہاں غائب ہو گیا کنانہ نے جواباً کہا کہ اس تھیلہ کا سارا مال لڑائیوں میں خرچ ہو گیا۔ اس کے جواب پر حضور انورؐ نے فرمایا کہ ''نہ تو بہت زیادہ زمانہ گزرا ہے (کہ اس طویل عرصہ میں مال خرچ ہو جائے) اور مال بھی بہت زیادہ تھا''۔ (ابن سعد) حضورؐ نے سعید سے اس بابت دریافت فرمایا تھا (بیہقی)۔ سب نے حضورؐ سے دریافت فرمانے پر جب ایک ہی جواب دیا تو آقاے دو جہاںؐ نے سب سے فرمایا کہ اگر وہ تھیلا برآمد ہو گیا تو (خلاف عہد کرنے، کذب فریب اور دھوکہ دہی کے باعث) تم لوگوں کو سزا ملے گی۔ پھر رسول اللہؐ نے ایک انصاری صحابی کو حکم دیا کہ ''جاؤ فلاں جگہ ایک درخت کی جڑ میں وہ تھیلا دبا ہوا ہے، لے آؤ''۔ اور جب مال برآمد ہو گیا تو اس جرم میں ان لوگوں کو سزا دی گئی۔ (زرقانی) کنانہ کو محمد بن مسلمہؓ کے حوالے کیا گیا جن کے بھائی محمودؓ بن مسلمہ کو کنانہ نے اسی معرکہ میں قتل کیا تھا۔ کنانہ کو محمد بن مسلمہؓ نے کیفر کردار تک پہنچایا (ابن ہشام) خیبر کے قلعوں کی تسخیر اور فتح کی ترتیب سیرت ابن ہشام اور البدایہ والنہایہ کے بموجب بیان ہوئی ہے۔ بعض کتب احادیث میں اس ترتیب کے علاوہ تفصیل اور مزید قلعوں اور ان کی فتوحات کی ترتیب بھی مختلف ہے۔

تقسیم غنائم

بشیر بن یسار سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالی نے خیبر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر فتح کر دیا تو حضور انورؐ نے اسے چھتیس حصوں پر تقسیم کیا کہ ہر حصے میں سو سہم تھے۔ ان حصوں کا نصف اپنے ملکی حوائج اور ان ضرویات کے لئے جو آپ کو پیش آتی تھیں مخصوص کر دیا دوسرے نصف حصہ کو چھوڑ دیا اور اسے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا۔ حضورؐ کا حصہ اسی نصف میں تھا کہ اسی میں قلعہ نطاۃ اور اسکے مشمولات تھے اس کو بھی آقائے دو جہاںؐ نے مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جسے آپ نے وقف کیا وہ قلعہ ابوطحیہ، الکیتبہ، سلالم اور اس کے محتو یات تھے۔ جب تمام مال رسول اللہؐ اور مسلمانوں کے پاس آ گیا اور حضور انورؐ نے مسلمانوں میں کاشت کرنے والوں کی قلت ملاحظہ فرمائی تو زمین یہود کو دے دی کہ پیداوار کے نصف پر کام کریں۔ وہ لوگ برابر اسی طریقہ پر رہے یہاں تک کہ حضرت عمر بن الخطابؓ خلیفہ ہوئے اور مسلمانوں کے ہاتھ میں کام کرنے والوں کی کثرت ہو گئی اور وہ اصول کاشت سے اچھی طرح واقف ہو گئے تو حضرت عمرؓ نے یہود کو شام کی طرف جلاوطن کر دیا اور تمام املاک مسلمانوں میں تقسیم کر دیں۔ مکحول سے مروی ہے کہ یوم خیبر میں رسول اللہؐ نے سوار کے تین حصے لگائے ایک حصہ اس کا اور دو حصے اس کے گھوڑے کے (طبقات کبیر) خیبر کی غنیمت میں سونا اور چاندی نہ تھا گائے بیل اور اونٹ اور کچھ سامان تھا اور سب سے اہم غنیمت خیبر کی زمینات اور باغات تھے۔ منقولہ اشیاء کو حضورؐ نے نص قرآنی کے مطابق غانمین پر تقسیم کر دیا اور زمینات کو فقط اہل حدیبیہ پر تقسیم کیا۔ (شرح معانی الآثار) حدیبیہ میں جو اصحاب ساتھ تھے ان کے لئے خیبر کی فتح اور غنائم کی نوید تھی (تفسیر سورہ فتح) خیبر کی زمینوں کی تقسم سے متعلق ابن

سعد کی روایت گزر چکی ہے۔ سنن ابی داؤد میں اس کی کیفیت یوں ملتی ہے کہ حضور اکرمؐ نے خمس نکالنے کے بعد زمین خیبر کو چھتیس سہام پر تقسیم فرمایا جن میں سے اٹھارہ سہام کو علیحدہ فرمایا یعنی مسلمانوں کی ضروریات کی خاطر خاص کر دیا اور باقی اٹھارہ سہام کو مجاہدین کرام پر تقسیم کر دیا اور ہر سہم میں سو سو کا حصہ مقرر کیا اور اصحابِ حدیبیہ کو بھی عطاء فرمایا۔ امام طحاوی فرماتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے خیبر کی تمام زمینوں کو تقسیم نہیں فرمایا یہ صرف شق نطاۃ اور ان سے ملحقہ زمینات کو مجاہدین پر تقسیم فرمایا باقی زمینوں کو مصالح مسلمین کے لئے محفوظ فرمادیں۔ مشہور روایت ہے کہ کل چودہ سو آدمی تھے اور دو سو گھوڑے چودہ سو آدمیوں کے چودہ سہام ہو گئے کیونکہ ایک سہم سو حصہ کا تھا اور امام مالکؓ اور امام شافعیؓ واحمدؒ اور دیگر علماء کے نزدیک سوار کے علاوہ گھوڑوں کے چار سہام ہو گئے۔ اس طرح چودہ سہام کے ساتھ چار سہام مل کر اٹھارہ سہام پورے ہو گئے۔ جب کہ سنن ابی داؤد میں مجمع بن جاریہؓ سے مروی ہے کہ خیبر میں لشکر کی تعداد پندرہ سو تھی جن میں سے تین سو سوار تھے۔ لہذا رسول اللہؐ نے ہر سوار کو دو دو حصے دیئے اور ہر پیادہ کو ایک ایک حصہ۔ یہ روایت حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مسلک کے مطابق ہے ان کے نزدیک سوار کے صرف دو حصے ہوتے ہیں ایک سوار کا اور ایک گھوڑے کا جیسا کہ حضرت علیؓ اور حضرت ابوموسی اشعریؓ سے مروی ہے۔ لہذا اس حساب سے پندرہ سو میں سے تین سو سواروں کے چھ سہام ہو گئے اور ہر سہم سو آدمیوں کا اور باقی ماندہ بارہ سو آمیوں کے بارہ سہام ہو گئے اور بارہ اور چھ مل کر اٹھارہ پورے ہو گئے۔

(بحوالہ سیر المصطفے ج ۲)

اسی غزوہ میں حضرت صفیہؓ بنت حیؑ ام المومنین بنی۔

ہجرت کے بعد انصار مدینہ نے مہاجرین کی اعانت کے پیش نظر انہیں اپنے درخت اور باغات دیئے تھے تا کہ وہ بھی کام کر کے فائدہ اٹھا سکیں اور کچھ نفع انصار کو بھی دیں جب خیبر فتح ہوا تو مہاجرین

کرام کو اعانت و امداد کی ضرورت نہ رہی لہذا مہاجرین نے اپنے انصار بھائیوں کی طرف سے دئے ہوئے درخت اور باغات انہیں لوٹادئے۔ خود حضورؐ نے حضرت ام سلیمؓ کی طرف سے گزرائندہ درختوں کو جنھیں حضورؐ نے حضرت ام ایمنؓ کو عطا فرمایا تھا ان سے ایک کے عوض دس درخت سرفراز کر کے حضرت ام سلیمؓ کے درخت انہیں واپس لوٹا دیئے۔

دوران غزوہ خیبر رسول اللہؐ نے محیصہ بن مسعودؓ کو فدک کے یہود کے پاس دعوت اسلام دینے کے لئے بھیجا۔ انھوں نے اسلام قبول نہیں کیا لیکن جب انھیں اہل خیبر کی شکست اور مصالحت کے شرائط معلوم ہوئے تو اہل فدک نے رسول اللہؐ کے پاس اپنا سفیر بھیج کر اہل خیبر کے معاملہ کے مطابق فدک کی نصف پیداوار دینے کے شرائط پر مصالحت کی پیشکش کی جسے حضورؐ نے قبولیت بخشی۔ اس طرح فدک کے تمام غنائم خالص رسول اللہؐ کے لئے ہوئے کیوں اس کے حصول کے لئے مسلمانوں کو اونٹ اور گھوڑے دوڑانے نہیں بڑے۔

اسی دوران مہاجرین حبشہ بھی واپس لوٹ آئے۔ جس دن خیبر فتح ہوا اُسی روز حضرت جعفرؓ بن ابی طالب رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسول اللہؐ ان کو دیکھتے ہی گلے سے لگالیا اور پیشانی پر بوسہ دے کر فرمایا کہ ''میں نہیں جانتا کہ مجھ کو کس بات کی زیادہ خوشی ہے، آیا خیبر کے فتح ہونے کی یا جعفر کے آنے کی''۔ رسول اللہؐ نے حضرت جعفرؓ سے مزید ارشاد فرمایا کہ ''میری صورت اور میری سیرت میں تم سب سے زیادہ مجھ سے مشابہ ہو''۔ (سیرت حلبیہ)

غزوۂ خیبر کے واقعات میں ایک یہ بھی ہے کہ دوران واپسی حضورؐ مقام صہبا نماز عصر ادا فرمائی اور اپنے سر مبارک کو حضرت علیؓ کے زانو پر رکھا اور آرام فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ اسی دوران آثار وحی نمودار ہوئے۔ حضرت علیؓ نے نماز عصر نہیں پڑھی تھی اور نزول وحی کی مدت اتنی طویل ہوگئی کہ آفتاب

غروب ہو گیا۔حضورؐ کے دریافت فرمانے پر حضرت علیؓ نے فرمایا کہ انھوں نے نماز عصر نہیں پڑھی۔حضورؐ نے دعا فرمائی کہ ’’اے رب! علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھے۔تو آفتاب کو حکم دے کہ لوٹ آئے تا کہ وہ نماز عصر ادا کرلیں‘‘۔آفتاب جو غروب ہو چکا تھا دوبارہ طلوع ہوا یہاں تک کہ اس کی شعائیں پہاڑوں اور ٹیلوں پر پڑنے لگیں۔حضرت علیؓ نے وضو کیا اور نماز ادا کی۔ (ایضاً)

فتح خیبر کے بعد

سریہ حضرت عمرؓ بن خطاب بجانب تربہ

شعبان سنہ ۷ھ میں بجانب تربہ حضرت عمر بن خطابؓ مہم پر روانہ ہوئے جنھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ ہوازن کی ایک شاخ کی طرف روانہ فرمایا۔یہ مقام تربہ تھا جو العبلا کے نواح میں مکہ سے چار رات کے راستے پر صنعاء نجران کی شاہراہ پر واقع ہے۔حضرت عمرؓ کے ہمراہ تیس آدمی بھیجے گئے تھے ان کی رہبری کو بنی ہلال کا ایک رہبر ساتھ تھا وہ رات کو چلتے تھے اور دن کے وقت پوشیدہ ہو جاتے تھے جب ہوازن والوں کو اس کی خبر ملی تو وہ بھاگ گئے۔

سریہ حضرت ابوبکرؓ بجانب بنی کلاب بمقام نجد

شعبان سنہ ۷ھ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا ضریہ کے نواح میں بمقام نجد سریہ بنی کلاب ہوا۔حضرت سلمہؓ بن الاکوع بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ساتھ مل کر اہل کفر سے جہاد کیا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں ہم لوگوں پر امیر بنا کر روانہ فرمایا حضرت ابوبکرؓ نے چند مشرکین کو گرفتار کیا تھا جنھیں ہم نے کیفر کردار تک پہنچا دیا اس وقت ہمارا شعار ’’امت امت‘‘ تھا

مشرکین کے سات ابیات والے ہمارا نشانہ بنے۔حضرت سلمہ بن الاکوع رضی ہی سے مروی ہے کہ رسول ﷺ اللہ نے حضرت ابوبکر رضی کو فزارہ کی طرف بھیجا میں بھی ان کے ہمراہ روانہ ہوا۔ جب ہم ان کے حوض کے نزدیک پہنچے تو حضرت ابوبکر رضی نے راستے میں قیام فرمایا۔نماز صبح کی ادائیگی کے بعد ہم سب کو جمع ہونے کا حکم دیا ہم سب اکٹھا ہو گئے اور حوض پر اترے۔حضرت ابوبکر رضی نے مقاتلہ کیا ہم لوگ ان کے ہمراہ تھے۔اس سریہ میں چمڑے کے جبہ میں ملبوس فزارہ کی ایک عورت کو حضرت سلمہ رضی بن الاکوع نے گرفتار کیا تھا اس کے ساتھ اس کی بیٹی تھی جسے حضرت ابوبکر رضی نے حضرت سلمہ رضی بن الاکوع کے حصہ میں دے دیا اور بعد میں رسول اللہ ﷺ کی ایماء پر حضرت سلمہ رضی نے اس کو اہل مکہ کے پاس بھیج کر ان مسلمان قیدیوں کے فدیے میں دیا جو مشرکین کے ہاتھ میں تھے۔

سریہ بشیر بن سعد الانصاری رضی بمقام فدک

شعبان سنہ ۷ھ میں فدک کی جانب سریہ بشیر بن سعد الانصاری رضی ہوا۔رسول اللہ ﷺ نے بشیر رضی بن سعد کو تیس آدمیوں کے ہمراہ بمقام فدک بنی مرہ کی جانب روانہ فرمایا وہ بکریاں چرانے والوں سے ملے اور بنی مرہ کو دریافت کیا تو کہا گیا کہ وہ اپنے جنگلوں میں ہیں۔حضرت بشیر بن سعد الانصاری رضی اونٹ اور بکریاں لے کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ایک چیخ کی آواز نکلی جس نے قبیلہ کے لوگوں کو خبردار کر دیا ان میں سے حبشی رات کے وقت حضرت بشیر رضی کو پا گئے وہ لوگ باہم تیر اندازی کرتے ہوئے بڑھے۔ مربون نے ان پر حملہ کر دیا چوں کہ حضرت بشیر رضی کے ساتھیوں کے پاس تیر ختم ہو گئے تھے اور صبح ہو چکی تھی اس وجہ سے ان لوگوں کو بڑی ہراسانی ہوئی یہاں تک کہ حضرت بشیر رضی بھی زخمی ہو گئے ان کے ٹخنے میں چوٹ لگ گئی قبیلہ والے اپنے اونٹ اور بکریاں واپس لے گئے علبہ بن زید رضی حارثی نے ان لوگوں کا حال دربار رسالت ﷺ میں سنایا بعد میں حضرت بشیر رضی بن زید الانصاری بھی واپس لوٹ آئے۔

سریہ غالب بن عبداللہ اللیثی بجانب المیفعہ

رمضان سنہ ۷ھ میں المیفعہ کی جانب غالبؓ بن عبداللہ اللیثی کا سریہ ہوا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے غالبؓ بن عبداللہ کو بنی عوال اور بنی عبد بن ثعلبہ کی طرف بھیجا جو المیفعہ میں تھے جو علاقہ نجد میں ہے۔ اس کے اور مدینہ کے درمیان آٹھ برد یعنی ۹۶ میل کا فاصلہ ہے انھیں رسول اللہؐ نے ایک سو تیس آدمیوں کے ہمراہ روانہ کیا۔ رہبر، رسول اللہؐ کے آزاد کردہ غلام حضرت یسارؓ تھے۔ ان لوگوں نے ایک دم سے سب پر حملہ کر دیا ان کے مکانات کے درمیان جا پڑے جو سامنے آیا اسے قتل کر دیا۔ اونٹ اور بکریاں لے کر مدینہ آئے لیکن کوئی گرفتاری نہیں ہوئی۔

سریہ بشیر بن سعد الانصاریؓ بجانب یمن و جبار

شوال ؍سنہ ۷ھ میں یمن و جبار کی جانب حضرت بشیر بن سعد الانصاریؓ کا سریہ ہوا۔ جب یہ خبر بارگاہ رسالت پناہیؐ تک پہنچی کہ غطفان کی ایک جماعت سے جو الجناب میں ہے عیینہ بن حصن نے وعدہ کیا ہے کہ ان کے ہمراہ رسول اللہؐ کی جانب روانہ ہوگا تب حضورؐ نے بشیرؓ بن سعد کو بلایا۔ ان کے لئے جھنڈا باندھا اور ان کے ہمراہ تین سو آدمی روانہ کئے۔ وہ لوگ رات بھر چلتے اور دن بھر پوشیدہ رہتے یہاں تک کہ یمن و جبار آ گئے جو الجناب کی طرف ہے۔ الجناب سلاح و خیبر و وادی القریٰ کے سامنے ہے۔ وہ سلاح میں اترے اور اس قوم کے قریب آئے۔ حضرت بشیرؓ کو ان لوگوں کے بہت سے اونٹ ملے چرواہے بھاگ گئے۔ انہوں نے جب مجمع کو ڈرایا تو سب بھاگ کر پہاڑ کی چوٹیوں پر چلے گئے۔ حضرت بشیرؓ مع اپنے ساتھیوں کے ان کی تلاش میں روانہ ہوئے ان کے مکانات میں آئے مگر کوئی نہ ملا۔ وہ اونٹ لے کر واپس ہوئے صرف دو آدمی ملے جن کو قید کر لیا اور رسول اللہؐ کے پاس لے آئے وہ دونوں اسلام لے آئے تو حضورؐ نے انھیں بھیج دیا۔

عمرہ قضا

ذیقعدہ سنہ ۷ھ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمرۃ القضا ہوا۔ صلح حدیبیہ میں قریش سے یہ معاہدہ ہوا تھا کہ امسال بغیر عمرہ کئے ہوئے واپس تشریف لے جائیں اور سال آئندہ عمرہ کے لئے آئیں اور عمرہ کر کے تین دن میں واپس ہو جائیں۔ ذی قعدہ کا چاند ہوا تو رسول اللہؐ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ وہ اس عمرہ کی قضاء کریں جس سے انھیں مشرکین نے حدیبیہ میں روکا تھا اور یہ کہ جو بھی حدیبیہ میں حاضر تھے ان میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہے۔ چنانچہ وہ سب لوگ شریک ہوئے سوائے ان لوگوں کے جو شہید ہوئے تھے یا وفات پائے تھے۔ رسول اللہؐ کے ارشاد اور تاکید کے موافق سب حضورؐ کے ساتھ عمرہ کی قضاء کو ادا کرنے کے لئے مدینہ منورہ سے مکہ معظّمہ کی طرف نکلے۔ حدیبیہ میں موجود لوگوں کے علاوہ بھی چند اور لوگ ساتھ آے ان میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے اس طرح عمرہ قضاء کے لئے نکلنے والوں کی مجموعی تعداد سوا دو ہزار تک پہنچ گئی۔ اس عمرہ کو عمرہ صلح بھی کہا جاتا ہے۔ طبقات میں شرکاء کی تعداد دو ہزار لکھی ہے۔ حضورؐ کے ساتھ ہدی کے اونٹوں کی تعداد ساٹھ تھی مدینہ منورہ پر حضرت ابورہم غفاریؓ کو ناظم بنایا گیا۔ ہدی کے اونٹوں پر حضرت ناجیہؓ بن جندب اسلمی مقرر کئے گئے۔ رسول اللہؐ نے خود، زرہیں، نیزے اور ایک سو گھوڑے بھی روانہ کئے۔ ذوالحلیفہ پہنچ کر سرکار دوعالمؐ نے مسجد ہی سے احرام باندھا اور صحابہ کرام نے بھی احرام باندھا اور حضورؐ کی اتباع میں تلبیہ کہا۔ چوں کہ معاہدہ حدیبیہ کی ایک شرط یہ تھی کہ عمرہ کے وقت ہتھیار ساتھ نہ لائے جائیں۔ لہذا ان ہتھیاروں کو (جو ضرورت سفر کے لئے بھی ناگزیر تھے) مکہ مکرمہ سے اٹھ میل کے فاصلہ پر چھوڑ دیئے اور یہاں دو سو صحابہ کرام کا ایک دستہ بھی مامور کر دیا گیا۔ محمد بن

مسلمہؓ ایک رسالے کے ہمراہ مرالظہر ان تک آئے تھے کہ وہاں قریش کے کچھ لوگ ملے ان لوگوں کے استفسار پر محمد بن مسلمہؓ نے کہا یہ رسول اللہؐ کا لشکر ہے۔ انشاء اللہ کل آپ کی اس منزل میں صبح ہوگی۔ وہ قریش کے پاس آئے اور اس کی خبر دی تو قریش کے لوگ گھبرا گئے۔

قریش مکہ سے نکل کر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چلے گئے۔ مکہ کو انھوں نے خالی کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہدی (قربانی کے اونٹ) کو آگے روانہ کیا تھا وہ ذی طویٰ میں روک لی گئی۔ حضورؐ نے اپنی سواری القصواء پر اس طرح روانہ ہوئے کہ مسلمان تلواریں لئے ہوئے رسول اللہؐ کے گرد حلقہ کئے ہوئے تلبیہ کہتے جاتے تھے۔ حضور انورؐ اس پہاڑی راستے سے چلے جو الجون پر نکلتا ہے عبد اللہ بن رواحہؓ حضور اقدسؐ کی سواری کی نکیل پکڑے ہوئے تھے۔ رسول اللہؐ تلبیہ کہتے رہے یہاں تک کہ حضورؐ نے اپنی چادر مبارک داہنی بغل سے نکال کر بائیں شانے پر ڈال لی اور اپنی ٹیڑھی موٹھ کی لکڑی سے حجر اسود کو مس کیا۔ حضورؐ نے سواری ہی پر طواف کیا اور مسلمانوں نے بھی اپنی چادروں کو داہنی بغل سے نکال کر بائیں شانے پر ڈالے رسول اللہؐ کے ساتھ طواف کر رہے تھے اور حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ اشعار پڑھ رہے تھے جن کا ترجمہ اس طرح ہے کہ ''اے قریش! اپنا کا راستہ چھوڑ دو کیونکہ ہر طرح کی خیر رسول اللہؐ کے ساتھ ہی ہے ہم نے تمھیں ان کی واپسی پر ایسی مار ماری جیسی مار ہم نے تمھیں ان کے اترنے پر ماری۔ وہ ایسی مار تھی جو دماغ کو اس کی راحت سے ہٹا دیتی ہے اور جو دوست سے دوست کو بھلا دیتی ہے۔ یا رب! میں ان کی بات پر ایمان لاتا ہوں''۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ ''اے ابن رواحہ! پھر کہو''۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''اے عمر! میں سن رہا ہوں''۔ حضور انورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''اے ابن رواحہ! پھر کہو''۔ پھر ارشاد فرمایا کہ ''کہو سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں جو تنہا و یکتا ہے جس نے اپنے بندے کی مدد کی، اپنے لشکر کو غالب کیا اور گروہوں کو تنہا اسی نے بھگا دیا''۔ ابن رواحہؓ اور ان کے ساتھ دوسرے

لوگ نے بھی یہی کہا۔ رسول اللہؐ نے اپنی سواری پر صفا و مروہ کی سعی فرمائی اور اس سے فراغت کے بعد ہدی جو مروہ کے پاس کھڑی ہوگئی تو حضورؐ نے فرمایا کہ ''یہ قربانی کی جگہ ہے اور مکے کا ہر راستہ قربانی کی جگہ ہے''۔ رسول اللہؐ نے مروہ میں قربانی کی اور وہیں حلق کروایا۔ اسی طرح جملہ مسلمانوں نے کیا۔ رسول اللہؐ نے حاضر لوگوں میں سے چند کو حکم دیا کہ وہ بطن یاجج میں اپنے ساتھیوں کے پاس جائیں اور ہتھیاروں کی نگرانی کی ذمہ داری سنبھالیں تاکہ وہاں کے لوگ آکر عمرہ ادا کریں۔

قریشیوں کی ایک جماعت پہاڑ پر سے رسول اللہؐ اور صحابہ کرام کو طواف کرتے دیکھ رہی تھی اور وہ آپس میں کہہ رہے تھے کہ یثرب کے بخار نے مہاجرین کو بہت کمزور کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قریشیوں کے اس تبصرے کی اپنی نبیؐ کو خبر دے دی۔ چنانچہ رسول اللہؐ نے صحابہ سے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحمت فرمائے گا جو ان قریشیوں کو اپنی جسمانی قوت و طاقت دکھلائے گا''۔ حضورؐ نے صحابہ کو حکم دیا کہ طواف کے تین پھیریوں میں رمل کریں یعنی اکڑ اکڑ کر اور سینہ نکال کر چلیں اور مشرکوں کو دکھلائیں کہ ہم میں پوری طرح زور و قوت باقی ہے۔ (سیرت حلبیہ)

رسول اللہؐ کعبہ میں داخل ہوئے حضور انورؐ اس میں ظہر تک رہے۔ حضرت بلالؓ کو حکم دیا تو انھوں نے کعبہ کی چھت پر اذان کہی۔ رسول اللہؐ نے مکہ میں تین روز قیام فرمایا۔ حضرت میمونہؓ بنت الحارثؓ کو ام المومنین ہونے کا شرف ملا۔ جب مکہ میں قیام کے تین دن کی مدت پوری ہوگئی تو حضور اقدسؐ نے ابورافعؓ کو حکم دیا کہ کوچ کی ندا دیں اور حکم دیا کہ مسلمانوں میں سے کوئی شخص وہاں شام نہ کرے۔ رسول اللہؐ سوار ہوئے اور وہاں سے مقام سرف آئے جہاں سب لوگ حضور اقدسؐ سے ملے۔ یہاں سے روانہ ہوکر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ منورہ مراجعت فرما ہوئے۔

دعوت اسلام کے فرامین مبارک

سنہ ۷ھ ہجری کے واقعات میں نہایت اہم اور تاریخ ساز واقعہ سلاطین عالم کے نام دعوت حق کے مکتوبات اقدس کا بھیجا جانا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام حق صرف عرب کے لئے نہیں بلکہ ساری دنیائے انسانیت کے لئے ہے جس طرح کہ قرآن مجید میں واضح فرما دیا گیا ہے۔

● اے (پیارے) رسولؐ! جو کچھ بھی آپ کی طرف آپ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے (پروردگار کے بندوں تک) پہنچا دیجئے..... (۵/ ۶۷)

● (اے محبوبؐ!) آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں۔ (۷/ ۱۵۸)

اور ہم نہ آپ کو نہیں بھیجا مگر خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر۔ (۵۶/۲۵)

● وہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ اسے اور تمام مذاہب پر غالب کر دے۔ (۶۱/ ۹)

● وہی ہے جس نے اپنے رسولؐ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے ہر دین پر غالب کرے۔ (۴۸/۲۸)

● اور ہم نے آپ کو تمام جہان والوں کے لئے رحمت بنا کر ہی بھیجا ہے۔ (۲۱/۱۰۷)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ، ارشادات حق تعالیٰ کی تبعیت کا مکمل و مقدس اور منور نمونہ ہے۔ چوں کہ حضور انورؐ کی رسالت عالمی و آفاقی ہے لہذا تبلیغ دین مبین یعنی اشاعت اسلام، اصلاح

نفوس، تزکیہ بواطن، تعلیم وتربیت اور دعوت حق وصداقت کا مقدس سلسلہ ایک لمحہ کے تعطل کے بغیر جاری و ساری رہا۔ مکہ مکرمہ میں قریش کا جو عداوت وعناد اگر چہ کہ موانعات کھڑا کرتا رہا لیکن حضور انورؐ کے یقین و توکل اور عزم واستقلال کے آگے ظالموں جابروں کی ایک نہ چل سکی۔ مامن اہل ایمان مدینہ منورہ میں رزم و پیکار کا تسلسل قریشیوں اور دیگر معاندین کی شرارتوں کا واضح وآئینہ دار تھا اس کے باوصف اشاعت دین حق کا کام پورے زور واثر کے ساتھ جاری رہا۔ البتہ معاہدہ حدیبیہ کے بعد یہ مبارک کام نہایت اطمینان و یکسوئی سے وسیع سے وسیع تر ہونے لگا۔ مختلف مذاہب والوں اور مختلف بادشاہوں کے پاس دعوت اسلام کے لئے سفراء اور فرامین اقدس کا بھیجا جانا صلح حدیبیہ اور فتح مکہ مکرمہ کے درمیانی زمانے کے اہم ترین واقعات میں سے ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب سلاطین عالم کے نام دعوت اسلام کے فرامین مبارک بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو ایک خطبہ ارشاد فرمایا۔ صحابہ کرام اس ارشاد مبارکہ کی تعمیل کے لئے جان و دل سے آمادہ ہو گئے۔ خدمت اقدس میں ایک معروضہ پیش کیا کہ ایک مہر ہو جو مکتوبات اقدس پر ثبت فرمائی جائے۔ چنانچہ رسول اللہؐ نے خاتم کی تیاری کا حکم دیا جو جلد ہی تیار ہوگئی یہ خاتم شریف چاندی کی تھی تین سطور میں اس طرح یہ عبارت کندہ تھی۔

اللہ
رسول
محمد

یعنی اس پر صرف تین لفظ کندہ تھے۔ ''محمد رسول اللہ''۔ رسول اللہؐ کی حیات طیبہ میں یہی مہر تمام نامہ ہائے مقدسہ یا فرامین رسالت پر ثبت ہوتی رہی۔ حضورؐ کے بعد یہ انگشتری خلفاء راشدین میں حضرات ابو بکرؓ صدیق، عمر بن خطابؓ اور عثمان غنیؓ کے ہاں رہی۔ حضرت عثمان غنیؓ سے آخر عہد خلافت میں یہ انگشتری مدینہ کے ایک چاہ بئر اریس کے اندر گر گئی تھی بہت تلاش کی گئی مگر نہ ملی۔ (بخاری)

سنہ ۷ھ کے محرم کی پہلی تاریخ تھی کہ نبی کریمؐ نے پادشاہان عالم کے نام دعوت اسلام کے خطوط مبارک اپنے سفیروں کے ہاتھ روانہ فرمائے جو سفیر جس قوم کے پاس بھیجا گیا وہ وہاں کی زبان جانتا تھا تاکہ تبلیغ بخوبی کر سکے۔ (رحمۃ للعالمین بحوالہ خصائص الکبری بروایت ابن ابی شیبہ)

سب سے پہلے چھ دعوت نامے تیار کئے گئے جو مختلف ممالک کے حکمرانوں تک پہنچانے کی غرض سے قاصدوں یا کہنا چاہئیے سفیروں کے سپرد ہوئے۔ یہ دعوت نامے محرم سنہ ۷ھ میں ایک ہی دن روانہ کئے گئے تھے۔ (محرم سنہ ۷ھ کی ابتداء ۱۱ مئی ۶۲۸ء سے ہوئی) (رسول رحمت صفحہ ۳۸۷)

مہر نبوی کے ساتھ جن بادشاہوں کے نام فرامین نبویؐ بھیجے گئے ان میں سے ایک نجاشی شاہ حبشہ، دوسرا ہرقل شاہ روم، تیسرا کسریٰ شاہ فارس مداین کے نام، چوتھا مقوقس حاکم اسکندریہ، پانچواں حارث بن ابی شمر غسانی حاکم شام کے نام، چھٹا ہوذہ بن علی حنفی والی یمامہ کا تھا۔ یہ چھ اشخاص ہیں جن کی طرف حضورؐ نے خطوط ارسال فرمائے۔ بعض اہل سیر ساتویں شخص کا نام بھی بتاتے ہیں وہ منذر بن ساوی حاکم بحرین ہے۔ (مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۳۷۴)

جن قاصدوں کو مکتوبات اقدس کے ساتھ حضور علیہ الصلوۃ و تسلیم نے روانہ فرمایا وہ یہ ہیں (۱) عمروؓ بن امیہ ضمری کو حبشہ بھیجا (۲) دحیہؓ بن خلیفہ الکلبی کو روم بھیجا (۳) عبداللہؓ بن حذافہ سہمی کو شاہ ایران کے پاس روانہ فرمایا (۴) حاطبؓ بن ابی بلتعہ کو مقوقس کے پاس اسکندریہ روانہ کیا گیا (۵) شجاعؓ بن وہب الاسدی کو حارث بن ابی شمر الغسانی کے ہاں بھیجا (۶) سلیطؓ بن عمرو کو ہوذہ بن علی الحنفی کے پاس یمامہ روانہ فرمایا۔ (اصح السیر)

ان مکتوبات اقدس کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ جو خط عیسائی بادشاہوں کے نام تھے ان میں خصوصیت سے یہ آیت مبارک بھی تھی۔

● (اے محبوبؐ!) آپ کہہ دیجئے کہ اے اہل کتاب ایسی انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں تم میں برابر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سواء کسی کی عبادت نہ کریں نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں نہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کو ہی رب بنائیں۔ (۳/ ۶۴)

مکتوب اقدس بنام ہرقل

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد رسول اللہؐ کی طرف سے ہرقل کی جانب جو روم کا عظیم (بڑا شخص) ہے سلام ہو اس پر جو راہ راست کی پیروی کرے۔ اما بعد! میں تم کو اسلام کے کلمہ کی دعوت دیتا ہوں۔ مسلمان ہو جاؤ سلامت رہو گے اور اللہ تعالیٰ تم کو دہرا اجر دے گا لیکن اگر تم نے روگردانی کی تو تمہاری تمام جاہل رعایا کا گناہ تم پر ہوگا۔ (اصح السیر)

اے اہل کتاب! ایسی انصاف والی بات کی طرف آؤ جو ہم میں اور تم میں برابر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے سواء کسی کی عبادت نہ کریں نہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنائیں نہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے ہی کو رب بنائیں"۔ (ق ۳/ ۶۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ والا نامہ حضرت دحیہ کلبیؓ کو دے کر قیصر روم کی طرف روانہ فرمایا قیصر روم اس وقت فارس پر فتح یابی کے شکریہ میں حمص سے پیدل چل کر بیت المقدس آیا ہوا تھا۔ حضرت دحیہ کلبیؓ محرم سنہ ۷ ہجری میں بیت المقدس پہنچے اور امیر بصریٰ کے توسط سے قیصر روم کے دربار میں پہنچ کر حضور اکرمؐ کا والا نامہ پیش کیا۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ان سے ابوسفیان نے بیان کیا کہ جب رسول اللہؐ کا والا

نامہ ملک شام گیا ہوا تھا تو ہم وہیں تھے حضرت دحیہ کلبیؓ وہ خط مبارک لئے تھے انھوں نے اس مکتوب اقدس کو بصریٰ کے امیر کو دیا تھا اور امیر بصری نے ہرقل کے حوالے کیا تھا۔ ہرقل نے مکتوب شریف پا کر دریافت کیا کہ ''جس ہستی نے نبوت کا اعلان فرمایا ہے کیا ان کی قوم کا کوئی آدمی یہاں موجود ہے؟'' لوگوں نے ہرقل سے کہا ''ہاں'' اور وہ لوگ آئے اور مجھے اور میرے چند ساتھیوں کو ساتھ لے کر ہرقل کے پاس گئے۔ ہرقل نے پوچھا ''ان کا قریبی رشتہ دار کون ہے؟'' ابوسفیان نے کہا کہ ''میں ہوں'' چنانچہ ابو سفیان کو ہرقل کے سامنے بٹھایا گیا اور ان کے ساتھیوں کو ان کے پشت کی طرف جگہ دی گئی پھر ہرقل نے ترجمان کے ذریعہ کہا کہ ''ہم اس ہستی محترم کے بارے میں کچھ ان سے پوچھنا چاہتے ہیں''۔ پھر ابوسفیان کے ساتھیوں سے کہا کہ ''اگر ہم سے یہ کوئی بات غلط کہیں تو تم لوگ ظاہر کر دو''۔ ابوسفیان کا بیان ہے کہ اگر ہم کو جھوٹ ظاہر ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ضرور اس روز بہت سی باتیں لگا کر کہہ دیتے۔ قیصر روم ہرقل نے دریافت کیا ''تم میں ان کا نسب کیسا ہے؟'' ابوسفیان نے جواب دیا ''وہ بڑے عالی نسب ہیں'' ہرقل نے پوچھا ''کیا ان کے آباء واجداد میں کوئی بادشاہ بھی ہوا؟'' ابوسفیان نے کہا ''نہیں'' ہرقل نے سوال کیا ''کیا تم لوگوں نے ان کو قبل ازیں کبھی جھوٹ بولتے پایا ہے؟'' ابوسفیان نے اعتراف کیا ''نہیں'' ہرقل نے پوچھا ''ان کی اتباع امراء کرتے ہیں یا غرباء و کمزور؟'' ابوسفیان نے کہا ''اکثر غربا اور ضعفاء'' ہرقل نے دریافت کیا ''ان کے متبعین روز بہ روز بڑھ رہے ہیں یا گھٹتے جاتے ہیں؟'' ابوسفیان نے جواباً کہا ''ان کی اتباع کرنے والے دن بہ دن زیادہ ہوتے جاتے ہیں'' ہرقل نے پوچھا ''کیا کوئی شخص ان کے دین میں داخل ہونے کے بعد ان کے دین سے بیزار ہو کر مرتد ہو جاتا یعنی ان کے دین سے پھر جاتا بھی ہے؟'' ابوسفیان نے جواب دیا ''نہیں'' ہرقل نے سوال کیا ''کیا وہ خلاف عہد بھی کرتے ہیں؟'' ابوسفیان نے کہا ''کبھی نہیں۔ آج تک انھوں نے کبھی عہد شکنی نہیں کی۔ لیکن آج کل

ہمارے اوران کے مابین ایک مدت صلح ٹھہری ہے نہ معلوم اس میں کیا کرتے ہیں''۔ابوسفیان کہتے ہیں کہ ''سوائے اس ایک بات کے مجھے کسی اور بات لگانے کا کہیں موقع نہ ملا۔'' (ابن اسحاق کی روایت میں ہے کہ ابوسفیان کہتے ہیں کہ ''خدا کی قسم! قیصر نے میری اس بات کی طرف جو میں اپنی طرف سے ملائی ذرہ برابر بھی التفات نہیں کیا'') قیصر روم ہرقل نے پوچھا ''کیا تم ان سے لڑے بھی ہو؟'' ابوسفیان بولے ''ہاں'' ہرقل نے دریافت کیا ''لڑائی کیسی رہی؟'' ابوسفیان نے کہا کبھی وہ غالب آئے کبھی ہم۔ ہرقل نے پوچھا ''وہ تم کو کس چیز کا حکم دیتے ہیں؟'' ابوسفیان نے جواب دیا ''وہ یہ کہتے ہیں کہ ایک اللہ کی عبادت کرو کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کرو اور کفر وشرک کے تمام مراسم جو تمہارے آباء واجداد کرتے تھے ان سب کو یکلخت چھوڑ دو اور نماز اور زکوۃ اور سچائی اور پاکدامنی اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں''۔ ہرقل نے پوچھا ''کیا تم میں سے کسی نے پہلے بھی ایسا دعویٰ کیا ہے؟ ابوسفیان نے کہا ''نہیں'' اب ہرقل نے ترجمان سے کہا کہ ''ان سے کہہ دو کہ بے شک انبیاء ایسے ہی خاندان سے بھیجے جاتے ہیں جو حسب نسب میں سب سے بالا ہو۔ اگر ان کے خاندان میں کوئی بادشاہ گزرا ہوتا تو میں یہ سمجھتا کہ یہ اس طریق سے اپنے باپ دادا کا گیا ہوا ملک حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ہرقل نے کہا کہ ''جس ہستی نے بندوں پر جھوٹ نہ باندھا وہ اللہ پر کس طرح جھوٹ اور افتراء باندھ سکتا ہے بے شک انبیاء کرام کے پیرو اور اتباع کرنے والے اکثر ضعفاء اور غرباء ہی ہوا کرتے ہیں بے شک ایمان کا یہی حال ہے کہ اس کے پیرو روز بہ روز بڑھتے ہی رہتے ہیں یہاں تک کہ حد کمال کو پہنچ جائیں۔ انبیاء کرام کے متبعین راسخ الایمان ہوتے ہیں اسی لئے مرتد نہیں ہوتے۔ لڑائیوں میں انبیاء کی یہی حالت ہوتی ہے۔ لیکن آخری کامیابی ان کی یقینی ہے اللہ عزوجل کی عبادت کا حکم اور شرک و بت پرستی سے روکنا، نماز، زکوۃ، سچائی، پاکدامنی کا حکم وغیرہ یہ تمام باتیں صحیح ہیں تو بلاشبہ وہ نبی ہیں اور عنقریب وہ اس جگہ کے مالک ہوں گے جہاں ہم ہیں''۔

کسریٰ اور نجاشی کے نام مکتوبات اقدس

خسرو پرویز کسریٰ شاہ ایران کے نام نامہ اقدس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسریٰ شاہ ایران جو نصف مشرقی دنیا کا شہنشاہ تھا اور زردشتی مذہب رکھتا تھا، کے نام والا نامہ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ کے ذریعہ بھیجا۔ بخاری میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ نے حضورؐ کے مکتوب مبارک کو بحرین کے رئیس کے حوالے کیا جس نے وہ خط اقدس کسری کو دیا۔ نامہ مبارک میں تحریر تھا (ترجمہ)

''اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ بزرگ فارس کے نام۔ سلام اس پر جو سیدھی راہ پر چلتا اور اللہ و رسول پر ایمان لاتا ہے اور یہ شہادت ادا کرتا ہے کہ اللہ کے سواء کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمدؐ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں تجھ کو اللہ کے پیغام کی دعوت دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ مجھے جملہ نسل آدم کی طرف بھیجا گیا ہے تا کہ کوئی زندہ ہے اسے عذاب الٰہی کا ڈر سنا دیا جائے اور جو منکر ہیں ان پر اللہ کا قول پورا ہو۔ تو مسلمان ہو جا سلامت رہے گا ورنہ مجوس کا گناہ تیرے ذمہ ہوگا۔''

(حضورؐ کے نامہ مبارک کے الفاظ ''اسلم تسلم'' بڑے خاص ہیں اس میں درج تھا کہ اگر مسلمان ہو جائے گا تب سلامت رہے گا یہ تہدید نہ تھی بلکہ ''اخبار عن الغیب'' (پیشگوئی) تھا)۔

کسریٰ نے جب حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے نامہ مبارک کو سنا تو غصہ میں اسے چاک کر ڈالا۔ جب حضرت عبداللہ بن حذافہؓ نے آ کر حضور انورؐ سے یہ واقعہ بیان کیا تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''کسری

کا ملک ٹکڑے ٹکڑے اور پارہ پارہ ہو گیا''۔

کسریٰ شاہ ایران نے باذان نامی شخص کو جو یمن میں اس کا نائب السلطنت تھا اور عرب کا سارا ملک اسی کے زیر اثر سمجھا جاتا تھا، یہ حکم بھیجا کہ خط بھیجنے والی ہستی کو محروس کر کے میرے پاس بھیج دو۔ باذان نے اپنے دو فوجی افسروں کو ایک خط کے ساتھ مدینہ روانہ کیا۔ جب یہ لوگ دربار رسالتؐ میں پہنچے تو وہ دونوں حضورؐ کی خداداد عظمت و شان اور رعب و دبدبہ سے ہیبت زدہ ہو کر کانپنے لگے اور اسی حالت میں باذان حاکم یمن کا خط حضور اقدسؐ کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔ خط سن کر حضورؐ مسکرائے اور دونوں قاصدوں کو دعوت اسلام دی اور ارشاد فرمایا کہ ''کل آنا''۔ اگلے روز یہ دونوں قاصد جب دربار نبویؐ میں حاضر ہوئے تو آقائے دو جہاںؐ نے فرمایا کہ ''آج شب میں فلاں وقت اللہ تعالیٰ نے کسریٰ شاہ فارس پر اس کے بیٹے شیرویہ کو مسلط کر دیا اور شیرویہ نے کسری کو قتل کر ڈالا''۔ یہ شب سہ شنبہ ۱۰ / جمادی الاولیٰ سنہ ۷ھ ہجری تھی۔ فرمایا ''باذان سے کہہ دو'' افسر یہ خبر سن کر واپس یمن لوٹ گئے۔ وہاں باذان نائب السلطنت کے پاس اطلاع پہنچ چکی تھی کہ کسریٰ کو اس کے بیٹے نے قتل کر دیا ہے اور تخت ایران کا مالک شیرویہ ہے۔ جب قاصدوں نے مدینہ کی ساری روائید سنائی اور رسول اللہؐ کی ذات اطہر اور ارشادات کی حقانیت کا حال سنایا تو باذان نے کہا کہ ''یہ بات بادشاہوں کی سی نہیں''۔ باذان نے رسول اللہؐ کے پیام حق اور ارشادات عالیہ وغیرہ سے بے حد متاثر ہو کر اسلام قبول کیا۔ دربار کا اور ملک کا اکثر حصہ بھی مسلمان ہو گیا اور اس نے اپنے اور اہل یمن کے اسلام سے حضور انورؐ کو مطلع کیا۔

نجاشی شاہ حبشہ کے نام والا نامہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کو مکتوب گرامی کے ساتھ نجاشی شاہ حبشہ کے پاس روانہ فرمایا۔ حضور انورؐ نے نجاشی کو دو فرمان تحریر فرمائے تھے۔ جس نامہ مبارک میں انھیں

دعوت اسلام دی تھی وہ فرمان یوں تھا (ترجمہ)

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمدؐ، اللہ کے رسول کی جانب سے نجاشی شاہ حبشہ کی طرف۔ سلام ہو تجھ پر۔ اما بعد! میں حمد وثناء کرتا ہوں اس اللہ کی جس کے سواء کوئی معبود نہیں وہی حقیقی بادشاہ ہے تمام عیبوں سے پاک ہے امن دینے والا اور سب کا نگہبان ہے۔ گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰؑ مریم کے بیٹے، اللہ کی خاص روح اور اس کا کلمہ ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے مریم پاک کی طرف سے القاء کیا پس حاملہ ہوئیں تو اللہ تعالیٰ نے عیسیٰؑ کو اپنی روح اور نفخ سے پیدا کیا جس طرح آدمؑ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا۔ میں تم کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں جو ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور اس کی اطاعت وفرماں برداری کی طرف محبت کی طرف اور اپنے اتباع کی طرف اور اس بات کی طرف کہ جو اللہ کی طرف سے میرے پاس آیا ہے (یعنی قرآن شریف) اس پر ایمان لا۔ تحقیق کہ میں اللہ کا رسول ہوں میں تجھ کو اور تیرے تمام لشکروں کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اللہ کا پیغام پہنچا چکا اور نصیحت کی۔ پس میری نصیحت کو قبول کرو اور سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی اتباع کرے۔"

حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ نے اس مکتوب اقدس کو پہنچا کر شاہ حبشہ نجاشی سے اس طرح خطاب کیا "اے اصحمہ! (یہ اس نجاشی کا نام تھا) مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے امید ہے کہ آپ اسے غور سے سنیں گے۔ ہمیں آپ پر اعتماد اور اطمینان اور آپ سے حسن ظن ہے ہم نے جب کبھی آپ سے کسی خیر اور بھلائی کی امید کی ہمیں وہ آپ سے حاصل ہوئی"۔

رسول اللہؐ کے مکتوبات اقدس کو نجاشی شاہ حبش کے حوالے کرنے کے بعد حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ نے ایک مختصر سی تقریر بھی کی۔ مکتوب گرامی پا کر نجاشی نے بصد ہزار مسرت تعمیل فرمان نبویؐ میں اسلام قبول کرلیا اور جواب میں ایک عریضہ تحریر کیا۔

(ترجمہ) ''اللہ کے نام سے جو بڑی رحمت اور دائمی رحم والا ہے۔ محمد رسول اللہؐ کی خدمت میں نجاشی الاصحم بن ابجز کی طرف سے۔ اے نبی اللہ! آپ پر اللہ کی سلامتی، رحمت اور برکتیں ہوں۔ اسی اللہ کی جس کے سواء کوئی معبود نہیں اور جس نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی ہے۔ اب عرض یہ ہے کہ حضورؐ کا فرمان میرے پاس پہنچا (حضرت) عیسیٰؑ کے متعلق جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے رب السماء والارض کی قسم! وہ اس سے ذرہ برابر بڑھ کر نہیں ان کی شان اتنی ہی ہے جتنی آپ نے تحریر فرمائی ہے۔ ہم نے آپ کی تعلیم سیکھ لی ہے اور آپ کے چچا زاد بھائی اور مسلمان میرے پاس آرام سے ہیں۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، سچے ہیں اور راستبازوں کی سچائی ظاہر کرنے والے ہیں۔ میں آپ سے بیعت کرتا ہوں۔ میں نے آپ کے چچا زاد بھائی (حضرت جعفر بن ابی طالبؓ) کے ہاتھ پر حضورؐ کی بیعت کی اور اللہ کی فرماں برداری کا اقرار کرلیا ہے۔ اور میں حضورؐ کی خدمت میں اپنے فرزند اریٰ ابن اصحم بن ابجز کو روانہ کرتا ہوں۔ میں تو اپنے ہی نفس کا مالک ہوں اگر حضورؐ کا یہ منشاء ہوگا کہ میں حاضر خدمت ہو جاؤں تو ضرور حاضر ہو جاؤں گا کیونکہ میں یقین کرتا ہوں کہ حضورؐ جو فرماتے ہیں وہی حق ہے۔ اے اللہ کے رسولؐ! آپ پر سلام''۔

ایک روایت کے مطابق نجاشی نے اپنے بیٹے کو حبشہ کے ساٹھ آدمیوں کے ساتھ ایک کشتی میں سوار کروا کر رسول اللہؐ کی خدمت میں روانہ کیا لیکن کشتی راستہ میں غرق ہوگئی۔ (زادالمعاد۔ زرقانی)

یہ وہی نجاشی ہے جس کی طرف مسلمانوں نے سنہ ۵ نبوی میں ہجرت کی۔ ان کا نام اصحمہ ہے۔ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کے ہاتھ پر اسلام لائے اور رجب سنہ ۹ ھ میں انھوں نے وفات پائی جس روز ان کا انتقال ہوا اسی روز رسول اللہؐ نے مدینہ منورہ میں ان کی وفات کی خبر دی۔ عیدگاہ میں صحابہ کرام کے ہمراہ تشریف لے جا کر غائبانہ نماز جنازہ پڑھی۔ ان کی وفات کے بعد دوسرا نجاشی ان کا جانشین ہوا۔ رسولؐ

اللہ نے دعوت اسلام کا ایک خط اس کے نام بھی روانہ فرمایا جس کو امام بیہقی نے ابن اسحاق سے روایت کیا ہے (سیرت المصطفیٰ) اس خط کا ترجمہ یہ ہے۔

''بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ از جانب محمدؐ بطرف نجاشی عظیم حبشہ۔ سلام ہو اس پر جو ہدایت کی اتباع کرے اور اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے اور شہادت دے کہ اللہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں نہ اس کی بیوی ہے اور نہ اولاد۔ اور گواہی دے کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں میں تجھ کو اللہ کی دعوت دیتا ہوں۔ تحقیق میں اللہ کا رسول ہوں اسلام لا، سلامت رہے گا۔

اے اہل کتاب آؤ ایک صاف اور سیدھی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان مسلّم ہے وہ کہ سوائے اللہ کے کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں۔ اور آپس میں ایک دوسرے کو رب نہ بنائیں پس اگر رو گردانی کریں تو کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم تو مسلمان اور اللہ کے فرماں بردار ہیں۔

اے نجاشی! اگر تو نے اسلام کے قبول کرنے سے انکار کیا تو تیری قوم کے تمام نصاریٰ کا گناہ تجھ پر ہوگا''۔

اس نجاشی کا اسلام ثابت نہیں ہوا اور نہ اس کا نام معلوم ہوا۔ حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ یہ نجاشی اس نجاشی کے علاوہ ہے کہ جو حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا۔ بعض لوگوں کو التباس ہو گیا اور دونوں کو ایک ہی سمجھ لیا۔ مسلم شریف کی روایت سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ نجاشی دو ہیں۔

(والتفصیل فی الزرقانی ج ۳ صفحہ ۳۴۶)

صحیح مسلم میں ہے کہ یہ وہ نجاشی نہیں ہے جس کی جنازہ کی نماز حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے پڑھی تھی واللہ اعلم۔ ہجرت مدینہ سے پہلے سنہ ۵ بعثت نبوی میں مسلمان حبشہ گئے۔ اس وقت جو نجاشی وہاں تھا

اس کا نام اصحمہ بن ابجز بعض روایتوں میں مذکور ہے۔ اس خط کے پہلے اور بعد بھی نجاشی کے پاس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خطوط مبارک بھیجے ہیں۔ (اصح السیر)

مقوقس شاہ مصر واسکندریہ کے نام والا نامہ

(ترجمہ) ''اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول کی جانب سے مقوقس عظیم قبط کے نام۔ سلام ہو اس پر جو ہدایت کی اتباع کرے میں تجھ کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام لا، سلامت رہے گا۔ اور اللہ تعالیٰ تجھ کو دوہرا اجر عطا فرمائے گا اور اگر تو نے اس دعوت سے اعراض کیا تو تمام قبط کے حق قبول نہ کرنے کا گناہ تجھ پر ہوگا۔

اے اہل کتاب! آؤ اسی سیدھی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے مابین مسلّم ہے وہ یہ کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں اور ہم میں کا بعض بعض کو سوائے اللہ کے رب نہ بنائے پس اگر اس سے اعراض کریں تو کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم مسلمان اور اللہ کے فرماں بردار ہیں۔''

مہر شریف لگا کر یہ مکتوب حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کو دیا کہ وہ شاہ مصر تک لے جا کر پہنچائیں۔

مہر بند والا نامہ لے کر وہ مصر گئے جہاں پہنچنے کے بعد انھیں معلوم ہوا کہ مقوقس اسکندریہ گیا ہوا ہے چنانچہ حضرت حاطبؓ اسکندریہ پہنچے اور بادشاہ مصر مقوقس کے دربار میں بحیثیت قاصد حبیب کبریاؐ تشریف لے گئے۔ حضورؐ کے مکتوب شریف کو شاہ مقوقس کے حوالے کیا۔ مقوقس نے نہایت ادب اور احترام کے

ساتھ والا نامہ لیا اور پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ رسول اللہؐ کے مکتوب اقدس کے آخری میں یہ بھی تحریر تھا ''اگر تم نے اسلام سے انکار کیا تو تمام مصر (اہل قبط) کے مسلمان نہ ہونے کا گناہ تمہاری گردن پر ہوگا۔'' حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ نے اس آخری جملہ کو بھی ان خاص الفاظ میں سمجھایا ''صاحب! آپ سے پہلے اس ملک میں ایک شخص ہو چکا ہے جو ''انا ربکم الاعلی'' (یعنی میں تم لوگوں کا بڑا خدا ہوں) کہا کرتا تھا اور اللہ تعالی نے اسے دنیا اور آخرت کی رسوائی دی۔ جب اللہ کا غضب بھڑکا تو وہ ملک وغیرہ کچھ نہ رہا۔ اس لئے لازم ہے کہ تم دوسروں کو دیکھو اور عبرت پکڑو۔ یہ نہ ہو کہ دوسرے تم سے عبرت لیا کریں۔''

حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کی تقریر دل پزیر سن کر شاہ مصر و اسکندریہ مقوقس نے کہا کہ ''ہم خود ایک مذہب رکھتے ہیں اسے اس وقت چھوڑ نہیں سکتے جب تک ہمارے مذہب سے بہتر دین ہمیں نہ ملے''۔ حضرت حاطبؓ نے جواباً کہا ''میں آپ کو دین اسلام کی طرف بلاتا ہوں جو جملہ دیگر مذاہب سے کفایت کنندہ ہے۔ نبی اکرمؐ نے سب ہی کو دعوت اسلام فرمائی ہے۔ قریش نے مخالفت کی ہے اور یہود نے عداوت کی لیکن سب ہی سے محبت و مودت کے ساتھ قریب تر نصاری رہے ہیں بخدا جس طرح (حضرت) موسیٰ (علیہ السلام) نے (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) کے لئے بشارت دی اسی طرح (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشارت دی ہے قرآن مجید کی دعوت ہم آپ کو اس طرح دیتے ہیں جیسے آپ اہل توراۃ کو انجیل کی دعوت دیا کرتے ہیں۔ جس نبی کو جس قوم کا زمانہ ملا وہی قوم اس کی امت سمجھی جاتی ہے اس لئے آپ پر لازم ہے کہ اس ہی کی اطاعت کریں جس کا عہد آپ کو مل گیا ہے۔''

شاہ مصر مقوقس نے کہا کہ ''میں نے اس نبیؐ کے بارے میں غور و فکر کیا تو یہ سمجھ میں آیا کہ وہ پسندیدہ

چیزوں کا حکم دیتے ہیں اور ناپسند چیزوں سے منع کرتے ہیں قابل رغبت اور لائق محبت چیزوں سے روکتے نہیں اور قابل نفرت چیزوں کا حکم نہیں دیتے اور غیر مرغوب باتوں سے منع کرتے ہیں ۔ میں نبوت کی علامتیں ان میں پاتا ہوں ۔ میں جانتا ہوں کہ وہ ساحر ضرر ساں ہیں نہ کاہن'' ۔ اس نے مزید کہا کہ ''میں اس بارے میں پھر غور کروں گا'' ۔ مقوقش نے رسول اللہؐ کے والا نامہ کو ہاتھی کے دانت کے ڈبہ میں نہایت ادب کے ساتھ رکھ کر بند کیا اور اپنے خازن کو اس حکم کے ساتھ وہ ڈبہ دیا کہ اس کی بڑی حفاظت کریں ۔

شاہ مقوقس نے حضور انورؐ کے مکتوب اقدس کو محفوظ کروانے کے بعد شاہی کاتب کو طلب کر کے حضورؐ کے والا نامہ کا جواب لکھوایا جس میں تحریر تھا کہ ''میں نے آپ کا مکتوب شریف پڑھا اور اس میں آپ نے جو کچھ ذکر فرمایا ہے اور جس بات کی طرف آپ بلاتے ہیں اس کو اچھی طرح سمجھا ۔ مجھے یہ معلوم ہے کہ ایک نبی کا ظہور باقی ہے مگر میرا یہ گمان تھا کہ ان کا ظہور شام میں ہوگا ۔ میں نے آپ کے قاصد کی عزت کی اور آپ کے لیے دو جاریین بھیجیں جن کا قبط میں بڑا درجہ ہے اور پارچہ آپ کے لئے ہدیہ کیا اور ایک بغلہ بھیجا تاکہ آپ اس پر سواری کریں'' ۔ شاہ مقوقس کا یہ خط ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' سے شروع اور ''والسلام علیک'' پر ختم ہوا ۔

مقوقس شاہ مصر نے اپنا اسلام لانا ظاہر نہ کیا جاریین میں ایک تو (حضرت) ماریہ قبطیہ (رضی اللہ عنہا) تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادہ حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ کی والدہ بنی ۔ اور دوسری جاریہ کا نام سیرین تھا جو حضرت حسان بن ثابتؓ کو عطا ہوئی ۔ بغلہ یعنی خچر دلدل کے نام سے معروف ہوا ۔ ان کے علاوہ اور چیزوں کو بھی مقوقس نے حضور انورؐ کی خدمت عالیہ میں بطور تحفے بھیجیں ان کی فہرست اس خط میں نہیں تھی ۔ شاہ مصر مقوقس نے رسول اللہؐ کے قاصد حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ کو بھی تحائف دیئے جن میں ایک سو مثقال سونا اور کپڑے تھے ۔

مصر اور اسکندریہ سے لوٹ کر جب حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور تمام واقعات عرض کئے تو حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''اس نے (مقوقس شاہ مصر و اسکندریہ) ملک اور سلطنت کی وجہ سے اسلام قبول نہیں کیا۔ اس کا ملک اور سلطنت باقی نہیں رہ سکتی۔ حضور اقدسؐ کا یہ ارشاد حرف بہ حرف پورا ہوا۔ چنانچہ مصر کو مسلمانوں نے حضرت عمر بن خطابؓ کے عہد خلافت میں فتح کیا۔

مقوقس، حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت اور رسول اللہؐ کے احوال شریفہ سے پہلے سے واقف تھا۔ اس بارے میں اس نے پیشتر ہی دریافت کرلیا تھا۔ مشہور ہے کہ (حضرت) مغیرہ بن شعبہ مشرف بہ اسلام ہونے سے قبل ایک بار بنی مالک کے چند لوگوں کے ساتھ مقوقس کے پاس گئے تھے۔ اس وقت مقوقس نے مغیرہ بن شعبہ اور ان کے ساتھیوں سے حضور اقدسؐ کے حالات مبارکہ معلوم کر لئے تھے جس کا اس پر بے حد اثر ہوا ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہؐ کے قاصد حضرت حاطب بن ابی بلتعہؓ اس کے پاس گئے اور مکتوب اقدس حوالے کیا تو مقوقس نے ان کا بے حد اکرام کیا اور والا نامہ کو نہایت توقیر و تعظیم کے ساتھ حاصل کر کے پڑھا اور محفوظ کر دیا۔

مقوقس نے جب دین حق اسلام کے بارے میں سوال کیا تھا تو مغیرہ بن شعبہ نے کہا تھا ''وہ (حضور اقدسؐ) بالکل ایک نیا دین لے کر آئے ہیں جو ہمارے آبائی اور جدی مذہب کے بر خلاف ہے''۔ اور بادشاہ (یعنی مقوقس) نے پوچھا ''پھر ان کی قوم نے ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟'' مغیرہ نے جواباً کہا ''اکثر نوجوانوں نے ان کی اتباع کی ہے اور بڑے بوڑھوں نے شدت کے ساتھ مخالفت کی ہے یہاں تک کہ مخالفین سے لڑائی کی نوبت بھی آئی تو کبھی فتح ہوئی اور کبھی اس کے خلاف ہوا''۔ مقوقس نے بھرپور اشتیاق سے دریافت کیا ''وہ کس چیز کی طرف تمھیں بلاتے ہیں؟'' مغیرہ نے جواب دیا ''وہ اللہ و

حدہ لاشریک کی ہی عبادت کرنے کا حکم دیتے ہیں اور کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کرنے کی تعلیم دیتے ہیں۔ جن بتوں کو ہم اور ہمارے آباو اجداد معبود مانتے آئے ہیں ان کی پرستش چھوڑ دینے اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے کا حکم دیتے ہیں''۔

مقوقس نے پوچھا ''کیا وہ نماز ادا کرنے کے لئے کوئی وقت بتاتے ہیں اور زکوۃ کے لئے کوئی مقدار معین ہے؟'' مغیرہ نے کہا ''ہاں وہ دن اور رات میں پانچ وقت نمازیں پڑھنے کا حکم دیتے ہیں اور بیس مثقال سونے میں سے آدھا مثقال سونا بطور زکوہ نکالنے یعنی مال کا چالیسواں حصہ زکوۃ دینے کا حکم دیتے ہیں'' مقوقس نے دریافت کیا ''زکوۃ لے کر کیا کرتے ہیں؟ مغیرہ نے کہا ''فقراء اور مسکینوں پر تقسیم کر دیتے ہیں ان کے علاوہ وہ (حضور اکرمؐ) صلہ رحمی اور ایفائے عہد کا حکم کرتے ہیں۔ زنا، بدکاری، سود اور شراب کو حرام بتاتے ہیں اور ان سے سختی کے ساتھ روکتے ہیں وہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کئے ہوئے جانور کے گوشت کو نہیں کھاتے''۔

یہ ساری تفصیلات سن کر مقوقس نے بے ساختہ اعتراف کیا تھا کہ ''بے شک وہ نبی مرسل ہیں اور تمام عالموں کی ہدایت کے لئے مبعوث ہوئے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی انھیں باتوں کا حکم دیتے تھے اور یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ تمام انبیاء سابقین بھی تو ان ساری باتوں کی تلقین اور ان ہی امور کی ہدایت فرمایا کرتے تھے''۔ اس کھلے اعتراف اور مقوقس کے متاثر و مائل ہونے کے انداز کو دیکھ کر مغیرہ بن شعبہ نے کہا ''ساری دنیا بھی اگر آپ (رسول اللہؐ) پر ایمان لالے تب بھی ہم اپنے موقف پر قائم رہیں گے اور آپ پر ایمان نہیں لائیں گے''۔ شاہ مصر مقوقس نے مغیرہ کی اس بات کا ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا کہ ''تم لوگ نادان اور بے عقل ہو'' پھر پوچھا ''اچھا بتاؤ ان کا نسب کیسا ہے؟ مغیرہ کو بلا تامل کہنا پڑا ''سب سے بہتر''۔ مقوقس نے کہا ''حضرات انبیاء علیہم السلام سب کے سب ہمیشہ سب سے اعلی

اور اشرف خاندان سے ہوئے ہیں''۔ پھر مغیرہ سے کہا کہ اچھا ان کی سچائی اور راستی کے متعلق کچھ بیان کرو''۔ مغیرہ نے صحیح صحیح جواب دیا کہ ''ان کی سچائی ہی کی وجہ سے سارے عرب میں وہ (سرکار دو عالمؐ) امین سے معروف ہیں اور صادق سے مشہور ہیں''۔ پھر مغیرہ سے مقوقس نے پوچھا ''یہ بتلاؤ کہ ان کے پیرو اور متبع کس قسم کے لوگ ہیں؟'' مغیرہ نے مختصر جواب دیا کہ ''نوجوان'' مقوقس نے کہا ''آپ سے بیشتر جس قدر انبیاء گزرے ہیں ان کے اتباع کرنے والے لوگ جوان ہی ہوئے ہیں (کیونکہ اخلاق اور عادات بوڑھوں میں پختہ اور راسخ ہو جاتے ہیں ان کو اپنی عادات اور مراسم کا چھوڑنا بہت شاق ہوتا ہے)''۔ اس کے بعد مقوقس نے پوچھا ''یثرب (مدینہ منورہ) کے یہودیوں نے آپ (حضورؐ) کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ وہ لوگ اہل توریت ہیں'' مغیرہ بن شعبہ نے جواب دیا ''مخالفت کی۔ ان میں سے بعض قتل ہوئے، بعض اسیر اور بعض جلاوطن'' مقوقس نے کہا ''یہود حاسد قوم ہے یہود نے آپ پر حسد کیا ورنہ وہ ہماری طرح آپ کو پہچانتے ہیں''۔ (مقوقس نصرانی الاصل تھا)

بعد میں مغیرہ اور ان کے ساتھی مقوقس کے دربار سے نکل کر باہر آ گئے وہ اپنے دلوں میں کہہ رہے تھے کہ شاہان عجم آپ (رسول اللہؐ) کو پہچان کر آپ کی تصدیق کرتے ہیں حالانکہ وہ مدینہ منورہ سے بہت دور رہتے ہیں اور ایک ہم ہیں ان (رسول اللہؐ) کے قریب رہتے ہیں، رشتہ دار ہیں، پڑوسی ہیں لیکن ہم نے آج تک آپ کو نہ پہچانا اور نہ آپ کے دین کی سچائی اور حقیقت کو سمجھا اور نہ آپ کے دین کو اختیار کیا نہ آپ کی دعوت حق کو قبول کیا حالاں کہ آپ نے خود ہمارے گھروں تک پہنچ کر ہم کو اس جادہ حق کی طرف بلایا لیکن ہم دور اور محروم ہی رہے۔ (مغیرہ کہتے ہیں کہ) یہ بات میرے دل میں اثر کر گئی اور میں اسکندریہ میں ٹھہر گیا کوئی گرجا ایسا نہ چھوڑا کہ میں اس میں نہ گیا ہوں اور وہاں کے پادریوں سے حضورؐ کی صفات عالیہ اور شان رفعت دریافت نہ کی ہو۔ یہاں تک کہ میں ان کے اسقف اعظم (بڑے پادری) سے ملا جو

بڑا عابد وزاہد تھا میں نے اس سے دریافت کیا کہ کیا ابھی کسی نبی کی بعثت باقی ہے؟ تو اس نے جواب دیا۔ ''ہاں''۔ پھر کہا ''وہ آخری نبی ہیں ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی اور نبی نہیں وہ نبی مرسل ہیں عیسیٰ علیہ السلام نے ہم کو ان کی اتباع کرنے کا حکم دیا وہ نبیؐ عربی ہیں۔ نام ان کا احمدؐ ہے (جیسا کہ قرآن مجید میں حضرت عیسیٰؑ کی بشارت کے ضمن میں حضور اکرمؐ کا اسم پاک ''احمدؐ'' بیان ہوا ہے) وہ نبی حرم (مکہ مکرمہ) میں ظاہر ہوگا اور حرم (مدینہ منورہ) کی طرف ہجرت فرمائیں گے وہ زمین ثور اور نخلستانی ہوگی۔ مغیرہ نے یہ سن کر اسقف اعظم سے کہا کہ آپ (رسول اللہؐ) کی کچھ اور صفات بیان کرو۔ اس نے کہا کہ '' آپ (حضورؐ) وضو کریں گے۔ آپ سے قبل جس قدر نبی گزرے ہیں وہ صرف اپنی قوم کی طرف مبعوث ہوئے اور آپ تمام عالم کی طرف مبعوث ہوں گے تمام روئے زمین ان کے لئے مسجد اور طہور ہوگی''۔ مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ میں ان تمام باتوں کے سننے کے بعد واپس ہو کر رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور مشرف بہ اسلام ہوا۔ (الجواب الصحیح، خصائص الکبریٰ بحوالہ سیرت المصطفیٰؐ)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقوقس اور حضرت مغیرہ کے اس ملاقات کا واقعہ ۵ھ سے پہلے کا ہوگا کیوں کہ حضرت مغیرہؓ نے ۵ھ میں اسلام لایا۔

حاکم بحرین اور شاہ عمان کے نام مکتوبات اقدس

منذر بن ساویٰ کے نام رسول اللہؐ کا مکتوب اقدس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حاکم بحرین منذر بن ساویٰ کے نام دعوت اسلام کا مکتوب اقدس حضرت علاء بن حضرمیؓ کے ذریعہ روانہ فرمایا۔ جب والا نامہ منذر بن ساوی نے پڑھا تو بہ صدق دل

اسلام قبول کیا اور اہل بحرین کو بھی حضور انورؐ کی دعوت حق پہنچائی اکثر نے ایمان لاکر سعادت دارین حاصل کی اور بعض خاموش ہو رہے۔ یہ کیفیت منذر نے اپنے خط میں لکھی جو اس نے جواباً حضور اقدسؐ کی خدمت میں بھجوایا تھا منذر نے اپنے خط میں لکھا کہ۔

''اے اللہ کے رسولؐ! میں نے آپ کا والا نامہ اہل بحرین کو سنا دیا بعضوں نے اسلام پسند کیا اور اس میں داخل ہو گئے بعض نے نہیں۔ میرے ملک میں یہودی اور مجوسی رہتے ہیں اس بارے میں آپ اپنا حکم صادر فرمائیں''۔

رسول اللہؐ نے یہ جواب لکھوا کر بھیجا کہ ''بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط ہے محمدؐ رسول اللہ کی جانب سے منذر بن ساویٰ کی طرف۔ سلام ہو تم پر میں تمہاری طرف اس اللہ وحدہ کی حمد پہنچاتا ہوں جس کے سواء کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ بعد ازیں میں تم کو اللہ عزوجل کی یاد لاتا ہوں اس لئے جو شخص اللہ کے ساتھ خیر خواہی اور وفاداری کرے وہ حقیقت میں اپنی ذات کی خیر خواہی کرتا ہے۔ اور جس نے میرے قاصدوں کی اطاعت کی اور ان کے حکم کی اتباع کی پس تحقیق اس نے میری اطاعت کی اور جس نے ان کی خیر خواہی کی اس نے میری خیر خواہی کی۔ میرے قاصدوں نے آکر تمہاری تعریف وتوصیف کی میں نے تمہاری قوم کے بارے میں تمہاری سفارش قبول کی پس وہ املاک مسلمانوں کے قبضہ میں چھوڑ دو جس پر وہ اسلام لائے ہیں اور خطا کاروں کو میں نے معاف کیا اس سے اسلام یا توبہ قبول کرو اور جب تک تم ٹھیک اور درست رہو گے تو ہم تم کو معزول نہ کریں گے اور جو شخص اپنی یہودیت اور مجوسیت پر قائم رہے تو اس پر جزیہ ہے۔'' (زادالمعاد)

شاہ عمان کے نام حضور انورؐ کا نامہ مبارک

''بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خط ہے محمدؐ بن عبد اللہ و رسول اللہ کی طرف سے **جیفر** اور عبد پسران

جلندی کی طرف۔ سلام ہے اس پر جو ہدایت کی اتباع کرے۔ اما بعد! میں تم میں دونوں کو اسلام کی دعوت دیتا ہوں اسلام لے آؤ سلامت رہو گے اس لئے کہ میں اللہ کا رسول ہوں تمام لوگوں کی طرف تا کہ ڈراؤں اللہ کے عذاب سے اس کو کہ جو زندہ ہو اور ثابت ہو اللہ کی حجت کافروں پر تم اگر اسلام کا اقرار کرو تو تم کو تمہارے ملک پر بدستور باقی رکھیں گے ورنہ سمجھ لو کہ تمہاری سلطنت عنقریب زائل ہونے والی ہے۔ اور میرے سوار تمہارے گھر کے صحن تک پہنچیں گے اور میری نبوت و رسالت تمہارے ملک کے تمام ادیان پر غالب آ کر رہے گی۔''

اس خط کو حضرت ابی بن کعبؓ نے (حضور انورؐ کے ارشاد کے موافق) لکھا اور اس پر مہر کی گئی۔ حضرت عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ میں اس خط کو لے کر عمان پہنچا تو وہاں پہلے عبد بن الجلندی سے ملا کیونکہ وہ نہایت حلیم اور نرم مزاج تھے۔ میں نے کہا میں رسول اللہؐ کا قاصد ہوں۔ تمہاری طرف اور تمہارے بھائی کی طرف آیا ہوں۔ انھوں نے کہا کہ پہلے بھائی سے ملو وہ مجھ سے بڑے ہیں اور وہی بادشاہ ہیں میں تم کو ان کے پاس پہنچا دیتا ہوں پھر پوچھا کہ وہ کیا بات ہے جس کی تم دعوت دیتے ہو۔ میں نے کہا ''میں تم کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں جو ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور اس طرف بلاتا ہوں کہ اللہ کے سواء جتنی چیزیں پوجی جاتی ہیں ان کی پرستش چھوڑ دو اور گواہی دو کہ محمدؐ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں''۔

عبد نے کہا کہ ''اے عمرو! تم اپنی قوم کے ایک سردار کے فرزند ہو یہ بتاؤ کہ تمہارے والد نے کیا کیا؟ کیونکہ اس میں میرے لئے ایک رہنمائی ہے''۔ میں نے کہا ''وہ مر گئے مگر محمدؐ پر ایمان نہ لائے اور میری یہ دلی خواہش ہے کہ کاش وہ مسلمان ہو گئے ہوتے۔ میں بھی پہلے پہل ان ہی کی رائے پر تھا مگر اللہ تعالیٰ نے ہم کو اسلام قبول کرنے کی ہدایت دی''۔ اس نے پوچھا ''تم نے کب ان کی اتباع کی؟'' میں

نے کہا ''عرصہ ہوا ہے''۔ پوچھا ''تم کہاں مسلمان ہوئے؟'' میں نے کہا ''نجاشی کے پاس'' اور میں نے اس کو یہ بھی بتادیا کہ نجاشی مسلمان ہو گیا ہے۔ پوچھا کہ ''اس قوم نے اپنے بادشاہ کے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟'' میں نے کہا کہ ''اس کو قائم رکھا اور اس کی اتباع کی'' پوچھا ''کیا سردار اور رہبانیوں نے بھی اس کی اتباع کی؟'' حضرت عمرو بن العاص ؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا ''ہاں'' تو یہ سن کر عبد بن الجلندی نے کہا کہ ''اے عمرو! دیکھو تم کیا کہہ رہے ہو جھوٹ سے زیادہ بری خصلت اور کچھ نہیں ہو سکتی'' میں نے کہا ''میں نے جھوٹ نہیں کہا ہے اور نہ ہمارے دین میں جھوٹ جائز ہے''۔ اس نے کہا ''ہم سمجھتے ہیں کہ نجاشی کے اسلام کی خبر ہرقل کو نہیں ہوئی ہے'' میں نے کہا ''ہاں، ہوئی ہے'' ۔

شاہ عمان کے بھائی عبد بن جلندی نے حضرت عمرو ؓ بن العاص سے نجاشی کے اسلام کی اطلاع قیصر کو ہونے سے متعلق پوچھا کہ ''تم کو کیسے معلوم ہوا؟'' حضرت عمرو ؓ بن العاص کہتے ہیں کہ میں نے کہا ''نجاشی ہرقل کو خراج بھیجتا تھا جب مسلمان ہو گئے تو انھوں نے کہا کہ اللہ کی قسم! ہرقل نے ایک درہم بھی ہم سے طلب کیا تو ہم نہ دیں گے۔ ہرقل کو اس کی خبر ہوئی تو اس کے بھائی نیاق نے کہا کہ کیا تم اس غلام کو اس طرح چھوڑ دو گے کہ خراج نہ ادا کرے اور ایک نیا دین جو تمہارے دین کے خلاف ہے قبول کرلے؟ ہرقل نے کہا کہ ''کسی کو کسی دین کی طرف رغبت ہوئی اس نے اس کو قبول کیا تو ہم کیا کریں اور اگر ملک کا خیال نہ ہوتا تو ہم بھی وہی کرتے جو اس نے کیا''۔ عبد نے کہا کہ ''عمرو! دیکھو تم کیا کہہ رہے ہو؟'' میں نے کہا ''اللہ کی قسم سچ کہہ رہا ہوں''

عبد نے پوچھا کہ ''اچھا بتاؤ ''محمد ﷺ کس کا حکم دیتے ہیں اور کس بات سے منع کرتے ہیں؟'' میں نے کہا ''اللہ عزوجل کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں۔ معصیت سے منع کرتے ہیں۔ احسان اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں، ظلم اور عدوان سے منع کرتے ہیں۔ زنا اور شراب سے منع کرتے ہیں، پتھر، بت اور صلیب

سب کی عبادت سے منع کرتے ہیں''۔عبد نے بے ساختہ کہا کہ ''یہ کیسی اچھی باتیں ہیں جس کی طرف وہ لوگوں کو بلاتے ہیں۔اگر بھائی ساتھ دیتے تو ہم ابھی سوار ہوتے اور محمدؐ پر ایمان لاتے اوران کی تصدیق کرتے لیکن بھائی کو ملک سے محبت ہے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ اس کو چھوڑ دیں''۔میں نے کہا کہ ''اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو رسول اللہؐ ان کی قوم پر ان کو حاکم بنائیں گے ان کے امیروں سے صدقہ وصول کر کے ان ہی کے فقراء ومساکین پر اس کو تقسیم کریں گے''۔عبد نے یہ سن کہا کہ ''یہ تو بہت اچھی باتیں اور عمدہ اخلاق ہیں''۔عبد نے دریافت کیا کہ ''بتاؤ صدقہ کیا ہے؟'' حضرت عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں تب میں اس کو صدقہ کے متعلق بتایا جس طرح رسول اللہؐ نے صدقہ فرض کیا ہے''۔

حضرت عمرو بن العاصؓ کہتے ہیں کہ میں چند روز وہاں ٹھہرا وہاں عبد بن الجلندی اپنے بھائی **جیفر** بن الجلندی کو روزانہ میرے متعلق خبر دیا کرتا تھا۔ایک روز **جیفر** بن الجلندی نے مجھے طلب کیا میں اس کے بھائی عبد کے ساتھ اس سے ملنے پہنچا وہاں کی رسم کے موافق مجھے اس کے درباریوں نے بیٹھنے نہ دیا۔ **جیفر** نے پوچھا ''بولو تم کو کیا حاجت ہے؟'' میں نے جواباً اس کو رسول اللہؐ کا والا نامہ دیا۔**جیفر** نے مکتوب اقدس کی مہر توڑی اور پورا خط پڑھا اس کے بعد اس نے مکتوب شریف کو اپنے بھائی عبد کے حوالے کیا عبد نے بھی اسے از اول تا آخر پورا پڑھا پھر مجھ سے دریافت کیا کہ ''بتاؤ قریش نے کیا کیا؟'' میں نے جواب دیا ''سب نے اتباع کی یا رغبت سے یا پھر (مرعوب مقہور ہوکر)''۔پوچھا کہ ''ان کے شامل کون لوگ ہیں؟'' میں نے کہا کہ ''وہ لوگ ہیں جنھوں نے رغبت اور خوشی سے ان کی دعوت کو قبول کیا اور دین حق اختیار کرلیا ہے اور سب کے مقابلہ میں انہیں کے ساتھ ہوگئے ہیں اور اپنی عقلوں سے اور اس ہدایت سے جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کی ہے یہ سمجھ گئے کہ ہم پہلے گمراہی میں تھے اور ہم نہیں جانتے کہ اب اس سرزمین میں تمہارے سوا کوئی باقی رہ گیا ہو جس نے ان کی اطاعت نہ کی ہو۔اسلام قبول کرو

سلامت رہو گے۔ اور رسول اللہؐ تم کو تمہاری قوم پر حکومت کرنے کا اختیار عطا کریں گے''۔ اس گفتگو کے بعد جیفر نے حضرت عمرو بن العاصؓ سے کہا کہ ''آج تو ہمیں سوچ لینے دو کل پھر آؤ۔'' حضرت عمروؓ بن العاص کہتے ہیں کہ میں وہاں سے چلا آیا۔ پھر اس کے بھائی عبد سے ملا۔ اس نے کہا ''اے عمرو! ہم کو تو امید ہو گئی ہے کہ وہ مسلمان ہو جائے گا''۔ دوسرے روز میں اس کے پاس عبد کے ساتھ ہی گیا۔ جیفر نے کہا کہ ''جس بات کی ہمیں دعوت دی گئی اس پر ہم نے غور وخوض کیا۔ جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے اگر یہ سب کچھ ہم ان کو دے دیں تو عرب میں مجھ سے زیادہ ضعیف اور کوئی نہ ہوگا۔ اور ان کی فوج تو یہاں آئے گی نہیں اور اگر آئی تو مجھے لڑنا پڑے گا اور یہ لڑائی دوسروں کی لڑائی کی طرح نہ ہوگی''۔ میں نے کہا ''اچھا تو پھر ہم کل جاتے ہیں''۔ جب میری روانگی کا ان سب کو یقین ہو گیا تو عبد بن الجلندی پھر اپنے بھائی سے تنہائی میں ملا اور سمجھایا کہ ''ایک تم ہی باقی رہ گئے ہو ورنہ جس کے پاس انھوں نے قاصد بھیجا سب نے قبول کیا''۔ تب اس نے مجھے بلایا اور دونوں بھائی مسلمان ہوئے اور رسول اللہؐ کی تصدیق کی ۔صدقہ وصول کرنے کا ہمیں اختیار دیا اور قوم کے نزاعات میں بھی ہمیں حکم تسلیم کر لیا۔ اس کے بعد اگر کوئی میری مخالفت کرتا تو دونوں بھائی میرے معین ہوتے۔ (اصح السیر)

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ اصل بادشاہ ان کا باپ جلندی تھا۔ شدید بوڑھے ہو جانے کی وجہ سے روایت میں ہے کہ رسول اللہؐ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو جلندی کی طرف دعوت اسلام کی غرض سے روانہ فرمایا ممکن ہے کہ آقائے دو جہاںؐ نے عمروؓ بن العاص کو باپ بیٹوں سب کی طرف روانہ فرمایا ہو۔ لکھتے ہیں کہ حضرت عمروؓ بن العاص نے جلندی سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ ''اے جلندی! تو اگرچہ ہم سے بہت دور ہے لیکن اللہ عزوجل سے دور نہیں جس ذات پاک نے تجھ کو بلا کسی شریک کے تنہا پیدا کیا تو تنہا اسی کی عبادت کر اور جو ذات تیرے پیدا کرنے میں خلق کی شریک نہیں تو اس کو اللہ کی عبادت میں

شریک نہ کر اور یقین رکھ کہ جس خالق نے تجھ کو زندہ کیا ہے وہ تجھ کو موت دینے والا ہے اور جس نے تمہاری پیدائش کی ابتداء کی وہی پھر تم کو اپنی طرف لوٹائے گا پس اس نبی مکرم کے بارے میں غور کر لو کہ جو دنیا اور آخرت کی بھلائی اور بہبودی لے کر آئے ہیں...... وہ اللہ جل جلالہٗ کا دین ہے پس اس کو قبول کرو اور وہ جو حکم دیتے ہیں اس کی تعمیل کرو اور جس سے ڈراتے ہیں اس سے ڈرو''۔ جلندی نے اعتراف کیا کہ ''میں نے اس نبی محترمؐ کے بارے میں غور کیا۔ بے شک وہ خیر و بھلائی پر سب سے پہلے عمل فرماتے ہیں...... جب آپ اپنے دشمنوں پر غالب آتے ہیں تو فخر نہیں فرماتے اور اس کے برعکس ہو تو گھبراتے نہیں (بلکہ) عہد کو پورا کرتے ہیں۔ وعدہ وفا فرماتے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ بلا شبہ نبی ہیں''۔ (روض الالف) اس واقعہ کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ بقیہ بادشاہوں کی بہ نسبت ان کے پاس خط کی روانگی خاصی تاخیر سے عمل میں آئی۔ غالباً یہ فتح مکہ کے بعد کا واقعہ ہے (الرحیق المختوم) حضرت عمروؓ بن العاص بحرین کے اغنیاء سے زکوٰۃ اصول کرتے اور ان کے فقراء میں تقسیم کر دیا کرتے۔ (ابن سعد)

مکتوبات اقدس بجانب یمامہ و دمشق

مکتوب اقدس بنام رئیس یمامہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رئیس یمامہ ہوذہ بن علی کے نام والا نامہ بھیجا۔ ترجمہ ''بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد رسول اللہ کی طرف سے ہوذہ بن علی کی جانب۔ سلام ہو اس پر جو راہ راست کی پیروی کرے اور جان لو کہ میرا دین وہاں تک پھیلے گا جہاں تک چوپائے اور گھوڑے جا سکتے ہیں تو اسلام قبول کرو سلامت رہو گے اور جو کچھ تمہارے اختیار میں ہے اس کا مالک ہم تمہیں کو بنا دیں گے''

حضور انورؐ نے اپنا والا نامہ حضرت سلیط بن عمروؓ کو دے کر ہوذہ بن علی کے پاس روانہ فرمایا۔ جب حضرت سلیط بن عمروؓ مہر شدہ مکتوب اقدس کے ساتھ ہوذہ بن علی کے پاس گئے تو اس نے انھیں بڑے اکرام وعزت کے ساتھ اتارا۔ والا نامہ کو سنا اور پھر حسب ذیل جواب لکھا ''کیسی اچھی اور کیسی بہتر بات ہے جس طرف آپ ہمیں بلاتے ہیں۔ عرب میرے رتبہ کی عزت کرتے ہیں بعض اختیارات میرے سپرد کیجئے ہم آپ کی اتباع کریں گے''۔ ہوذہ بن علی نے اپنا جوابی خط حضرت سلیطؓ بن عمرو کے حوالے کیا کہ حضور اقدسؐ تک پہنچا دیں۔ اس نے حضرت سلیطؓ بن عمرو کو واپسی کے وقت اچھا بدلہ دیا ہدیہ اور تحفہ پیش کیا۔ ہجر کا بنا ہوا کپڑا پہنایا اور عزت و اکرام کے ساتھ رخصت کیا۔ حضرت سلیطؓ ان تمام چیزوں اور خط کو لئے ہوئے رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور انورؐ نے ہوذہ بن علی کا خط سماعت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ''اگر وہ ایک انگل زمین یا ایک کھجور برابر زمین مانگے تو بھی منظور نہ کروں۔ وہ بھی ہلاک ہوا اور اس کا ملک بھی ہلاک ہوا''۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب فتح مکہ مکرمہ سے مراجعت فرما ہوئے تو حضرت جبرئیل علیہ اسلام نے آقائے دو جہاںؐ کی خدمت میں یہ خبر پہنچائی کہ ہوذہ مر گیا۔ حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ ''عنقریب یمامہ سے ایک کذاب ظاہر ہوگا اور میرے بعد قتل کیا جائے گا''۔ کسی نے دریافت کیا کہ ''یا رسول اللہؐ! اس کو کون قتل کرے گا''؟ ارشاد فرمایا کہ ''تم اور تمہارے ساتھی''۔ یہ مسیلمہ کذاب کے متعلق پیشین گوئی تھی (اور پھر ایسا ہی ہوا رسول اللہؐ کی پیشین گوئی کے مطابق خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد خلافت میں مسیلمہ کذاب جنگ یمامہ میں مارا گیا)۔ واقدی نے ذکر کیا ہے کہ ہوذہ بن علی کے پاس دمشق کا ایک بڑا نصرانی تھا اس نے ہوذہ بن علی سے رسول اللہؐ کے متعلق پوچھا تو اس نے کہا میرے پاس ان کا ایک خط آیا تھا مجھے اسلام کی دعوت دی تھی لیکن میں نے قبول نہیں کی۔ دمشق کے نصرانی نے

پوچھا ''تم نے ان کی دعوت کیوں قبول نہیں کی؟ ہوذہ بن علی نے جواباً کہا ''مجھ کو اپنے مذہب سے حسن ظن ہے اور ایک قوم کا بادشاہ ہوں اگر ان کی اتباع کرلیتا تو اپنے ملک کا مالک نہ رہتا'' نصرانی نے کہا کہ ''اگر تم ان کی اتباع کرتے تو بلاشبہ وہ تم کو مالک رہنے دیتے اور تمہارے لئے بھلائی اسی میں تھی کہ ان کی اتباع کرتے۔ وہ نبی برحق ہے جو عرب میں مبعوث ہوئے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ نے ان کی بشارت دی ہے اور انجیل میں لکھا ہے کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں''۔

امیر دمشق حارث بن ابی شمر غسانی کے نام مکتوب اقدس

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر دمشق حارث بن ابی شمر غسانی کی طرف اپنے مکتوب اقدس کو مرحمت کر کے حضرت شجاع بن وہبؓ کو روانہ فرمایا۔ حضورؐ کا مکتوب گرامی اس طرح تھا۔ ترجمہ

''بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد رسول اللہؐ کی طرف سے حارث بن ابی شمر کی جانب۔ سلام ہو اس پر جو راہ راست کی پیروی کرے اور اس پر ایمان لائے اور سچا جانے۔ میں تم کو بلاتا ہوں اس طرف کہ اللہ پر ایمان لاؤ جو ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اگر ایمان لے آئے تو تمہارا ملک تمہارے پاس باقی رہے گا۔'' (اصح السیر)

حارث بن ابی شمر ہرقل کی جانب سے حوران کا عامل تھا۔ صحیح یہ ہے کہ یہ مسلمان نہ ہوا۔ حارث کے مرنے کے بعد اس کی جگہ جبلہ بن الایہم والی ہوا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ خط مبارک حضور اقدسؐ نے جبلہ بن الایہم کے پاس بھیجا تھا۔ بعض کا کہنا ہے کہ شجاع بن وہبؓ بھی حضرت دحیہ کلبی کے ساتھ قیصر کے یہاں گئے تھے۔ (اصح السیر)

طبقات ابن سعد میں لکھا ہے کہ حضرت شجاعؓ نے کہا کہ میں حارث بن ابی شمر کے پاس گیا۔ وہ غوطہ دمشق میں قیصر کی مہمانداری اور مدارت کی تیاری میں مشغول تھا جو حمص سے ایلیاء آنے والا تھا۔ میں دو یا تین

روز اس کے دروازے پر مقیم رہا۔ اس کے دربان سے کہا کہ میں رسول اللہؐ کا قاصد بن کر اس کے پاس آیا ہوں۔ دربان نے کہا کہ تم اس کے پاس نہیں پہنچ سکتے تاوقتیکہ فلاں فلاں تاریخیں نہ گزر جائیں۔ دربان رومی تھا اس کا نام مری تھا مجھ سے رسول اللہؐ کے بارے میں دریافت کرنے لگا میں نے اس سے حضورؐ کے احوال شریف اور حضورؐ کی دعوت وتبلیغ کا تذکرہ کرتا تھا تو اس کا دل بھر آتا تھا یہاں تک کہ اس پر گریہ وزاری غالب آجاتی تھی۔ وہ کہتا تھا میں نے انجیل پڑھی ہے اس میں بعینہ انھیں نبیؐ کا حال پاتا ہوں۔ میں رسول اللہؐ پر ایمان لاتا ہوں اور ان کی تصدیق کرتا ہوں۔ حارث سے ڈرتا ہوں کہ وہ مجھے قتل کردے گا۔ حضرت شجاعؓ کہتے ہیں کہ یہ دربان میرا اکرام کرتے اور اچھی طرح مہمان نوازی کرتے تھے۔ ایک روز حارث نکلا اور بیٹھ گیا اس نے اپنے سر پر تاج رکھا اور مجھے اپنے پاس آنے کی اجازت دی۔ میں نے رسولؐ اللہ کا فرمان اسے دے دیا۔ اس نے مکتوب مبارک سے بے اعتنائی برتی پڑھ کر ڈال دیا اور کہا مجھ سے میری سلطنت کون چھین سکتا ہے؟ میں ان کے (یعنی حضور اقدسؐ) کے پاس جانے والا ہوں خواہ وہ یمن میں ہو لوگوں کو بھیج کر بلواؤں گا۔ اس نے جنگ کی اجازت کے لئے قیصر روم کو خط لکھا۔ قیصر روم کا جواب یہ آیا کہ اپنے ارادے کو ملتوی کریں۔

حارث نے قیصر روم کا جواب آنے کے بعد حضرت شجاعؓ کو طلب کیا اور اور انھیں سو مثقال سونا ہدیا پیش کیا۔ دربان نے بھی کچھ ہدیہ پیش کیا اور کہا کہ رسول اللہؐ کو میرا اسلام پہنچانا۔

حضرت شجاعؓ واپس آئے اور رسول اللہؐ سے تمام حالات بیان کیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ حارث کا ملک ہلاک ہوا۔

مختلف روساء، امراء اور سرداروں کے نام فرامین اقدس

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملک غسان جبلہ بن ایہم کو اسلام کی دعوت دی اور مکتوب شریف روانہ فرمایا۔ اس نے جوابی عریضہ لکھا اور اپنے اسلام سے متعلق عرض کیا اور اسلام پر قائم رہا۔ امیر المومنین حضرت عمر بن خطابؓ کے دور خلافت تک وہ مسلمان رہا۔ حج کے لئے حاضر ہوا۔ طواف کر رہا تھا کہ بنی خزارہ کے ایک آدمی کا پاؤں اس کی چادر پر پڑ گیا اور اس کی چادر کھل گئی۔ جبلہ بن ایہم نے برہمی کے عالم میں اس شخص کو زور سے طمانچہ مارا کہ اس کی ناک ٹوٹ گئی۔ حضرت عمرؓ کے مابین اس کے خلاف شکایت کی گئی آپ نے جبلہ سے فرمایا کہ یا تو اس شخص کو جس کی ناک ٹوٹ گئی راضی کر لو یا میں تجھ سے قصاص لوں گا۔ اس نے کہا (اگر اسلام میں بادشاہ اور عامی میں کوئی امتیاز نہیں ہے تو) میں نصرانی بن جاتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ یہ ارتداد ہے اور مرتد ہونے کی صورت میں تمہیں قتل کر دیا جائے گا۔ اس نے کہا کہ مجھے آج رات غور وفکر کی مہلت دی جاے۔ پھر وہ رات ہی رات اپنے ساتھوں اور ساز وسامان کے ساتھ نکل گیا اور قطنطنیہ کی راہ لی اس نے نصرانیت اختیار کر لی اور اسی حالت میں مر گیا۔

☆ ذی الکلاع طائف کے روساء میں ایک رئیس تھا۔ وہ فرعونیت میں انتہاء کو پہنچ گیا تھا حتیٰ کہ ربوبیت کا دعوی کر رکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی طرف جریر بن عبد اللہؓ کے ہاتھوں نامہ مبارک روانہ فرمایا اور حضرت جریرؓ کے واپس پہنچنے سے قبل حضور اقدسؐ نے وصال حق فرمایا۔ حضرت عمر بن خطابؓ کے دور خلافت تک وہ بے دینی اور فرعونیت پر قائم رہا۔ پھر اسلام کی طرف راغب ہوا اور اپنے آٹھ سو غلاموں کے ساتھ حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا وہ خود اور اس کے تمام غلام مشرف بہ

اسلام ہوئے۔ ذی الکلاع نے حضرت عمرؓ سے عرض کیا کہ میرا بہت بڑا گناہ ہے شاید اللہ تعالی مجھے معاف نہ کرے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا وہ کیا؟ تو اس نے کہا ایک مرتبہ میں لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہو گیا سارے لوگ میرے بندے بن چکے تھے اور پھر ایک مدت کے بعد جب میں ان پر ظاہر ہوا تو مجھے دیکھ کر ایک لاکھ آدمی میرے سامنے سجدے میں گر پڑے۔ یہ ہے میرا اعظیم گناہ کہ میں ربوبیت والوہیت میں شرکت کا مدعی بنا رہا۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا کہ جب اخلاص کے ساتھ توبہ کرلی جائے تو عظیم سے عظیم گناہ کی مغفرت سے بھی مایوسی اور ناامید نہیں ہوا جا سکتا بلکہ رب کریم کے کرم سے مغفرت کی امید کرنی چاہئیے۔

☆ وائل بن عمرو سے مروی ہے کہ فردہ جذامی قیصر روم کا عامل و گورنر تھا وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا اور اپنے اسلام لانے کے متعلق بارگاہ رسالتؐ میں ایک عریضہ گزرانا جو اس کے قوم کا ایک آدمی لے آیا۔ فردہ نے سفید خچر، گھوڑا اور چند پارچے حضور انورؐ کی خدمت عالیہ میں نذر کئے ان کے ساتھ ایک ریشمی مسند سی قباء جس کے سونے کے تاروں سے کڑھائی کی گئی تھی قاصد کے ہمراہ بھیجی۔ رسول اللہؐ نے اس کی طرف جوابی والا نامہ روانہ فرمایا جس کا ترجمہ ومفہوم درج ذیل ہے۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد رسول اللہؐ کی طرف سے فردہ بن عمرو کے نام بعد از سلام! صورت احوال یہ ہے کہ ہمارے پاس تمہارا ایلچی اور قاصد پہنچا اور جو ہدایا و تحائف تم نے روانہ کئے ہیں وہ بھی پہنچ چکے ہیں اس نے ہمیں تمہارے متعلق تمام تر تفصیلات سے آگاہ کیا ہے اور تمہارے اسلام لانے کی خوش خبری بھی سنائی ہے اور ہدایت خداوندی کے ساتھ بہرہ مند ہونے کی بھی۔"

رسول اللہؐ نے ساتھ ہی حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ اس کے قاصد کو پانچ سو درہم چاندی عطا کریں۔ قیصر روم کو جب فردہؓ کے اسلام لانے کی اطلاع ملی تو اس نے فردہ سے یہ دین چھوڑنے اور

سابقہ دین میں داخل ہونے کا مطالبہ کیا اور ساتھ ہی عدم امتثال اور خلاف ورزی کی صورت میں تادیبی کاروائی کی دھمکی وغیرہ بھی دی۔ حضرت فردہؓ نے جواب میں کہا کہ میں سب کچھ چھوڑ سکتا ہوں لیکن دین مصطفےؐ نہیں چھوڑ سکتا اور تو خود بھی صداقت دین مصطفویؐ اور حقانیت رسالت محمدیؐ کو جانتا اور پہچانتا ہے مگر طبعی بخل اور قومی حسد کہ نبوت بنی اسرائیل سے نکل کر بنی اسمٰعیل میں کیوں چلی گئی تجھے اتباع حق سے مانع ہو گیا اور اپنے ملک وسلطنت کے حرص وآز نے تجھے انجام وعاقبت سے بے خبر بنا رکھا ہے۔ چنانچہ پہلے حضرت فردہؓ کو قید کیا گیا اور بعد قتل کر کے سولی پر لٹکا دیا گیا۔

☆محمد بن اسحاق نے عبداللہ بن ابی بکر سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہؐ کے پاس تبوک سے واپسی کے موقع پر ملوک حمیر کا عریضہ پہنچا جس میں حارث بن عبد کلال، نعیم بن عبد کلال اور نعمان کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی خوش خبری تھی جو کہ ذی رعین، ہمدان اور معافر کے اقبال مند اور سردار تھے۔ حضورؐ نے ان کی طرف جوابی گرامی نامہ ارسال فرمایا جس کا ترجمہ ومفہوم اس طرح ہے۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد رسول اللہؐ کی طرف سے حارث بن عبد کلال، نعیم بن کلال اور نعمان کی طرف۔ بعد از سلام! میں تم پر اس اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کرتا ہوں جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ صورتحال یہ ہے کہ تمہارا قاصد اور سفیر ہمارے پاس اس وقت پہنچا جب کہ ہم ارض روم سے واپس ہوئے۔ اس نے مدینہ منورہ میں ملاقات کر کے تمہارا خط پہنچا دیا اور پیغام دیا اور یہ بتلایا کہ تم شرف اسلام سے مشرف ہو چکے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے تم پر خصوصی انعام واکرام فرمایا کہ تمھیں شرف اسلام سے مشرف فرمایا۔ اگر تم صلاح وخیر پر کاربند رہو، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبولؐ کی اطاعت کرو، نماز قائم کرو، زکوۃ ادا کرو اور مال غنیمت میں سے خمس ادا کرو جو اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول ونبی مصطفےؐ کا حق ہے اور وہ صدقہ ادا کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمام مومنین پر لازم فرمایا ہے (تو تمہارے لئے دنیا وآخرت میں بھلائی ہے اور امن و

عافیت) اور جو شخص ملت یہود پر کاربند رہے یا نصرانیت پر اس کو وہ مذہب چھوڑنے پر مجبور نہ کیا جائے اور نہ اس کو قتل و غارت کا نشانہ بنایا جائے بشرطیکہ جزیہ ادا کرے"۔

طبقات ابن سعد میں مختلف قبائل کی طرف روانہ کئے گئے حضور اقدسؐ کے فرامین اقدس کی تفصیل اس طرح ملتی ہے۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معدی کرب بن ابرہہ کے نام والا نامہ روانہ فرمایا جس میں تحریر تھا "جس حالت حکومت میں وہ اسلام لائیں گے وہ انھیں کی رہے گی"۔

☆ رسول اللہؐ نے ربیعہ بن ذی مرحب الحضرمی اور ان کے بھائیوں اور چچاؤں کی طرف یہ فرمان بھیجا کہ "ان لوگوں کے مال، عطایا، غلام، آبگیر اور کنویں، درخت، دیہات کے کنویں، چھوٹی نہریں، جڑی بوٹیاں اور صحرائی نالے جو حضر موت میں ہیں اور ذی مرحب کے خاندان کا ہر مال انھیں لوگوں کے لئے ہے"۔

"ہر وہ رہن جو ان کے ملک میں ہے اس کا ثمرہ اور اس کی شاخیں سب اسی رہن میں شمار کی جائیں گی جس میں وہ ہوں گی جو خیر و برکت ان کے پھلوں میں ہوگی اس کو کوئی بھی نہ پوچھے گا اور اللہ اور اس کا رسول دونوں اس سے بری ہیں۔ خاندان ذی مرحب کی مدد مسلمانوں کی جماعت پر واجب ہے ان لوگوں کا مالک ظلم سے بری ہے ان کے جان و مال اور بادشاہ کے باغ کی وہ آبپاشی والی نہر جو خاندان قیس تک بہتی ہے وہ بھی انھیں کی رہے گی۔ اللہ و رسول اس پر مددگار ہیں"۔

☆ قبیلہ لخم کی طرف حسب ذیل فرمان بھیجا گیا جس میں تحریر تھا کہ "قبیلہ لخم میں سے جو اسلام لائے گا، نماز قائم کرے گا، زکوۃ دے گا، اللہ اور رسول اللہ کا حصہ دے گا، مشرکین کو ترک کردے گا تو وہ اللہ تعالی اور محمد رسول اللہؐ کی پناہ و ذمہ داری میں بے خوف ہے۔ جو شخص اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ اور اس

کے رسول محمدؐ اس سے بری الذمہ ہیں جس شخص کے اسلام کی کوئی مسلمان شہادت دے تو وہ بھی محمد رسول ؐ اللہ کی پناہ وذمہ داری میں ہے اور وہ مسلمانوں میں ہے"۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خالد بن ضماد الازدی کے نام والا نامہ روانہ فرمایا کہ وہ اپنی جس زمین داری کی حالت میں اسلام لائے وہ زمین داری انھیں کی رہے گی بشرطیکہ وہ اس اللہ پر ایمان لائیں جس کا کوئی شریک نہیں اور یہ شہادت دیں کہ محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ نماز کو قائم کریں۔ زکوۃ دیں۔ رمضان کے روزے رکھیں۔ بیت اللہ کا حج کریں۔ کسی بدعتی کو پناہ نہ دیں۔ اسلام کی حقانیت میں شک نہ کریں۔ اللہ اور اس کے رسولؐ کی خیر خواہی کریں۔ اللہ کے دوستوں کو دوست اور اللہ کے دشمنوں سے دور رہیں۔ خالد الازدی کے لئے اللہ اور محمد رسول اللہؐ کی ذمہ داری ہے بشرطیکہ خالد اس عہد کو پورا کریں۔" اس فرمان کو حضرت ابی بن کعبؓ نے لکھا تھا۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب عمروؓ بن جزم کو یمن بھیجا تو انھیں ایک فرمان عطا فرمایا جس میں آقائے دو جہاںؐ نے شرائع و فرائض وحدود اسلام کی تعلیم دی تھی۔ اس فرمان کو حضرت ابی بن کعبؓ نے تحریر فرمایا۔

☆ رسول اللہؐ نے نعیم بن اوس برادر تمیم الداری کے لئے فرمان سرفراز فرمایا کہ "ملک شام کا موضع حبری وعینون کل کا کل یعنی اس کی زمین، اس کے پہاڑ، اس کا پانی، اس کی کھیتی، اس کے کنوؤں کا پانی، اس کے گائے بیل سب ان کے اور ان کے بعد ان کے پسماندوں کے لئے ہیں اس میں کوئی ان سے جھگڑا نہ کرے اور نہ اس میں ان لوگوں پر ظلم کر کے داخل ہو، جو ان پر ظلم کرے گا یا ان سے کچھ لے گا تو اس پر اللہ اور تمام ملائکہ اور لوگوں کی لعنت ہے"۔ اس فرمان کو حضورؐ کے ارشاد پر حضرت علیؓ نے تحریر کیا۔

☆ رسول اللہؐ نے حصین بن اوس الاسلمی کو جو فرمان عطاء فرمایا اس میں لکھا تھا کہ حضور اقدسؐ نے

انھیں فرعنین وذات اعشاش عطاء فرما دیا ہے اس میں ان سے کوئی جھگڑا نہ کرے۔ اسے حضرت علیؓ نے تحریر کیا۔

☆ رسول اللہؐ نے بنی قرۃ بن عبداللہ بن ابی نجیع کے نام جو فرمان جاری فرمایا اس میں تحریر تھا کہ حضور اقدسؐ نے انھیں پورا المظلہ ، اس کی زمین ، اس کا پانی ، اس کے پہاڑ اور اس کی غیر کو ہی زمین عطاء فرمائی ۔ یہ سب بطور شرکت کے ان کے لئے ہے جس میں وہ اپنے مواشی چرائیں گے ۔

☆ بنی الحارث بن کعب کے بنی الضباب کے لئے جو فرمان سرفراز فرمایا اس میں لکھا تھا کہ ''سار یہ اور اس کا بلند حصہ ان لوگوں کے لئے ہے اس میں کوئی ان سے جھگڑا نہ کرے جب تک یہ لوگ نماز کو قائم رکھیں ، زکوۃ دیں ، اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کریں اور مشرکین سے بے تعلق رہیں''۔ اس فرمان کو حسب الحکم حضرت مغیرہؓ نے لکھا۔

☆ رسول اللہؐ نے ابن طفیل الحارثی کو اپنے فرمان سے نوازا جس میں فرمایا کہ ''پورا المضّہ ان کے لئے ہے اس میں کوئی ان سے جھگڑا نہ کرے جب تک یہ نماز قائم رکھیں ، زکوۃ دیں اور مشرکین سے جہاد کریں''۔ اس والا نامہ کو حضرت جہیمؓ بن الصلت نے لکھا۔

☆ بنی الحارث کے بنی حارث اور بنی قنان بن ثعلبہ کے لئے یہ فرمان رسول کریمؐ جاری ہوا کہ ''مجس ان لوگوں کے لئے ہے یہ لوگ اپنے جان و مال کے متعلق اہل اسلام کی طرف سے امن میں ہیں''۔ اس کو حضرت مغیرہؓ نے لکھا۔

☆ رسول اللہؐ نے عبد یغوث بن وعلۃ الحارثی کے لئے فرمان میں حکم فرمایا کہ ''وہ جس زمین کی زمینداری رکھتے ہوئے اسلام لائے وہ زمین اور اس کی اشیاء و نخلستان ان کے اور ان کی قوم کے ان لوگوں کے لئے ہیں جو ان کی پیروی کریں جب تک کہ وہ نماز قائم رکھیں ، زکوۃ دیتے رہیں ، جہاد کے مال غنیمت

میں خمس ادا کرتے رہیں۔ ان پر عشر (یعنی زمینداری کی پیداوار کا دسواں حصہ) بھی نہیں ہے اور نہ اپنی زمینداری سے بے دخل کئے جائیں گے"۔ یہ فرمان بقلم ارقمؓ بن ابی الارقم المخزومی تھا۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی زیاد بن الحارث الحارثین کے لئے فرمان جاری فرمایا کہ "جمّاء واذنبہ ان لوگوں کا ہے ان لوگوں کو امن ہے جب تک یہ نماز قائم رکھیں، زکوۃ ادا کرتے رہیں اور مشرکین سے جہاد کرتے رہیں"۔ یہ والا نامہ حسب ارشاد مبارک حضرت علیؓ نے تحریر کیا تھا۔

☆ ابن **المحّجل** الحارثی ان خوش نصیبوں میں شامل تھے جن کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ فرمان ہوا کہ "عمرہ (جگہ کا نام) اور اس کی آبپاشی کے راستے اور اس کے جنگل میں وادی الرحمن انھیں لوگوں کی ہے یہ (ابن محجل) اور ان کے پسماندہ اپنی قوم بنی مالک پر سردار ہیں نہ ان لوگوں سے جنگ کی جائے گی اور نہ ان کا اخراج کیا جائے گا"۔ بقلم حضرت مغیرہ بن شعبہؓ

☆ رسول اللہؐ نے ذوالغصہ قیس بن الحصین کے لئے، ان کے والد کی اولاد بنی الحارث اور بنی نہد کو امن دینے کے لئے فرمان مبارک جاری فرمایا کہ "ان لوگوں کے لئے اللہ اور اس کے رسولؐ کی ذمہ داری ہے نہ تو ان کا اخراج کیا جائے نہ ان سے عشر لیا جائے جب تک یہ لوگ نماز کو قائم رکھیں، زکوٰۃ دیتے رہیں، مشرکین سے جدائی رکھیں اور اپنے اسلام کی شہادت دیتے رہیں۔ ان کے مال میں مسلمانوں کا بھی حق ہے"۔ بنی نہد بنی الحارث کے حلیف تھے۔

☆ حضور اکرمؐ نے بنی قنان بن یزید الحارثین کو اس فرمان اقدس سے نوازا کہ "مذود اور اس کے ذرائع آبپاشی ان لوگوں کے ہیں جب تک یہ لوگ نماز کو قائم رکھیں، زکوۃ دیتے رہیں، مشرکین سے جدائی رکھیں، راستے کو مامون رکھیں اور اپنے اسلام کی گواہی دیتے رہیں"۔

☆ رسول اللہؐ نے عاصم بن الحارث کے لئے فرمان عطاء فرمایا کہ "راکس کے پودے اور درخت

ان کے ہیں ان میں کوئی مزاحمت نہ کرے''۔ حضرت ارقمؓ نے اس فرمان عالیہ کو تحریر کیا۔

☆ رسول اللہؐ کا فرمان اقدس جو بنی معاویہ بن جبرول الطائیین کے لئے تھا کہ ''ان میں سے جو اسلام لائے، نماز کو قائم رکھے، زکوۃ ادا کرے اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے اور اموال غنیمت میں سے اللہ کا خمس اور نبیؐ کا حصہ دے، مشرکین سے جدا رہے اور اپنے اسلام کی گواہی دے تو وہ اللہ و رسولؐ کے امان میں بے خوف ہے۔ اسلام لانے کے وقت جو کچھ ان کا تھا سب انھیں کا رہے گا۔ اور بھیڑ چرتے چرتے رات کو جہاں تک پہنچے (وہ جگہ بھی انھیں کی ہے)''۔ اس فرمان کو حسب ارشاد حضرت زبیر بن العوامؓ نے تحریر کیا تھا۔

☆ رسول اللہؐ نے عامر بن الاسود بن عامر بن جوین الطائی کے لئے فرمان مبارک میں فرمایا کہ ''ان کی اور ان کی قوم کی بستیاں، کنویں ان کے اور ان کی قوم طے کے ہیں جب تک یہ نماز کو قائم رکھیں، زکوۃ دیں اور مشرکین سے جدا رہیں''۔ فرمان مبارک حسب الحکم حضرت مغیرہؓ نے تحریر کیا تھا۔

☆ رسول اللہؐ نے بنی جوین الطائیین کے لئے فرمان جاری فرمایا کہ ''جو ان میں سے اللہ پر ایمان لائے اور نماز قائم کرے، زکوۃ دے، مشرکین سے جدا رہے، اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرے، مال غنیمت میں سے اللہ کا خمس اور رسول اللہؐ کا حصہ دے اور اپنے اسلام پر گواہی دے تو اس کے لئے اللہ اور محمدؐ رسول اللہ کی امان ہے۔ ان کی زمین، ان کے کنویں اور وہ اشیاء جن پر اسلام لانے کے وقت یہ قابض و متصرف جائز تھے اور بھیڑ صبح سے شام تک چرتے چرتے جہاں تک پہنچے وہ سب انھیں کا ہے''۔ یہ فرمان حضورؐ کے ارشاد پر حضرت مغیرہؓ نے رقم کیا۔

☆ رسول اللہؐ نے بنی معین الطائیین کے لئے تحریری فرمان عطاء فرمایا کہ ''ان کی وہ بستیاں اور کنویں کہ اسلام لانے کے وقت ان کی ملک تھے اور بھیڑ کے صبح سے شام تک چرنے کی جگہ ان لوگوں کی

ہے جب تک یہ لوگ نماز کو قائم رکھیں، زکوۃ دیں، اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کریں، مشرکین سے جدا رہیں، اپنے اسلام پر گواہی دیں اور راستے کو مامون رکھیں"۔ حسب الحکم یہ فرمان حضرت علاءؓ نے لکھا۔

رسول اللہؐ نے جنادۃ الازدی اور ان کی قوم اور ان کی پیروی کرنے والوں کے لئے ایک تحریری فرمان عطاء فرمایا کہ "جب تک یہ لوگ نماز کو قائم رکھیں، زکوۃ ادا کرتے رہیں، اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کریں، مال غنیمت میں سے اللہ کا خمس اور نبیؐ کا حصہ ادا کرتے رہیں اور مشرکین سے جدا رہیں تو ان کے لئے اللہ اور محمد رسول اللہؐ کی ذمہ داری ہے"۔ اس فرمان اقدس کو حضرت ابیؓ نے تحریر کیا۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی اسد کے نام فرمان بھیجا۔ "بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ منجانب محمد رسول اللہؐ السلام علیکم میں تمہارے آگے اسی اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سواء کوئی معبود نہیں اما بعد۔ قبیلہ طے کے کنوؤں اور ان کی زمین کے ہرگز تم لوگ قریب نہ جاؤ (یعنی اس پر تصرف مالکانہ نہ کرو) کیونکہ تمہارے لئے ان کے کنویں حلال نہیں ان کی زمین میں ہرگز کوئی داخل نہ ہو سوائے اس کے جس کو وہ خود داخل کریں۔ جو شخص محمد رسول اللہؐ کی نافرمانی کرے گا تو وہ (محمد رسول اللہؐ) اس سے بری الذمہ ہیں۔ قضاعی بن عمرو کو (جو بنی عذرہ میں سے تھے اور ان لوگوں پر عامل بنائے گئے تھے اس کا) انتظام کرنا چاہئے"۔ بقلم حضرت خالد بن سعیدؓ۔

☆ رسول اللہؐ نے سعد ہذیم کو جو قضاعہ میں سے تھے اور حذام کو ایک ہی فرمان مرحمت فرمایا جس میں حضور انورؐ نے ان لوگوں کو زکوۃ و صدقہ کے فرائض کی تعلیم فرمائی اور حکم دیا کہ یہ لوگ صدقہ و خمس آقائے دو جہاںؐ کے قاصدین ابی وعنبسہ یا جس کو یہ دونوں بھیجیں دے دیا کریں۔

☆ رسول اللہؐ نے بنی زرعہ و بنی الربعہ کے لئے جو قبیلہ جہینہ سے تھے یہ فرمان عطا فرمایا (ترجمہ)

''ان لوگوں کو ان کے جان و مال میں امن ہے جو شخص ان پر ظلم کرے یا ان سے جنگ کرے اس کے خلاف ان کی مدد کی جائے گی سوائے اس کے کہ وہ ظلم و جنگ دین یا اہل وعیال کے بارے میں ہو (یعنی خود ان کی بے دینی پر کسی کے اہل وعیال پر ان کے ظلم سے جنگ یا ظلم کیا جائے گا تو اس میں ان کی مدد نہیں کی جائے گی) ان کے دیہاتوں میں سے جو نیکوکار اور پرہیز گار ہوگا اس کے وہی حقوق ہوں گے جو ان کے شہریوں کے ہیں۔ واللہ المستعان''

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ بلی کے بنی جعیل کے لئے فرمان اقدس سرفراز فرمایا جس میں تحریر تھا کہ (ترجمہ) ''یہ لوگ قریش کے پھر بنی عبد مناف کے ایک گروہ ہیں۔ ان کے ویسے ہی حقوق ہیں جیسے ان لوگوں کے ہیں ان لوگوں پر وہی ذمہ داری ہے جیسی ان لوگوں پر ہے۔ ان کا نہ تو اخراج کیا جائے گا اور نہ ان سے خراج لیا جائے گا۔ اسلام لانے کے وقت جس مال ومتاع کے وہ مالک تھے وہ انھیں کا ہے۔ نصر وسعد بن بکر و ثمالہ وہذیل کے صدقات انھیں لوگوں کے لئے ہیں''۔

رسول اللہؐ سے اسی پر حضرات عاصمؓ بن ابی صیفی و عمروؓ بن ابی صیفی و اعجم بن سفیان و علیؓ بن سعد نے بیعت کی اور اس پر حضرات عباس بن عبد المطلبؓ و علی بن ابی طالبؓ و عثمان بن عفانؓ و ابوسفیانؓ بن حرب گواہ بنے۔ اس امر پر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس وجہ سے بنی عبد مناف میں سے گواہ بنائے کہ یہ لوگ بنی عبد مناف کے حلیف تھے۔

☆ رسول اللہؐ نے خزاعہ کے قبیلہ اسلم کے لئے تحریری فرمان عطاء فرمایا کہ ''ان میں سے جو ایمان لائے، نماز کو قائم کرے، زکوۃ ادا کرے، اللہ کے دین میں خلوص اختیار کرے ان لوگوں کی اس شخص کے خلاف مدد کی جائے گی جو ان پر ظلم ڈھائے اور جب نبیؐ ان کو بلائیں تو ان پر نبیؐ کی نصرت واجب ہوگی۔ ان کے دیہاتیوں کے بھی وہی حقوق ہیں جو ان کے شہریوں کے ہیں۔ یہ جہاں چاہیں ہجرت کر سکتے

ہیں‘‘۔ گواہ علاءؓ بن الحضرمی بقلم خود۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عوسجہ بن حرملہ الجہنی کے لئے جو فرمان مبارک سرفراز فرمایا اس میں لکھا تھا کہ (ترجمہ) ’’بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ رسول اللہؐ نے عوسجہ بن حرملہ کو جو (مقام) ذی المروہ عطاء فرمایا یہ اس کی دستاویز ہے۔ محمد رسول اللہؐ نے انھیں مابین بلکثہ سے مصنعہ جفلات ث جد جبل قبلہ تک دے دیا ہے اس میں کوئی ان سے مزاحمت نہ کرے جو ان سے مزاحمت کرے گا ناحق پر ہوگا حق عوسجہ ہی کا ہوگا‘‘۔ اس دستاویز کے گواہ عقبہؓ تھے اور انھوں نے ہی حسب الحکم تحریر بھی کیا تھا۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان مبارک قبیلہ جہینہ کے بنی شخ کے لئے اس طرح تھا۔ ’’بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ دستاویز ہے جو محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے قبیلہ جہنیہ کے بنی شخ کو عطاء فرمائی‘‘۔ حضورؐ نے انھیں صفینہ کی وہ زمین عطاء فرمائی جس پر ان لوگوں نے خط لگا لیا اور کھیتی کی۔ مزید لکھا تھا کہ جو ان سے مزاحمت کرے گا تو اس کا کوئی حق نہ ہوگا اور ان کا دعوی سچا ہوگا۔ اس دستاویز پر علاء بن عقبہؓ گواہ ہوئے اور انھوں نے ہی اسے تحریر کیا۔

☆ رسول اللہؐ نے بنی الجرمز بن ربیعہ کے لئے جو قبیلہ جہینہ سے تھے یہ فرمان عطاء فرمایا کہ ’’ان لوگوں کو ان کی بستیوں میں امن ہے یہ لوگ بحالت قبول اسلام جو دولت و مال رکھتے تھے وہ سب انھیں کا ہے‘‘۔ اس فرمان عالیہ کو حضرت مغیرہؓ نے لکھا۔

☆ رسول اللہؐ نے عمرو بن معبد الجہنی اور بنی الحرقہ کے لئے جو جہینہ میں سے تھے اور بنی الجرمز کے لئے یہ فرمان جاری فرمایا کہ ’’ان سے جو اسلام لائے، نماز قائم کرے، زکوۃ دے، اللہ اور رسول کی اطاعت کرے، مال غنیمت میں سے خمس اور رسول اللہؐ کا منتخب حصہ ادا کرے، اپنے اسلام پر گواہی دے اور مشرکین سے جدا رہے تو وہ اللہ اور رسولؐ کی امان میں ہے۔ مسلمانوں میں سے جس کا کوئی قرض (ان لوگوں

میں سے کسی پر) واجب الادا ہوگا تو اس کو صرف اصل رقم دلائی جائے گی رہن کا سود باطل ہوگا۔ پھلوں کی زکوۃ دسواں حصہ ہوگا جو شخص ان لوگوں میں شامل ہوگا اس کے حقوق بھی انھیں کی طرح ہوں گے''۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بلال بن الحارث المزنی کے لئے فرمان عطاء فرمایا کہ ''النخل اور جزعہ اور اس کا جزو ذوالمز ارع اور النخل انھیں کا ہے اور آلہ جو زراعت کے لئے مفید وضروری ہو وہ بھی ان کا ہے المضہ اور جزع اور غیلہ بھی ان کا ہے بشرطیکہ وہ صادق (وثابت قدم) رہیں''۔

☆ رسول اللہؐ نے بدیل وبسر وسردات فرزندان عمرو کے نام فرمان جاری فرمایا کہ (ترجمہ) ''اما بعد میں نے تمہارے مال میں نہ کوئی جرمانہ کیا ہے اور نہ تمہارے حق میں کوئی کمی۔ اہل تہامہ میں میرے نزدیک سب سے زیادہ قابل اکرام اور بہ اعتبار رشتے کے سب سے زیادہ مجھ سے قریب تم لوگ اور مطیبین کے وہ لوگ ہیں جو تمہارے تابع ہیں۔ میں نے تمہارے مہاجر کے لئے وہی اختیار کیا جو خود اپنے لئے اختیار کیا ہے اگرچہ وہ اپنے ملک کو ہجرت کرے۔ سوائے ساکن مکہ کے (کہ اس کے احکام جدا ہیں) اور سوائے عمرہ کرنے یا حج کرنے والے کے کہ اس کے احکام بھی (عام سفر ہجرت کے سے نہیں ہیں) کیونکہ میں نے جب سے صلح کی تم سے جنگ نہیں کی تم لوگوں کو میری جانب سے خائف نہ ہونا چاہئیے کہ تم لوگوں کا محاصرہ کیا جائے گا۔ علقمہ بن علاثہ اور ہوذہ کے دو بیٹے اسلام لائے دونوں نے ہجرت کی اور اس شرط پر بیعت کی جس پر قبیلہ عکرمہ کے ان لوگوں نے کی ہے جو ان کے تابع ہیں حلال وحرام میں ہم لوگ یکساں ہیں ضرور ضرور تمہارا رب تم سے محبت فرمائے گا''۔

☆ اہل علم نے کہا کہ رسول اللہؐ نے العداء بن خالد بن ہوذہ کے اور عامر بن عکرمہ کے خاندان میں سے جو لوگ ان کے پیرو تھے ان کے نام تحریر فرمایا کہ حضور انورؐ نے انھیں المصباعہ کے درمیان الزح و لوابہ نخرار تک عطاء فرمادیا۔ یہ فرمان خالد بن سعیدؓ کے قلم سے لکھا ہوا تھا۔

☆ رسول اللہؐ نے سلمہ بن مالک بن ابی عامر السلمی اور عباس بن مرداس السلمی کے لئے جو بنی حارثہ میں سے تھے یہ فرمان عطا فرمایا کہ حضور انورؐ نے انھیں مدفوا عطا فرمادیا۔ اس میں کوئی ان سے مزاحمت نہ کرے جو ان سے مزاحمت کرے گا تو اس کا کوئی حق نہ ہوگا حق انھیں کا ہوگا۔

یہ فرمان بھی العلاء بن عقبہؓ ہی کا تحریر کردہ تھا۔

☆ رسول اللہؐ نے ہوذہ بن بنیشستہ السلمی کے لئے جو بنی عصیہ میں سے تھے تحریر فرمایا کہ حضورؐ نے انھیں جو کچھ الجفر میں ہے سب عطاء فرمادیا۔

☆ رسول اللہؐ نے الاجب کے لئے جو بنی سلیم کے ایک فرد تھے فرمان سرفراز فرمایا کہ حضورؐ نے انھیں فالس عطاء فرمادیا ہے۔ یہ فرمان حضرت ارقمؓ کے قلم سے تحریر ہوا۔

☆ رسول اللہؐ نے راشد بن عبد السلمی کے لئے فرمان عطاء فرمایا کہ حضورؐ نے انھیں رہاط میں سے اتنی زمین دی جتنی دور دو مرتبہ تیر جاسکے اور ایک مرتبہ پتھر جاسکے اس میں ان کا کوئی مزاحم نہ ہو جو ان سے مزاحمت کرے گا تو اس کا کوئی حق نہ ہوگا، حق انھیں کا ہوگا۔ بقلم حضرت خالد بن سعیدؓ۔

☆ رسول اللہؐ نے حرام بن عبد کے لئے جو بنی سلیم میں سے تھے یہ فرمان عطا فرمایا کہ حضورؐ نے انھیں اذاما اور شواق کا وہ حصہ جو ان کا ہے عطا فرمادیا نہ کسی کو ان پر ظلم کرنا روا ہے اور نہ یہ لوگ کسی پر ظلم کریں۔ بقلم حضرت خالد بن سعیدؓ۔

☆ رسول اللہؐ کا فرمان ہے کہ ''بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ وہ حلفی معاہدہ ہے جو نعیم بن مسعود بن رخیلہ الاشجعی نے کیا ہے انھوں نے مدد اور خیر خواہی پر اس وقت تک کے لئے حلفی معاہدہ کیا ہے جب تک کوہ احد اپنے مقام پر رہے اور سمندر ایک بال کو بھی تر کر سکے''۔ بقلم حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر بن العوامؓ کے لئے فرمان عطا فرمایا کہ ''بسم

اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ محمد رسول اللہؐ کی جانب سے زبیر بن العوام کے نام۔ میں نے انھیں شواق کا بلند و پست حصہ عطاء کردیا۔اس میں کوئی ان سے مزاحمت نہ کرے"۔بقلم حضرت علیؓ

☆ رسول اللہؐ نے جمیل بن رزام العدوی کے لئے فرمان عطا فرمایا کہ آقائے دو جہاںؐ نے الرمداء انھیں عطاء فرمادیا۔اس میں کوئی ان سے مزاحمت نہ کریں۔ یہ فرمان حضرت علیؓ نے حسب ارشاد لکھا۔

☆ رسول اللہؐ نے حصین بن نضلۃ الاسدی کے لئے فرمان مبارک عطا فرمایا کہ ارام وکسّہ ان کے لئے ہے اس میں کوئی اُن سے مزاحمت نہ کرے۔اس فرمان کو حسب الحکم حضرت مغیرہ بن شعبہؓ نے لکھا۔

☆ رسول اللہؐ نے بنی غفار کے لئے تحریر فرمایا کہ یہ لوگ مسلمان ہیں ان کے وہی حقوق ہیں جو مسلمانوں کے ہیں ان پر وہی واجب ہے جو مسلمانوں پر واجب ہے۔ نبیؐ نے ان کے جان و مال پر اللہ اور اس کے رسولؐ کو ذمہ دار بنایا ہے اس شخص کے خلاف ان کی مدد کی جائے گی جو ان کے ساتھ ظلم کی ابتداء کرے گا۔ نبیؐ جب انھیں اپنی مدد کے لئے بلائیں گے تو یہ ان کے رسولؐ کا حکم مانیں گے اور رسولؐ کی مدد واجب ہوگی سوائے اس کہ جو (ان میں سے آپ سے) دینی جنگ کرے (یعنی مرتد ہوجائے تو اس پر معاہدہ کی پابندی نہ ہوگی یہ معاہدہ اس وقت تک نافذ رہے گا) جب تک سمندر ایک بال بھی تر کر سکے سوائے گناہ کے اس فرمان میں اور کوئی حائل نہ ہوگا (یعنی جو اس پر عمل کرنے سے روکے گا وہ گنہگار ہوگا)۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی ضمرہ بن بکر بن عبد مناۃ بن کنانہ کے لئے فرمان اقدس جاری فرمایا کہ "ان کے جان و مال کا امن ہے اس کے خلاف ان کی مدد کی جائے گی جو ان پر ظلم سے حملہ کرے۔ان پر نبیؐ کی مدد واجب ہوگی جب تک سمندر ایک بال بھی تر کر سکے، سوائے اس کے کہ یہ لوگ دین حق میں جنگ کریں۔ جب نبیؐ ان کو بلائیں تو یہ رسول اللہؐ کا حکم قبول کریں گے۔اس پر ان لوگوں کا اللہ ورسولؐ ذمہ دار ہے ان میں سے جو نیکوکار و متقی ہوگا اس کی بھی مدد کی جائے گی"۔

☆ رسول اللہؐ نے ہلال والی بحرین کو فرمان اقدس سے نوازا کہ "تم صلح جو ہو اس لئے میں تم سے اسی اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سواء کوئی معبود نہیں نہ اس کا کوئی شریک ہے میں تمھیں خدائے واحد کی طرف دعوت دیتا ہوں کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اطاعت کرو اور جماعت (حق) میں داخل ہو جاؤ کیونکہ یہی تمہارے لئے بہتر ہے"۔

☆ رسول اللہؐ نے اسبخت بن عبداللہ والی ہجر کو تحریراً فرمان عطاء فرمایا کہ "اقرع تمہارا خط اور تمہاری قوم کے لئے تمہاری سفارش میرے پاس لائے۔ میں نے تمہاری سفارش کو قبول کر لیا اور تمہاری قوم کے بارے میں تمہارے قاصد کی میں نے تصدیق کی۔ تم نے مجھ سے جو مانگا اور اپنی جس پسندیدہ چیز کی مجھ سے درخواست کی اس کے بارے میں تم کو خوشخبری ہو لیکن مناسب سمجھتا ہوں کہ اسے بتا دوں اور تم مجھ سے ملو اگر تم ہمارے پاس آؤ گے تو ہم تمہارا اکرام کریں گے اور اگر بیٹھو گے تو تمہارا اکرام کریں گے۔ میں کسی سے ہدیہ طلب نہیں کرتا اگر تم مجھے ہدیہ بھیجو گے تو میں تمہارا ہدیہ قبول کروں گا۔ میرے عمال نے مجھ سے تمہارے مرتبے کی تعریف کی ہے تم جس حالت پر ہو میں تمہیں اس سے بہتر کی وصیت کرتا ہوں یعنی نماز روزہ زکوۃ اور مومنین کی مہمان نوازی۔ میں نے تمہاری قوم کا نام بنی عبداللہ رکھا ہے لہذا انھیں بھی نماز اور سب سے بہتر عمل کا حکم دو اور تمھیں خوش خبری ہو تم پر اور تمہاری قوم کے مومنین پر سلام"۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل ہجر کے نام فرمان عطاء فرمایا کہ "اما بعد! میں تم لوگوں کو اللہ کے اور خود تمہارے لئے وصیت کرتا ہوں کہ ہدایت دیئے جانے کے بعد گمراہ نہ ہونا اور راہ راست بتا دیئے جانے کے بعد کجی نہ اختیار کرنا۔ میرے پاس تمہارا وفد آیا ہے۔ میں نے ان کے ساتھ وہی برتاؤ کیا ہے جس سے وہ خوش ہوے اگر میں تمہارے بارے میں اپنی پوری کوشش صرف کرتا تو تم لوگوں کو ہجر سے نکال دیتا مگر میں نے تمہارے غائب کی سفارش قبول کی اور تمہارے حاضر پر احسان کیا لہذا اللہ کی

اس نعمت کو یاد کرو جو تم پر ہے جو کچھ تم لوگوں نے کیا میرے پاس اس کی خبر آ گئی ہے تم میں سے جو نیکی کرے گا اس پر میں بدکار کا گناہ نہیں عائد کروں گا جب تمہارے پاس میرے حکام آئیں تو تم اللہ کے کام پر اور اس کی راہ میں ان کی اطاعت و مدد کرنا تم میں سے جو کوئی نیکی کرے گا تو وہ نیکی نہ خدا کے یہاں کبھی فراموش ہو گی نہ میرے یہاں''۔

☆ رسول اللہؐ نے منذر بن ساویٰ کے نام ایک اور فرمان جاری فرمایا۔ ''اما بعد! میں نے تمہارے پاس قدامہ اور ابوہریرہ کو بھیجا ہے تمہارے ملک کا جو جزیہ تمہارے پاس جمع ہو وہ ان دونوں کے سپرد کر دو۔ والسلام''۔ اس فرمان کو حضرت ابی بن کعبؓ نے حسب ارشاد تحریر کیا۔

☆ رسول اللہؐ نے علاء بن الحضرمی کے نام فرمان میں ارشاد کیا ''اما بعد! میں نے منذر بن ساویٰ کے پاس ان لوگوں کو بھیجا ہے جو ان سے جزیہ وصول کرلیں جو ان کے پاس جمع ہو۔ لہذا تم بھی ان سے اس کے متعلق عجلت کرو اور اسی کے ہمراہ تم بھی وہ صدقہ وعشر بھیج دو جو تمہارے پاس جمع ہو۔ والسلام''۔ یہ فرمان بھی حضرت ابی بن کعبؓ نے حسب الحکم لکھا۔

☆ رسول اللہؐ نے ضغاطر اسقف کے نام جو فرمان عطاء فرمایا وہ اس طرح تھا کہ ''اس شخص پر سلام ہے جو ایمان لائے اس کے بعد یہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم روح اللہ وکلمتہ اللہ ہیں جس (کلمے) کو اللہ نے پاک دامن مریم کو القاء کیا میں اللہ پر ایمان لاتا ہوں اور اس پر ایمان لاتا ہوں جو ہم پر نازل کیا گیا ہے، ابراہیمؑ واسماعیلؑ واسحاقؑ ویعقوبؑ واسباطؑ (اولاد یعقوب) پر نازل کیا گیا ہے جو موسیٰؑ وعیسیٰؑ کو دیا گیا ہے، جو انبیاء کو ان کے رب کی جانب سے دیا گیا ہے۔ ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے ہم اللہ کے لئے اسلام لانے والے ہیں''۔ یہ فرمان حضورؐ نے حضرت دحیہ کلبی کے ہمراہ ارسال فرمایا۔

☆ رسول اللہؐ نے یہود بنی جنیہ کے نام جو مقنا میں تھے اور اہل مقنا کے لئے اس فرمان کو عطاء فرمایا

''مقنا، ایلہ کے قریب ہے تمہارے قاصد جو تمہاری بستی کو واپس جارہے ہیں وہ میرے پاس اترے لہذا جب میرا یہ فرمان تمہارے پاس پہنچے تو تم لوگوں کو امن ہے تمہارے لئے اللہ اور اس کے رسولؐ کی ذمہ داری ہے رسول اللہؐ تمہاری ساری برائیاں اور سارے جرائم معاف کردیئے ہیں۔ تمہارے لئے اللہ اور کے رسولؐ کی ذمہ داری ہے تم پر کوئی ظلم و زبردستی نہیں ہوگی۔ رسول اللہؐ جس چیز سے خود اپنی حفاظت فرماتے ہیں اس سے تمہارے بھی محافظ رہیں گے لہذا رسول اللہؐ کے لئے تمہارا وہ مال غنیمت ہے جس پر تم کسی سے صلح کرو اور وہ غلام جو تمہارے پاس صلح میں آئیں۔ مواشی، گھریلو ہتھیار اور مال، سوا اس کے جو خود رسول اللہؐ معاف فرما دیں یا ان (رسول اللہؐ) کا کوئی قاصد معاف کردے۔ تم پر تمہارے کھجور کے باغوں کا چوتھائی حصہ، بحری شکار کا چہارم حصہ اور تمہاری عورتوں کے کاتے ہوئے سوت کا چوتھائی حصہ ہے آئندہ تم لوگ ہر قسم کے جزیے یا بیگار سے بری ہو۔ اگر تم سنو گے اور اطاعت کرو گے تو رسول اللہؐ کے ذمہ ہوگا کہ وہ تمہارے بزرگ کا لحاظ فرمائیں اور تمہارے بدکار سے درگزر کریں۔ اما بعد۔ بنام مومنین و مسلمین جو شخص اہل مقنا کے ساتھ نیکی کرے گا تو یہ اس کے لئے بہتر ہوگا اور جو ان کے ساتھ بدی کرے گا تو اس لئے بھی برا ہوگا۔ اور تم لوگوں پر جو حاکم و امیر ہوگا وہ یا تو تمہیں میں سے ہوگا یا رسول اللہؐ کے متعلقین میں سے ہوگا۔ والسلام''

☆ رسول اللہؐ یحنّہ بن روبہ اور سرداران اہل ایلہ کے نام تحریر فرمایا کہ ''تم لوگ صلح جو ہو، تمہارے سامنے اسی اللہ کی حمد کرتا ہوں جس کے سواء کوئی معبود نہیں میں تم لوگوں سے جنگ کرنے والا نہیں ہوں تا وقتیکہ تمھیں لکھ نہ دوں لہذا اسلام لاؤ یا جزیہ دو اللہ اس کے رسولؐ اور رسولؐ کے قاصدوں کی اطاعت کرو، قاصدوں کا اکرام کرو..... جب میرے قاصد راضی ہوں گے تو میں بھی راضی ہوں گا''۔

☆ رسول اللہؐ نے ان جمع ہونے والوں کے نام جو کہ تہامہ میں تھے اور قبیلہ کنانہ و مزنیہ و حکم و قارہ

اوران کے تابعین غلام کو لوٹا تھا حکم بھیجا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ظہور ہوا تو ان کا ایک وفد نبی اکرمؐ کے پاس آیا۔ رسول اللہؐ نے ان لوگوں کے لئے فرمان جاری فرمایا کہ ''بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد نبی رسول اللہؐ کی جانب سے یہ فرمان اللہ کے آزاد بندوں کے نام ہے یہ لوگ اگر ایمان لائیں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ دیا کریں تو ان کا غلام آزاد ہے ان کے مولا محمدؐ ہیں ان میں سے جو کسی قبیلہ کا ہوگا اسے اس قبیلے کے پاس واپس نہ کیا جائے گا۔ ان میں جو خون ہوگا جس کا انھوں نے ارتکاب کیا ہو یا کوئی مال ہو جو انھوں نے لے لیا ہو تو وہ انھیں کا رہے گا۔ لوگوں میں ان کا جو قرض ہوگا وہ ان کو واپس دلا یا جائے گا۔ ان پر ظلم وزبردستی نہ ہوگی ان امور پر ان کے لئے اللہ و محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ذمہ داری ہے۔ والسلام''۔ یہ فرمان حسب ارشاد حضرت ابی بن کعبؓ نے تحریر کیا۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی غادیا کے یہود کے نام فرمان جاری فرمایا جسے حضرت خالد بن سعیدؓ نے حسب الحکم تحریر کیا تھا۔ ''بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ محمد رسول اللہؐ کی جانب سے بنی غادیا کے یہود کے نام فرمان ہے کہ ان لوگوں کی ذمہ داری ہے ان پر جزیہ مقرر کیا گیا ہے نہ یہ سرکشی کریں گے اور نہ انھیں جلاوطن کیا جائے گا اور فرمان کو نہ رات توڑ سکے گی نہ دن''۔

☆ رسول اللہؐ کا فرمان مبارک یہود بنی عریض کے لئے جاری ہوا اسے بھی حسب ارشاد حضرت خالد بن سعیدؓ نے تحریر کیا تھا۔ ''بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ فرمان محمد رسول اللہؐ کی جانب سے یہود بنی عریض کے لئے۔ (ان کے لئے) رسول اللہؐ کی جانب سے دس وسق گیہوں اور دس وسق جو ہر غلے کی کٹائی کے وقت اور پچاس وسق کھجور ہے جس کو ہر سال اپنے وقت پر پاتے رہیں گے ان پر کوئی ظلم نہ ہوگا۔''

☆ ابوالعلاء سے مروی ہے کہ میں سوق الابل (بازار شتر) میں مطرف کے ہمراہ تھا کہ ایک اعرابی

ایک چمڑے کا ٹکڑا یا چرمی توشہ دان لایا اور کہا کہ اس کو کون پڑھے گا یا یہ کہا کہ کیا تم لوگوں میں کوئی شخص ہے جو اس کو پڑھ دے۔ میں نے کہا کہ اس کو لو یہ رسول اللہؐ کا فرمان ہے جس میں تحریر تھا ''بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد نبی اللہؐ کی جانب سے بنی زہیر بن اقیش کے جو قبیلہ عُکل کی ایک شاخ ہے یہ ہے کہ اگر یہ لوگ لا الہ الا اللہ محمدؐ رسول اللہ کی شہادت دیں، مشرکین سے جدا ہو جائیں، غنائم میں خمس کا اور نبی اللہؐ کے عام حصے اور خاص حصے کا اقرار کریں تو ان لوگوں کے لئے اللہ و رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امان ہے''۔

☆ جمیل بن مرثد سے مروی ہے کہ ایک شخص قوم اجبین میں سے تھا جن کا نام حبیب بن عمرو تھا۔ وہ نبی اکرمؐ کے پاس حاضر ہوئے آقائے دو جہاںؐ نے انھیں ایک فرمان عطا فرمایا کہ '' یہ فرمان محمد رسول اللہؐ کی جانب سے حبیب بن عمرو برادر اجا اور ان کی قوم کے اس شخص کے لئے ہے جو اسلام لائے، نماز قائم کرے اور زکوۃ دے۔ ان کا مال اور ان کا پانی (کنویں) انھیں کا ہے، نہ ان پر اس کے شہری (مال) میں کچھ نہ اس کے صحرائی میں۔ اس پر اللہ کا عہد اور اس کے رسول کی ذمہ داری ہے''۔

☆ قبیلہ طے کی بنی بحتر میں سے ایک شخص سے مروی ہے کہ ولید بن جابرؓ رسول اللہؐ کے پاس حاضر ہوئے، اسلام لائے آقائے دو جہاںؐ نے انھیں ایک فرمان سرفراز فرمایا جو الجبلین میں ان کی متعلقین کے پاس ہے۔

☆ زہری وغیرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن عوسجہ العرنی کے ہمراہ سمعان بن عمرو بن قریط کے نام فرمان جاری فرمایا۔ انھوں نے (ازراہ انکار) فرمان اقدس کا اپنے ڈول میں رقعہ (پیوند) لگا دیا۔ ان کی بیٹی نے کہا کہ تم پر کوئی بڑی مصیبت آئے گی کیونکہ تم نے سید العرب کے فرمان کو انکار کیا ہے۔ کچھ عرصہ بعد اسلامی لشکر وہاں سے گزرا اور لڑائی میں سمعان کی ہر چیز تباہ ہو گئی۔ سمعانؓ اسلام لائے رسول اللہؐ کے پاس حاضر ہوئے اور اپنے معروضات کا منظوم اظہار کیا

جس کا یہ مفہوم ہے مجھے بھی معافی دیجئے جیسا کہ آپ نے ورد کو پناہ دی جب میں آپ کے پاس حاضر ہو گیا تو ورد سے زیادہ گنہگار نہیں ہوں۔

☆ زامل بن عمرو الجذامی سے مروی ہے کہ فروہ بن عمرو الجذامی روم کی جانب سے عمان ملک بلقاء یا معان پر عامل مقرر تھے وہ اسلام لائے۔ رسول اللہؐ کی خدمت میں اپنے اسلام لانے کی اطلاع لکھی۔ اس کو اپنی قوم کے ایک شخص کے ہمراہ جن کا نام مسعود بن سعد تھا بھیج دیا۔ رسول اللہؐ کی خدمت میں ایک سفید مادہ خچر اور گھوڑا، نرم کپڑے اور سندس کی (حریری) قباء جس میں سونے کے پتر لگے ہوئے تھے بھیجی۔ رسول اللہؐ نے انھیں ایک فرمان سرفراز فرمایا ''منجانب رسول اللہؐ بنام فروہ بن عمرو۔ اما بعد ہمارے پاس تمہارے قاصد آئے جو کچھ تم نے بھیجا تھا انہوں نے پہنچا دیا۔ تمہارے حالات کی ہمیں خبر دی۔ تمہارے اسلام کا مژدہ سنایا اور یہ بھی کہ اللہ نے تمھیں اپنی ہدایت سے سرفراز کیا۔ اگر تم نیکی کرو اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو، نماز قائم کرو، زکوۃ دو (تو تمہارے لئے بہتر ہے)''۔

آقائے دوجہاںؐ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا تو انھوں نے قاصد مسعود بن سعد کو ساڑے بارہ اوقیہ چاندی (بطور انعام) دی۔ شاہ روم کو فروہ کے اسلام کے خبر معلوم ہوئی تو اس نے انھیں بلایا اور کہا کہ تم اپنے دین سے پھر جاؤ تو ہم تم کو بادشاہ بنا دیں گے۔ انھوں نے کہا کہ میں دین محمدؐ کو ترک نہ کروں گا۔ تو بھی جانتا ہے کہ عیسیٰؑ نے محمد رسول اللہؐ ہی کے متعلق بشارت دی ہے لیکن تو اپنی سلطنت کی وجہ سے دریغ کرتا ہے۔ لیکن شاہ روم نے فردہ کو قید کر لیا۔ پھر قید سے نکال کر قتل کر کے دار پر لٹکا دیا۔

☆ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بکر بن وائل کے لئے فرمان رحمت فرمایا کہ ''اما بعد! اسلام لاؤ تو سلامت رہو گے''۔

☆ عبداللہ بن یحییٰ بن سلمان سے مروی ہے کہ مجھے سعیر بن عداء کے ایک فرزند نے رسول اللہؐ کا

ایک فرمان دکھایا (جو یہ تھا) کہ "منجانب محمد رسول اللہؐ بنام السعیر بن عداء۔ میں نے تمھیں (مقام) الرجیح کا محافظ بنایا اور مسافر کی رہی ہوئی اشیاء تمہارے لئے کر دیں"۔

☆ زہری سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے قبیلہ حمیر کے حارث و مسروح و نعیم بن عبد کلال کے نام فرمان جاری فرمایا کہ "تم لوگوں سے صلح ہے جب تک تمہارا ایمان اللہ اور رسول اللہؐ پر ہے اور یہ کہ اللہ واحد ہے جس کا کوئی شریک نہیں"۔ یہ فرمان اقدس ابن ابی ربیعہ المخز ومی کے ہمراہ بھیجا گیا۔

☆ رسول اللہؐ نے عبد القیس کے نام فرمان عطاء فرمایا "منجانب محمد رسول اللہؐ بنام اکبر بن عبد القیس۔ ان لوگوں کو ان فسادوں پر جو زمانہ جاہلیت میں بر پا کئے اللہ و رسول کی امان ہے ان پر بھی اپنے عہد کا پورا کرنا لازم ہے انھیں یہ حق ہے کہ ان کے رسد اور غلے کو راستے سے نہ روکا جائے گا۔ نہ بارش کے (جمع شدہ) پانی سے روکا جائے گا نہ پھلوں کی تیاری کے وقت منع کیا جائے گا۔

علاء بن الحضرمی اس مقام کے بحر و بر، قبائل، اثمار اور جو اس سے پیدا ہوا اس پر رسول اللہؐ کے امین ہیں۔ اہل بحرین ظلم کے موقع پر ان کے حامی، ظالم کے معاملے میں ان کے مددگار اور جنگوں میں ان کے معاون ہیں۔ ان لوگوں پر اس کے متعلق اللہ کا عہد و میثاق ہے نہ وہ کسی قول کو بدلیں اور نہ جدائی کا ارادہ کریں۔ مسلمانوں کے لشکر پر ان لوگوں کو مال غنیمت میں شریک کرنا، حکم میں عدل کرنا، جہاد کی روانگی میں میانہ روی کا خیال رکھنا لازم ہے۔ یہ حکم ہے جس کی فریقین میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی اللہ و رسولؐ ان لوگوں پر گواہ ہیں"۔

☆ رسول اللہؐ نے حضر موت کے معززین و رؤساء کے نام فرامین بھیجے۔ حضور انورؐ نے زرعہ، قہد، البتی، البحیری، عبد کلال، ربیعہ و حجر کے نام فرمان عطاء فرمائے۔

☆ اہل علم نے کہا کہ رسول اللہؐ نے نفاثہ بن فروۃ الدئلی رئیس السماوہ کو فرمان اقدس سرفراز فرمایا۔

☆ رسول اللہؐ نے عذرہ کے نام ''ہڈی'' پر تحریر فرمان مبارک عطا فرمایا جسے بنی عذرہ ہی کے ایک شخص کے ہمراہ بھیجا۔

☆ اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہؐ نے مطرف بن الکاہن الباہلی کے لئے تحریری فرمان سرفراز فرمایا۔ ''یہ فرمان منجانب محمد رسول اللہؐ مطرف بن الکاہن اور قبیلہ باہلہ کے ساکنان بیشہ کے لئے ہے۔ جو شخص بالکل نا قابل زراعت زمین کو قابل زراعت بنائے گا جس میں مواشی اور اونٹوں کے گلے بڑھائے جاتے ہیں تو وہ اسی کی ہو جائے گی۔ ان لوگوں کے ذمے ہر تیس گائے پر ایک پوری عمر کی گائے، ہر چالیس بھیڑ پر ایک سال بھر کی بھیڑ اور ہر پچاس اونٹ پر ایک شش سالہ اونٹ واجب ہے۔ زکوۃ وصول کرنے والے کو یہ حق نہیں کہ وہ ان کی چراگاہ کے علاوہ کہیں اور زکوۃ وصول کرے یہ سب امان الٰہی میں محفوظ ہیں''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ باہلہ کے نہشل بن مالک الوائلی کے لئے فرمان عطاء فرمایا۔ ''یہ فرمان محمد رسول اللہؐ کی جانب سے نہشل بن مالک اور بنی وائل کے ان ہمراہیوں کے لئے ہے جو اسلام لائے، نماز قائم کرے، زکوۃ دے، اللہ و رسول کی اطاعت کرے، مال غنیمت میں سے اللہ کا خمس اور نبی کا حصہ ادا کرے، اپنے اسلام پر گواہی دے، مشرکین کو چھوڑ دے تو وہ اللہ کی امان میں ہے محمدؐ اسے ہر قسم کے ظلم سے بچائیں گے ان لوگوں کا یہ حق ہے کہ نہ ان کو جلاوطن کیا جائے نہ ان سے عشر (پیداور کا دسوں حصہ) لیا جائے۔ ان کا عامل انھیں میں سے ہوگا''۔ یہ فرمان حسب الحکم حضرت عثمان بن عفانؓ نے تحریر کیا۔

رسول اللہؐ نے ثقیف کے لئے ایک فرمان سرفراز فرمایا جس میں تھا کہ ''محمد رسول اللہؐ نے جو کچھ ان لوگوں کے لئے فرما دیا اس کی ذمہ داری اللہ اور محمد رسول اللہؐ پر ہے''۔ یہ فرمان حضرت خالد بن

سعیدؓ نے حسب ارشاد تحریر کیا۔ رسول اللہؐ نے یہ فرمان نمیر بن خرشہ کے حوالے کر دیا۔

☆ اہل علم نے کہا کہ وفد ثقیف نے رسول اللہؐ سے درخواست کی کہ رسول اللہؐ نے ان کے لئے ''وج'' (علاقہ طائف کے ایک گاؤں) کو حرم بنا دیں (یعنی وہاں شکار وغیرہ حرام فرما دیں)۔ آقائے دو جہاںؐ نے ان کے لئے تحریری فرمان جاری فرما دیا کہ ''یہ فرمان محمد رسول اللہؐ کی جانب سے مسلمانوں کے نام ہے کہ ''وج'' کے عضاہ (خار دار درخت) قطع نہ کئے جائیں اور نہ وہاں شکار کیا جائے جو اس کا مرتکب ہوگا اسے گرفتار کر کے نبی اللہؐ کے پاس پہنچایا جائے گا۔ یہ نبی کریمؐ کا حکم ہے۔ راقم خالد بن سعید بحکم محمد رسول اللہؐ نے جو کچھ رسول اللہؐ نے حکم دیا ہے کوئی شخص ہر گز اس سے نہ بڑھے اور نہ اپنے اوپر ظلم کرے''۔

☆ رسول اللہؐ نے سعید بن سفیان الرعلی کے لئے فرمان اقدس جاری فرمایا کہ ''یہ اس امر کی دستاویز ہے کہ رسول اللہؐ نے سعید بن سفیان الرعلی کو السوارقیہ کا کھجور کا باغ عطاء فرمایا۔ اس میں کوئی ان سے مزاحمت نہ کرے جو مزاحمت کرے گا اس کا کوئی حق نہ ہوگا اور حق ان ہی کا ہوگا''۔ یہ فرمان حضور اقدسؐ کے ارشاد پر حضرت خالد بن سعیدؓ نے تحریر کیا۔

☆ رسول اللہؐ نے عتبہ بن فرقد کے لئے فرمان عطاء فرمایا کہ ''یہ اس بات کی دستاویز ہے کہ نبی اللہؐ نے عتبہ بن فرقد کو مکہ میں مکان کی زمین دی تا کہ وہ اسے مروہ کے متصل تعمیر کر لیں۔ کوئی ان سے مزاحمت نہ کرے جو مزاحمت کرے گا اس کا کوئی حق نہیں ہوگا۔ حق ان ہی کا ہوگا''۔

☆ اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہؐ نے سلمہ بن مالک السلمی کے لئے فرمان عطا فرمایا کہ ''یہ اس امر کی دستاویز ہے جو رسول اللہؐ نے ان کو ذات الحناظی و ذات الاسلوو کے درمیان قطعہ عطا فرمایا ہے''۔ اس پر حضرت علی بن ابی طالبؓ اور حاطب بن ابی بلتعہ گواہ ہوئے۔

☆ رسول اللہؐ نے قبیلہ کلب کے بنی جناب اوران کے حلیفوں اوران لوگوں کے لئے فرمان جاری فرمایا کہ ''یہ فرمان محمد رسول اللہؐ کی جانب سے بنی جناب اوران کے حلیفوں اوران لوگوں کے لئے ہے جو نماز قائم کرنے، زکوۃ ادا کرنے، ایمان کو مضبوط کرنے اور عہد کے پورا کرنے میں ان لوگوں کے مددگار ہیں اوران لوگوں پر لازم ہے کہ چھوٹی ہوئی (بغیر چرواہے کے) چرنے والی بکریوں پر ہر پانچ بکری میں ایک بے عیب بکری دیں، بار بردار غلہ لادنے والے جانوروں پر بھی، راستہ بھولنے والے جانوران ہی کے ہوں گے وہ زمین بھی جس کی آبپاشی نہراور بارش سے ہوتی ہے۔ امین کو اس کے متعلق وظیفہ ملے گا ان لوگوں پر اس سے زیادہ نہ کیا جائے گا''۔ حضرت سعد بن عبادہؓ، عبداللہ بن انیسؓ اور دحیہ کلبیؓ گواہ ہوئے۔

☆ رسول اللہؐ نے فرمان جاری فرمایا کہ ''یہ فرمان محمد رسول اللہؐ کی جانب سے مہری بن الابیض کے لئے ہے کہ خاندان مہرہ کے مومنین فنا نہیں کئے جائیں گے اور نہ ان پر حملہ کیا جائے گا۔ اور نہ ان سے جنگ کی جائے گی ان لوگوں کے ذمہ شرائع اسلام کا قائم کرنا ہے جو اس عہد کو بدلے گا تو (گویا) وہ اللہ سے جنگ کرے گا اور جو اس پر ایمان لائے گا تو وہ اللہ اور رسولؐ کی ذمہ داری میں ہوگا۔ گری پڑی چیز ادا کرنا ہوگی اور مواشی کو پانی پلانا ہوگا۔ خونریزی، بدکلامی اور نافرمانی بری بات ہے''۔ حسب ارشاد حضرت محمد بن مسلمہؓ انصاری نے تحریر کیا۔

☆ رسول اللہ صل اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خثعم کے لئے فرمان عطاء فرمایا کہ ''خثعم کے جو لوگ (مقام) بیشہ اوراس کے دیہات میں مقیم ہیں ان کے لئے یہ ہے کہ تم لوگوں نے زمانہ جاہلیت میں جو خون کیا ہے وہ تم سے معاف ہے تم میں جو اسلام لائے اس کے قبضہ میں نرم سخت زمین کا کوئی کھیت ہے جو بارش سے سیراب ہوتا ہے یا اس کی آبپاشی چشمے سے ہوتی ہے اور وہ (کھیت) بغیر قحط سالی وخشک سالی کے سرسبز وشاداب ہو گیا تو اس کے مواشی چرانے اور اس کے کھانے کا حق ہے اور ان لوگوں کے ذمے

ہر جاری پانی (والے کھیت) میں دسواں حصہ اور ہر اوپر (سے سیراب ہونے والے کھیت) میں بیسواں حصہ ہے''۔اس کے گواہ جریرؓ بن عبداللہ اور حاضرین ہوئے۔

☆ رسول اللہؐ نے وفد ثمالہ والحدان کے لئے فرمان عطا فرمایا کہ ''رسول اللہؐ کا یہ فرمان ساحل کے رہنے والوں اور اس اندرونی علاقے کے رہنے والوں کے لئے ہے جو علاقہ صحار کے متصل ہے کہ ان لوگوں کے ذمہ کھجور کے باغوں پر نہ تو اندازہ ہے نہ پیمانہ کہ ہمیشہ اس پر عمل ہو اور وہی ان سے وصول کیا جائے ان لوگوں کے ذمے ہر دس وسق (پیمانہ) میں ایک وسق ہے''۔اس فرمان کے کاتب ثابتؓ بن قیس اور گواہ سعدؓ بن عبادہ اور محمد بن مسلمہؓ ہوئے۔

☆ رسول اللہؐ نے قبیلہ ازد کے بارق کے لئے فرمان اقدس مرحمت فرمایا کہ ''یہ فرمان محمد رسول اللہؐ کی جانب سے بارق کے لئے ہے کہ نہ تو بارق کے بے اجازت ان لوگوں کے پھل قطع کئے جائیں اور نہ ان کی فصل ربیع یا فصل خریف کی چراگاہوں میں جانور چرائے جائیں۔جو مسلمان ان لوگوں کے پاس کسی ایسے مقام پر گزرے کہ چراگاہ نہ ہو یا ایسی شور زمین سے گزرے جہاں اپنا اونٹ چھوڑ دے اور وہ وہاں سے بقدر ضرورت چر لے تو اس کی تین دن کی مہمانداری (ان لوگوں کے ذمے) ہوگی جب ان لوگوں کے پھل پک جائیں تو مسافر کو اتنے گرے پڑے پھلوں کا حق ہوگا جو اسے شکم سیر کر دیں بغیر اس کے کہ وہ اپنے ہمراہ اسے لاد کر لے جائے''۔

☆ اہل علم نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وائلؓ بن حجر کے لئے فرمان عطاء فرمایا جب انھوں نے اپنے وطن جانے کا ارادہ کیا تو عرض کیا کہ ''یارسول اللہؐ! مجھے میری قوم کے نام ایک فرمان سرفراز فرمادیں''۔رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ''اے معاویہ! بااختیار روساء کے نام لکھ دو کہ وہ نماز قائم رکھیں اور زکوۃ ادا کرتے رہیں۔زکوۃ باہر چرنے والے مواشی اور ان کے ساتھ کے گھر میں رہنے والے

مواشی پر ہے۔ مالک کو جائز نہیں کہ وہ دھوکہ دے اور جانوروں کو (حساب کے وقت) ہنکا دے (وصول کرنے والے کو) مناسب نہیں کہ رسی باندھ کر بلوائے اور (اپنے پڑاؤ پر) جانوروں کو منگوائے (مالک کو) بھی جائز نہیں کہ آمیزش کرے (یعنی محصل کو یہ لازم ہے کہ جہاں جانور چر رہے ہوں وہیں جا کر شمار کر کے زکوٰۃ کا حساب کرے یہ نہ کرے کہ اپنے پڑاو پر جانوروں کو منگائے اور مالک مواشی کو لازم ہے کہ وہ انھیں چھپانے کی کوشش نہ کرے) اور ان لوگوں پر مسلمانوں کے لشکروں کی مدد کرنا واجب ہے ہر ایک دس پر بقدر ایک اونٹنی کے بوجھ کے ہے"۔ وائلؓ نے عرض کیا کہ "یارسول اللہؐ! میرے لئے اس زمین (کی معافی) کے متعلق بھی حکم فرما دیں جو زمانہ جاہلیت میں میری تھی"۔ روسائے قبیلہ حمیر روسائے حضرموت نے وائل کے موافق شہادت دی (کہ یہ زمین ان کی تھی)۔

رسول اللہؐ نے ان کے لئے فرمان جاری فرمایا کہ "یہ فرمان محمد رسول اللہؐ کی جانب سے وائل بن حجر رئیس حضرموت کے لئے ہے۔ یہ اس لئے ہے کہ تم اسلام لے آئے جو زمین اور قلعے تمہارے قبضے میں ہیں وہ میں نے تمہارے ہی لئے مخصوص کر دیئے۔ تم سے بطور (زکوٰۃ) ہر دس میں سے ایک لیا جائے گا جس میں دو صاحب عدل غور کریں گے۔ میں نے تمہارے لئے یہ بھی کر دیا کہ اس میں تم پر ظلم نہ کیا جائے گا جب تک یہ دین قائم ہے اور نبی اللہؐ اور مومنین اس پر مددگار ہیں"۔

☆ اہل علم نے کہا کہ رسول اللہؐ نے اہل نجران کے لئے فرمان عطا فرمایا کہ "یہ فرمان محمد رسول اللہؐ کی جانب سے اہل نجران کے لئے ہے کہ ان لوگوں پر (حسب ذیل طریقے پر) میرے حکم کی پابندی لازم ہوگی۔

ہر زرد یا سفید یا سیاہ پھل میں یا غلام کے باب میں حکم نبویؐ پر عمل کریں گے۔ لیکن حضور انورؐ نے ان پر یہ مکرمت فرمائی کہ (الف) یہ سب محصول دو ہزار حلے کے عوض میں چھوڑ دیا جائے گا جو اوقیہ کے

حسب سے ہوں گے۔ (ب) ہر رجب میں ایک ہزار حلے واجب الادا ہوں گے اسی طرح ہر صفر میں ایک ہزار حلے واجب الادا ہوں گے۔ ہر حلہ اوقیہ کے حساب سے ہوگا جو زاید ہوں یا اوقیہ سے کم ہوں وہ حساب سے لئے جائیں گے۔ (ج) ان کے قبضے کی جو زرہیں یا گھوڑے یا اونٹ یا اسباب ان سے لئے جائیں گے وہ بھی حساب سے ہوگا اور نجران کے ذمے بیس روز تک اور اس سے کم کی میرے قاصدوں کی مہمان داری ہے اور میرے قاصدوں کو ایک ماہ سے زیادہ نہ روکا جائے (یعنی جب وہ وصول کرنے جائیں تو انھیں ایک ماہ کے اندر اندر خراج دے کر رخصت کرنا ہوگا)۔

جب یمن میں جنگ ہو تو اہل نجران کے ذمہ میرے قاصدوں کو تیس زرہ، تیس گھوڑے اور تیس اونٹ بطور عاریت دینے ہوں گے۔ میرے قاصد جو زرہ، گھوڑے اور اونٹ بطور عاریت لیں اس میں سے جو چیز فنا ہو جائے تو اسکا تاوان میرے قاصد پر ہوگا یہاں تک کہ وہ اسے ان لوگوں کو ادا کرے۔

☆اہل دومہ کے ایک شیخ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اکیدر کے لئے جو تحریری فرمان جاری فرمایا وہ یہی ہے۔ محمد بن عمرؓ نے کہا کہ شیخ فرمان لائے تو میں نے اسے پڑھا اور ان سے لے لیا۔ مضمون یہ تھا۔ آقائے دو جہاںؐ نے یہ فرمان اس وقت جاری فرمایا تھا جب اکیدر نے اسلام کو قبول کر لیا اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے ہمراہ دومتہ الجندل اور اس کے اطراف کو اصنام سے پاک کیا۔ ''بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ محمد رسول اللہؐ کی طرف سے یہ فرمان اکیدر کے لئے ہے۔ جو چھوٹے چھوٹے تالابوں کے کنارے کی زمین، غیر مزرعہ زمین، وہ زمین جس کی حد بندی ہے، وہ زمین جس کی حد بندی نہیں کی گئی ہے، زرہ، ہتھیار، باولی اور قلعہ اکیدر کے لئے ہے۔ تم لوگوں کے لئے کھجوروں کے تنے، آبادی کا جاری پانی ہے۔

خمس ادا کرنے کے بعد تمہارے مواشی کو چراگاہ سے نہ ہٹایا جائے گا نہ تمہارے ان مواشی کو شمار

کیا جائے گا جن میں زکوٰۃ نہیں۔ تمھیں گھاس سے نہ روکا جائے گا تم سے سوائے ان کھجوروں کے درختوں کے جو اچھی طرح جڑ پکڑ چکے ہیں اور کسی سے عشر (یعنی پیداوار کا دسواں حصہ) نہیں لیا جائے گا۔ نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنا ہوگا اور زکوٰۃ اس کے حق کے موافق ادا کرنا ہوگا۔

تم پر اس عہد و پیمان کی پابندی لازمی ہوگی اس سے تمہاری سچائی اور وفاداری کا ثبوت ملے گا اللہ اور حاضرین مسلمان اس پر گواہ ہیں۔''

محمد بن عمرؓ نے کہا کہ دومہ، ایلہ اور تیماء کے لوگوں نے جب دیکھا کہ تمام عرب اسلام لے آیا تو انھیں خوف پیدا ہوا (اس پر ان کی تسلی کے لئے یہ فرمان عطاء ہوا)۔ یحنّہ بن روبہ جو ایلہ کے پاشاہ تھے رسول اللہؐ کے پاس آئے تھے۔ ان کے ہمراہ اہل شام، اہل یمن اور اہل بحر بھی تھے کچھ لوگ اہل جربا و اہل اذرح کے بھی تھے۔ رسول اللہؐ نے بعد مصالحت ان پر ایک معینہ جزیہ مقرر فرمایا اور انھیں ایک فرمان عالیہ بھی عطا فرمایا۔

''بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ امن نامہ اللہ اور محمد رسول اللہؐ کی جانب سے یحنہ بن روبہ اور اہل ایلہ کے لئے ان کشتیوں اور قافلوں کے لئے ہے جو بحر و بر میں ہیں ان لوگوں کے لئے اور ان اہل شام و اہل یمن و اہل بحر کے لئے جو ان کے ہمراہ ہیں اللہ اور محمد رسول اللہؐ کی ذمہ داری ہے جو کوئی (اس عہد کے خلاف) نئی بات کرے گا تو اس کا مال اس کی جان کو نہ بچا سکے گا۔ وہ اس شخص پر حلال ہوگا جو اس کو لے لی (یعنی اس پر عمل کرے) یہ بھی حلال نہ ہوگا کہ یہ لوگ جس پانی (کے کنویں) پر اترتے ہیں اسے روکیں (کہ اور کوئی نہ بھرے) اور نہ خشکی و تری کے اس راستے کو جس کا وہ لوگ ارادہ کرتے ہیں۔'' یہ فرمان جہیم بن الصلت اور شرحبیل بن حسنہ نے رسول اللہؐ کے حکم سے لکھا۔

☆ رسول اللہؐ نے اہل اذرح کے لئے فرمان عطا فرمایا۔ ''بسم اللہ الرحمن الرحیم یہ فرمان محمد رسولؐ

اللہ کی جانب سے اہل اذرح کے لئے ہے کہ یہ لوگ اللہ اور محمد رسول اللہ ؐ کی امان میں ہیں۔ ان پر ہر رجب میں سو دینار واجب الادا ہوں گے۔ مومنین کے ساتھ خیر خواہی و احسان کرنے سے اللہ ان لوگوں کا کفیل ہوگا مومنین میں سے جو شخص خوف و تعزیر کی وجہ سے ان لوگوں کے پاس پناہ لے جب کہ ان لوگوں کو مومنین پر اندیشہ ہو (تو اس حالت میں پناہ دینے اور احسان کرنے سے بھی اللہ کفیل ہوگا) یہ لوگ اس وقت تک امان میں ہیں جب تک محمد رسول اللہ ؐ (بغرض غزوہ) روانگی سے پہلے تک ان سے بیان نہ کردیں۔

عمرۃ القضاء کے بعد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عمرۃ القضاء سے فارغ ہونے کے بعد مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرما ہونے لگے تو حضرت حمزہ بن عبد المطلب ؓ کی چھوٹی صاحبزادی حضور انور ؐ کو "چچا چچا" پکارتی ہوئیں سرکار دو عالم ؐ کے نزدیک آئیں۔ (حضرت حمزہ بن عبد المطلب ؓ اگرچہ کہ حضور اکرم ؐ کے چچا تھے لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ حضور اقدس ؐ کے رضاعی بھائی بھی تھے اس رشتہ سے آقائے دو جہاں ؐ حضرت حمزہ ؓ کی صاحبزادی کے چچا بھی ہوئے اور ان بی بی نے شاید اسی رشتہ کو ملحوظ رکھا)۔ حضرت علی بن ابی طالب ؓ نے حصرت حمزہ ؓ کی صاحبزادی کو اٹھالیا۔ حضرت علی ؓ، حضرت جعفر بن ابی طالب ؓ اور حضرت زید بن حارثہ ؓ میں سے ہر ایک یہ چاہتے تھے کہ یہ صاحبزادی ان کی زیر کفالت رہیں ان میں ہر ایک اپنا دعوی رکھتا تھا کہ حضرت علی ؓ نے کہا یہ میرے چچا کی بیٹی ہے جب کہ حصرت جعفر ؓ نے بھی ادعاء کیا کہ یہ میرے چچا کی صاحبزادی بھی ہیں اور اس کی خالہ میرے نکاح میں ہے اور حضرت زید ؓ کا دعوی تھا کہ یہ میرے اسلامی اور دینی بھائی کی دختر ہیں لہذا ان کی پرورش کا مجھے اتنا ہی حق حاصل ہے۔ حضرت براء بن

عازبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے اس بارے میں فیصلہ فرمایا کہ لڑکی اپنی خالہ کے پاس رہے کیوں کہ خالہ بمنزلہ ماں کے ہے (بخاری شریف)۔ ان صاحبزادی کا نام عمارہؓ بنت حمزہ بن عبد المطلبؓ تھا۔ ان کی خالہ اسماءؓ بنت عمیس تھیں رسول اللہؐ کے ارشاد کے موافق عمارہؓ حضرت اسماءؓ کے حوالے کی گئیں۔ حضرت اسماءؓ حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کے عقد نکاح میں تھیں۔

حضرت علیؓ اور حضرت زیدؓ کی دلداری کے لئے رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ سے ارشاد فرمایا کہ ''تم مجھ میں سے ہو اور میں تم میں ہو''۔ حضرت زیدؓ سے ارشاد فرمایا کہ ''تم میرے بھائی اور میرے غلام ہو'' یا براویت دیگر، ارشاد فرمایا کہ ''تم اللہ کے اور اس کے رسولؐ کے غلام ہو''۔ (سیرت حلبیہ)

سریہ ابن ابی العوجاء السلمی بجانب بنی سلیم

ماہ ذی الحجہ ۷ھ میں بنی سلیم کی جانب ابن ابی العوجاء کا سریہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابن ابی العوجاءؓ السلمی کو پچاس ساتھیوں کے ساتھ روانہ فرمایا بنی سلیم کے ایک جاسوس نے جو ابن ابی العوجاءؓ کے ہمراہ تھا خود آگے بڑھ کر بنی سلیم کو آگاہ کر دیا۔ یہ جان کر ان لوگوں نے مقابلہ کی پوری تیاری قبل از وقت کر لی جب ابن ابی العوجاءؓ ان کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ لوگ معرکہ آرائی کے لئے پورے طور پر تیار کھڑے ہیں۔ پھر بھی مسلمانوں نے فوراً اقدام نہ کیا بلکہ اپنے فرائض کے موافق پہلے بنی سلیم والوں کو اسلام کی طرف بلایا۔ بنی سلیم والوں نے جواب دیا کہ تم ہمیں جس چیز کی دعوت دیتے ہو ہمیں اس کی حاجت نہیں ہے پھر انہوں نے تھوڑی دیر تک تیر اندازی کی۔ مشرکین کو امداد آنے لگی اور انھوں نے ہر طرف سے مسلمانوں کو گھیر لیا۔ مسلمانوں نے جوش ایمان کے ساتھ نہایت بہادری کے ساتھ ان کا مقابلہ کیا اور خوب لڑے۔ ابن ابی العوجاءؓ کے اکثر ساتھی شہید ہوئے خود وہ بھی سخت مجروح ہوئے اور بمشکل وہاں سے نکلے اور سب لوگ رسول اللہؐ کے پاس صفر المظفر ۸ھ کی پہلی تاریخ کو پہنچ پائے۔

سریہ غالب بن عبداللہ اللیثی بجانب بنی الملوح بمقام الکدید

جندب بن مکیث الجہنی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ؐ نے غالب بن عبداللہ اللیثی کو بنی کلب بن عوف کے ایک سریے کے ہمراہ روانہ فرمایا اور انھیں پابند فرمایا کہ وہ سب مل کر الکدید میں بنی الملوح پر اقدام کریں۔ یہ لوگ جب قدید پہنچے تو حارث بن الرصاء اللیثی ملا تو اسے گرفتار کرلیا گیا۔ اس نے کہا کہ میں اسلام کے ارادے سے آیا ہوں تب اس سے کہا گیا کہ اگر واقعی اس ارادہ سے نکلا ہے تو پھر ایک دن اور ایک رات میں ہمارا لشکر تیرا کچھ نقصان نہ کرے گا اور اگر اس کے برخلاف ہوا تو ہماری نگرانی میں ہوگا۔ اسے رسیوں سے باندھ کر رویحل حبشی کے سپرد کردیا گیا اور ان سے کہہ دیا کہ اگر یہ جھگڑا کرے تو اسے کیفر کردار تک پہنچا دیا جائے۔ یہ لوگ غروب آفتاب کے وقت الکدید پہنچے اور وادی کے کنارے روپوش ہو گئے۔ غالب بن عبداللہ اللیثی ؓ صورتحال معلوم کرنے کے لئے مقرر کئے گئے وہ ایک ایسے بلند ٹیلے پر پہنچے جس کے سامنے ایک قبیلہ تھا وہ ٹیلہ پر لیٹ گئے تاکہ دیکھ لئے نہ جائیں۔ قبیلہ کا ایک آدمی کھٹک گیا اور تیر کمان لے کر ٹیلے کی طرف بڑھنے لگا۔ پھر اس نے تیر چلایا جو ٹھیک غالب بن عبداللہ اللیثی ؓ کو آلگا۔ غالب نے بھی تیر کھینچ لیا اور اپنی جگہ جمے رہے دوسرا تیر جو شانے پر آلگا تھا اسے بھی نکال کر محفوظ کر لیا تاہم اپنی جگہ سے حرکت نہ کی۔ اس شخص کی عورت نے کہا کہ اگر کوئی منجر ہوتا تو ضرور حرکت کرتا تیر ٹیلے میں کہیں دھنس گئے ہوں گے صبح نکال لے آنا۔ وہ شخص واپس پلٹا۔ شام کے وقت مواشی اونٹ اور بکریاں واپس آئیں تو ان لوگوں نے دودھ دوھ لیا اور پھر اپنے کاموں سے فراغت پا کر سو رہے۔ غالب ؓ بن عبداللہ اور ان کے ساتھیوں نے ہلہ بول دیا اور ان کے مواشی ہنکا لائے قوم میں ایک شور مچ گیا۔ پھر اور جانور بھی ہنکا لئے یہاں تک کہ جب نکلے تو دیکھا کہ وادی کے دوسرے حصہ میں بنی الملوح جمع ہیں اتنے میں اللہ کی مدد بارش کی شکل میں آئی اور وادی میں سیلاب آ گیا جو مسلمانوں اور بنی الملوح والوں کے

درمیان سدراہ بن گیا۔ کسی میں اتنی جراءت نہ ہوئی کہ وہ اس سیلاب کو پار کر کے مسلمانوں تک پہنچ پاتا البتہ وہ حیران کھڑے ہوے مسلمانوں کی طرف دیکھ رہے تھے ادھر مسلمان اللہ کی کرشمہ سازی پر سجدہ شکر بجالا رہے تھے اور جانوروں کو اپنے ساتھ لئے نکل کھڑے ہوے بنی الملوح والے مسلمانوں کی تلاش و تعاقب پر قادر نہ ہو سکے۔ مسلمان بہ عافیت مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ بنی الملوح کی جانب بھیجے گئے سریہ کی کامیابی سے مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ غالبؓ بن عبداللہ اللیثی نے کمال جرأت و استقامت کا مظاہرہ کر کے اپنے اخلاص کا گہرا نقش چھوڑا۔

سریہ غالبؓ بن عبداللہ اللیثی بجانب فدک

صفر/سنہ ۸ھ میں غالبؓ بن عبداللہ اللیثی ان لوگوں کی جانب فدک بھیجے گئے جن سے بشیرؓ بن سعد کے ساتھیوں پر مصیبت آئی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زبیر بن العوامؓ کو حکم دیا کہ بشیر بن سعدؓ کے ساتھیوں پر مصیبت لانے والوں تک پہنچو۔ ان کے ساتھ دوسو آدمی کئے گئے اور ان کے لئے جھنڈا باندھا۔ دریں اثناء غالبؓ بن عبداللہ اللیثی الکدید کے سریے سے واپس لوٹ آے اللہ تعالی نے انھیں فتح مندی سے سرخرو کیا تھا۔ حضورؐ نے حضرت زبیرؓ بن العوام سے ارشاد فرمایا کہ تم رک جاؤ اور پھر حضرت غالب بن عبداللہؓ کے ہمراہ دوسو آدمی کئے گئے اور انھیں بشیرؓ بن سعد کے ساتھیوں پر مصیبت لانے والوں کے پاس روانہ فرمایا۔ حضرت غالبؓ کے ہمراہ جانے والوں میں حضرت اسامہؓ بن زید بھی شامل تھے۔ مسلمان بشیرؓ بن سعد پر مصیبت لانے والوں کے پاس پہنچ گئے۔ ان حضرات کو مشرکین کے اونٹ ملے اور کچھ لوگوں کو انھوں نے تہہ تیغ بھی کیا۔ اس سریہ میں شامل لوگوں میں عقبہؓ بن عمرو، ابومسعودؓ اور کعب بن عجزہ بھی تھے۔ حویصہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے مجھے ایک سریے میں غالبؓ بن عبداللہ کے ہمراہ بنی مرہ کے ٹھکانوں کی طرف بھیجا ہم نے صبح ہوتے ہی ان پر اقدام کیا غالبؓ

نے ہمیں خوف دلایا تھا اور حکم دیا تھا کہ ہم منتشر نہ ہوں۔ غالبؓ نے کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرنا کیونکہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے کہ جس نے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے اس کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی تم لوگ اگر میری نافرمانی کروگے تو اپنے نبی کی نافرمانی کی۔ انھوں نے کہا کہ انھوں نے میرے (یعنی حویصہؓ) اور ابو سعید الخدریؓ کے درمیان عقد مواخاۃ کر دیا (یعنی انھیں اور مجھے بھائی بنا دیا)۔ پھر ہمیں وہ قوم مل گئی جس کی تلاش تھی۔

سریہ شجاع بن وہبؓ الاسدی

السیّ میں بنی عامر کی جانب ربیع الاول / سنہ ۸ ھ میں شجاع بن وہب الاسدی کا سریہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چوبیس آدمیوں کو ہوازن کے ایک مجمع کی طرف روانہ فرمایا جو السیّ میں تھا جو المعدن کی طرف رکبہ کے نواح میں مدینہ منورہ سے پانچ راتوں کی مسافت پر واقع تھا۔ مسلمان رات کو چلتے اور دن کے وقت پوشیدہ ہو جایا کرتے تھے وہ اسی طرح راتوں کو راستہ طے کرتے ہوئے ان لوگوں کے پاس صبح کو ایسے وقت پہنچے جب کہ وہ غافل تھے مسلمانوں کو بہت سے اونٹ اور بکریاں ملیں اور جب وہ غنیمت کے ساتھ مدینہ لوٹ آئے تو بوقت تقسیم ان کے حصہ میں غنیمت سے پندرہ اونٹ آئے اونٹ کو انھوں نے دس بکریوں کے برابر کیا۔ شجاع بن وہب الاسدی کا یہ سریہ پندرہ روز کا تھا۔

سریہ کعبؓ بن عمیر الغفاری

وادی القری کی جانب ذات اطلاح کی طرف ربیع الاول سنہ ۸ ھ میں کعبؓ بن عمیر الغفاری کا سریہ ہوا جنھیں رسول اللہؐ نے پندرہ آدمیوں کے ہمراہ روانہ فرمایا وہ ذات اطلاح پہنچے جو علاقہ شام میں سے واقع ہے وہاں انھوں نے بہت بڑا مجمع پایا۔ کعبؓ بن عمیر نے انھیں اسلام کی دعوت دی مگر ان لوگوں نے بجائے قبول اسلام کے تیر اندازی کی جب رسول اللہؐ کے اصحاب نے ان کی زیادتی دیکھی تو خوب

حوصلہ مندی سے مقابلہ کیا یہاں تک کہ شہید ہو گئے ایک صحابی جو سخت مجروح ہو گئے تھے کسی طرح مدینہ منورہ لوٹ آئے اور سارے واقعہ کی خبر دی۔ یہاں رنج وملال کی لہر دوڑ گئی۔ ذات اطلاح سے وہ لوگ جو مسلمانوں کو شہید کئے تھے فرار ہو گئے۔

امراء قریش کا قبول اسلام

غزوہ حدیبیہ اور غزوہ موتہ کے درمیانی عرصہ میں اسلام کے مشہور سپہ سالار حضرت خالدؓ بن ولید اور حضرت عثمانؓ بن طلحہ و نیز حضرت عمروؓ بن العاص اسلام لائے۔ ان کے زمانہ اسلام کے بارے میں اختلاف ہے بعض کا قول ہے کہ صفر سنہ ۸ھ میں مشرف بہ اسلام ہوئے اور بعض کہتے ہیں کہ خیبر کے بعد سنہ ۷ھ میں مسلمان ہوئے یہ بات روایات صحیحہ سے ثابت ہے کہ غزوہ حدیبیہ کے وقت خالد بن ولید کفار کی فوج میں تھے اور آئندہ غزوہ موتہ کے بیان میں صحیح بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خالد بن ولیدؓ غزوہ موتہ میں شریک ہوئے اور آخر میں یہی مسلمانوں کے امیر سپاہ ہوئے اور اللہ تعالی نے ان ہی کے ہاتھ پر فتح دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت خالد بن ولید صلح حدیبہ اور غزوہ موتہ کے درمیانی زمانے میں مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔ مدراج النبوۃ میں ہے کہ اٹھویں سال ہجری کے شروع ماہ صفر میں بقول جمہور اہل سیر خالد بن ولید بن مغیرہ قرشی مخزومی، عمروؓ بن العاص بن وائل قرشی سہی اور عثمانؓ بن طلحہ عبدری حجمی (جن کے قبضہ میں خانہ کعبہ کی کنجی تھی) مسلمان ہوئے۔ حضرت خالد بن ولید جو کہ اپنی زندگی میں قریش کی طرف سے جنگیں کرتے رہے اور بیگانگی اور عناد پر قائم رہے لیکن ان کے جوہر ذاتی میں چوں کہ وہ چیز موجود تھی جس سے ان کے ایمان واسلام کی توقع تھی اور ان کے بشری حجابات اور نفسانی مکائد کا اٹھنا

ایک وقت پر موقوف تھا۔ حضرت خالدؓ خود بیان کرتے ہیں کہ جب ارادہ ازل اس سے وابستہ ہوا کہ میں مسلمان ہو جاؤں تو اسلام کی محبت میرے دل میں ڈال دی گئی۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہمارے اور (حضرت) محمد رسول اللہؐ کے درمیان صلح حدیبیہ واقع ہوئی تو میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ قریش میں کوئی قوت وشوکت باقی نہیں رہی ہے اور میں نجاشی کے پاس بھی نہیں جا سکتا تھا کیونکہ وہ حضور انورؐ کا تابع ہو چکا تھا۔ میں نے خیال کیا کہ ہرقل روم کے پاس جا کر نصرانی ہو جاؤں پھر میں نے اپنے دل میں کہا کہ اپنے شہر ہی میں رہوں اور انتظار کروں کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ اسی دوران جب حضور اکرمؐ عمرۃ القضاء کی ادائیگی کے لئے تشریف لائے تو میں باہر گیا ہوا تھا اور میرے بھائی ولیدؓ بن ولید حضور اقدسؐ کے ہمراہ مکہ آئے انھوں نے مجھے بہت تلاش کیا مگر میں مل نہ سکا تو انھوں نے ایک خط میرے پاس بھجوا دیا کہ حضور اکرمؐ یاد فرماتے ہیں۔

حضرت ولید بن ولیدؓ نے اپنے مکتوب میں حضرت خالد بن ولید کو تحریر کیا کہ تمہارے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ ''خالد ان میں سے نہیں ہیں جس پر اسلام کی حقیقت ابھی تک پوشیدہ ہو۔ اگر وہ مسلمان ہو جائیں اور اپنی شجاعت کو دین اسلام کی تقویت میں صرف کریں تو یہ بات یقیناً ان کے لئے بہتر ہوگی اور ہم ان کو دوسروں پر فوقیت دیں گے''۔ حضرت ولیدؓ نے لکھا کہ ''تو اے بھائی! آؤ اور اس دولت سے بہرہ یاب ہو، بہت بھلائی تم سے فوت ہو چکی ہے''۔ حضرت خالدؓ بن ولید فرماتے ہیں کہ ''جب میں نے خط پڑھا تو اسلام کی رغبت ومحبت میرے دل میں پیدا ہوئی اس کے بعد میں مدینہ طیبہ میں حاضری دینے کا پکا ارادہ کر لیا''۔ حضرت خالد کہتے ہیں کہ میں صفوان بن امیہ کے پاس گیا اور اس سے کہا ''اے ابو وہب! تم نہیں دیکھتے کہ ہم ایک لقمہ سے زیادہ نہیں رہ گئے اور دولت محمدیؐ کا دبدبہ عالم پر چھا چکا ہے اور ہماری دنیا اور آخرت کی بھلائی اسی میں ہے کہ ہم محمد رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں

اور جلد از جلد ان کی بزرگی سے مشرف ہو جائیں''۔ صفوان بن امیہ نے یہ سن کر میرے سینہ پر ہاتھ مارا اور شدت کے ساتھ انکار کیا اور کہا کہ ''اگر قریش میں میرے سواء کوئی باقی نہ رہے تب بھی میں محمدؐ کی متابعت نہ کروں گا''۔ اس کے بعد میں عکرمہ بن ابی جہل سے ملا اور ان کو صراط مستقیم کی طرف بلایا انھوں نے بھی انکار کیا۔ پھر میں نے اپنے دل میں کہا کہ ''یہی وقت ہے کہ میں مدینہ منورہ حاضر ہو جاؤں کیونکہ اگر مکہ مسلمانوں کے ہاتھ فتح ہو جائے تو سب لاچار و مجبور ہو جائیں گے اور بھاگنے کی راہ تک نہ پاسکیں گے پھر لا محالہ انھیں مسلمان ہو جانا پڑے گا۔ چنانچہ جب میں قریش کی موافقت سے ناامید ہو گیا تو عثمان بن طلحہ کو دیکھا کیونکہ وہ میرے دوست تھے جب میں نے ان کے سامنے اپنا خیال ظاہر کیا تو انھوں نے میری موافقت کی اور ہم دونوں مدینہ طیبہ کی طرف چل پڑے۔ جب ایک موضع میں پہنچے تو میں نے عمرو بن العاص کو دیکھا کہ وہ حبشہ سے آ کر مدینہ طیبہ کی طرف جانا چاہتے ہیں تا کہ ایمان سے مشرف ہو جائیں۔ اس کے بعد ہم سب مل کر مدینہ منورہ حاضر ہوئے''۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب ہمارے آنے کی اطلاع دی گئی تو خوشنودی کا اظہار فرمایا اور صحابہ کرام سے فرمایا کہ ''اللہ تعالی نے تمہاری طرف قریش کے چنندہ لوگوں کو بھیج دیا ہے''۔ حضرت خالد بن ولیدؓ فرماتے ہیں کہ ''جب میں مدینہ طیبہ آیا تو اپنا عمدہ لباس زیب تن کر کے سید کائناتؐ کی بارگاہ میں شرف یابی کے ارادہ سے چلا۔ راستہ میں میرا بھائی ولیدؓ بن ولید مجھے مل گیا۔ انھوں نے کہا کہ جلدی چلو رسول اللہؐ کو تمہارے آنے کی خبر پہنچ چکی ہے۔ حضور انورؐ شادماں ہیں اور تمہارے حاضر ہونے کے انتظار میں تشریف فرما ہیں۔ جب میں دربار رسالت پناہیؐ میں حاضر ہوا اور دور سے سرکار دو عالمؐ نے مجھے ملاحظہ فرمایا تو حضور اقدسؐ کے چہرہ مبارک پر تبسم تھا۔ میں نے عرض کیا ''السلام علیک یا رسول اللہؐ'' خندہ پیشانی سے حضور انورؐ نے میرے سلام کا جواب مرحمت فرمایا۔ میں نے عرض کیا ''یا رسول اللہؐ! میں مشرف

بہ اسلام ہونے کے لئے حاضر ہوا ہوں اور ایمان لانے'' تب حضور اقدس ؐ نے فرمایا کہ ''حمد وثناء اللہ تعالی کے لئے ہے جس نے تمہیں ہدایت اسلام دی'' پھر فرمایا ''اے خالد! میں جانتا ہوں کہ تم عقل رکھتے ہو اور میں امید رکھتا تھا کہ تمھیں نیکی کی ہدایت ملے گی'' میں نے عرض کیا ''یا رسول اللہؐ! آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے کہ میں نے نیکی کی راہوں میں حق کے ساتھ ہوں حق کے ساتھ کیسی کچھ دشمنیاں کی ہیں اب دعاء فرمائیے کہ حق تعالی انھیں معاف کرے اور میرے ان گناہوں کو بخش دے''۔ حضور علیہ الصلوۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا کہ ''اسلام سب کو مٹا دیتا ہے اور تمام گناہوں کو محو کر دیتا ہے''۔ مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد سے حضرت خالد بن ولیدؓ ہمیشہ دین حق کی تائید وتقویت میں مستعد رہے رسول اللہؐ کے سامنے اور عہد شیخین میں ہر وقت اشاعت حق اور شوکت دین کے لئے مساعی جمیلہ انجام دیتے رہے۔ مسیلمہ کذاب اور دیگر مرتدوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنے میں کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔ حضرت خالدؓ قبول اسلام سے پہلے بھی روسائے قریش اور ان کے اکابرین میں سے تھے اور ان کی والدہ لبابہ بنت حارث تھیں جو ام المومنین حضرت سیدہ میمونہ بنت حارثؓ کی بہن تھیں۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے حضرت امیر المومنین عمر بن خطابؓ کے عہد خلافت میں وفات پائی۔

حضرت عمرو بن العاصؓ کا واقعہ یہ ہے کہ جنگ احزاب کے بعد وہ نجاشی شاہ حبشہ کے پاس چلے گئے ان کا خیال تھا کہ اگر (حضور انور) محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) غالب آجائیں تو وہ نجاشی کے ملک میں رہ جائیں گے اور اس کے برخلاف ہو تو واپس قریش میں آجائیں گے۔ ان کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے لیکن حبشہ پہنچنے کے بعد انھوں نے جن حالات کا مشاہدہ کیا اس نے ان کے خیالات کو تبدیل کر دیا۔ ایک روایت کے بموجب شاہ نجاشی کے ہاتھ پر اسلام کے لئے بیعت کر لی اور اپنے ساتھیوں سے اپنا یہ واقعہ پوشیدہ رکھا تھا۔ پھر مدینہ منورہ کے ارادہ سے نکل پڑے۔ اثناء راہ حضرت خالد بن ولیدؓ سے ملاقات

ہو گئی اور وہ مل کر مدینہ پہنچے جہاں سب سے پہلے حضرت خالد بن ولیدؓ نے کلمہ پڑھا پھر حضور اکرمؐ کے دست اقدس پر بیعت کا شرف پایا۔ اس موقع پر حضور انورؐ نے انھیں نوید دی کہ ''ایمان (قبول اسلام) تمام پچھلے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے اور دار کفر سے ہجرت کر کے دارالاسلام آنا اور حج کرنا ہر ایک عمل پچھلے کئے ہوئے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے''۔ (مدارج النبوۃ ج ۲)

سریہ موتہ

موتہ ایک موضع کا نام ہے جو بلقاء کے قریب بیت المقدس سے دو منزل کے فاصلہ پر ہے اور اس کا ذکر ہرقل کے نام مکتوب گرامی بھیجنے کے سلسلہ میں گزر چکا ہے۔ جملہ سرایا میں یہ سریہ بہت مشہور ہے کیونکہ اس سریہ میں صعوبت شدت اور سخت معرکہ آرائی و نیز قتال واقع ہوا تھا اس کے وقوع کا سبب یہ ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بصرہ کے بادشاہ کے نام ایک مکتوب اقدس روانہ فرمایا اور اسے حارثؓ بن عمیر ازدی کے حوالے فرمایا وہ اسے لے جائیں۔ رسول اللہؐ کے ارشاد کے موافق حضرت حارثؓ روانہ ہوئے جب وہ موضع موتہ پہنچے تو شرحبیل بن عمرو غسانی ان کے مقابل آیا وہ قیصر کے امراء میں سے تھا۔ اس نے حضرت حارثؓ سے پوچھا ''کہاں جا رہے ہو'' انھوں نے فرمایا ''شام جا رہا ہوں'' شرحبیل نے کہا ''گویا تم محمدؐ قاصد ہو''۔ انھوں نے فرمایا ''ہاں میں رسول اللہؐ کا قاصد ہوں''۔ اس پر شرحبیل نے حضرت حارثؓ بن عمیر کو شہید کر دیا۔ اس سے پہلے حضور انورؐ کے کسی قاصد کو کسی نے قتل نہیں کیا تھا اور عام طور پر قاصدوں کے قتل کرنے کا کوئی رواج نہ تھا۔ کسی بادشاہ کے نزدیک یہ پسندیدہ امر نہ تھا اور نہ کسی کی یہ عادت تھی۔ تمام بادشاہوں کے نزدیک قاصدوں کی امان امر مسلم تھی۔ حضرت حارثؓ

کی شہادت کا سانحہ سارے مومنین کو رنجیدہ کر گیا۔ رسول اللہؐ کو یہ بہت شاق گزرا۔ حضور انورؐ نے صحابہ کرام کو طلب فرمایا۔ سب لوگ تیزی سے جمع ہوئے۔ الجرف جہاں صحابہ کرام اکٹھا ہوئے تھے ان کی تعداد تین ہزار تھی۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ سب کے امیر زیدؓ بن حارثہ ہوں گے اگر وہ شہید ہو جائیں تو جعفرؓ بن ابی طالب امیر ہوں گے اگر وہ شہید ہو جائیں تو عبد اللہؓ بن رواحہ ہیں اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان اپنے میں سے کسی کا انتخاب کر لیں اور اسے اپنا امیر بنا لیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے ایک سفید جھنڈا باندھا اور حضرت زید بن حارثہؓ کو دے دیا۔ انھیں وصیت کی کہ حارثؓ بن عمیر کے مقتل جائیں اور جو لوگ وہاں ہوں انھیں اسلام کی دعوت دیں اگر وہ قبول کر لیں تو خیر ورنہ اللہ تعالی سے ان کے خلاف مدد مانگیں اور ان سے مجادلہ کریں۔

جب حضرت زیدؓ بن حارثہ لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے تو رسول اللہؐ ان کی عزت وحوصلہ افزائی کے لئے ثنیۃ الوداع تک تشریف لائے اور وہاں سے انھیں وداع کیا وہ لوگ اپنی چھاؤنی سے روانہ ہوئے تو مسلمانوں نے ندا دی کہ اللہ تم سے تمہارے دشمن کو دفع کرے اور تمھیں نیک وکامیاب کر کے واپس لوٹائے۔ حضرت ابن رواحہؓ نے اس وقت جو شعر پڑھا اس کا مفہوم یہ ہے ''میں رحمٰن سے مغفرت مانگتا ہوں اور ایسی کاری ضرب جو خباثت کو دفع کرے''۔ (ابن سعد)

حضرت زید بن حارثہؓ اور ان کے ساتھیوں کی مدینہ منورہ سے روانگی کی اطلاع پاتے ہی شرحبیل بن عمرو نے ایک لاکھ سے زائد آدمیوں کو جمع کر لیا اور مسلمانوں سے متعلق معلومات حاصل کرنے اپنے جاسوسوں کو بھیج دیا۔ مسلمان جب معان یعنی علاقہ شام میں پہنچے تو معلوم ہوا کہ ہرقل علاقہ بلقاء میں ایک لاکھ آدمیوں کے ساتھ اترا ہے۔ یہ لوگ بہراء، وائل، بکر، لخم اور جزام کے قبائل سے تھے۔ مسلمان دو راتوں تک وہاں مقیم رہے تا کہ تمام صورت حال پر از سر غور وخوض کر سکیں بعض حضرات نے اس خیال کا

اظہار کیا کہ ہمیں رسول اللہؐ کو لکھ کر اس واقعہ کی اطلاع دینی چاہیے تاہم حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے اپنے موثر خطاب سے انھیں آگے چلنے پر ہمت دلائی چنانچہ وہ لوگ وہاں سے آگے بڑھے اور موتہ تک جا پہنچے۔ مشرکین ان کے پاس آئے۔ مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان خوب تصادم ہوا، اس روز امراء نے پیادہ لڑائی کی۔ جھنڈا حضرت زید بن حارثہؓ نے لیا اور مشرکین سے خوب مقابلہ کیا۔ ان کے جوش جہاد اور بہادری نے مسلمانوں میں غیر معمولی حوصلہ پیدا کیا سارے مجاہدین نہایت ہی بے جگری سے دشمن کا سامنا کر رہے تھے۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے دشمن کے ہوش اڑا دیئے۔ اپنی پسپائی دیکھ کر مشرکین نے ایک زور دار حملہ کیا جس میں حضرت زید بن حارثہؓ شہید ہو گئے ان کی شہادت پر حضرت جعفر بن ابی طالبؓ نے جھنڈا سنبھالا وہ اپنے گھوڑے سے اتر پڑے جو سنہری رنگ کا تھا اور زبردست جنگ کی اور دشمن کے دانت کھٹے کر دیئے ان کے ہاتھوں مشرکین کے عظیم نقصان ہوئے۔ یہ دیکھ کر رومیوں نے وہی حکمت عملی اپنائی اور سیکڑوں ہزاروں کی تعداد میں ایک ساتھ ان پر ٹوٹ پڑے۔ دوران جنگ حضرت جعفرؓ کا داہنا ہاتھ جس میں انھوں نے جھنڈا اٹھا رکھا تھا، کٹ گیا۔ حضرت جعفرؓ نے جھنڈا گرنے نہ دیا اور بائیں ہاتھ میں لے لیا اور اسے مسلسل بلند رکھا یہاں تک کہ بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا۔ پھر دونوں باقیماندہ بازوؤں سے جھنڈا آغوش میں لے لیا اور سینہ سے دبا کہ بلند رکھا۔ آخر میں ایک رومی نے انھیں نشانہ بنایا اور شہید کر ڈالا۔ ان کے بدن مبارک پر تلوار اور نیزے کے بہتّر زخم پائے گئے بروایت دیگر ان کے جسم کے صرف ایک حصہ پر زائد از اسی (۸۰) زخم تھے بخاری میں مروی ہے کہ ان کے جسم پر کچھ اوپر نوے گھاؤ نیزوں کے پائے گئے۔ حضرت جعفرؓ بن ابی طالب سے شہید ہوتے ہی جھنڈا حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے لے لیا۔ انھوں نے بھی خوب داد شجاعت دی نہایت پامردی اور حوصلے کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کیا ان کی بہادری نے مسلمانوں کے قدم مضبوط کر دیئے۔ گھمسان کی لڑائی کے درمیان حضرت عبداللہ بن رواحہؓ

نے بھی جام شہادت نوش کیا۔ اہل سیر کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے تین دن سے کچھ نہ کھایا تھا ان کے چچا کے لڑکے نے تھوڑا سا گوشت دیا جب انھوں نے اسے دانتوں سے چبایا اسی لمحہ حضرت جعفرؓ کی شہادت کی خبر پہنچی ۔ انھوں نے اسی دم تھوک دیا اور فرمایا ''اے نفس ! جعفرؓ تو دنیا سے چلے گئے اور تو ابھی دنیا میں مشغول ہے'' اور اس وقت یہ بھی فرمایا ''اے نفس ! اگر تیرا دل غلاموں سے لگا ہوا ہے تو ان سب کو آزاد کرتا ہوں اور جس قدر باغ و بستان کا میں مالک ہوں ان سب کو حضور انورؐ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ۔ اب تو تیرے پاس کچھ نہیں ہے تو پھر شہادت کی طرف تیرا دل کیوں مائل نہیں ہوتا خدا کے نام پر آ'' اس کے بعد وہ معرکہ کارزار میں داخل ہوئے اور جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے ۔ رسول اللہؐ کا حکم تھا کہ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ شہید ہو جایں تو مسلمان کسی ایک کی امارت پر متفق ہو جائیں ۔

حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کی جنگ موتہ میں شہادت کے بعد حسب الحکم مسلمانوں کو اپنے میں سے کسی ایک کی امارت پر متفق ہو جانا تھا۔ اس وقت کی نزاکت کا خیال کرتے ہوئے حضرت ثابتؓ بن ارقم انصاری آگے بڑھے، سبقت دکھائی اور علم تھام لیا پھر موجود لوگوں سے یوں خطاب کیا کہ ''اے لوگو! رسول اللہؐ کے ارشاد کے بموجب کسی ایک کی امارت پر متفق ہو جاؤ'' ۔ یہ سن کر تمام مجاہدین نے ایک ساتھ کہا ''تم ہی اس کام کو سنبھال لو'' ۔ حضرت ثابت بن ارقمؓ نے کہا کہ ''میں اس منصب کو نہیں سنبھال سکتا'' ۔ اس کے بعد تمام مسلمانوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ پر اتفاق کیا اور انھیں اختیار دیا۔ حضرت خالدؓ نے حضرت ثابتؓ سے کہا کہ ''اے ثابت ! تم مجھ سے زیادہ اس کام کے مستحق ہو کیونکہ تم غزوہ بدر میں موجود تھے اور مجھ سے عمر میں بھی بڑے اور بزرگ ہو'' ۔ حضرت ثابتؓ نے جواباً کہا کہ ''اے خالد! شجاعت وجواں مردی تمہارا کام ہے اور میں نے یہ علم محض تمہارے لئے ہی تھاما ہے'' ۔ اس کے بعد حضرت خالدؓ بن ولید آگے بڑھے اور علم حاصل کیا۔ ارباب سیر کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت خالدؓ

نے قیادت سنبھالی میدان کارزار میں مسلمانوں پر بڑا سخت اور کٹھن وقت تھا انھیں ہزیمت کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ مشرکین ان پر ہر طرف سے ٹوٹے پڑ رہے تھے اس وقت مسلمانوں میں سے چند مجاہدین نے جام شہادت بھی نوش کیا۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے حتی الامکان روکنے کی کوشش کی مگر اس کا خاطر خواہ نتیجہ بر آمد نہ ہوا۔ اس وقت حضرت قطبہ بن عامرؓ نے بہ آواز بلند کہا کہ ''اے مسلمانو! جنگ کرتے ہوئے مر جانا میدان جنگ سے فرار اختیار کرنے سے کہیں بہتر ہے''۔ اس کا خاطر خواہ اثر ہوا مسلمانوں نے اپنی قوت مجتمع کی اور متحدہ طور پر پلٹ کر حملہ کیا۔ حضرت خالدؓ بن ولید آگے بڑھے اور دشمنوں پر پورے زور سے حملہ کیا اور نہایت شدید قتال کیا اور مشرکین کی ایک بڑی تعداد کو تہہ تیغ کیا۔ حضرت خالدؓ بن ولید کی شدت جنگ کا یہ حال تھا کہ خود انھوں نے فرمایا کہ اس دن میرے ہاتھ سے نو تلواریں ٹوٹیں۔ حمایت حق میں اس جوش کے ساتھ سرگرم جنگ رہے کہ معلوم ہوتا تھا کہ گزشتہ تمام باتوں کی بھرپور تلافی میں مصروف ہیں یعنی روز احد انھوں نے اہل حق کی راہ میں جتنی رکاوٹیں پیدا کی تھیں گویا موتہ میں ان سب کی تلافی کرنے کا عہد کر رکھا تھا چنانچہ اس جذبہ کی بھرپور آئینہ داری کر رہے تھے۔ جب رات ہوگئی تو فریقین دوسری صبح تک جنگ بندی پر آمادہ ہوئے اور جب صبح ہوئی تو حضرت خالدؓ بن ولید نے لشکر اسلام کی ترتیب میں مصلحت جنگ کا لحاظ رکھتے ہوئے مناسب تغیر فرمایا۔ انھوں نے مقدمہ کو ساقہ اور ساقہ کو مقدمہ بنایا اور انھیں از سر نو مرتب کیا۔ میمنہ کو میسرہ اور میسرہ کو میمنہ کی جگہ رکھا۔ اس نئی ترتیب کا خاطر خواہ اثر ہوا۔ مشرکین میں کھلبلی مچ گئی۔ لشکر کی اس جدید آراستگی نے انھیں یقین دلایا کہ مسلمانوں کے لئے تازہ کمک آگئی ہے وہ بے حد گھبرا گئے۔ مسلمانوں کو امداد پہنچنے کی خبر نے مشرکین کے حواس اڑا دیئے ان کے دلوں میں رعب و ہیبت پیدا ہوگئی۔ دوران جنگ حضرت خالدؓ بن ولید مسلمانوں کو تھوڑا تھوڑا پیچھے ہٹانا شروع کیا لیکن رومیوں نے اس خوف سے ان کا پیچھا نہ کیا کہ مسلمان کوئی نئی تدبیر کر رہے ہیں اور

کوئی نئی چال چل کر انھیں صحرا کی پہنائیوں میں پھینک دینا چاہتے ہیں۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن اپنے علاقے میں واپس چلا گیا اور مسلمانوں کے تعاقب کی بات نہ سوچی۔ادھر مسلمان سلامتی کے ساتھ پیچھے ہٹے اور واپس مدینہ لوٹ آئے۔

احادیث شریف میں ہے کہ جب سپاہ لشکر اسلام کفار کے مدمقابل کھڑے تھے تو اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد نبوی میں منبر پر رونق افروز ہوئے اور اہل موتہ کے تمام احوال ملاحظہ فرما رہے تھے۔حضور انورؐ فرما رہے تھے کہ زید بن حارثہ نے علم اٹھایا اور جام شہادت پیا۔اس کے بعد جعفر بن ابی طالب نے علم اٹھایا وہ بھی شہید ہو گئے۔ان کے بعد عبداللہ بن رواحہ نے یہ منصب سنبھالا وہ بھی شہید ہوئے۔اس وقت آقائے دو جہاںؐ کے چشمان اقدس آنسو رواں تھے۔حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ ''اب اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار (یعنی خالد بن ولید) نے علم اٹھایا ہے اور ان ہی کے ہاتھوں فتح ہوئی''۔اس روز کے بعد سے حضرت خالدؓ بن ولید ''سیف اللہ'' کہلائے جانے لگے۔رسول اللہؐ نے شہدائے موتہ کے لئے دعاء فرمائی اور صحابہ کرام کو بھی حکم دیا کہ تم بھی دعاء کرو۔حضور اقدسؐ نے حضرات زیدؓ وجعفر وعبداللہؓ کے لئے خصوصی دعائیں کیں۔حضرت جعفرؓ کے متعلق فرمایا کہ ان کے دو ہاتھوں کے بدلے میں جو راہ خدا میں کٹ گئے تھے انھیں حق تعالی دو بازو یا قوت کے عطائے فرمائے ہیں جن سے وہ اڑتے ہیں۔حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''میں جعفر بن ابی طالب کو فرشتوں کے ساتھ اڑتا دیکھ رہا ہوں''۔یہ بھی روایت ملتی ہے کہ حضور انورؐ نے فرمایا کہ ''میرے پاس سے جعفر بن ابی طالب ملاء اعلیٰ میں فرشتوں کے ساتھ گزرے اس حال میں کہ ان کے دونوں بازو خون سے رنگے ہوئے تھے''۔نیز مروی ہے کہ حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ ''میں جنت میں داخل ہوا تو جعفر رات میں جنت میں آئے میں نے دیکھا کہ جعفر بن ابی طالب جنت میں فرشتوں کے ساتھ اڑتے ہیں''۔

ایک روایت میں ہے کہ وہ حضرت جبرئیل ومکائیل علیہم السلام کے ساتھ اڑ رہے ہیں۔

سریہ موتہ کے بعد

بخاری شریف میں ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ اہل موتہ کی شہادت کی خبر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنچی تو حضورؐ مسجد میں اتنے غمزدہ ہو کر تشریف فرما ہوئے کہ آقائے دو جہاںؐ کے روئے انور سے حزن وملال پہچانا جاتا تھا۔ زرقانی اور فتح الباری باب غزوہ موتہ میں تفاصیل ملتی ہے کہ اس غزوہ میں بارہ مسلمان شہید ہوئے (۱) حضرت زیدؓ بن حارثہ (۲) حضرت جعفرؓ بن ابی طالب (۳) حضرت عبداللہ بن رواحہؓ (۴) حضرت مسعود بن اسودؓ (۵) حضرت وہبؓ بن سعد (۶) حضرت عباد بن قیسؓ (۷) حضرت حارث بن نعمانؓ (۸) حضرت سراقہ بن عمروؓ (۹) حضرت ابوکلیب (۱۰) حضرت جابرؓ پسران عمرو بن زیدؓ (۱۱) حضرت عمروؓ اور (۱۲) حضرت عامرؓ پسران سعد بن حارثؓ۔

حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے منقول ہے جو حضرت جعفر بن ابی طالبؓ کی زوجہ تھیں کہ جب ان کی شہادت کی خبر حضور انورؐ کو پہنچی تو حضورؐ میرے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ ''ان کے بچے کہاں ہیں لاؤ'' میں ان کو لے کر حضور اقدسؐ کے سامنے آئی حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے میں نے عرض کیا کہ ''یارسول اللہؐ! کیا حضورؐ نے جعفر کے بارے میں کچھ سنا ہے؟'' فرمایا ''ہاں! وہ شہید ہو گئے ہیں''۔ میں اٹھی اور بے خودی میں فریاد کرنے لگی عورتیں میرے پاس جمع ہو گئیں اس پر حضورؐ نے فرمایا ''اے اسماء! فریاد نہ کرو اور نامناسب کلمات نہ بولو اور سینہ پر ہاتھ نہ مارو'' یہ فرما کر حضور اقدسؐ اٹھے اور با چشم پرنم سیدہ فاطمۃ الزہراؓ کے یہاں تشریف لے گئے اور ملاحظہ فرمایا تو وہ ''اے چچا! اے چچا! کہہ کر رو رہی تھیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''علی مرتضیٰ جعفر کے مانند ہیں''۔ اس کے بعد حضور اقدسؐ اپنے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ ''جعفر کے گھر والوں کے لئے کھانا بھیجو اس لئے کہ انھیں مصیبت گھیر رکھی ہے جس کی وجہ سے کھانا پکانے کی مہلت نہیں رکھتے''۔

ارباب سیر کہتے ہیں کہ اہل غزوہ موتہ جب مدینہ طیبہ واپس آئے تو لوگوں نے طعن و تشنیع شروع کردی یہاں تک کہ کبرائے اہل موتہ گھروں میں بیٹھ گئے اور لوگوں کے طعن و تشنیع کی بناء پر وہ گھر سے باہر نہیں نکل سکتے تھے۔ حضور انورؐ نے فرمایا ''حاشا! یہ حضرات بھاگنے والوں میں سے نہیں بلکہ اہل کرار یعنی پلٹ پلٹ کر حملہ کرنے والوں میں سے ہیں اور دشمنوں کے ساتھ جنگ کر کے فتح حاصل کرنے والے ہیں۔ انھیں چاہئے کہ اپنے گھروں سے نکلیں''۔ (مدارج النبوۃ ۲)

رسول اللہؐ نے حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے لئے دعا فرمائی کہ ''اے اللہ! اس کی خرید و فروخت میں برکت عطا فرما''۔ چنانچہ اس دعا کا اثر یہ ہوا کہ جو چیز بھی حضرت عبداللہ بن جعفرؓ نے خریدی یا فروخت کی اس میں ہمیشہ انھیں فائدہ ہوا۔ (سیرت حلبیہ)

سریہ بجانب ذات السلاسل

جمادی الآخر ۸ھ میں سریہ حضرت عمرو بن العاصؓ بجانب ذات السلاسل واقع ہوا۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے عرض کیا تھا کہ ''یارسول اللہؐ! عرصہ دراز تک میں دین کی بنیادوں کو کھوکھلا کرتا رہا ہوں۔ اب چاہتا ہوں کہ تاسیس اساس اسلام میں کچھ مجھ سے خدمت ظاہر ہو اور راہ خدا میں جنگ و معرکہ کروں''۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''ٹھہرو، انشاء اللہ تمھیں اس کا موقع فراہم ہوگا''۔ چنانچہ

ایسا ہی ہوا۔ بارگاہ رسالت میں اطلاع پہنچی کہ قبیلہ قضاعہ، بلی اور بنوالقین نے متفقہ طور پر اطراف مدینہ پر تاخت وتاراج کرنے کا ارادہ کیا ہے اس پر حضور اقدسؐ نے حضرت عمرو بن العاصؓ سے ارشاد فرمایا کہ مسلح وآمادہ ہو جاؤ میں چاہتا ہوں کہ ایک لشکر کے ساتھ تمھیں بھیجوں۔ حضور انورؐ نے ایک سفید علم تیار فرمایا اور تین سو مسلمانوں کی ایک جماعت بنا کر حضرت عمروؓ بن العاص کو امیر مقرر فرمایا اور انھیں روانہ کیا جب وہ نکلے اور مشرکین کے احوال سے آگاہ ہوئے تو ایک قاصد بارگاہ رسالتؐ میں بھیجا تاکہ صورتحال عرض کر کے مزید کمک کی درخواست کریں۔ چنانچہ حضور اقدسؐ نے ایک اور جماعت ان کی مدد کے لئے روانہ فرمائی جن میں حضرت ابوبکرؓ صدیق اور حضرت عمر فاروقؓ بھی شامل تھے۔ اس جماعت کے امیر حضرت عبیدہؓ بن الجراح مقرر کئے گئے اور حضور اکرمؐ نے انھیں اتفاق کی نصیحت فرمائی اور اختلاف سے گریز کی ہدایت فرمائی حب یہ دوسری جماعت حضرت عمروؓ بن العاص کے ساتھ شامل ہوئی اور نماز کا وقت ہوا تو حضرت عمروؓ بن العاص نے حضرت ابوعبیدہؓ سے کہا کہ ''چوں کہ تم میری مدد کے لئے آئے ہو اس لئے تم میرے تابع رہو اور میرے پیچھے نماز پڑھو''۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا ''پہلی جماعت کی سرداری تم سے متعلق ہے اور اس جماعت کی امارت میرے ساتھ وابستہ ہے''۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے اس میں حرج جانا اور اس وقت حضرت ابوعبیدہؓ کو حضور انورؐ کی نصیحت یاد آ گئی اور اختلاف سے باز آ گئے اور ان کے پیچھے نماز پڑھی۔ منقول ہے کہ جب یہ دشمن کے قریب پہنچے تو سخت سردی کی وجہ سے مسلمانوں کے اعضاء شل ہو گئے مسلمانوں نے چاہا کہ آگ جلائیں تاکہ بدن تاپ جاسکیں مگر حضرت عمروؓ بن العاص نے ان کو اس سے منع کیا۔ پھر سب کفار کی جانب روانہ ہوئے۔ ان قبیلوں کے کچھ لوگ تو اپنے گھروں کو خالی کر کے بھاگ گئے اور کچھ لوگوں نے جنگ کی لیکن مغلوب ہو کر وہ بھی فرار ہو گئے۔ حضرت عمروؓ بن العاص نے چند دن وہاں توقف کیا اور اطراف وجوانب میں سواروں کو بھیجا کہ وہ بکریاں اور اونٹ لائیں اور ذبح

کر کے کھاتے رہیں۔ اس سفر میں اس سے زیادہ غنیمت حاصل نہ ہوئی جو قابل تقسیم ہوتی اس کے بعد وہ سب مدینہ منورہ لوٹ آئے۔

سریہ خبط یا سیف البحر

رجب المرجب سنہ ۸ھ میں سریۃ الخبط ہوا جس کے امیر حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کو تین سو مہاجرین اور انصار کے ہمراہ جن میں حضرت عمر بن خطابؓ بھی تھے جہینہ کے ایک قبیلہ کی طرف بھیجا جو القبلیہ میں تھا کہ سمندر کے ساحل کے متصل ہے اس کے اور مدینہ کے درمیان پانچ رات کا راستہ تھا۔ راستے میں ان کو بھوک کی سخت تکلیف ہوئی تو ان لوگوں نے درخت کے پتے کھائے۔ حضرت قیس بن سعدؓ نے اونٹ خریدے اور ان لوگوں کے لئے ذبح کئے سمندر نے ان کے لئے بہت بڑی مچھلی ڈال دی اور جس کو انھوں نے کھایا اور واپس ہوئے۔ جنگ کی کی نوبت نہیں آئی۔ (ابن سعد)

اس لشکر میں حضرت جابر بن عبداللہؓ بھی شامل تھے۔ لشکر کی روانگی کے وقت رسول اللہؐ نے ایک تھیلہ کھجوروں کا مرحمت فرمایا جب وہ کھجوریں ختم ہوگئیں تو ان لوگوں نے کھجوروں کی گٹھلیاں چوس چوس کر اور پانی پی پی کر گزارہ کیا اور جب یہ نہ رہا تو درختوں کے پتے جھاڑ کر پانی میں تر کر کے کھانے لگے بالآخر ایک روز دریا کے کنارے پہنچے اور بھوک سے بے چین اور بے تاب تھے کہ یکا یک ایک غیبی عنایت کا کرشمہ ظاہر ہوا کہ دریا نے اپنے اندر سے ساحل پر ایک اتنی بڑی مچھلی نکال پھینکی جس سے تمام لشکر نے اٹھارہ دن کھایا صحابہ کہتے ہیں کہ اسے کھا کر ہمارے جسم توانا اور تندرست ہو گئے اس مچھلی کا نام عنبر تھا

بعد ازاں حضرت ابوعبیدہؓ نے اس مچھلی کی پسلیوں میں سے ایک ہڈی لی اور اس کو کھڑا کیا اور لشکر میں سے لمبا آدمی چن کر سب سے بڑے اونٹ پر بٹھا کر حکم دیا کہ اس ہڈی کے نیچے سے گزرو تو وہ سوار بلا تکلف اس کے نیچے سے گزر گیا اور سوار کا سر بھی ہڈی سے نہ لگا۔ مدارج النبوہ میں ہے کہ حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح کے اس سریہ میں جسے سریۃ الخبط کہا جاتا ہے صحیحین کی روایت کے بموجب تین سو صحابہ مہاجرین و انصار سے تھے اور نسائی کی روایت میں کچھ لوگ زیادہ بھی مذکور ہیں۔ اس سریہ کو سریۃ الخبط کہنے کا سبب یہ ہے کہ اہل لشکر نے درخت کے پتے جھاڑ کر کھائے تھے جس سے ان کے ہونٹ سوج گئے تھے۔ اس سریہ کو سریہ سیف البحر بھی کہتے ہیں۔ سیف دریا کے کنارے کو کہتے ہیں چوں کہ ان کے سفر کی آخری حد دریا کا کنارہ تھا اس بناء پر اس کا یہی نام ہو گیا۔ اس سریہ کا وقوع ماہ رجب سنہ ۸ھ میں ہوا تھا۔ شیخ ابن حجر شرح بخاری میں نقل کرتے ہیں کہ آٹھویں سال میں اس کے وقوع کا قول غیر محمود ہے اس لئے کہ صحیح بخاری میں حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے مروی ہے کہ اس سریہ کو اس لئے بھیجا گیا تھا کہ قریش کے قافلہ پر تاخت کریں یہ بات آٹھویں سال میں نہیں بنتی کہ اس میں ایسا ہوا ہو کیونکہ ان دنوں میں قریش کے ساتھ صلح قائم تھی لہذا صحیح یہی ہے کہ یہ سریہ چھٹے سال میں قصہ حدیبیہ سے پہلے ہوا ہوگا۔ مواہب لدنیہ میں شیخ الاسلام ابن العراقی سے منقول ہے کہ یہ سریہ فتح مکہ سے پہلے آٹھویں سال کے ماہ رمضان میں قریش کے عہد و پیمان توڑنے کے بعد واقع ہوا تھا۔ اس بناء پر آٹھویں سال کے وقوع میں کوئی منافات نہیں۔ ارباب سیر کہتے ہیں کہ اس سفر میں کسی دشمن سے مڈبھیڑ واقع نہ ہوئی اور لوٹ آئے۔ اس سفر کی عجیب وغریب بات یہ ہے جس کو بخاری و مسلم نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ سیف البحر پر اس وقت دریا نے ایک مچھلی پھینکی ہم نے اتنی بڑی مچھلی پہلے کبھی نہ دیکھی تھی اس کا نام عنبر بتاتے ہیں۔ (پورا واقعہ اوپر مذکور ہو چکا ہے)۔ جب ہم بارگاہ رسالت میں واپس پہنچے اور ہم نے اس کا

تذکرہ کیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے اس رزق کو کھایا ہے جسے حق تعالیٰ نے تمہارے لئے باہر نکالا ہے۔ ہم نے اس کا کچھ حصہ حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا۔ حضورؐ نے اسے تناول فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ وہ مچھلی پہاڑ کی مانند تھی۔ اس کی کھال سے ڈھال بنائی جاتی ہے۔ صحیح مسلم اور مسند امام احمد سے مروی ہے کہ حضرت ابوعبیدہؓ نے حکم دیا کہ مچھلی کی آنکھوں کے حلقہ میں بیٹھیں تو لشکر کے لوگ تعمیل ارشاد میں دوڑے اور جب اس مچھلی کی آنکھ کے حلقہ میں بیٹھے تو تیرہ آدمی اس میں سما گئے۔ اس سریہ میں حضرت قیس بن سعدؓ کا ذکر بطور خاص ملتا ہے جو خاندان ساعدہ کے سردار حضرت سعد بن عبادہؓ کے فرزند تھے۔ انھوں نے اس وقت جب کہ زادراہ ختم ہو گیا تھا اور لوگ درختوں کے پتے جھاڑ کر کھا رہے تھے، تین اونٹ قرض لئے اور ان کو ذبح کرایا اس طرح تین مرتبہ کیا یعنی جملہ ۹ اونٹ لے کر ذبح کئے اور تمام لشکر کے قوت کا سامان کیا۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے یہ دیکھ کر بہت زیادہ زیر بار ہو رہے ہیں اس سے منع کر دیا حضرت عمرؓ اور دیگر بزرگوں نے کہا کہ ان کو روکا جائے ورنہ اپنے والد کا مال اسی طرح صرف کر دیں گے۔ غزوہ سے واپس آ کر جب لوگوں نے حضرت قیس بن عبادہؓ کی فیاضی کا ذکر کیا تو رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''سخاوت اور فیاضی اس گھرانے (خاندان قیس بن سعد) کا خاصہ ہے''۔ (اسد الغابہ و استیعاب)

فتح عظیم سے پہلے

سریہ بجانب خضرہ واضم

خضرہ کی جانب جو نجد میں قبیلہ محارب کی زمین میں ہے حضرت ابوقتادہؓ بن ربعی الانصاری کا سریہ شعبان سنہ ۸ھ میں ہوا۔ اس کا سبب یہ ہوا کہ نجد کے اندر قبیلہ محارب کے علاقہ میں خضرہ نامی مقام پر بنو غطفان لشکر جمع کر رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پندرہ آدمیوں کے ہمراہ حضرت ابوقتادہؓ کو غطفان کی طرف بھیجا اور حکم دیا کہ ان کا چاروں طرف سے محاصرہ کرلیں۔ وہ رات کو چلے اور دن کو پوشیدہ رہے پھر حضرت ابوقتادہؓ نے ان کے بڑے قبیلہ پر اقدام کیا اور انھیں گھیر لیا ان میں سے ایک آدمی نے آواز لگائی ''یا خضرہ'' ان کے کچھ لوگ سامنے آئے اور مقابلہ کیا مگر جو مسلمانوں کے روبرو آیا مقتول ہوا۔ مسلمانوں کے ہاتھوں کثیر تعداد میں مواشی آئے جو دو سو کی تعداد میں اونٹ اور دو ہزار کی تعداد میں بکریاں تھیں۔ اس موقع پر بڑی تعداد میں مشرکین اسیر ہوئے۔ مسلمانوں نے مال غنیمت کو جمع کیا اور اس میں سے خمس نکالا اور جو بچا اسے لشکر پر تقسیم کر دیا۔ ہر شخص کے حصہ میں بارہ اونٹ آئے ایک اونٹ کو دس بکریوں کے برابر شمار کیا گیا تھا۔ اس سریہ میں یہ لوگ پندرہ رات مدینہ منورہ سے باہر رہے۔

ماہ رمضان / سنہ ۸ھ میں حضرت ابوقتادہ بن ربعی انصاریؓ کا سریہ بجانب اضم ہوا۔ جب رسول اللہؐ نے اہل مکہ کی طرف توجہ فرمائی تو حضور انورؐ نے حضرت ابوقتادہؓ بن ربعی کو آٹھ آدمیوں کے ہمراہ بطور سریہ کے بطن اضم کی طرف روانہ کیا۔ بطن اضم ذی خشب اور ذی المروہ کے درمیان واقع ہے اس کے اور مدینہ منورہ کے درمیان تقریباً ۳۶ میل کا فاصلہ ہے۔ یہ سریہ بہ نظر حکمت بھیجا گیا کیونکہ گمان کرنے والا یہ گمان

کرے کہ مسلمانوں کی توجہ اس جانب ہے اور اس بات کی خبریں عام ہو جائیں۔ اس سریے میں محلم بن جثامہ اللیثی بھی تھے اضبط الاشجعی کا ایک شخص ادھر سے گزرا تو اس نے اسلامی طریقے سے سلام کیا۔ اس جماعت نے اسے روک لیا مگر محلم بن جثامہ نے اس پر حملہ کر کے اس کو قتل کر دیا اس کے ساز و سامان اور سواری کو اپنے قبضہ میں لے لیا جو اس کے ساتھ تھا۔ جب یہ لوگ بارگاہ رسالت پناہیؐ میں حاضر ہوئے تو ان کے بارے میں آیت نازل ہوئی ''اے اہل ایمان! جب تم سفر پر نکلو اللہ کی راہ میں (جہاد کے لئے) تو خوب تحقیق کر لو اور نہ کہو اسے جو بھیجتا ہے تم پر سلام کہ تم مومن نہیں ہو تم تلاش کرتے ہو سامان دنیوی زندگی کا پس اللہ کے پاس بہت سی غنیمتیں ہیں (وہ تمھیں غنی کر دے گا) ایسے ہی (کافر) تم بھی تھے اس سے پہلے پھر احسان فرمایا اللہ نے تم پر تو خوب تحقیق کر لیا کرو۔ یقیناً اللہ تعالی اس سے جو تم کرتے ہو خبر دار ہے''۔ مدرج النبوۃ میں ہے اس جیش میں محلم بن جثامہ کی حرکت پر حضور انورؐ شدید ناراض ہوئے اور ان سے فرمایا کہ ''تم نے مسلمان کو کیوں قتل کیا؟'' انھوں نے عرض کیا کہ ''اس بناء پر کہ اس نے موت کے ڈر سے اظہار اسلام کیا تھا''۔ حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ ''اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا تا کہ اس کی نیت و ارادہ معلوم کر لیتے'' اور فرمایا کہ ''زبان سفیر ہے جو دل کی ترجمان ہے''۔ روایت میں آیا ہے کہ اس کے بعد محلم کی صرف سات دن ہی میں وفات ہو گئی۔

قریش کی عہد شکنی

صلح حدیبیہ میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ دونوں فریق ایک دوسرے کے حلیفوں کے ساتھ تعرض نہ کریں گے اور ہر کوئی جس فریق کو چاہے اختیار کر سکتا ہے چاہے قریش کے عہد و حلف میں آئے خواہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد حلف کو اختیار کرے۔ بنی بکر قریش کے عہد میں آئے اور خزاعہ والے حضور انورؐ کے عہد و پیمان میں آئے۔ ان دونوں قبیلوں کی زمانہ قدیم سے آپسی دشمنی تھی۔ اس کا سبب مورخین نے یہ لکھا ہے کہ ایک شخص جس کا نام مالک بن عباد حضرمی تھا وہ مال تجارت کے ساتھ خزاعہ والوں کے علاقے میں داخل ہوا تو خزاعہ کے لوگوں نے اس کو قتل کردیا اور اس کے اسباب تجارت کو لوٹ لیا تھا۔ بنو بکر نے اس کے انتقام میں موقع پا کر بنو خزاعہ کے ایک آدمی کو تہہ تیغ کر ڈالا۔ یہ دیکھ کر خزاعہ کے لوگ بھڑک اٹھے اور انھوں نے ایک آدمی کے جواب میں بنو بکر کے تین آدمیوں کا خاتمہ کردیا وہ بنو بکر کے سرداروں سے تھے۔

بنو بکر کے سردار ذیب سلمی اور کلثوم تھے یہ لوگ میدان عرفات میں حدود حرام کے قریب قتل کئے گئے تھے بنو بکر اور خزاعہ کی آپسی عداوت کا یہ سلسلہ رسول اللہؐ کی بعثت شریف تک بھی جاری رہا۔ مدراج النبوۃ میں ہے کہ اسلام کا ظہور ہوا تو وہ اسلام کے متعلق معاملات میں مشغول ہو گئے اور انھیں اصلاح احوال پر غور کرنے کا تک موقع نہ ملا۔ صلح حدیبیہ کے واقع ہونے کے باعث وہ اپنے حال میں آئے اور دل کو اطمینان ملا اور فرصت پائی تو وہ پھر اپنے باہمی نزاع وعداوت کی طرف متوجہ ہوئے یہاں تک کہ ایک دن بنی بکر کا ایک شخص سید عالمؐ کی شان میں بے ادبی کر رہا تھا قبیلہ خزاعہ کا ایک شخص وہاں کھڑا تھا اس نے منع کیا مگر وہ باز نہ آیا اس پر وہ جوش اور غصہ میں آ گیا اور اس کے سر اور منہ کو توڑ دیا۔ اس شخص نے بنی بکر سے جا کر شکایت کی اور آہ وفغاں کرنے لگا۔ نفاثہ جو بنی بکر کی شاخ تھی خزاعہ کے ساتھ جنگ کرنے کھڑے ہو گئی اور بنی مدبح سے مدد مانگی۔ بنی مدبح نے ان کی مدد کرنے سے انکار کردیا پھر انھوں نے قریش سے مدد مانگی۔ قریش کے نادانوں کی ایک ایسی جماعت جو حضور انورؐ کے ساتھ موروثی عداوت رکھتی تھی جیسے عکرمہ بن ابوجہل، صفوان بن امیہ اور سہل بن عمرو وغیرہ نے اپنی ہیئت بدل کر اور اپنے چہروں

پر موٹی نقاب ڈال کر بنی بکر کی حمایت اور رفاقت میں خزاعہ پر شبخون مارا اور خوب جنگ وقتال کیا۔ یہاں تک کہ جنگ کرتے ہوئے زمین حرم میں داخل ہو گئے۔ بنو خزاعہ نے بلند آواز سے نوفل بن معاویہ سے جو بنو بکر کا سردار تھا کہا کہ خدا کا خوف کرو اور حرم کی حرمت کا پاس ولحاظ کرو۔ نوفل نے جواباً کہا کہ یہ بات اگرچہ بڑی ہے اور میں اسے جانتا ہوں لیکن آج اس پر عمل کرنے کی فرصت نہیں پاتا۔ کہتے ہیں کہ اس جنگ میں بنی خزاعہ کے بیس آدمی مارے گئے تھے۔ قریش نے یہ گمان کر رکھا تھا کہ کسی نے ان کو پہچانا نہیں ہے اور معاملہ پوشیدہ رہے گا لیکن رسول اللہ ؐ کو اسی رات اس کی خبر دی گئی تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ جس رات میں بنی بکر اور بنی خزاعہ کا واقعہ ہوا تھا اس کی صبح رسول اللہ ؐ نے مجھ سے فرمایا کہ ''اے عائشہ! مکہ مکرمہ میں یہ حادثہ واقع ہوا ہے اور قریش نے عہد شکنی کی ہے''۔ میں نے عرض کیا ''یا رسول اللہؐ! کیا آپ کا خیال ہے کہ قریش عہد شکنی میں دلیری دکھائیں گے؟ حالاں کہ شمشیریوں نے ان کو فنا کر دیا ہے؟'' حضور انورؐ نے فرمایا کہ ''انھوں نے عہد کو اس معاملہ کے لئے توڑا ہے جسے اللہ نے ان کے ساتھ چاہا''۔ میں نے عرض کیا کہ ''یہ معاملہ خیر ہے یا شر؟'' فرمایا ''انشاء اللہ خیر ہی ہوگا''۔ طبرانی نے معجم صغیر میں حضرت میمونہؓ کی حدیث نقل کی ہے کہ وہ فرماتی ہیں ''میں نے ایک رات سنا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وضوء کرتے ہوئے تین بار ''لبیک لبیک'' فرمایا اور تین مرتبہ ''نصرت نصرت'' یعنی میں مدد کرتا ہوں میں مدد کرتا ہوں فرمایا۔ جب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب آئی تو میں نے عرض کیا ''یا رسول اللہؐ! میں نے آپ کو باتیں کرتا ہوا سنا ہے کیا کوئی شخص تھا جس سے آپ گفتگو فرما رہے تھے؟'' حضور انورؐ نے فرمایا کہ ''یہ راجز بن کعب تھا جو بنی خزاعہ سے ہے وہ مجھ سے مدد مانگ رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ قریش نے بنی بکر کی مدد کی یہاں تک کہ ہم پر شب خون مارا ہے۔ تین دن بعد عمرو بن سالم خزاعی چالیس سواروں کے ساتھ مکہ سے مدینہ منورہ آیا اور جو کچھ واقعہ پیش آیا تھا حضور اقدسؐ سے عرض

کر کے نصرت و اعانت کی درخواست کی۔ اس پر حضورؐ کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ''جس طرح میں اپنی مدد کرتا ہوں اسی طرح تمہاری مدد کروں گا''۔ اس طرح حضور اکرمؐ نے انتہائی اتحاد و اخلاص کی طرف اشارہ فرمایا اور ان کے دلوں کی تسلی و تشفی فرمائی۔ گویا آسمان پر ایک بادل چھایا ہوا ہے۔ اس کے بعد فرمایا ''یہ بادل فریاد کرتا ہے اور بنی کعب کی خبر دیتا ہے'' پھر ان سے فرمایا کہ ''تم اپنے گھروں کو جاؤ اور غم اور فکر نہ کرو کیونکہ فتح و نصرت کے دن قریب آ گئے ہیں'' اور اپنے صحابہ سے فرمایا کہ ''گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ ابو سفیان آیا ہوا ہے اور وہ صلح کی مدت بڑھانے اور اس کی تجدید کی درخواست کر رہا ہے اور خائب و خاسر ہو کر مکہ مکرمہ لوٹ گیا ہے۔

ابوسفیان کی ناکام کوشش

بنی بکر اور قریش نے مل کر بنی خزاعہ پر غلبہ حاصل کرنا چاہا، انھیں جو نقصان پہنچانا تھا وہ پہنچا دیا اور وہ عہد و میثاق توڑ دیا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کیا تھا اور اس میں بنی خزاعہ بھی شامل تھے آخر عمرو بن سالم خزاعی اور اس کے بعد بنو کعب کا ایک آدمی نکل کر رسول اللہؐ کے پاس مدینہ پہنچا اور یہی بات تھی جو غزوۂ فتح مکہ کے لئے موجب ہوئی۔ رسول اللہؐ مسجد میں سب لوگوں کے درمیان تشریف فرما تھے کہ عمرو خزاعی نے تمام احوال بیان کئے۔ ابن ہشام نے عمرو خزاعی کے اشعار نقل کئے ہیں جو انھوں نے امداد طلبی کے سلسلے میں بارگاہ رسالت پناہیؐ میں پیش کئے تھے۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''تمہاری مدد کی جائے گی''۔ پھر رسول اللہؐ کے سامنے آسمان سے ایک بادل نمودار ہوا تو آقائے دو جہاںؐ نے فرمایا کہ ''یہ بادل بنو کعب کی مدد کا مینہ برسائے گا'' اس کے بعد بدیل بن ورقاء چند حزمیوں کو ساتھ لے کر حضورؐ کو

مطلع کیا کہ بنوخزاعہ کو کیا کیا نقصان پہنچا ہے نیز یہ کہ قریش نے کس طور پر بنوبکر کی مدد کی ہے یہ خزاعی رسول اللہؐ کو حالات سنا کر مکہ واپس چلے گئے۔ اب حضور اکرمؐ نے صحابہ اکرام سے فرمایا کہ ''یہ سمجھ لو کہ گویا ابوسفیان تمہارے پاس آ رہا ہے وہ چاہے گا کہ معاہدہ مضبوط اور اس کی معیاد میں اضافہ کر دیا جائے''۔

بدیل بن ورقاء اور ان کے ہمراہی مکہ واپس جا رہے تھے کہ مقام عسفان پر ابوسفیان بن حرب سے ملاقات ہوئی۔ ابوسفیان کو قریش نے رسول اللہؐ کے پاس اسی مقصد سے روانہ کیا تھا کہ معاہدہ مضبوط اور میعاد میں اضافہ کر لیا جائے کیونکہ قریش نے جو حرکتیں کی تھیں ان کے باعث وہ سب گھبرا رہے تھے بہر حال جب ابوسفیان، بدیل بن ورقاء سے ملا تو پوچھا ''بدیل! تم کہاں سے آئے ہو؟'' اور یہ گمان ہو گیا تھا کہ بدیل، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے ہیں۔ بدیل بن ورقاء نے جواب دیا ''وادی کے اندر اس ساحل پر بنوخراعہ کے لوگوں میں گھومنے چلا گیا تھا۔'' ابوسفیان نے پھر پوچھا ''یعنی کیا تم محمدؐ کے پاس نہیں گئے تھے؟'' بدیل نے نفی میں جواب دیا پھر جب بدیل مکہ کی طرف چلے گئے تو ابوسفیان نے کہا ''اگر بدیل مدینہ گیا ہوگا تو اس نے اپنے اونٹ کو کھجور کی کٹھلیاں ضرور کھلائی ہوں گی'' چنانچہ ابوسفیان نے بدیل کے اونٹ کے بیٹھنے کی جگہ جا کر میگنیاں اٹھائیں اور توڑ کر دیکھیں تو ان میں گھٹلیاں موجود تھیں اس پر ابوسفیان نے کہا ''میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بدیل، محمدؐ سے ضرور ملا ہے''۔ پھر ابوسفیان مدینہ منورہ پہنچے۔ (سب سے پہلے) اپنی بیٹی ام المومنین حضرت ام حبیبہؓ کے گھر گئے اور ابوسفیان کو آتا دیکھ کر حضرت ام حبیبہؓ نے رسول اللہؐ کے بستر پاک کو لپیٹ کر علیحدہ رکھ دیا کہ کہیں اس مقدس بستر پر ابوسفیان بیٹھ نہ جائیں۔ اس پر ابوسفیان نے دریافت کیا ''بیٹی! میں نہیں سمجھ سکا کہ آیا تو نے مجھے بستر سے بہتر سمجھا یا بستر کی حفاظت کے لئے خود مجھے اس سے ہٹا دیا''۔ حضرت ام حبیبہؓ نے جواب دیا ''نہیں بات یہ ہے کہ یہ رسول اللہؐ کا بستر پاک ہے اور آپ ایک مشرک ہیں مشرک نجس ہوتا ہے اس لئے میں یہ پسند نہ کیا کہ

آپ رسول اللہؐ کے بستر پر بیٹھیں''۔ ابوسفیان نے کہا ''بیٹی! خدا کی قسم! مجھ سے الگ ہونے کے بعد تیرے اندر شر پیدا ہو گیا ہے''۔ پھر ابوسفیان نے رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضری دی اور آقائے دو جہاںؐ سے گفتگو کرنی چاہی۔ حضور انورؐ نے اسے کوئی جواب نہ دیا تو وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہنچا اور ان سے گفتگو کی اور کہا کہ ''وہ (یعنی حضرت ابوبکرؓ) رسول اللہؐ سے بات کرلیں۔'' حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا کہ میں یہ کام نہیں کروں گا۔ پھر ابوسفیان حضرت عمر بن خطابؓ کے پاس پہنچا اور ان سے بھی اس سلسلہ یں گفتگو کی انھوں نے بھی جواب دیا ''بھلا میں تمہارے لئے رسول اللہؐ سے سفارش کروں گا؟ خدا کی قسم! اگر مجھے معمول سی بھی قوت مل جائے تو اس کے ذریعے سے تمہارے خلاف جہاد کروں گا''۔ مایوس ہو کر ابوسفیان حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس ان کے گھر پہنچا۔ حضرت خاتون جنت سیدہ بی بی فاطمہ بنت رسول اللہؐ بھی موجود تھیں اور بی بی سیدہ فاطمہؓ کے پاس حضرت حسین بن علیؓ بھی موجود تھے جو ابھی کمسن تھے۔ ابوسفیان نے کہا ''اے علی! رسول اللہؐ سے میرے سفارش کر دو''۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا۔ رسولؐ اللہ نے ایک بات پر عزم صمیم کر لیا ہے میں اس مسئلہ میں کچھ نہیں کر سکتا''۔ ابوسفیان نے حضرت بی بی سیدہ فاطمہؓ سے رجوع کیا۔ حضرت خاتون جنتؓ نے بھی نفی میں جواب دیا۔ ابوسفیان نے حضرت علیؓ سے کہا کہ ''میں سمجھتا ہوں کہ میرے معاملات بگڑ گئے ہیں۔

مدینہ میں سرگرمیاں

ابوسفیان کے خائب و خاسر مکہ لوٹ جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو تیاری کا حکم دیا اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہؓ سے فرمایا کہ سفر کی تیاری کرو اور ترتیب لشکر کی تیاری

میں مصروف ہو گئے اس اثناء میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنی صاحبزادی حضرت عائشہ صدیقہؓ کے گھر آئے اور انھیں دیکھا کہ وہ رسول اللہؐ (کے سفر) کی تیاری میں مشغول ہیں تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دریافت فرمایا ''بیٹی! کیا تمھیں رسول اللہؐ نے حکم دیا ہے کہ ان کے لئے سامان تیار کرو'' حضرت عائشہؓ نے جواب دیا ''جی ہاں! آپ بھی تیاری کیجئے''۔ پھر حضرت ابوبکرؓ نے دریافت کیا ''تمہارا کیا خیال ہے کہ رسول اللہؐ کہاں کا قصد فرما رہے ہیں؟'' حضرت عائشہؓ نے اس بارے میں لاعلمی ظاہر فرمائی۔ اس کے بعد حضورؐ نے اعلان فرمایا کہ مکہ کا ارادہ ہے اور حکم دیا کہ وہ کوشش کر کے تیاری کریں اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ باری تعالی آنکھوں اور خبروں کو قریش سے پکڑ لے یعنی نہ قریش کو ہماری تیاری کی خبر ہو اور نہ وہ ہماری تیاری کو دیکھ سکیں یہاں تک کہ ہم ان کے بلاد پر اچانک اقدام کریں۔'' رسول اللہؐ کا ارشاد ہوتے ہی لوگوں نے تیاری کر لی۔

حاطب بن ابی بلتعہ نے اہل مکہ کی طرف ایک خط لکھا اور اس میں ان کو خبردار کیا کہ حضور انورؐ ان پر لشکر تیار کر کے لا رہے ہیں۔ اس خط کا مضمون یہ تھا کہ ''نبی کریمؐ لشکر کی تیاری فرما رہے ہیں اور میرا گمان یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کے سواء وہ کسی اور طرف نہیں جائیں گے اپنے حال کی فکر کرنی چاہئیے۔ والسلام''۔ انھوں نے اس خط کو ایک مزنی عورت کے سپرد کیا کہ وہ اسے قریش کو پہنچا دے۔ حق تعالی نے حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی خبر دے دی چنانچہ حضرت علی بن ابی طالبؓ، حضرت زبیر بن العوامؓ اور مقداد بن الاسودؓ کو حکم فرمایا کہ خاخ کے باغ میں جاؤ وہاں ایک عورت ہودج میں سوار ملے گی اس کے پاس ایک خط ہے وہ خط اس سے لے آؤ۔ یہ تینوں حضرات اس کے پاس پہنچے۔ اس نے بالوں کی چوٹی میں وہ خط چھپا رکھا تھا یہ تینوں حضرات وہ خط اس سے لے کر حضور انورؐ کی خدمت میں لے آئے اس کے بعد حضور انورؐ نے حاطب کو طلب فرمایا اور ان سے پوچھا یہ تمہاری کارگزاری ہے، تم نے یہ کیا

ہے، اس سے تمہارا کیا مقصد تھا؟ انھوں نے عرض کی ''یارسول اللہؐ! مجھ پر جلدی نہ فرمائیے خدا کی قسم میں مومن ہوں اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہوں میں ایک ایسا آدمی ہوں جس کی قریش سے کوئی قرابت نہیں فقط حلیفانہ تعلقات ہیں میرے اہل وعیال آج کل مکہ میں ہیں جن کا کوئی حامی و مددگار نہیں بخلاف مہاجرین کہ مکہ میں ان کی قرابتیں ہیں۔ قرابتوں کی وجہ سے ان کے اہل وعیال محفوظ ہیں اس لئے میں نے چاہا کہ جب قریش سے میری کوئی قرابت نہیں تو ان کے ساتھ کوئی احسان کروں جس کے صلہ میں وہ میرے اہل وعیال کی حفاظت کریں۔ اللہ کی قسم! میں نے دین سے مرتد ہو کر یا اسلام کے بعد کفر سے راضی ہو کر ہرگز یہ کام نہیں کیا۔ میری غرض وہی تھی جو میں نے عرض کی''۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضور اکرمؐ نے حاطب بن ابی بلتعہ کی بات سن کر فرمایا کہ ''آگاہ ہو جاؤ یقیناً اس نے تم سے سچ بیان کیا ہے''۔ حضرت عمر بن خطابؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کی گردن ماردوں۔ حضور انورؐ نے فرمایا کہ ''بلاشبہ اہل بدر کے لئے اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جو چاہو کرو بلاشبہ میں نے تمہیں بخش دیا ہے''۔ ایک روایت میں ہے کہ ''میں تمہاری بخشش چاہنے والا ہوں''۔ اس پر حضرت عمر بن خطابؓ رونے لگے اور عرض کرنے لگے ''اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتا ہے'' اس وقت حکم باری تعالیٰ نازل ہوا ''اے ایمان والو! میرے دشمن اور اپنے دشمن کو رازدار نہ بناؤ وہ سیدھے راستے سے گمراہ کردیں گے۔'' علماء فرماتے ہیں کہ اہل بدر کی اس حاصل شدہ حالت کے اکرام و اعزاز میں یہ خطاب ہے کہ ان کے گزشتہ گناہوں کو بخش دیا گیا اور وہ اس قابل اور لائق ہیں کہ ان کے آئندہ گناہ بھی بخش دیئے گئے ہیں اور بلاشبہ حق تبارک وتعالیٰ نے اپنے نبی کی صداقت کو ظاہر فرمایا جو کچھ جس کے بارے میں حضور اقدسؐ نے خبر دی۔ بعض اہل مغازی بیان کرتے ہیں کہ اس خط میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو کفر و نفاق پر دلالت کرنے والی بجز اس کے کہ انھوں نے بھید کو کھولا اور اس امید پر عذر خواہی کی کہ شاید اسے

مان لیا جائے۔ بلاشبہ حضور انورؐ نے ان کے عذر کو اس وقت قبول فرمایا جب کہ حضورؐ نے ان کی تصدیق فرمادی اور حضرات عمر بن خطابؓ کو ان کے قتل سے باز رکھا۔

غزوہ فتح عظیم مکہ مکرمہ

مدینہ سے روانگی

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہ اختلاف روایات ۲ / ۱۰ / ۱۲ / ۱۳ / ۱۷ یا ۱۸ / رمضان المبارک سنہ ۸ھ کو مدینہ منورہ سے نکل کر مکہ مکرمہ کی طرف رخ فرمایا۔ ۱۸ / رمضان مبارک کو مدینہ سے نکلنے کا قول مسند امام احمد میں صحیح سند کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ مدینہ منورہ میں حضرت ابورہم کلثوم بن حصن غفاریؓ کو ناظم مقام مقرر فرمایا۔ علامہ ومیاطی نے حضرت ابن ام مکتومؓ کے ناظم بنائے جانے کے قول کو درست لکھا ہے۔ رسول اللہؐ کے ہمراہ اس غزوہ میں دس ہزار آدمی تھے۔ یہ تعداد ان قبائل سمیت تھی جو راستے میں آقائے دو جہاںؐ کے ساتھ آ کر ملتے گئے تھے اس موقع پر مہاجرین و انصاریوں میں سے کوئی بھی پیچھے نہ رہا۔ مہاجرین کی کل تعداد سات سو تھی جن کے ساتھ تین سو گھوڑے تھے اور انصاریوں کی تعداد چار ہزار تھی اور ان کے ساتھ بھی پانچ سو گھوڑے تھے۔ بنی سلیم کی تعداد چار سو تھی اور ان کے ساتھ تیس گھوڑے تھے۔ بنی جہینہ کل ملا کر آٹھ سو تھے اور ان کے ساتھ پچاس گھوڑے تھے ایک قول یہ بھی ملتا ہے کہ حضور انورؐ کے ساتھ اس غزوہ میں ہمراہیوں کی تعداد کل بارہ ہزار تھی (جو تمام قبائل کو ملا کر تھی) (بحوالہ سیرت طیبہ)۔ جب رسول اللہؐ جحفہ یا اس کے کچھ آگے تھے کہ سرکار دو عالمؐ کے چچا حضرت عباس بن عبد المطلبؓ ملے وہ مسلمان ہو کر اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہجرت کرتے ہوئے مدینہ منورہ تشریف لا رہے تھے۔ جب حضور اکرمؐ ابواء کے مقام پر یا اس کے قریب پہنچے تو وہاں حضور انورؐ کو آپ کے چچا زاد بھائی ابو

سفیان بن حارث ملے۔ ابوسفیان رسول اللہؐ کے چچا حارث کے فرزند اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی تھے (یہ ابوسفیان علیحدہ ہیں ابوسفیان بن حرب نہیں) ابوسفیان نے بھی دائی حلیمہؓ کا دودھ پیا تھا۔ اسی طرح سرکار دو عالمؐ کو عبداللہ بن امیہ بن مغیرہ ملا جو حضور اقدسؐ کی پھوپی عاتکہ بنت عبدالمطلب کا بیٹا تھا اور ام المومنین حضرت ام سلمہؓ کا باپ شریک بھائی تھا۔ ان کی مائیں علیحدہ علیحدہ تھیں۔ ان دونوں کو دیکھ کر حضور اقدسؐ نے التفات نہیں فرمایا کیونکہ ان لوگوں نے رسول اللہؐ کو ہمیشہ اذیتیں پہنچائی تھیں۔ یہ دیکھ کر حضرت ام سلمہؓ نے رسول اللہؐ سے عرض کیا کہ ''آپ کے چچا کا بیٹا اور آپ کی پھوپی کا بیٹا جو آپ کا سسرالی بھی ہے آپ کے ساتھ بدبخت آدمی نہیں رہ سکتا'' (یعنی اگر آپ نے ان کی طرف توجہ نہ فرمائی تو ان کی بدنصیبی میں کوئی شبہ نہ ہوگا اس لئے اپنے سے اتنے قریب آدمیوں کو ایسی بدبختی میں نہ ڈالئے) مگر حضور اکرمؐ نے فرمایا کہ ''مجھے ان دونوں کی ضرورت نہیں ہے''۔ جب حضور اکرمؐ نے ابوسفیان کی باریابی کی اجازت مرحمت نہ فرمائی تو ابوسفیان نے جن کے ساتھ ان کا ایک بیٹا بھی تھا عرض کیا ''یا تو رسول اللہؐ مجھے باریابی کی اجازت عطا فرمائیں ورنہ میں اپنے بچہ کا ہاتھ پکڑ کر اس روئے زمین پر کہیں بھی ایسی جگہ نکل جاؤں گا جہاں ہم دونوں بھوکے پیاسے مرجائیں گے''۔ سرکار دو عالمؐ کو جب ابوسفیان کا یہ جملہ پہنچا تو حضورؐ کو ان پر رحم آگیا اور انھیں حاضر ہونے کی اجازت مرحمت فرمادی۔ چنانچہ وہ حضور انورؐ کی خدمت میں بصد ادب واحترام حاضر ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ رسول اللہؐ نے ان کا اسلام قبول فرمالیا۔ حضرت ابوسفیانؓ نے جب سے اسلام قبول کیا حیا کے سبب رسول اللہؐ کی طرف سر اٹھا کر نہ دیکھا کیونکہ انھوں نے تقریباً بیس سال تک حضور اکرمؐ کے ساتھ دشمنی کی تھی اور ممکنہ طور پر اذیت پہنچاتے رہے تھے یہاں تک کہ حضور اقدسؐ کے مقابل جنگوں میں بھی پیچھے نہ رہتے تھے مگر اب ان کے مسلمان ہوجانے کے بعد رسول اللہؐ کی ان پر عنایت خاص ہوگئی۔ حضورؐ ان سے محبت کرتے

تھے اور ان کے لئے جنت کی بشارت دیا کرتے اور ارشاد فرمایا کرتے کہ "یہ حمزہؓ کا بدل ثابت ہوں گے"۔ جب حضرت ابوسفیانؓ کی وفات کا وقت قریب آیا تو کہنے لگے مجھ پر نہ رونا کیونکہ اسلام لانے کے بعد میں نے کبھی کوئی گناہ کی بات نہیں کہی"۔

اس سفر کے دوران رسول اللہؐ روزے رکھتے رہے اور حضور انورؐ کے ساتھ سب لوگوں نے بھی روزے رکھے۔ کدید کے مقام پر پہنچ کر حضور اقدسؐ نے روزہ افطار کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہؐ نے یہ منادی کروادی کہ جو شخص افطار کرنا (روزہ توڑنا) چاہے وہ افطار کرے اور جو روزہ رکھنا چاہے وہ روزہ رکھے ۔ایک اور روایت میں ہے کہ جب رسول اللہؐ مدینے سے روانہ ہو کر ایک مقام پر پہنچے جس کا نام صلصل ہے تو حضور اقدسؐ نے حضرت زبیرؓ بن العوام کو دو سو صحابہ کرام کے ایک دستہ کے ساتھ آگے آگے روانہ فرمایا پھر حضور انورؐ کی طرف سے اعلان کیا گیا کہ جو شخص روزے رکھنا چاہے وہ رکھ لے اور جو افطار کرنا چاہے وہ افطار کرے۔

قدید میں رسول اللہؐ نے جنگی پرچم یعنی لواء اور روایات تیار کئے اور یہ پرچم مختلف قبائل کے حوالے فرمایا۔ اس کے بعد آقائے دو جہاںؐ آگے روانہ ہوئے یہاں تک کہ مرالظہر ان کے مقام پر پہنچے۔ اس جگہ کو بعد میں "بطن مرد" کہا جانے لگا۔ یہاں حضور اقدسؐ عشاء کے وقت پہنچے تھے۔ رسول اللہؐ نے قریش کی بے خبری کے لئے دعاء کی تھی حق تعالی نے اسے قبول فرمالیا تھا اور قریش کو اپنے محبوبؐ اور مسلمانوں کے کوچ سے بالکل بے خبر رکھا۔ انھیں حضور انورؐ کے وہاں تک پہنچنے کا پتہ نہ چلا یعنی رسول اللہؐ اور صحابہ کرام کے اتنے عظیم لشکر کی روانگی کا اب تک انھیں کچھ بھی علم نہیں تھا (کہ رسول اللہؐ قریش کو ان کی بدعہدی اور دغابازی پر تادیب کے لئے روانہ ہو چکے ہیں) مرالظہر ان کے مقام پر رات کے وقت پہنچ کر مسلمان نے آگ جلائی۔ چوں کہ دس بارہ ہزار آدمی تھے اس لئے اتنی ہی جگہوں پر جل رہی تھی۔

آخری ہجرت

قبل ازیں حضرت عباس بن عبدلمطلب ؓ اپنے اہل و عیال کے ساتھ مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کو روانہ ہو چکے تھے تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ کر اپنے اسلام کو ظاہر کر دیں یہاں تک کہ وہ جحفہ کے مقام پر اور ایک قول کے مطابق ذی الحلیفہ کے مقام تک پہنچے تھے کہ حضور اکرم ؐ سے ان کو شرف نیاز حاصل ہوا۔ حضرت عباس ؓ یہیں سے حضور اقدس ؐ کے ساتھ مل کر مکہ واپس روانہ ہو گئے اور اپنے خاندان کے افراد کو مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ رسول اللہ ؐ نے حضرت عباس ؓ سے ملنے کے بعد ان سے فرمایا کہ "اے چچا! آپ کی یہ ہجرت آخری ہجرت ہے" (کیونکہ عام طور پر لوگ مکہ میں قریش کے مظالم سے تنگ آ کر مدینہ کو ہجرت کرتے تھے اور اب حضور اکرم ؐ خود مکہ فتح کرنے کے لئے ہی تشریف لے جا رہے تھے جس کے بعد کسی کو مکہ سے ہجرت کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی تھی) حضرت عباس ؓ نے کہا کہ "قریش کی اس صبح پر افسوس ہے"۔

حضرت عباس ؓ کی سفارش

حضرت عباس ؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضور انور ؐ کے خچر پر سوار ہو کر روانہ ہوا اور اراک کے مقام پر پہنچا اور اپنے دل میں سوچنے لگا کہ شاید یہاں مجھے کوئی دودھ والا یا کوئی اور شخص مل جائے جو مکہ جا رہا ہوتا کہ وہ قریش کو حضور اکرام ؐ کے یہاں تک پہنچنے کی خبر دے دے تا کہ وہ لوگ آقائے دو جہاں ؐ کے پاس

پہلے ہی حاضر ہو کر حضور انورؐ سے امان طلب کرلیں۔ حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اچانک مجھے ابوسفیان اور بدیل بن ورقاء کے باتیں کرنے کی آواز آئی۔ یہ دونوں مکہ سے نکلے تھے اور اب واپس جارہے تھے ان کے ساتھ حکیم بن حزام بھی تھے اصل میں ابوسفیان اور حکیم بن حزام ساتھ چلے تھے کہ انھیں بدیل مل گئے اور وہ بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔ یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق خبریں حاصل کرنے کے لئے نکلے تھے اور اسی جستجو میں تھے کہ کہیں سے کچھ خبر ملے کیونکہ ان لوگوں کو یہ معلوم ہو گیا تھا کہ حضور انورؐ نے لشکر کے ساتھ مدینہ سے کوچ کیا ہے مگر یہ معلوم نہ تھا کہ حضور اقدسؐ کس طرف گئے ہیں۔ غرض یہ کہ قریش کو ہر وقت یہ اندیشہ اور دھڑکا لگا ہوا تھا کہ کہیں حضور اکرمؐ ان لوگوں کے خلاف جنگ کے لئے نہ نکلے ہوں لہذا انھوں نے ابوسفیان بن حرب کو خبریں معلوم کرنے کے لئے بھیجا اور قریش نے انھیں اس بات پر بھی پابند کیا تھا کہ اگر تمھیں محمدؐ مل جائیں تو ان سے ہمارے لئے امان حاصل کرلینا۔ چنانچہ ابوسفیان اسی سلسلہ میں نکلا ہوا تھا اب اچانک اس کو گھوڑوں کی ٹاپوں کی آواز آئی تو وہ گھبرا گیا ادھر اس نے سامنے ہزاروں جگہوں پر آگ جلتے ہوئے دیکھا تو وہ کہنے لگا ''میں نے آج کی رات جیسی آگ کبھی نہیں دیکھی تھی اور نہ ہی اتنا بڑا لشکر کبھی دیکھا تھا۔ یہ تو اتنی آگ ہے جتنی عرفہ کے دن حاجی جلاتے ہیں۔ ادھر بدیل بن ورقاء نے کہا ''خدا کی قسم! یہ بنی خزاعہ کے لوگ ہیں جنھوں نے یہ آگ بھڑکا رکھی ہے''۔ اس پر ابوسفیان نے کہا کہ ''خزاعہ کے پاس اتنا بڑا لشکر اور اتنے آدمی کہاں ہیں کہ وہ اتنی آگ لگا سکیں''۔ ایک روایت کے مطابق یہ بات کہ ''یہ لوگ بنی خزاعہ کے معلوم ہوتے ہیں'' بدیل نے نہیں کسی اور شخص نے کہی تھی اور بدیل نے یہ کہا تھا کہ بنی خزاعہ کے پاس اتنا بڑا لشکر کہاں سے آیا کہ وہ اتنی زیادہ آگ جلا سکیں۔ یہی بات درست ہے کیونکہ بدیل خود بنی خزاعہ میں سے تھے۔ غرض حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے یہ باتیں سنی تو ابوسفیان کی آواز پہنچان کر اطمنان کرلیا۔ ابوسفیان، حضرت

عباسؓ کے دوست اور ہم نشین تھے۔حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نے اسی وقت ابوسفیان کو ابوحنظلہ کہہ کر آواز دی اس نے میری آواز پہچان لی اور کہا ''کون! ابوالفضل؟'' میں نے کہا ''ہاں'' ابوسفیان نے کہا ''تم پر میرے ماں باپ قربان ہوں تم کہاں؟'' میں نے کہا ''یہاں ہوں'' پھر کہا ''خدا کی قسم! یہ رسول اللہؐ ایسا زبردست لشکر لے کر تمہارے مقابلے کے لئے آگئے ہیں کہ تمہارے لئے فرار کا کوئی راستہ باقی نہیں ہے'' ایک روایت میں حضرت عباسؓ کے یہ الفاظ ہیں کہ ''رسول اللہؐ دس ہزار کا لشکر لے کر تمہارے پاس آئے ہیں''۔ یہ سنتے ہی ابوسفیان گھبرا گئے اور کہنے لگے ''آہ! اب قریش کا کیا ہوگا؟ خدا کی قسم! تم پر میرے ماں باپ قربان ہو کوئی تدبیر بتلاؤ''۔حضرت عباس کہتے ہیں کہ میں کہا ''خدا کی قسم! اگر رسول اللہؐ نے تم پر قابو پالیا یعنی اگر تم پکڑے گئے تو تمہارا سر قلم کرا دیں گے اس لئے بہتر یہ ہے کہ عاجزی کے ساتھ اس خچر پر سوار ہو کر چلو تا کہ میں تمھیں رسول اللہؐ کی خدمت میں لے جاؤں اور حضورؐ سے تمہاری جان بخشی کرالوں''۔ چنانچہ ابو سفیان فوراً ہی میرے پیچھے میرے خچر پر سوار ہو گئے اور اس کے دونوں ساتھی وہیں سے واپس لوٹ گئے۔اب میں ابوسفیان کو لے کر چلا اور لشکر میں مسلمانوں کی جس آگ کے پاس سے بھی گزرا تو لوگ ایک دوسرے سے میرے بارے میں پوچھتے کہ یہ کون ہیں کیوں کہ وہ رسول اللہؐ کے خچر کو پہچانتے تھے جس پر میں سوار تھا۔ لوگ بتلاتے ہیں کہ یہ رسول اللہؐ کے چچا ہیں اور حضورؐ کے خچر پر سوار ہیں۔آخر میں اس آگ کے پاس سے گزرا جو حضرت عمر ابن خطابؓ نے جلا رکھی تھی انھوں نے مجھے دیکھتے ہی پوچھا ''کون ہے'' ساتھ ہی وہ اٹھ کر میری طرف آئے جب انھوں نے خچر پر پیچھے ابوسفیان کو بیٹھے دیکھا تو کہنے لگے ''کون دشمن خدا ابوسفیان؟ خدا کا شکر ہے کہ اس نے بغیر کسی معاہدے اور قول و قرار کے تجھے گرفتار کرا دیا''۔ اس کے بعد وہ دوڑتے ہوئے رسول اللہؐ کی طرف روانہ ہوئے۔ میں نے دیکھا تو جلدی سے خچر کو ایڑ لگائی اور ان سے آگے نکل گیا اور حضور اکرمؐ کے خیمہ پر پہنچ کر جلدی سے خچر سے اترا پھر جیسے ہی میں خیمہ میں داخل ہوا حضرت عمرؓ بھی

میرے پیچھے داخل ہوئے اور ابوسفیان کی گردن اڑا دینے کی اجازت مانگی۔ میں نے عرض کیا کہ ''یا رسولؐ اللہ! میں اس کو پناہ اور امان میں دے چکا ہوں''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''عباس! ابوسفیان کو اپنے خیمے میں لے جاؤ اور صبح کو انھیں میرے پاس لے آنا''، مگر بخاری میں جو تفصیل ہے وہ یہ ہے کہ اس رات مسلم لشکر کے جو پہرہ دار تھے (انھوں نے ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں کو پکڑ لیا تھا اور پھر ان کو لے کر حضور انورؐ کی خدمت میں آئے) حضور اقدسؐ کے پاس آ کر یہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ بعض ارباب سیر نے ان دونوں باتوں میں اس طرح تطابق پیدا کیا کہ حضرت عباسؓ نے ان لوگوں کو پہرہ داروں سے ہی حاصل کیا۔ علامہ ابن عقبہ نے کہا کہ جب پہرہ داروں نے ابوسفیان بن حرب اور ان کے دونوں ساتھوں کو پکڑ لیا تو انہیں حضرت عباس بن عبد المطلبؓ مل گئے انھوں نے ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں کو امان دے دی پھر وہ انھیں حضور انورؐ کے پاس لے کر آئے جب کہ ان کے دونوں ساتھی بعد میں آئے۔ ایک روایت کے بموجب ان لوگوں کو انصاریوں نے پکڑا جنھیں رسول اللہؐ نے حالات کی آگہی حاصل کرنے آگے بھیج دیا تھا۔ ابو سفیان وغیرہ نے جب انھیں دیکھا تو ان کے اونٹوں کی مہاریں پکڑ کر دریافت کیا کہ تم لوگ کون ہو؟ انصاریوں نے جواب دیا ''ہم رسول اللہؐ کے ساتھی ہیں جو یہیں سامنے موجود ہیں'' ابوسفیان نے کہا ''تم نے کبھی اتنے بڑے لشکر کے متعلق سنا ہے جو یوں ایک قوم پر آ پڑے اور انھیں خبر بھی نہ ہو؟'' اس کے بعد یہ انصاری ان لوگوں کو پکڑ کر حضرت عمر ابن خطابؓ کے پاس لے آئے جو اس رات لشکر کی طلایہ گردی اور محافظت پر تھے۔ انصاریوں نے ان سے کہا کہ ہم آپ کے پاس کچھ مکے کے لوگوں کو پکڑ لائے ہیں۔ حضرت عمرؓ ہنس کر کہنے لگے ''اگر تم ابوسفیان کو پکڑ کر میرے پاس لاتے تو ایک بات بھی تھی'' انھوں نے کہا ''اللہ کی قسم! ہم ابوسفیان ہی کو لائے ہیں'' حضرت عمرؓ نے کہا ''تو پھر اسے روکے رکھو'' چنانچہ انھوں

نے صبح تک ابوسفیان کو روکے رکھا اور اگلی صبح انھیں حضور علیہ والصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں لے گئے جس کی تفصیل بیان ہو چکی ہے۔

ادھر حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء اسی وقت بارگاہ نبویؐ میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ ایمان ہو گئے۔ رسول اللہؐ نے انھیں کچھ دیر اپنی خدمت میں باریاب رکھا اور ان لوگوں سے مکہ کے احوال دریافت فرمائے۔ ان دونوں کو جب مراجعت کی اجازت مرحمت ہوئی تو یہ دونوں مکہ واپس ہو گئے تا کہ اہل مکہ کو حضور انورؐ کے آنے کی اطلاع دیں۔

رسول اللہؐ کے ارشاد مبارک کی تکمیل میں حضرت عباسؓ نے ابوسفیان کو رات بھر اپنے خیمہ میں ٹھہرایا۔ صبح ہوتے ہی حضرت عباسؓ ابوسفیان کو لے کر حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ رسولؐ اللہ نے ابوسفیان کی طرف توجہ فرمائی اور فرمایا کہ ''افسوس اے ابوسفیان! کیا اب وقت نہیں آ گیا کہ تم یقین کرو ''لاالہ الااللہ'' اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں؟''۔ ابوسفیان! نے جواباً عرض کیا کہ ''میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ نہایت حلیم و کریم اور نہایت ہی صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ خدا کی قسم! اگر اللہ کے سواء کوئی معبود ہوتا تو آج ہمارے کچھ کام آتا اور آپ کے مقابلہ میں اس سے مدد چاہتے''۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''افسوس اے ابوسفیان! کیا تمہارے لئے ابھی وقت نہیں کہ تم مجھ کو اللہ کا رسول جانو؟'' ابوسفیان نے جواباً عرض کیا ''میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں بے شک آپ نہایت حکیم و کریم اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے ہیں ابھی تک مہربانی فرما رہے ہیں کہ باوجود میری اس عداوت مجھ پر مہربانی ہے مجھے اسی میں تردد ہے۔ غرض جب اس وقت بھی ابوسفیان نے حضور اقدسؐ کی نبوت میں شک و شبہ کا اظہار کیا تو حضرت عباسؓ نے ان سے کہا ابوسفیان! تیرا برا ہو مسلمان ہو جا اور اس سے پہلے کہ تیری گردن ماری جائے یہ گواہی دے دے کہ ''اللہ کے سواء کوئی معبونہیں اور یہ کہ محمدؐ اللہ کے رسول

ہیں‘‘۔ چنانچہ ابوسفیان نے فوراً حق وصداقت کی یہ شہادت دے دی اور مسلمان ہو گئے۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ عشاء کے وقت مرالظہر ان میں آقائے دو جہاںؐ نے اپنے اصحاب کو حکم دیا تو انھوں نے دس ہزار جگہ آگ روشن کی۔ قریش کو آپ کی روانگی کی خبر نہیں پہنچی وہ غمگین تھے کیونکہ ان کو اندیشہ تھا کہ حضور اکرمؐ ان سے جنگ کریں گے۔ قریش نے ابوسفیان بن حرب کو بھیجا کہ وہ حالات معلوم کر کے آئیں انھوں نے کہا کہ ’’اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ملیں تو ہمارے لئے ان سے امان لے لینا‘‘۔ ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء روانہ ہوئے جب انھوں نے لشکر دیکھا تو سخت پریشان ہو گئے۔ رسول اللہؐ نے اس رات پہرے پر حضرت عمر بن خطابؓ کو عامل بنایا تھا۔ حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ نے ابوسفیان کی آواز سنی تو (پکار کر) کہا ’’ابوحنظلہ‘‘ اس نے کہا ’’لبیک‘‘ اے عباس یہ تمہارے پیچھے کیا ہے؟ انھوں نے کہا ’’یہ دس ہزار کے ساتھ رسول اللہؐ ہیں، تیری ماں اور تیرا خاندان تجھے روئے، تو اسلام لے آ‘‘۔ حضرت عباسؓ نے انھیں پناہ دی اور انھیں اور ان کے دونوں ساتھیوں کو خدمت نبویؐ میں پیش کیا (تینوں) اسلام لے آئے۔ رسول اللہؐ نے ابوسفیان کے لئے یہ اعلان کر دیا کہ جو شخص ان کے گھر میں داخل ہوا سے امان ہے اور جو شخص اپنا دروازہ بند رکھے اسے بھی امان ہے۔ ایک روایت کے بموجب حضرت عباسؓ نے رسول اللہؐ سے عرض کیا تھا کہ ’’یارسول اللہ! ابو سفیان (چوں کہ قریش کا سردار ہے) فخر کو پسند کرتا ہے اس لئے اس کے واسطے کوئی اعزاز کی بات فرما دیجئے‘‘۔ حضور اقدسؐ نے فرمایا کہ ’’اچھا جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پہنچ جائے گا اس کو امان ہے۔ جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے گا اس کو بھی امان ہے۔ جو شخص ہتھیار ڈال دے گا اس کو بھی امان ہے۔ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے گا اس کو بھی امان ہے۔ اور جو شخص حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو جائے گا اس کو بھی امان ہے‘‘۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابورویحہؓ کو ایک پرچم

عنایت فرمایا اور یہ اعلان کرنے کا حکم دیا کہ ''جو شخص ابورویحہ کے جھنڈے تلے آجائے گا اس کو امان ہے''۔

مکہ میں داخلہ

ابوسفیان نے جب واپسی کے ارادے سے چلنا چاہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ سے ارشاد فرمایا کہ ''عباس! پہاڑ کی ناک پر وادی کی تنگی کی جگہ ابوسفیان کو روکو تا کہ اس کے پاس سے خدائی لشکر گزرے تو وہ اسے دیکھ لے''۔ حضرت عباسؓ کہتے ہیں کہ میں نکلا اور ابو سفیان کو وادی کی تنگ جگہ روک لیا جہاں مجھے رسول اللہؐ نے ابوسفیان کو روکنے کے لئے فرمایا تھا۔

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ قبائل اپنے اپنے جھنڈوں کے ساتھ گزرنے لگے۔ جب بھی کوئی قبیلہ گزرتا ابوسفیان پوچھتے ''عباس! یہ کونسا قبیلہ ہے؟''۔ میں جواب دیتا کہ ''یہ قبیلہ سلیم ہے''۔ اس پر ابو سفیان کہتے ''اوہو یہ قبیلہ سلیم ہے''۔ پھر دوسرا قبیلہ گزرتا اور وہ پوچھتے ''عباس! یہ کون لوگ ہیں؟'' میں بتاتا ''یہ قبیلہ مزنیہ ہے''۔ پھر ابوسفیان کہتے ''اوہو یہ قبیلہ مزنیہ ہے''۔ یہاں تک کہ تمام قبائل گزر گئے جو بھی قبیلہ گزرتا تھا مجھ سے اس کے بارے میں دریافت کرتے تھے میں انھیں بتاتا تھا اور کہتے تھے ''اوہو فلاں قبیلہ'' یہاں تک رسول اللہؐ اپنے سبز لشکر کے ساتھ گزرے۔ بقول ابن ہشام اسے سبز لشکر اس لئے کہا گیا کہ اس کے تمام لوگ لوہے میں غرق تھے یعنی زرہ اور خود وغیرہ سامان حرب سے اس قدر مسلح اور مکمل تھے کہ صرف ان کی آنکھیں دکھائی دیتی تھی اور ایک قسم کی سبزی نظر آتی تھی۔

رسول اللہؐ کے ہمراہ مہاجرین وانصار صحابہ کرام کا انبوہ کثیر تھا ان میں سے ہر ایک زرہ پوش تھا کوئی

بھی زرہ کے بغیر نظر نہ آتا تھا۔ یہ دیکھ کر ابوسفیان نے بے ساختہ کہا ''سبحان اللہ! عباس! یہ کون لوگ ہیں؟'' حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا یہ مہاجرین اور انصار ہیں جو رسول اللہؐ کے ہمراہ چلنے کا شرف پارہے ہیں۔ ابوسفیان بولے ''ابوالفضل! خدا کی قسم ان لوگوں کا کوئی بھی سامنا نہیں کرسکتا نہ ایسی کسی میں طاقت ہے، تمہارے برادرزادہ کی حکومت ومملکت مستقبل قریب میں عظیم الشان ہو جائے گی''۔ اس پر میں نے کہا کہ ''یہ نبوت ہے''۔ تو ابوسفیان نے کہا ''ہاں بیشک یہ نبوت ہے''۔

مہاجرین کا علم حضرت زبیرؓ کے ہاتھ میں تھا اور انصار کا علم حضرت سعد بن عبادہؓ کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت سعد بن عبادہؓ جب ادھر سے گزرے تو ابوسفیان کو دیکھ کر انھیں جوش سا آگیا اور انھوں نے کہا کہ ''آج کا دن لڑائی کا دن ہے۔ آج کعبہ میں قتل وقتال حلال ہوگا۔'' یہ سن کر ابوسفیان گھبرا اٹھے اور سامنے جب رسول اللہؐ کی سواری مبارک رونق افروز ہوئی تو انھوں نے عرض کیا کہ ''یارسول اللہؐ! کیا آپ نے سعد بن عبادہ کو اپنی قوم کے قتل کرنے کا حکم دیا ہے؟'' انھوں نے حضرت سعدؓ کا قول دہرایا اور پھر عرض کرنے لگے'' میں آپ کو اللہ اور قرابتوں کا واسطہ دیتا ہوں، نیکی اور صلہ رحمی میں بے شک آپ سب سے بڑھ کر ہیں''۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ''اے ابوسفیان! آج کا دن مہربانی کا دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ قریش کو عزت بخشے گا''۔ بخاری شریف کی روایت میں آیا ہے کہ حضور انورؐ نے یہ ارشاد فرمایا کہ ''سعد نے غلط کہا۔ آج خانہ کعبہ کی عظمت کا دن ہے اور خانہ کعبہ کو غلاف پہنایا جائے گا''۔ حضور اکرمؐ نے یہ حکم دیا کہ ''علم حضرت سعدؓ کے ہاتھ سے لے کر ان کے بیٹے قیسؓ بن سعد کو دے دیا جائے''۔

رسول اللہؐ نے حکم دیا کہ فوج مختلف راستوں سے شہر میں داخل ہو اور ان احکام کی پابندی کرے (۱) جو کوئی شخص ہتھیار پھینک دے اسے قتل نہ کیا جائے (۲) جو کوئی شخص خانہ کعبہ کے اندر پہنچ جائے اسے قتل نہ کیا جائے (۳) جو کوئی شخص اپنے گھر کے اندر بیٹھا رہے اسے قتل نہ کیا جائے (۴) جو کوئی

شخص حکیم بن حزام کے گھر جا رہے اسے قتل نہ کیا جائے (۵) جو کوئی شخص ابوسفیان کے گھر جا رہے اسے قتل نہ کیا جائے (۶) بھاگ جانے والے کا تعاقب نہ کیا جائے (۷) زخمی کو قتل نہ کیا جائے (۸) اسیر کو قتل نہ کیا جائے۔ (بحوالہ رحمۃ للعلمینؐ)

حضرت عباسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے ابوسفیان سے کہا کہ "اپنی قوم کی طرف جانے میں جلدی کرو"۔ چنانچہ ابوسفیان بہ عجلت گئے اور اپنے لوگوں میں پہنچ کر بہ آواز بلند اعلان کیا "اے گروہ قریش! یہ رہے محمدؐ جو تمہارے سروں پر آ گئے ہیں تم ان کا سامنا نہیں کر سکتے اس لئے جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا وہ امن میں رہے گا"۔ یہ بات سن کر ہند بنت عتبہ جو ابوسفیان کی زوجہ تھی آگے بڑھیں اور ابو سفیان کو بہت سخت سست کہا یہاں تک کہ ان کی مونچھیں پکڑ لیں اور لوگوں سے کہا کہ اسے قتل کر ڈالو جس میں کوئی خیر نہیں اور یہ دشمن کی صورت دیکھتے ہی ہراساں ہو گیا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ہندہ نے ابوسفیان کی داڑھی پکڑ کر کھینچی اور چیخ کر کہا "اے آل غالب! اسے قتل کر دو۔ کیا تم جنگ کر کے اپنی جانوں اور اپنے وطن کا بچاؤ نہیں کرو گے؟"۔ اس پر ابوسفیان نے بیوی کو جھڑک کر کہا۔ "تیرا ناس ہو۔ خاموشی کے ساتھ گھر میں گھس جا"۔ اس کے بعد انھوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے پھر کہا "تم اس کی وجہ سے اپنی جانوں کے متعلق ہرگز دھوکہ میں نہ پڑ جانا۔ محمدؐ تمہارے خلاف ایسا عظیم لشکر لے کر آئے ہیں جس کا تم مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اب جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے گا اس کو امان ہے"۔ قریش یہ سن کر کہنے لگے کہ تم پر خدا کی مار، کیا تمہارا گھر ہم سب کے لئے کافی ہو جائے گا؟ اس وقت ابوسفیان نے کہا۔ "جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے گا اس کو بھی امان ہے اور جو شخص مسجد حرام میں داخل ہو جائے گا اس کو بھی امان ہے اور جو شخص ہتھیار ڈال دے گا اس کو بھی امان ہے اور جو شخص حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو جائے گا اس کو بھی امان ہے، جو شخص ابورویحہ کے جھنڈے تلے آ جائے گا اس کو بھی امان ہے"۔ یہ

سنتے ہی لوگ دوڑ پڑے اور کچھ اپنے گھروں میں گھس گئے اور کچھ لوگ مسجد حرام میں داخل ہو گئے۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو حکم دیا کہ تمام قبائل عرب کے دستے لے کر وہ مکہ کے زیریں حصہ سے شہر میں داخل ہوں اور بالکل شروع میں جو مکانات ہیں وہاں پر اپنا پرچم نصب کر دیں۔

دوسری طرف صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابوجہل اور سہیل بن عمرو نے جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، لوگوں کو خندمہ کے مقام پر جمع کر لیا تھا اور مسلمانوں سے مقابلہ کا فیصلہ کر چکے تھے۔ خندمہ مکے کا ایک پہاڑ تھا۔ ☆ان لوگوں میں ایک شخص تھا جو ہتھیار بنایا کرتا تھا اور ان کی مرمت کیا کرتا تھا۔ اس شخص کی بیوی مسلمان ہو چکی تھی لیکن اس نے اپنے اسلام کو ظاہر نہیں کیا تھا۔ اس نے جب اپنے شوہر کو ہتھیار بناتے دیکھا تو کہا کہ "میں نہیں سمجھتی کہ تم کس کے لئے یہ ہتھیار بنایا کرتے ہو"۔ اس شخص نے اپنی بیوی کو جواب دیا "(حضرت) محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کے لئے"۔ اس عورت نے کہا "خدا کی قسم! میں نہیں سمجھتی کہ کوئی بھی چیز (حضرت) محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کا مقابلہ کر سکتی ہے"۔ اس پر اس شخص نے کہا "خدا کی قسم! میں چاہتا ہوں کہ ان میں سے (یعنی مسلمانوں میں سے) کسی کو پکڑ کر تیری خدمت پر متعین کر دوں (یعنی جنگ ہوتی تو میں کسی کو گرفتار کر کے بطور غلام تیری خدمت کے لئے تجھے دوں گا۔ گویا اسی مقصد کے لئے وہ تیاری کر رہا تھا)"۔ تاریخ مکہ میں یہ واقعہ اس طرح ہے کہ ایک قریشی شخص تھا جس کی بیوی اس کے لئے تیر تراشا کرتی تھی۔ یہ عورت خفیہ طور پر مسلمان ہو چکی تھی۔ ایک دن اس نے اپنے شوہر سے کہا کہ "تم آخر یہ تیر کس کے لئے ترشوایا کرتے ہو؟" اس قریش نے کہ "مجھے معلوم ہوا ہے کہ "(حضرت) محمدؐ مکہ فتح کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں اور اس کے لئے جنگ کریں گے۔ اگر ایسا ہوا تو ان کے جو آدمی گرفتار ہوں گے ان میں سے ایک تیری خدمت کے لئے غلام کے طور پر تجھے دوں گا

''۔اس پر اس کی بیوی نے کہا کہ ''خدا کی قسم! گویا میں تصور میں تمھیں دیکھ رہی ہوں کہ تم (حضرت) محمدؐ کے شہسواروں کا لشکر دیکھ کر ہی بدحواسی کے عالم میں میرے پاس دوڑے آرہے ہوتا کہ میں تمھیں کسی محفوظ جگہ چھپا دوں''۔ چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ پر اقدام فرمایا اور آقائے دو جہاںؐ شہر میں داخل ہوئے تو یہ شخص واقعی بھاگتا ہوا اپنی بیوی کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ''تیرا ناس ہو کوئی چھپنے کی جگہ بھی ہے؟'' اس پر بیوی نے طنزیہ طور پر اس کو یاد دلاتے ہوئے پوچھا ''میرا وہ خادم کہاں ہے؟'' اس قریشی نے بیوی سے کہا ''ایسی باتیں نہ کرو'' اس واقعہ کا سبب یہ تھا کہ جب حضرت خالد بن ولیدؓ قبائل کا لشکر لے کر اس جگہ پہنچے جہاں کے لئے رسول اللہؐ نے ان کو حکم دیا تھا تو قریشیوں نے ان کو شہر میں داخل ہونے سے روکا اور ان پر تیر اندازی شروع کردی۔ ساتھ ہی قریش نے پکار کر حضرت خالدؓ سے کہا کہ تم زبردستی شہر میں ہرگز داخل نہیں ہوسکتے۔ جب حضرت خالدؓ نے جوابی کاروائی کا حکم دیا تو قریشیوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ شکست کھا کر بھاگنے والوں میں یہ شخص بھی تھا (جو کسی مسلمان کو گرفتار کر کے بطور خادم اپنی بیوی کو پیش کرنا چاہتا تھا)۔ حضرت خالدؓ برابر مشرکوں کو دباتے ہوئے بڑھتے رہے یہاں تک کہ ان کا اگلا دستہ مسجد حرام کے دروازے تک پہنچ گیا۔ مشرکوں میں بھگدڑ مچی ہوئی تھی ان کی ایک جماعت نے سامنے پہاڑ پر چڑھ کر جان بچائی۔ اس وقت رسول اللہؐ عقبہ کے مقام پر تھے وہاں سے حضور انورؐ نے تلواروں کی چمک دیکھی تو حضور اکرمؐ نے صحابہ کرام سے دریافت فرمایا کہ ''یہ کیا ہو رہا ہے جب کہ میں نے جنگ و خونریزی سے منع کیا تھا؟'' صحابہ کرام نے حضور اکرمؐ سے عرض کیا کہ ''شاید مشرکین نے حضرت خالدؓ سے مقابلہ کیا اور جنگ کی ابتداء کی جس کے نتیجے میں انھیں مقابلہ آنے والوں کے خلاف جنگ کرنے کے سواء چارہ کار نہیں رہا ہوگا ورنہ یا رسول اللہؐ! خالدؓ آپ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والے آدمیوں میں سے ہرگز نہیں ہیں''۔ ایک روایت کے بموجب مسلمانوں کے جو دو

حفاظتی دستے تھے ان میں سے ایک پر رسول اللہؐ نے حضرت زبیرؓ کو سربراہ بنایا تھا۔ یہ دو ٹکڑیاں دائیں بائیں بازو کی تھیں۔ اور ان کے درمیان قلب لشکر تھا اس کے بعد جو دوسرا دستہ تھا اس کے امیر حضرت خالد بن ولیدؓ تھے اور پیدل فوج حضرت ابو عبیدہؓ کی سرداری میں تھی۔ غالباً مکہ میں داخل ہونے سے پہلے صورت حال یہی تھی۔ لہذا اب یہ بات اس آئندہ روایت کے خلاف نہیں رہتی جس کے مطابق رسولؐ اللہ نے حضرت زبیرؓ کو پرچم دیا اور حکم دیا کہ اس پرچم کو حجون میں نصب کر دیں اور آپ کے وہاں پہنچے تک وہاں سے نہ ہٹیں۔ شہر میں داخل ہونے والے دستوں میں صرف اس دستہ کا جو حضرت خالدؓ بن ولید کے ماتحت تھا کچھ مقابلہ ہوا باقی سب دستے بلا مزاحمت شہر میں داخل ہو گئے۔ جو مقابلہ ہوا اس میں ۳۸ مقابل کیفر کردار کو پہنچے اور مسلمانوں میں سے دو آدمی شہید ہوئے جو راستہ بھول گئے تھے۔ ایک حضرت کرزؓ بن جابر الفہری اور دوسرے حضرت حُنیشؓ بن الاشعر تھے۔

فتح عظیم مکہ معظّمہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکے میں داخل ہوئے تو اس وقت آقائے دو جہاںؐ اپنی اونٹنی قصواء پر سوار تھے اور حضور انورؐ کے پیچھے اسامہؓ بن زید بیٹھے تھے۔ جس وقت سرکار دو عالمؐ داخل ہوئے وہ صبح کا وقت تھا۔ حضور اکرمؐ نے سرخ رنگ کی یمنی چادر کا ایک پلہ سر اقدس سے لپیٹ رکھا تھا اور حق تعالی کی جناب میں تواضع اور انکسار کے لئے آقائے دو جہاںؐ نے اپنا سر مبارک جھکا کر کجاوے پر رکھا ہوا تھا جو مسلمانوں کی کثرت اور مکہ کی عظیم الشان فتح پر اللہ تعالی کے حضور شکر نعمت اور اظہار بندگی کے لئے تھا۔ اس وقت رسول اللہؐ کی زبان مبارک پر یہ الفاظ تھے کہ ''اے اللہ! زندگی اور عیش صرف آخرت ہی کا

ہے''۔ ایک قول ہے کہ جب حضور اکرمؐ مکہ میں داخل ہوئے تو حضور اقدسؐ کے سر مبارک پر خود تھا نیز ایک قول ہے کہ سر اقدس پر ایک سیاہ رنگ کا خرقانی عمامہ تھا جس کے دونوں پلے سرکار دو عالمؐ نے اپنے مقدس شانوں پر ڈال رکھے تھے۔ رسول اللہؐ بغیر احرام کے تھے اور حضورؐ کا بڑا پرچم بھی سیاہ رنگ کا تھا اور چھوٹا پرچم بھی سیاہ رنگ کا تھا مگر حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جس روز رسول اللہؐ مکہ میں داخل ہوئے تو حضور انورؐ کا لواء شریف سفید رنگ کا تھا اور رایت سیاہ رنگ کا تھا جس کا نام عقاب تھا یعنی یہ وہی عقاب (عقابی پرچم) تھا جو آقائے دو جہاںؐ کے ساتھ غزوہ خیبر کے موقع پر بھی تھا۔ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہؐ کداء کے مقام پر مکہ میں داخل ہوئے تھے جو مکہ کی بالائی سمت میں ہے یہی قول مشہور بھی ہے۔ مکے میں داخل ہونے کے لئے رسول اللہؐ نے غسل فرمایا تھا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکے میں پہنچ کر فروکش ہو گئے اور لوگ اطمینان سے بیٹھے تو حضور اکرمؐ نے آرام فرمایا یہ حجون کے مقام کی بات ہے جہاں حضرت زبیرؓ نے پرچم نصب کیا تھا حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہؐ کو شعب ابی طالب کے پاس دیکھا کہ حضور انورؐ ایک چرمی قبہ میں ٹھہرے جو آقائے دو جہاںؐ کے لئے نصب کیا گیا تھا۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ شہر میں داخل ہو کر جب مکے کے مکانات پر حضور انورؐ کی نظر پڑی تو حضور اقدسؐ رک گئے پھر سرکارؐ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس کی حمد و ثناء بیان کی اس کے بعد رسول اللہؐ نے قبہ کی طرف دیکھا اور فرمایا کہ ''جابر! یہی ہماری منزل اور ٹھکانہ ہے جہاں قریش نے ہمارے خلاف حلف کر کے ہمیں محصور کیا تھا''۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں اس وقت مجھے رسول اللہؐ کی وہ حدیث یاد آ گئی جو میں نے اس سے پہلے مدینہ میں سنی تھی کہ جب اللہ تعالیٰ ہمارے ہاتھوں مکہ فتح کرائے گا تو ہماری منزل خیف بن کنانہ میں ہوگی جہاں قریش نے کفر پر ہمارے خلاف حلف کیا تھا۔ کیونکہ قریش اور بنی کنانہ نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کے خلاف حلف کیا تھا

کہ جب تک کے یہ لوگ رسول اللہؐ کو ہمارے حوالے نہ کریں اس وقت تک نہ ان کے ساتھ شادی بیاہ کا رشتہ قائم کریں گے اور نہ خرید و فروخت کریں گے۔ (چنانچہ اس فیصلہ کے بعد قریش نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کو شعب ابی طالب نامی مقام میں محصور ہونے پر مجبور کر دیا تھا اور ان کا مکمل مقاطعہ اور بائیکاٹ کر دیا تھا جو تین سال تک جاری رہا)۔

حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے سرکار دو عالمؐ سے عرض کیا کہ ''یا رسول اللہؐ! کل آپ اپنے وطن میں کہاں قیام فرمائیں گے؟ کیا اپنے مکان میں؟''۔ حضور انورؐ نے فرمایا کہ ''کیا عقیل نے ہمارے لئے کوئی گھر باقی چھوڑا ہے؟'' (عقیل سردار ابو طالب کے فرزند تھے)۔

رسول اللہؐ کا مکہ مکرمہ میں داخلہ پیر کے دن ہوا۔ چنانچہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور اکرمؐ پیر کے دن ہی پیدا ہوئے۔ پیر کے دن ہی حضور انورؐ نے حجر اسود رکھا۔ پیر کے دن ہی حضور اقدسؐ ہجرت کر کے مکے سے روانہ ہوے پیر کے دن ہی مدینہ میں داخل ہوئے اور پیر کے دن ہی سرکار دو عالمؐ پر سورہ مائدہ نازل ہوئی۔ (سیرت طیبہ)

ابن اسحاق نے کہا کہ رسول اللہؐ نے مکہ میں داخل ہونے کا حکم فرمایا تو اس وقت اپنے اپنے لشکر کے امیروں اور قائدوں سے عہد لیا کہ وہ بجز ان لوگوں کے جو ان سے آکر لڑیں اور کسی کو قتل نہ کریں مگر ساتھ ہی حضور اکرمؐ نے کچھ آدمیوں کے نام بتا کر عہد بھی لیا کہ وہ جہاں مل جائیں حتیٰ کہ کعبہ کے پردوں کے پیچھے بھی، تو انھیں وہیں کیفر کردار تک پہنچا دو۔ تاہم ان میں سے بعض کی جاں بخشی بھی ہوئی اور ان کا اسلام قبول فرما لیا گیا۔ صفیہ بنت شیبہ سے روایت ہے کہ (فتح حاصل ہو جانے کے بعد) رسول اللہؐ نے مکہ میں نزول فرمایا اور عام اطمینان ہو گیا تو آقائے دو جہاںؐ نکلے اور بیت اللہ پہنچے۔ رسول اللہؐ نے سواری ہی پر بیٹھے ہوے طواف کیا۔ بہ حالت طواف حضور اکرمؐ کے ہاتھ میں چھڑی یعنی محجن (محجن وہ لکڑی یا

چھڑی کو کہتے ہیں جو سوار کے ہاتھ میں رہتی ہے) تھی اس سے حجر اسود کو (بہ غرض بوسہ) چھوتے تھے۔

جب رسول اللہؐ طواف کر چکے تو عثمان بن طلحہ کو طلب فرمایا۔ ان سے اس کی کنجی لے کر کعبۃ اللہ کو کھولا اور اندر داخل ہوئے۔ اندر لکڑی کے بنے ہوئے کبوتر دیکھے تو انھیں دست مبارک سے توڑ کر پھینک دیا۔ کعبہ میں نماز ادا کی پھر کعبۃ اللہ کے دروازے پر آ کر کھڑے ہو گئے۔ لوگ آقائے دو جہاںؐ کے لئے مسجد حرام میں جمع ہو گئے۔ رسول اللہؐ نے خانہ کعبہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر یہ الفاظ فرمائے۔

ترجمہ ''اللہ کے سواء کوئی معبود نہیں جو وحدہٗ لاشریک ہے، اس کا وعدہ سچا ثابت ہوا اس نے اپنے بندے کی نصرت فرمائی محض اسی نے تمام گروہوں کو شکست دی۔ سن لو ہر موروثی استحقاق، ہر خون اور مال جس کا دعوی کیا جائے وہ میرے ان دونوں قدموں کے نیچے ہے بجز خدمت بیت اللہ کے حق اور حجاج کو پانی پلانے کے حق کے۔ سن لو جو خطاً قتل ہوا ہو وہ کوڑے اور لاٹھی سے عمداً قتل کئے جانے والے کے مشابہ ہے پس اس میں دیت مغلظہ ہے یعنی سو اونٹ جن میں سے چالیس ایسے اونٹ ہوں گے جن کے پیٹ میں بچے ہوں (گابھن ہوں) اے گروہ قریش! اللہ تعالی نے تم سے جاہلیت کی نخوت اور آباء واجداد پر فخر وغرور زائل کر دیا سب انسان آدم سے پیدا ہوئے اور آدم مٹی سے''۔

پھر یہ آیت تلاوت فرمائی۔ ترجمہ ''اے لوگو! ہم نے تمھیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور ہم نے تمہارے اور قبیلے بنائے تا کہ تم ایک دوسرے کو پہنچان سکو، بے شک تم میں سب سے زیادہ شریف اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے یقیناً اللہ خبیر وعلیم ہے''۔ (۴۹/۱۳)

اس کے بعد رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ''اے گروہ قریش! میں تمہارے بارے میں جو کچھ کرنے والا ہوں اس کے متعلق تم کیا رائے رکھتے ہو؟'' سب نے کہا ''بہتر رائے رکھتے ہیں آپ شریف بھائی ہیں، شریف بھائی کے بیٹے ہیں''۔ حضور رحمۃ للعلمینؐ نے فرمایا کہ ''جاؤ! اب تم آزاد ہو''۔ (ابن ہشام)

رسول اللہؐ نے پہلے خدا کے گھر کو بتوں سے پاک کیا اس وقت بیت اللہ کے گرداگرد ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے۔ نبی کریمؐ کمان کے گوشے (یا چھڑی کی نوک سے) ہر ایک بت کو گراتے جاتے تھے اور زبان مبارک سے یہ پڑھ رہے تھے۔

''اور اعلان کر دیجئے کہ حق آچکا اور ناحق نابود ہو گیا یقینا باطل تھا بھی نابود ہونے والا''۔(۸۱/۱۷)

''کہہ دیجئے کہ حق آچکا باطل نہ تو پہلے کچھ کر سکا ہے اور نہ کر سکے گا'' (۴۹/۳۴)

سیرت حلبیہ میں لکھا ہے کہ اس مو رسول اللہؐ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی۔ حضورؐ ہر بت کی طرف اس لکڑی سے صرف اشارہ کرتے اور وہ بت منہ کے بل گر جاتا تھا۔

کعبۃ اللہ شریف میں چند ایسے بڑے بت تھے جو اونچی جگہوں پر نصب تھے اور ان تک ہاتھ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ حضرت علی المرتضیٰؓ نے عرض کیا ''یا رسول اللہ! اپنے قدم مبارک کو میرے کندھوں پر رکھئے اور ان بتوں کو گرا دیجئے''۔ لیکن حضورؐ نے حضرت علیؓ کو اپنے دوش مبارک پر سوار کر لیا اور حضرت علیؓ بتوں کو توڑنے لگے۔ اس حالت میں رسول اللہؐ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ ''خود کو کیا دیکھتے ہو؟''۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ ''یا رسول اللہؐ! میں ایسا دیکھتا ہوں کہ گویا تمام حجابات اٹھ گئے ہیں اور میرا سر عرش سے جا ملا ہے اور جدھر میں ہاتھ پھیلاؤں وہ چیز میرے ہاتھ آجاتی ہے۔ جب سارے بت گر چکے تو حضرت علیؓ نے اپنے آپ کو حضورؐ کے دوشے مبارک سے نیچے گرا لیا۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا کہ میں نے خود کو اتنی بلندی سے گرایا اور مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچی۔ حضور انورؐ نے فرمایا کہ ''تمہیں تکلیف کیسے پہنچتی جب کہ تمہیں اٹھانے والے محمدؐ ہوں اور اتارنے والے جبرئیلؑ''۔ (مدارج النبوہ ج ۲)

سیرت حلبیہ میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ جب وہ حضورؐ کے شانوں پر بیٹھ گئے تو ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ اگر چاہے تو آسمان کے کناروں کو چھو سکتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ ایک

دفعہ کسی نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ جب آپ رسول اللہؐ کے کندھے مبارک پر چڑھے تھے تو اس وقت آپ کی حالت کیا تھی اور آپ کیا محسوس کر رہے تھے؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ ''اس وقت میری یہ حالت تھی کہ اگر میں کسی ستارہ کو بھی چھونا چاہتا تو چھو سکتا تھا''۔ (سیرت حلبیہ)

اس کام سے فارغ ہو کر آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان بن طلحہ کو طلب فرمایا۔ ان کے خاندان میں مدت سے کعبہ کی کلید برداری چلی آرہی تھی۔ ابتدائے ایام نبوت میں رسول اللہؐ نے ان ہی (عثمان بن طلحہ) سے فرمایا تھا کہ ''بیت اللہ کھول دو''۔ انھوں نے انکار کیا تھا۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا تھا ''اچھا دیکھ لینا ایک دن یہ کلید میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جسے چاہوں گا عطا کروں گا''۔ عثمان نے جواب دیا تھا کہ ''کیا اس روز قریش کے سب ہی مرد ذلیل وتباہ ہو جائیں گے؟'' حضور انورؐ نے فرمایا تھا کہ ''وہ اور بھی عزت واقبال والے ہوں گے''۔ اسی عرصہ میں مکہ کے وہ سب سردار اور بڑے بڑے لوگ جمع ہو گئے تھے جنھوں نے (۱) بیسوں مسلمانوں کو قتل کیا تھا یا کرایا تھا۔ (۲) سینکڑوں مسلمانوں کو اذیت دے دے کر گھر بار سے نکالا تھا۔ (۳) دین اسلام کو تباہ کرنے اور مسلمانوں کو برباد کرنے کے لئے حبش، شام، نجد اور یمن تک سفر کئے تھے۔ (۴) جنھوں نے بارہا مدینے پر حملے کر کے مسلمانوں کو (۳۰۰ میل پر چلے جانے کے بعد بھی) چین سے رہنے نہ دیا تھا یعنی وہ سب لوگ جو مسلمانوں کو فنا کرنے زر سے، مال سے، زور سے، تدبیر سے، ہتھیار سے اور تزویہ سے اپنا سارا زور لگا چکے تھے اور اپنی ناپاک کوششوں میں ۲۱ سال تک برابر منہمک رہے تھے۔ رسول اللہؐ جنھیں اللہ نے تمام مخلوق کے واسطے رحمت بنایا، جب عبادت سے فارغ ہو کر باہر رونق افروز ہوئے تو حضرت عباسؓ (عم رسول اللہؐ) نے عرض کی کہ کلید بیت اللہ بنی ہاشم کو عطاء کی جائے۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''آج کا دن تو سلوک کرنے، پورے عطیات دینے کا دن ہے''۔ پھر عثمان بن طلحہ کو بلایا اور اسی کلید بیت اللہ کو جو دست اقدس

میں تھی انھیں کو دوبارہ مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ''جو کوئی تم سے یہ کلید چھینے گا وہ ظالم ہوگا''۔
(رحمۃ للعالمین)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی سبیل (سقایہ) حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ کو دی۔

رسول اللہؐ نے تمیم بن اسد الخزاعی کو بھیجا۔ انھوں نے حرم کے پتھروں کو درست کر دیا۔ ظہر کا وقت آ گیا تو حضرت بلالؓ نے کعبہ کی چھت کے اوپر اذان دی۔

حضرت عباسؓ نے رسول اللہؐ کے لئے زم زم کے کنویں سے ایک ڈول پانی کھینچا جس میں سے حضورؐ نے کچھ پیا اور پھر اس سے وضو کی۔ اس وقت مسلمان جھپٹ جھپٹ کر رسول اللہؐ کے وضو کا پانی لے کر اپنے چہروں پر مل رہے تھے یعنی حضورؐ کے وضو کا پانی زمین پر نہیں گر رہا تھا بلکہ مسلمان بڑھ بڑھ کر اس کو اپنے ہاتھوں پر لے لیتے تھے اور اگر ہاتھ میں اتنا پانی آجاتا کہ اسے پیا جا سکے تو اسے پی لیتے اور اگر کم ہوتا تو اس کو اپنے جسم پر مل لیتے۔ قریش جو ابھی ایمان نہیں لائے تھے یہ منظر دیکھ کر کہہ رہے تھے کہ ہم نے آج تک نہ دیکھا اور نہ سنا کہ کوئی بادشاہ اس درجہ کو پہنچا ہو۔ (سیرت حلبیہ)

رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ''اس دن کے بعد قریش سے قیامت تک (کفر پر) جنگ نہیں کی جائے گی''۔ رسول اللہؐ کعبے سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''تو اللہ کی زمینوں میں سب سے بہتر ہے اللہ کی زمینوں میں مجھے سب سے زیادہ محبوب ہے اگر میں تجھ سے نہ نکالا جاتا تو نہیں نکلتا''۔ رسول اللہؐ نے ان بتوں کی طرف سرایا بھیجے جو کعبے کے گرد تھے اور سب کو توڑ ڈالا ان میں سے العزیٰ، مناۃ، سواغ، بوانہ اور ذوالکفین تھے۔ رسول اللہؐ کے منادی نے مکے میں ندا دی کہ جو شخص اللہ اور روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو وہ اپنے گھر میں کوئی بت بغیر توڑے نہ چھوڑے۔ جب فتح کا دوسرا دن ہوا تو رسول اللہؐ نے ظہر کے بعد خطبہ پڑھا (وعظ فرمایا) اور ارشاد فرمایا کہ ''اللہ نے جس دن سے آسمان و زمین کو پیدا کیا (اسی دن سے) مکے کو حرام (محترم اور قتل و قتال سے محفوظ) کر دیا ہے وہ قیامت تک حرام ہے میرے لئے بھی دن کی ایک

ساعت کے سواء کبھی حلال نہیں ہوا۔ اس کے بعد وہ اپنی حرمت دیروزہ میں واپس چلا گیا لہذا تم میں جو لوگ حاضر ہیں وہ غائبین کو پہنچا دیں ہمارے لئے اس کے غنائم میں سے کچھ حلال نہیں‘‘۔

رسول اللہؐ نے ۲۰/ رمضان سنہ ۸ھ کو مکہ فتح کیا۔ پندرہ رات مقیم رہے پھر حنین کی طرف روانہ ہوئے۔ مکے پر عتابؓ بن اسید کو عامل بنایا گیا جو لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے۔ (ابن سعد)

حضرت عتابؓ بن اسید کی عمر اس وقت اکیس سال تھی اور انھیں بطور روزینہ ایک درہم یومیہ مقرر فرمایا۔ اس پر حضرت عتابؓ نے کہا کہ ’’اے لوگو! اللہ اس شخص کے جگر کو بھوکا رکھے کہ جو ایک درہم میں بھی بھوکا ہے‘‘۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک میں وہ برابر مکہ کے امیر رہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ جب خلیفہ ہوئے تو ان کو برقرار رکھا۔ جس دن حضرت ابو بکرؓ کی وفات ہوئی حضرت عتابؓ بن اسیدؓ نے بھی اسی دن وفات پائی۔

انصار کے اندیشے

جب آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوہ صفا پر تشریف فرما تھے تو دامن صفا میں انصار مدینہ کا مجمع تھا۔ اسی ثناء میں بعض انصار کی زبان سے یہ لفظ نکلا کہ اللہ تعالی نے آپ پر آپ کا شہر اور آپ کی زمین فتح کر دی ہے۔ مبادا ایسا نہ ہو کہ آپ یہیں ٹھہر جائیں اور مدینہ منورہ شریف نہ لے چلیں۔ وہ لوگ آپس میں اس طرح گفتگو کرنے لگے تھے۔ اسی وقت سرکار دو عالمؐ پر وحی کے آثار نمودار ہوئے۔ صحابہ کرام کی عادت تھی کہ نزول وحی کے دوران کوئی بھی رسول اللہؐ کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے۔ جب وحی پاک نازل ہو چکی تو حضور انورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ’’اے گروہ انصار! تم نے یہ کہا ہے؟‘‘۔ سبھوں نے

عرض کیا کہ ''جی ہاں یا رسول اللہؐ!''۔ تب آقائے دو جہاںؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''خوب سمجھ لو یہ (انصار کا ڈر) ہرگز نہیں ہوسکتا۔ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میں نے اللہ کے حکم سے ہجرت کی ہے تمہاری زندگی میری زندگی ہے'' (یعنی تم لوگ بے فکر رہو میں تمہارے ساتھ مدینہ منورہ چلوں گا، وہیں رہوں گا)۔ یہ سن کر انصار کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور عرض کیا کہ ''یا رسول اللہؐ! ہم کو اندیشہ ہوا کہ کہیں آپ یہیں رونق افروز نہ ہو جائیں اور ہم محروم نہ رہ جائیں۔ ہم غلامان جاں نثار اور خادمان وفا شعار ہر قسم کے ایثار کے لئے تیار ہیں لیکن اللہ اور رسولؐ کے بارے میں بڑے حساس ہیں''۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''اللہ اور اس کا رسول تم کو معذور اور سچا سمجھتے ہیں''۔

فتح عظیم کے بعد عفو کرم

حضرت بلالؓ نے جس وقت بام کعبہ پر چڑھ کر اذاں دی تو ابو محذورہ جمحی اور چند نوجوان جو وہاں تھے انھوں نے حضرت بلالؓ کی اذان کی نقل اتاری۔ ان سبھوں میں ابو محذورہ بہت ہی خوش الحان اور بلند آواز تھے۔ ان لوگوں کی آوازیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوش اقدس تک پہنچیں تو حضور انورؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''وہ حاضر کئے جائیں''۔ جب وہ نوجوان لائے گئے تو حضور اکرمؐ نے دریافت فرمایا کہ ''تم میں سے وہ کون ہے کہ جس کی آواز مجھ تک پہنچی؟'' سب ساتھیوں نے ابو محذورہ کی طرف اشارہ کیا۔ رسول اللہؐ نے دوسروں کو چھوڑ دینے کا حکم دیا اور ابو محذورہ کے متعلق ارشاد ہوا کہ وہ روک لئے جائیں۔ ابو محذورہ حضور اکرمؐ کے سامنے لرزاں کھڑے تھے۔ انھیں مختلف خدشات خوف زدہ کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ قتل کئے جانے کا بھی خوف تھا لیکن ان کی حیرت اور مسرت کی انتہاء نہ رہی جب

آقائے دو جہاںؐ نے انھیں اذان دینے کا حکم دیا۔ ابومحذورہ نے اذان دی۔ تب حضور انورؐ نے انھیں ایک تھیلی عطاء فرمائی جس میں رقم تھی اور ابومحذورہ کے سر، پیشانی اور سینہ پر دست اقدس پھیرا اور انھیں برکت کی دعاء دی۔ ابومحذورہ کہتے ہیں کہ بس کیا تھا دست مبارک کا ان کے سر اور سینہ پر پھیرنا تھا کہ ان کی کایا ہی پلٹ گئی۔ دل میں حضور اقدسؐ کی محبت کا طوفان موجزن ہو گیا۔ انھوں نے خود سرکار دو عالمؐ سے عرض کیا کہ ''یارسول اللہؐ! مجھ کو مکہ کا موذن مقرر فرما دیجئے''۔ ان کی عرضی سماعت فرمائی اور اسے شرف قبولیت بخشا اور ارشاد فرمایا کہ ''ابومحذورہ! میں نے تجھ کو مکہ کا موذن مقرر کیا''۔ اس کے بعد حضرت ابو محذورہؓ امیر مکہ حضرت عتاب بن اسیدؓ کے پاس آئے اور اپنے تقرر کی اطلاع دی۔ حضرت ابومحذورہؓ اس کے بعد سے تادم زیست اس منصب اعلی پر فائز رہے۔ جس وقت حضرت ابومحذورہؓ موذن مکہ مقرر ہوئے تھے عمر ۱۶ سال تھی۔ تقریباً ۴۳ برس تک اس خدمت کو انجام دیا اور سنہ ۵۹ھ میں وفات پائی۔ ان کے بعد ان کی اولاد نسلاً بعد نسل ان کی اذان کی وارث ہوئی۔ (بحوالہ سیرت المصطفےؐ)

رسول اللہؐ نے قریش سے مخاطب ہو کر ارشاد فرمایا کہ ''اے گروقریش! تمہارا کیا خیال ہے کہ میں تمہارے ساتھ کیا معاملہ کروں گا؟'' قریش نے جواب دیا ''بھلائی کا۔ آپ ایک نیک بھائی ہیں اور نیک بھائی کے بیٹے ہیں حالانکہ آپ کو اختیار حاصل ہے (کہ جو چاہے کر سکتے ہیں)''۔ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''میں تم سے وہی کہتا ہوں جو میرے بھائی یوسفؑ نے کہا تھا آج تم پر کوئی عتاب اور تم سے کوئی باز پرس نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے جو سب سے بڑا رحم کرنے والا اور بڑا مہربان ہے۔ جاؤ تم سب کے سب آزاد ہو!''۔ ان سب قریشیوں کو چھوڑ دیا گیا غلام نہیں بنایا گیا اگرچہ کہ یہ سب مسلمانوں کے قابو میں آئے تھے۔ (سیرت حلبیہ)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طواف سے فارغ ہو کر کوہ صفا تشریف لائے اور یہاں رونق افروز

ہو کر مسلمان ہونے والوں کی بیعت قبول فرمائی۔ بیعت کرنے والوں کو مندرجہ ذیل باتوں کا اقرار کرنا پڑا تھا(۱) میں اللہ کے ساتھ کسی کو بھی اس کی ذات میں، صفات میں اور استحقاق عبادت و استحقاق استعانت میں شریک نہ کروں گا(۲) میں چوری نہ کروں گا، زنا نہ کروں گا، خون ناحق نہ کروں گا، لڑکیوں کو جان سے نہ ماروں گا، کسی پر بہتان نہ لگاؤں گا(۳) میں امور حق میں نبی اللہؐ کی اطاعت بقدر استطاعت کروں گا۔ عورتوں سے مزید اقرار بیعت ان امور پر لیا جاتا تھا کہ ''کسی کے سوگ میں منہ نہ نوچیں گی۔ طمانچوں سے چہرہ نہ پیٹیں گی۔ نہ سر کے بال کھسوٹیں گی نہ گریبان چاک کریں گی، نہ سیاہ کپڑے پہنے گی، نہ قبر پر سوگواری میں بیٹھیں گی''۔ عورتوں سے بیعت لینے کا طریقہ یہ تھا کہ پانی کے برتن میں رسول اللہؐ اپنا دست مبارک ڈال کر نکال لیتے پھر بیعت کرنے والی اسی برتن میں اپنا ہاتھ ڈالتی۔ دوسرے مواقع پر صرف زبانی اقرار لے کر ہی تکمیل بیعت فرمایا کرتے۔

فتح مکہ کے موقع پر حضور رحمتہ للعالمینؐ کی شان رحمت و عطاء عام کا خصوصی انداز ہر ایک کو شادمان و مسرور کر رہا تھا۔ سب سے اہم پہلو عفو تقصیرات کا کہ جو مکہ مکرمہ میں فرمائی گئیں مکہ میں داخل ہونے سے پہلے تمام فوج کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ کسی شخص پر حملہ نہ کریں۔ لیکن چار مرد اور دو عورتیں جو اپنے سابقہ جرائم کی وجہ سے واجب القتل تھے اعلان کر دیا گیا کہ انھیں کیفر کردار تک پہنچا دیا جائے لیکن ان چار مردوں میں سے صرف (۱) عبداللہ ابن خطل کو قتل کیا گیا۔ یہ پہلے مسلمان ہو چکا تھا لیکن اس نے اپنے غلام کو اس لئے قتل کر دیا کہ وہ ایک موقع پر نیند کی وجہ سے کھانا تیار نہیں کیا تھا پھر اپنے غلام کو قتل کر کے مکہ بھاگ آیا تھا۔ باقی تین عکرمہ بن ابی جہل، ہبار بن الاسود اور عبداللہ بن ابی سرح کو معافی دے دی گئی۔ (۲) عکرمہ علاوہ ازیں کہ ابو جہل کا بیٹا تھا اور بارہا مسلمانوں سے جنگ کر چکا تھا اب حال میں بھی بنو خزاعہ کو جو مسلمانوں کے حلیف تھے تباہ کرنے کا باعث یہی تھا (۳) عبداللہ بن سعد عامری۔ یہ

پہلے مسلمان تھا پھر مرتد ہو گیا اور قریش سے جا ملا۔ دوران فتح مکہ وہ حضرت عثمانؓ کے پاس جا چھپا کیوں کہ وہ ان کا رضاعی بھائی تھا۔ حضرت عثمانؓ نے اس کے لئے امان طلب کی۔ (۴) حویرث بن نقید۔ یہ مکہ میں حضورؐ کو تکلیف دیا کرتا تھا اور حضورؐ کی شہزادیوں کو دوران ہجرت تکلیف دی تھی۔ (۵) ہبار نے شہزادی دارین حضرت سیدہ زینبؓ بنت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جب کہ وہ مکہ سے مدینہ کو ہودج میں بیٹھی جا رہی تھی نیزہ مارا اور کجاوا گرا دیا تھا۔ اس صدمہ سے ان کا حمل ساقط ہو گیا اور بالآخر اسی صدمہ سے انھوں نے وفات پائی تھی۔ اللہ اکبر! ایسے بدترین مجرمین پر رحم فرمانا بلاشبہ رحمۃ للعلمینؐ کا ہی کام ہے۔ دو عورتوں میں سے ایک عورت کو جو قتل عمد کا ارتکاب کی تھی سزائے قصاص دی گئی تھی۔

معافی پانے والوں میں ہندہ زوجہ ابوسفیان بھی ہے اس عورت نے نبی کریمؐ کے چچا کا کلیجہ سینہ سے نکال کر دانتوں سے چبایا ان کی ناک کان کاٹ کرتا گے میں پرو کر گلے کا ہار بنایا تھا۔ وحشی کو بھی معافی دی گئی جس نے حضرت سیدالشہداء امیر حمزہؓ (اسد اللہ و رسولہ) کو دھوکے سے مارا تھا اور پھر نعش کو بے حرمت کیا تھا۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور انورؐ کے عسکریوں نے مکہ فتح نہیں کیا تھا بلکہ خلق محمدیؐ اور عفو و رحم مصطفویؐ نے اہل مکہ کے دلوں کو فتح کر لیا تھا۔ فتح کے بعد غنیمت کے طور پر کفار کے مال وجنس پر قبضہ کرنے کا تو کیا ذکر ہے، مہاجرین مسلمان جو مکہ ہی سے اجڑ کر گئے تھے ان کے گھروں پر کفار نے قبضہ کر لیا تھا اب ان مسلمانوں نے نبی کریمؐ سے اپنی جائیدادوں کے واپس لائے جانے کی درخواست کی، لیکن حضور انورؐ نے ان کی اس درخواست کو نامنظور فرما دیا۔ گویا حضور اقدسؐ کا یہ مدعا تھا کہ جن چیزوں کو تم اللہ کے لئے چھوڑ چکے اب ان کی واپسی کا کیوں سوال کرتے ہو۔

قبل ازیں جب رسول اللہؐ مسجد حرام میں تشریف فرما تھے تو حضرت ابوبکرؓ اپنے ضعیف والد حضرت ابی قحافہ کو آقائے دو جہاںؐ کی خدمت اقدس میں لے آئے اور حضور انورؐ کے سامنے بٹھا دیا۔ حضورؐ نے ابو

قحافہ کے سینہ پر دست مبارک پھیرا اور اسلام کی تلقین کی۔ ابو قحافہ نے اسلام قبول کیا۔ سیرت حلبیہ میں لکھا ہے کہ ''جب ابو قحافہ اسلام لے آئے تو رسول اللہؐ نے حضرت ابو بکرؓ کو مبارکباد دی''۔ اسی طرح صفوان بن امیہ سرداران قریش میں سے تھے اور جود وسخا میں مشہور تھے، فتح مکہ کے دن وہ جدہ کی طرف نکل گئے تھے۔ ان کے چچا زاد بھائی عمیرؓ بن وہب نے ان کے لئے امان کی درخواست بارگاہ رسالتؐ میں پیش کی جسے حضور اکرمؐ نے منظور فرمایا اور بطور علامت اپنی ردائے پاک بھی مرحمت فرمائی۔ عمیر، صفوان کو واپس لائے انھوں نے چار ماہ کی مہلت طلب کی جو عطاء کی گئی۔ حنین سے واپسی کے بعد وہ حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مشرف بہ ایمان ہو گئے۔ خطیب قریش سہیل بن عمرو نے اپنے فرزند عبداللہ بن سہیل کو حضور انورؐ کی خدمت میں بھیجا اور طالب امان ہوئے جو انھیں سرفراز ہوئی۔ غزوہ حنین میں وہ حضور اکرمؐ کے ساتھ تھے اور جعرانہ میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اسی طرح رحمۃ للعالمینؐ نے پسران ابولہب عتبہ اور معتب کو طلب فرمایا اور انھیں دعوت اسلام دی۔ ان دونوں نے اسلام قبول کر لیا۔

کتابیات

کتاب	مصنف	ناشر
صحیح بخاری شریف (اردو)	امام بخاری ترجمہ مولوی محمد اسحٰق	کتب خانہ رحیمیہ دیوبند
صحیح مسلم شریف (اردو)	امام مسلم ترجمہ علامہ وحید الزماں	خالد احسان پبلشرس لاہور
سنن نسائی (اردو)	امام ابوعبدالرحمن ترجمہ مولانا دوست محمد شاکر	ارشد برادرس دہلی
سنن ابوداؤد (اردو)	امام ابوداؤد ترجمہ مولانا عبدالحکیم خاں	ایضاً
جامع ترمذی (اردو)	امام ترمذی ترجمہ علامہ بدیع الزماں	اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی
سنن ابن ماجہ (اردو)	امام ابن ماجہ ترجمہ علامہ وحیدلزماں	ایضاً
سیرت النبیؐ	ابومحمد عبدالملک بن ہشام ترجمہ مولوی قطب الدین احمد	اسلامی کتب خانہ لاہور
سیرت حلبیہ	علی ابن برہان الدین حلبی ترجمہ مولانا محمد اسلم قاسمی	ناشر اردو بازار کراچی
طبقات کبیر	محمد بن سعد ترجمہ مولانا عبداللہ العمادی	دارالطبع عثمانیہ حیدرآباد
رحمۃ للعلمینؐ	قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری	اعتقاد پبلشنگ ہاؤس، دہلی
سیرت المصطفیٰؐ	مولانا محمد ادریس کاندھلوی	مکتبہ ملت دیوبند
الرحیق المختوم	مولانا صفی الرحمن مبارکپوری	المجلس العلمی علیگڑھ
مدارج النبوہ	علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی ترجمہ مفتی غلام معین الدین نعیمی	ادبی دنیا مٹیا محل دہلی
الخصائص الکبریٰ	عبدالرحمن جلال الدین سیوطی ترجمہ مفتی غلام معین الدین نعیمی	اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی
قصص الانبیاء	علامہ عماد الدین ابن کثیر ترجمہ مولانا محمد اصغر	فرید بک ڈپو دہلی
رسول رحمت	مولانا ابوالکلام آزاد	اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی